بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مُحَمَّدٌ اَحۡمَدٌ حَامِدٌ مَحۡمُوۡدٌ قَاسِمٌ

عَاقِبٌ فَاتِحٌ شَاهِدٌ حَاشِرٌ رَشِيۡدٌ مَشۡهُوۡدٌ بَشِيۡرٌ نَذِيۡرٌ

دَاعٍ شَافٍ هَادٍ مَهۡدٍ مَاحٍ مُنۡجٍ نَاهٍ رَسُوۡلٌ

نَبِيٌّ اُمِّيٌّ تِهَامِيٌّ هَاشِمِيٌّ اَبۡطَحِيٌّ عَزِيۡزٌ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ رَءُوۡفٌ

رَحِيۡمٌ طٰهٰ مُجۡتَبٰى طٰسٓ مُرۡتَضٰى حٰمٓ مُصۡطَفٰى يٰسٓ

اَوۡلٰى مُزَّمِّلٌ وَلِيٌّ مُدَّثِّرٌ مَتِيۡنٌ مُصَدِّقٌ

طَيِّبٌ نَاصِرٌ مَنۡصُوۡرٌ مِصۡبَاحٌ

مُحَمَّدٌ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اٰمِرٌ حِجَازِيٌّ نِزَارِيٌّ قُرَشِيٌّ

مُضَرِيٌّ نَبِيُّ التَّوۡبَةِ حَافِظٌ كَامِلٌ

صَادِقٌ اَمِيۡنٌ عَبۡدُ اللّٰهِ كَلِيۡمُ اللّٰهِ حَبِيۡبُ اللّٰهِ نَجِيُّ اللّٰهِ

صَفِيُّ اللّٰهِ خَاتَمُ الۡاَنۡبِيَاءِ حَسِيۡبٌ مُجِيۡبٌ شَكُوۡرٌ مُقۡتَصِدٌ رَسُوۡلُ الرَّحۡمَةِ قَوِيٌّ

حَفِيٌّ مَاۡمُوۡنٌ مَعۡلُوۡمٌ حَقٌّ مُبِيۡنٌ مُطِيۡعٌ رَسُوۡلُ الۡمَلَاحِمِ اَوَّلٌ

اٰخِرٌ ظَاهِرٌ بَاطِنٌ نَبِيُّ الرَّحۡمَةِ يَتِيۡمٌ كَرِيۡمٌ حَكِيۡمٌ خَاتَمُ الرُّسُلِ

سَيِّدٌ سِرَاجٌ مُنِيۡرٌ مُحَرَّمٌ مُكَرَّمٌ مُبَشِّرٌ مُذَكِّرٌ مُطَهَّرٌ

قَرِيۡبٌ خَلِيۡلٌ مَدۡعُوٌّ جَوَّادٌ خَاتِمٌ عَادِلٌ شَهِيۡرٌ شَهِيۡدٌ

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سیرت سرورکونین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد پنجم

جہاد اور غزوات وسرایا

رانا محمد سرور خاں

رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
103-A کینال ویوکوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی-لاہور (پاکستان)

سیرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد ۵

اشاعت اول	----	27 رمضان المبارک 1428ھ (10 اکتوبر 2007ء)
مؤلف	----	رانا محمد سرور خاں
ناشر	----	رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
تعداد	----	1100
مطبع	----	شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ہدیہ (مکمل سیٹ)	----	8800 روپے

ISBN 9789699116-07-0 Vol. 5

فہرست ابواب

حسن ترتیب عنوان

جہاد کے فرض ہونے کا حکم

2ھ کے اہم ترین واقعات میں سے جہاد کے فرض ہونے کا حکم ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ قرآن کریم فرقانِ حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ سورۃ الحج آیات 39 تا 40۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

ترجمہ: ''ایسے لوگوں کو جہاد وقتال کی اجازت دی گئی جن سے کافر خود لڑتے ہیں۔ یہ اجازت اس لئے دی گئی کہ یہ لوگ بڑے مظلوم ہیں اور بے شک اللہ کریم ان لوگوں کی مدد پر قادر ہے اور جن کو فتح ونصرت کا وعدہ کیا جارہا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے گھروں سے بغیر وجہ نکالے گئے فقط اس وجہ سے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔''

1۔ روایت از حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسند احمد، ترمذی، نسائی ومستدرک وغیرہ۔

2۔ روایت از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالرزاق وابن منذر در المنثور ج 4 صفحہ 364۔

3۔ روایت از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، نسائی شریف، اسنادِ صحیح، زرقانی صفحہ 378۔

4۔ روایت از حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زہری، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (احکام القرآن جلد 1 صفحہ 25، تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ 325 وغیرہ میں روایت مذکور ہے)۔

5۔ زرقانی بحوالہ صحیح نسائی جلد 1 صفحہ 448۔

ایک اور روایت ہے کہ قتال کے متعلق سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ البقرہ آیت 190۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾

ترجمہ: ''اور خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو''۔

(مذکورہ روایت کو تفسیر ابن جریر میں نقل کیا گیا ہے)

جب ہم غور سے ان دونوں آیتوں کو پڑھتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مسلمان درحقیقت لڑنے پر مجبور کئے جاتے تھے۔ ان آیات کے نزول سے قبل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد و قتال سے منع فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مضروب و زخمی آتے تو آنحضرت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے صبر کرو کیونکہ مجھے جہاد و قتال کا حکم نہیں ہے اور یوں یہ سلسلہ ہجرت تک چلتا رہا۔

مکّہ مکرّمہ میں کیونکہ مشرکین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور ایک قسم سے وہ لوگ غلبہ بھی رکھتے تھے مسلمان تعداد میں کم اور مشرکین کے مقابلہ میں ظاہری طور پر کمزور بھی تھے اس لئے قتال میں تاخیر اللہ کریم کی طرف سے حکمت و مصلحت پر مبنی تھی۔ جب سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف لے آئے اور یہ شہران کے لئے ملجاو ماوٰی بن گیا دوسری طرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد میں خداوند کریم نے اضافہ فرمادیا تو اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے خلاف جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ابتداء کرتے تھے جہاد و قتال کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (سورۃ التوبہ آیت 36)

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: ''بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور ان مشرکوں سے ہر

وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے‘‘۔

مخالفین کے شبہ کا ازالہ

مذکورہ آیات قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کے کچھ اغراض و مقاصد کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کے شبہ کا ازالہ بھی فرمادیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے جہاد و قتال کی اجازت دے کر خونریزی کا دروازہ کھول دیا ہے اور اصل میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ جہاد صرف اسلام یعنی امتِ محمدیہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے سابقہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جہاد کا حکم واجازت تھی۔ اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی دشوار ہو جاتا اور یوں اللہ تعالیٰ کا نام لینے والوں کو نیست و نابود کر دیا جاتا۔

جہاد خداوند کریم کا قدیم حکم ہے اسکے ذریعے وہ اپنے مخلصین کو مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر سے محفوظ فرماتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ سورۃ البقرآیت 251۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

ترجمہ: ’’اگر اللہ بعض لوگوں کے شر اور فساد کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرمائے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا (تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی) لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے (کہ فتنہ وفساد رفع کرنے کے لئے اس نے جہاد کی اجازت دی)۔‘‘

اس قادر مطلق کو ہی قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنے دین اور احکام کا اجراء ان لوگوں کے ہاتھوں سے کرواتا ہے جو روئے زمین پر دسترس پانے کے بعد خود بھی جان و مال کی قربانی سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں دوسروں کو ہی نیکی و بھلائی کا حکم نہیں دیتے بلکہ خود ان تمام چیزوں پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو جہاد کی اجازت دے کر نصرت وحمایت کا وعدہ کیا ہے ان لوگوں کی یہ شان ہے کہ بادشاہ وسلاطین کی طرح عیش وعشرت میں مبتلا نہیں ہوں گے بلکہ اپنی جان و مال سے خدا کے پورے مطیع وفرمانبردار ہوں گے۔ خود کامل و مکمل ہوں گے اور دوسروں کو کامل و مکمل بنادیں گے خود ہدایت پر ہوں گے اور دوسروں کیلئے ذریعہ ہدایت ثابت ہوں گے۔ چنانچہ جب ہم خلفاء راشدین کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان بزرگوں کو مذکورہ تمام

اوصافِ حمیدہ کا عملی نمونہ پاتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جن لوگوں کو خدا آسمانی بادشاہت کیلئے منتخب فرمائے ان کے یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت میں خداوندِ کریم نے خلافت عطا فرمانے سے پہلے ہی ان کی تعریف فرمائی کہ وہ خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے بعد ایسے ہوں گے۔ جہاد جہد سے نکلا ہے جسکے معنٰی یہ ہیں کہ اپنی طاقت جان و مال کو محض اللہ کریم کے نام کا بول بالا کرنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ جہاد محض اور خالصتاً اللہ جل جلالہٗ کی رضا و خوشنودی کیلئے ہونا چاہئے۔ اس میں دنیاوی اور نفسانی اغراض کا شائبہ تک نہ ہو۔

(از: مدارج النبوت، ومواہبِ لدنیہ)

قرآن کریم میں ذکر جہاد

اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فرضیت، فضیلت و حرمت کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار فرمایا ہے جن میں سے چند آیات قرآنی مندرجہ ذیل ہیں:۔

1. سورۃ البقرآیات 190، 191، 192 تا 194، 216 تا 218، 244
2. سورۃ النساء آیات 70، 71، 72 تا 77، 84، 94 تا 96
3. سورۃ آل عمران آیات 122 تا 128، 132، 135 تا 137، 139 تا 142، 145 تا 151، 152 تا 179۔
4. سورۃ الانفال آیات 65، 74
5. سورۃ التوبہ آیات 5، 23، 36، 41، 88، 91، 93، 111، 123
6. سورۃ الفرقان آیات 51، 52
7. سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آیات 20، 21
8. سورۃ الصّف آیات 10، 17

غزوات وسرایا کی ابتدا

2ہجری میں غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہوا

1۔ غزوہ

محدّثین اور اہل سیر کی اصطلاح میں غزوہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفسِ نفیس خود شامل ہوئے ہوں۔

2۔ سریّہ

سریّہ کا لفظ اصل میں سری سے مشتق ہے اس کا معنی فوج کا ایک دستہ جو دشمن کے خلاف بھیجا گیا ہے۔اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتِ خود لشکر کے ساتھ شامل نہ ہوں بلکہ دشمن کے مقابلہ میں کسی صحابی کی زیرِ کمان دستہ روانہ فرمائیں تو اسے سریّہ کہتے ہیں۔یہ دستہ اصل میں فوج سے نکلا ہو جسکی تعداد ایک سو سے لیکر پانچ سو نفوس تک ہو سریّہ کہلاتا ہے۔

(معنی بمطابق مصنّف مواہب لدنیہ)

3۔ نسر

اگر فوجی دستے کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہو تو اسکو نسر کہتے ہیں۔

(از: مصنف مواہب لدنیہ)

4۔ جیسی

اگر فوجی دستے کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہو جائے تو اسکو جیسی کہتے ہیں

(از: مصنف مواہب لدنیہ)

5۔ جعفل

اگرفوجی دستے کی تعداد چار ہزار ہوجائے تواسکو جعفل کہتے ہیں۔

(از: مصنف مواہب لدنیہ)

6۔ خمیس

خمیس بہت بڑے لشکر کو کہتے ہیں جس کے پانچ حصے یعنی (1) مقدمہ، (2) قارب، (3) میمنہ (4) میسرہ اور (5) ساقر، ہوں۔

(از: مصنف مواہب لدنیہ)

7۔ کیتبہ

جولشکر ایک جگہ اکٹھا ہومنتشر نہ ہوایسے لشکر کو کیتبہ کہتے ہیں۔

(از: مصنف مواہب لدنیہ)

غزوات کی تعداد

غزوات کی اصل تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے اس اختلاف کی وجہ کے سلسلے میں حضرت علامہ سہیلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بڑا اچھا نکتہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض محققین نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک ہی سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک ہی غزوہ شمار کیا اس لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی یا ممکن ہے کچھ محققین کو بعض غزوات کا علم ہی نہ ہوا ہو۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ 388، فتح الباری جلد 7 صفحہ 218)

1: بہر حال وہ تمام غزوات جن میں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس شمولیت فرمائی تعداد میں ستائیس (27) ہیں۔ کذافی المواہب وموسیٰ بن عقبہ' محمد بن اسحٰق' واقدی' ابن سعد' ابن جوزی' علامہ حلبی، دمیاطی عراقی اور دیگر سیرت نگارو محققین وغیرہ نے ستائیس (27) انتیس (29) اور اکتیس (31) غزوات بتائے ہیں۔ جن کی ترتیب وار فہرست تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

(از: رواہ عبدالرزاق بسند صحیح 12)

2: حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 94ھ) سے چوبیس (24) غزوات کا بیان آتا ہے۔

(از: عبدالرزاق وروضۃ الاحباب)

3: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکیس (21) غزوات کی روایت ملتی ہے۔

(از: رواہ ابویعلی باسنادِ صحیح وصاحبِ روضۃ الاحباب)

4: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انیس (19) کی تعداد مروی ہے۔

(از: رواہ صحیح بخاری شریف، مسلم وترمذی شریف)

مورخین وعلماء سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام غزوات میں صرف نو (9) غزوات ایسے تھے جن میں قتال وقوع میں آیا اور وہ یہ ہیں:

1۔ غزوہ بدر

2۔ غزوہ احد

3۔ غزوہ مریسیع (غزوہ بنی المصطلق)

4۔ غزوہ خندق غزوہ احزاب)

5۔ غزوہ قریظہ

6۔ غزوہ خیبر

7۔ غزوہ فتح مکّہ

8۔ غزوہ حنین

9۔ غزوہ طائف

فہرست غزوات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

1. غزوۂ ودّان یعنی غزوۂ الابواء (آخر 1ھ یا اوّل 2ہجری)۔
2. غزوۂ بواط (2ہجری)۔
3. غزوۂ عشیرہ (2ہجری)۔

4. غزوۂ سفوان یا بدر اولیٰ (2 ہجری)۔
5. غزوۂ بدر کبریٰ (رمضان المبارک 2 ہجری)۔
6. غزوۂ بنی سُلیم (2 ہجری)۔
7. غزوۂ بنی قینقاع (2 ہجری)۔
8. غزوۂ سویق (2 ہجری)۔
9. غزوۂ قریۃ الکدر (2 ہجری)۔
یعنی غزوۂ قرقرۃ الکدر (2 ہجری)۔
10. غزوۂ غطفان یعنی ذی امر (3 ہجری)۔
11. غزوۂ بحران یا نجران یا حجاز (3 ہجری)۔
12. غزوۂ اُحد (3 ہجری)۔
13. غزوۂ حمراء الاسد (16 شوال 3 ہجری)۔
14. غزوۂ بنی نضیر (4 ہجری)۔
15. غزوۂ ذات الرقاع (5 ہجری)۔
یعنی غزوۂ محارب یا بنی ثعلبہ
16. غزوۂ بدر الآخرۃ (ذولقعدہ 4 ہجری)۔
یعنی غزوۂ بدر الموعود (شعبان 4 ہجری۔ غزوۂ بدر صغریٰ)
17. غزوۂ دومتہ الجندل (شعبان 5 ہجری)۔
18. غزوۂ بنی مصطلق
یعنی غزوۂ مریسیع (5 ہجری)۔
19. غزوۂ خندق (شوال 5 ہجری)۔
20. غزوۂ بنی قریظہ (5 ہجری)۔
21. غزوۂ بنی لحیان (6 ہجری)۔
22. غزوۂ حدیبیہ (ذوالقعدہ 6 ہجری)۔

23. غزوۂ ذی قرد (6ہجری)۔
24. غزوۂ خیبر (7ہجری)۔
25. غزوۂ وادی القریٰ (7ہجری)۔
26. غزوہ عمرۃ القضا (7ہجری)۔
27. غزوۂ موتہ (8ہجری)۔
28. غزوۂ فتح مکّہ (رمضان المبارک 8ہجری)۔
29. غزوۂ حنین (شوال 8ہجری)۔
30. غزوۂ طائف (شوال 8ہجری)۔
31. غزوۂ تبوک (رجب 9ہجری)۔
یعنی غزوہ جیش العسرت۔

تعداد سرایا

غزوات کی تعدامیں اختلاف کی طرح سرایا کی تعداد میں بھی علماء سیر کے ہاں اختلاف ہے اوراس تعداد کے اختلاف کی وجہ یقیناً وہی ہے جو ہم اوپر حضرت علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ کے قول کی شکل میں عرض کر چکے ہیں۔

حضرت ابن سعد کے مطابق چالیس (40)
حضرت ابن عبدالبر کے مطابق پینتیس (35)
محمد ابن اسحٰق کے مطابق اڑتیس (38)
علامہ واقدی کے مطابق اڑتالیس (48)
علامہ ابن جوزی کے مطابق چھپن (56)
علامہ علی بن برہان الدین حلبی کے مطابق ستاون (57)
علامہ شمس شامی کے مطابق (70) ہے۔
بعض اصحاب سیر نے چند ایک مزید سرایا کا بھی ذکر کیا ہے۔

(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 388)

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون یعنی سیرۃ حلبیہ)

فہرست سرایا

21. سریہ زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے جذام۔
22. سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی فزارہ۔
23. سریہ عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے دومتہ الجندل۔(6ہجری)
24. سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے مدین۔
25. سریہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے فدک (6ہجری) ۔
26. سریہ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے اُسیر (6ہجری)
27. سریہ عمرو بن امیہ ضمری وسلمہ ابن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مکہ مکرمہ)(6ہجری)
28. سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے کلاب (6ہجری)
29. سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی ثعلبہ (6ہجری)۔
30. سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانب نجد (6ہجری)
31. سریہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانب بنی اسد (6ہجری)
32. سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر موضع حموم (6ہجری)
33. سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر موضع عیص (6ہجری)
34. سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے ام قرفہ (6ہجری)
35. سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے مقام حسمی۔(6ہجری)
36. سریہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی کعب (10ہجری)
37. سریہ سعید ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے عرنیین
38. سریہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے ہوازن۔
39. سریہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی کلاب۔
40. سریہ بشیر ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی مرّہ۔
41. سریہ غالب لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی عوال۔
42. سریہ بشیر ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے یمن۔
43. سریہ ابن ابوالعوجاء سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی سلیم

44. سریہ غالب ابن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی الملوح۔
45. سریہ غالب ابن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی مرّہ)۔
46. سریہ شجاع ابن وہب اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی عامر۔
47. سریہ کعب ابن عمیر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
48. سریہ عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے ذات السلاسل (8 ہجری)
49. سریہ خبط (8 ہجری)
50. سریہ غالب لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے کدید (8 ہجری)
51. سریہ موتہ (8 ہجری)
52. سریہ ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے غطفان۔ (8 ہجری)
53. سریہ عبداللہ ابن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے غابہ۔
54. سریہ ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بطن اضم۔ (8 ہجری)
55. سریہ خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے عزیٰ۔ (8 ہجری)
56. سریہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے سواع۔
57. سریہ ابن زید اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے منات۔
58. سریہ خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے جذیمہ۔
59. سریہ ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے اوطاس۔
60. سریہ طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے ذی الکفین (بت) (8 ہجری)
61. سریہ عیینہ ابن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی تمیم۔ (9 ہجری)
62. سریہ قطبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے خثعم۔ (9 ہجری)
63. سریہ ضحاک کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی کلاب۔ (9 ہجری)
64. سریہ علقمہ ابن مجزز مدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے حبشی۔
65. سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فلس کے بت کا انہدام) (9 ہجری)
66. سریہ عکاشہ بن محصن اسدی بسوئے قبیلہ عذرہ (9 ہجری)

سریہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رمضان 1ھ یا ہجرت کے دوسال بعد ربیع الاوّل شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس جارہا ہے جنکی تعداد تین سو ہے۔ابوجہل اور ابوسفیان اس قافلے کے سردار ہیں۔ یہ خبر ملتے ہی سرکار دوعالم صلی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس سواروں کے ساتھ سیف البحر کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اس قافلے کا تعاقب کرسکیں۔

ہجرت کے بعد یہ پہلا سریہ تھا اہل اسلام کی اس جمعیت میں تیس کے تیس ہی مہاجر مسلمان تھے انصار میں سے کسی نے اس سریہ میں شرکت نہ کی۔بعض سیر نگاروں نے لکھا ہے کہ اس سریہ میں کوئی بھی انصاری مسلمان شامل نہیں تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ انصار نے مدینہ منورہ میں رہ کرہی حفاظت کا ذمہ لیا تھا مدینہ منورہ سے باہر جاکر لڑنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔اسی لیے حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں انصار سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا تھا کہ "تم لوگوں کی کیارائے ہے"۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 2، زرقانی جلد 15 صفحہ 380)

اس سریہ میں حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علمبرداری کے فرائض سرانجام دیئے اور جو علم ان کے ہاتھ میں تھا اس کا رنگ سفید تھا۔بعض اہل سیر کے قول کے مطابق اسلام میں جو جھنڈا سب سے پہلے استعمال کیا گیا وہ یہی سفید جھنڈا تھا۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رایت (بڑا جھنڈا) سیاہ رنگ کا تھا جبکہ اس جھنڈے (لواء) کا رنگ سفید تھا۔

طبرانی میں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عدی کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

لغت کی اہل تحقیق جماعت نے لواء اور رایت میں فرق کی تصریح کی ہے۔ رایت بڑے جھنڈے اور لواء چھوٹے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ عربی لغت کی مشہور کتاب 'القاموس' میں کہا گیا ہے اللـو لو بالمد العلم اور 'صراح' میں ہے لواء چھوٹا جھنڈا ہوتا ہے لیکن اس میں رایت کا ذکر نہیں کیا گیا۔

الغرض حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسد اللہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی) جب سیف البحر پہنچے تو دونوں فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ جنگ کیلئے صفیں درست کر لی گئیں قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جاتی لیکن مجدی بن عمرو جہنی نے جو کہ دونوں فریقوں کا حلیف تھا۔ درمیان میں آ گیا اور اس نے جنگ نہ ہونے دی یوں ابو جہل قافلہ لے کر مکہ مکرمہ چلا گیا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 2، البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 244، مدارج النبوت)

سریّہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہجرت کے آٹھ ماہ بعد 1 ھ یا بعض کے نزدیک 2 ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے ساٹھ یا اسّی (80) سواروں کا سریہ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں بھی کوئی انصاری شامل نہ تھا۔ مقامِ رابغ پہنچ کر قریش کے دوسو (200) سواروں کی تعداد سے آمنا سامنا ہو گیا لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی البتہ صرف حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تیر چلایا۔ تاریخِ اسلام میں یہ پہلا تیر تھا جو چلایا گیا۔ ابوسفیان بن حرب۔ عکرمہ بن ابو جہل یا مکرِز بن حفص وغیرہ میں سے کوئی ایک قریش کے اُن سواروں کا امیر تھا۔ اکثریت کے نزدیک ابوسفیان امیر تھا حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے لیکن قریش کے پنجہ ظلم میں ہونے کی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ قریش کے اس قافلے میں اس غرض سے شریک ہو گئے تا کہ موقع ملتے ہی مسلمانوں کے ساتھ جا ملیں۔ خداوندِ کریم نے ان دونوں کو موقع بہم پہنچا دیا اور یہ دونوں مسلمانوں کیساتھ آ ملے۔

(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 391)

سریہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسریہ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالمطلب بن عبد مناف بن قصی قرشی غزوہ بدر میں زخمی ہونے کے بعد مقام صفراء میں شہادت پائی) قریب قریب ہی واقعہ ہوئے۔ لہٰذا لوگوں میں اشکال واشتباہ پیدا ہوگیا۔ بعض حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کو مقدم بتاتے ہیں اور بعض اہل سیر عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کو مقدم کہتے ہیں بہر حال ہر ایک اختلاف کرنے والے کا خیال اپنی جگہ صحیح مانا جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں سریوں میں وقت اس قدر نزدیک ہے کہ اوّل بعد کا اندازہ ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن زیادہ تر اہل سیر سریہ امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اولیں سریہ تسلیم کرتے ہیں)

(صاحبِ مواہب لدنیہ روایت از: ابن اسحٰق، مدارج النبوت)

سریّہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہجرت کے پہلے سال ہی ماہِ ذی قعد میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش کا ایک اور تجارتی قافلہ وادی خرار کے قریب سے گزرنے والا ہے۔ آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی ایک پیادہ جماعت جنکی تعداد بیس (20) تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص (سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔ رشتے میں رسول کریم علیہ السلام کے ماموں لگتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی ننھیال نجار کے زہری خاندان میں تھی) (فاتح ایران وعراق۔ المتوفی مدینہ منورہ 55ھ) کی زیرِ قیادت اس مقصد کے لئے مذکورہ وادی کی طرف روانہ کی کہ وہ قریش کے اس قافلہ کا تعاقب کریں۔ خرار، جحفہ کے قریب ایک وادی ہے۔ یہ لوگ دن کی روشنی میں چھپ کر آرام کرتے اور رات کو اپنا سفر جاری رکھتے۔ جب یہ جماعت مقام خرار پہنچی تو معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ وہاں سے گزر چکا ہے اس طرح یہ جماعت مدینہ منورہ واپس آگئی۔

(روایت از: زاد المعاد جلد 2 صفحہ 83)

اہل سیر میں سے واقدی اور محمد ابن سعد کے نزدیک یہ تینوں سریّے 1ھ میں روانہ کئے گئے لیکن محمد ابن اسحٰق کے نزدیک تینوں سریے 2ھ میں غزوہ ابواء کے بعد روانہ کئے گئے۔ ابن ہشام نے بھی ان سرایا کو 2ھ میں روانہ کیا جانا تسلیم کیا ہے۔

(از: ابن الاثیر جلد 2 صفحہ 41)

ہجرت کے بعد بھی مکہ کے کفار مسلمانوں کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں مزاحم ہوتے تھے اور اسلام کو ختم کرنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ اور دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے تھے۔ اس لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اغراض کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں (سرایا) مدینہ کے اطراف میں روانہ کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا اور بعض اوقات خود بھی شرکت فرما لیتے۔ بعض دفعہ یہ عمل اس لئے کیا جاتا کہ دشمن کی نقل وحرکت سے باخبر رہیں کبھی دوسرے قبائل کے ساتھ معاہدہ وغیرہ قائم کرنے کے لئے ضرورت پیش آتی بعض اوقات محض مدافعت کے لئے ایسا کیا جاتا۔ ایسا کرنے کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ قریش کی شامی تجارتی گزرگاہ کو بند کردیا جائے۔ یہ عمل حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کیا گیا۔ اسی زمانہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ قبیلہ اوس کے رئیس الاعظم تھے عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ تشریف لے گئے۔ مکہ میں امیہ بن خلف سے آپ کا مدتوں سے یارانہ تھا اس لئے آپ امیہ بن خلف کے ہاں ہی ٹھہرے۔ ایک دن آپ امیہ کو ساتھ لیکر طواف کعبہ کو تشریف لے گئے۔ اتفاق سے ابوجہل سامنے سے آگیا ابوجہل نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے اس نے جواب دیا سعد بن معاذ ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پناہ دے رکھی ہے۔ میں یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا کہ تم کعبہ میں آؤ خدا کی قسم اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو کبھی بھی واپس بچ کر نہ جاسکتے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اگر تم نے ہم کو حج کرنے سے روکا تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ روک دیں گے۔

(از: صحیح بخاری کتاب المغازی)

غزوہ ابواء صفر 2 ہجری

2ھ ماہِ صفر میں اور بعض اہل سیر کے مطابق 12 ربیع الاول 2 ہجری میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساٹھ مہاجرین کی جماعت کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ سے نکلے یہ پہلا غزوہ ہے جس میں نبی اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفسِ نفیس شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین کے اس لشکر کو لے کر بنوضمرہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ قریش کا جو قافلہ شام کی طرف سے تجارت کرنے کے بعد واپس آرہا تھا اس کا تعاقب بھی کیا جائے۔ مقام ابواء وہ جگہ ہے جہاں فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار ہے۔ ابواء کا صدر مقام فرع ہے جو کہ ایک بڑا قصبہ ہے اور وہاں اس وقت قبیلہ بنی ضمرہ آباد تھا۔

یہ مقام مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ منازل یعنی اسّی میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور مدینہ کی آخری سرحد ہے۔

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کیلئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو پیچھے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرما گئے۔ اس غزوہ میں لشکرِ اسلام کا جھنڈا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مقام ابواء پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا کہ قریش کا تجارتی قافلہ اس جگہ سے گزر گیا ہے۔ آپ نے مقامِ ابواء پر قیام فرمایا اور یہاں بنی ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو ضمری سے معاہدہ صلح تحریر کیا گیا۔ اس معاہدہ کے الفاظ یہ تھے۔

الفاظ معاہدہ

''یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر بنو ضمرہ کے لئے ہے۔ ان لوگوں کا جان و مال محفوظ رہے گا اور جو شخص ان پر حملہ کریگا اسکے مقابلہ میں انکی مدد کی جائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلے میں لڑیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب انکو مدد کے لئے بلائیں گے تو یہ مدد کیلئے حاضر ہوں گے۔ یہ لوگ نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے اور نہ ہی مسلمانوں کو کبھی دھوکہ دیں گے۔''

اس غزوہ کو غزوہ ودّان بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ابواء اور ودّان ایک دوسرے کے قریب قریب واقع ہیں اور ان دونوں مقامات کے درمیان صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔ اس غزوہ میں فریقین کے درمیان کسی قسم کا قتال نہیں ہوا اور یوں آپ پندرہ یوم کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

(از: فتح الباری، جلد 7 صفحہ 217، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 3، عیون الاثر جلد ۔ صفحہ 226 وغیرہ)

غزوہ بواط ربیع الاوّل 2 ہجری

ماہِ ربیع الاوّل شریف 2ھ کو یہ غزوہ ہوا۔ بواط ایک پہاڑ کا نام ہے جو ینبع سے ایک دن کی مسافت پر ہے (مدینہ منورہ سے بواط تقریباً 100 کلو میٹر ہے)۔ اسی ماہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خبر دی گئی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مکہ مکرمہ جا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل 2ھ یا ربیع الثانی میں دو سو مہاجرین کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مقام بواط کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ بعض مفسرین کے نزدیک حضرت سائب بن عثمان اور بعض کے نزدیک عثمان ابن مظعون کے

بھائی سائب ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سابقین اولین اور مہاجرین حبشہ میں سے ہیں منصبِ جانشینی پر فائز فرمایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکرِ اسلام کا سفید جھنڈا عطا کیا۔ قریش کے اس قافلہ میں امیہ بن خلف بھی شامل تھا قریش کے اس قافلہ میں ایک سو آدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ بھی شامل تھے۔ بواط کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا یہ قافلہ اس مقام سے گزر چکا ہے۔ اس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑائی کے بغیر ہی مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

از: روضۃ الاحباب، زرقانی جلد 1 صفحہ 392،
مدارج النبوت از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

غزوہ عشیرہ جمادی الاُولیٰ 2 ہجری

غزوہ بواط کے بعد جمادی الاولیٰ 2ھ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسو اور بعض روایات کے مطابق ڈیڑھ سو صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ منورہ سے نکلے۔ سفید رنگ کا جھنڈا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تھی کہ ابوسفیان قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ مقام عشیرہ سے گزرنے والا ہے۔

مقامِ عشیرہ مکہ و مدینہ کے درمیان ینبع کے نواح میں واقع ہے۔ اس سفر میں لشکرِ اسلام کے ہمراہ تیس اونٹ سواری کے لئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین باری باری ان اونٹوں پر سواری کرتے ہوئے عشیرہ پہنچے۔ قریش کا تجارتی قافلہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پہنچنے سے کئی روز قبل ہی عشیرہ سے گزر چکا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمادی الاولیٰ کی چند راتیں اور جمادی الثانیہ کے ابتدائی چند ایام اس جگہ پر بسر کئے اور اس عرصہ میں بنی مدلج اور ان کے حلیف بنوضمرہ سے معاہدہ طے ہوا اور یوں جنگ کے بغیر ہی یہ قافلہ لشکرِ اسلام مدینہ منورہ واپس ہوا۔ اس معاہدہ کے الفاظ درج ذیل تھے۔

”اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بنوضمرہ کے لئے یہ تحریر ہے۔ ان کے جان و مال سب محفوظ رہیں گے اور جو شخص بنوضمرہ سے جنگ کا ارادہ کرے گا۔ اسکے مقابلہ میں بنوضمرہ کی مدد کی جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ بنوضمرہ اللہ کے دین میں کوئی مزاحمت نہیں

کریں گے۔ یہ شرط ہمیشہ کے لئے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کو مدد کیلئے بلائیں تو یہ حاضر ہوں گے۔ ان لوگوں کے ساتھ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد ہے، جو شخص ان میں نیک اور پرہیزگار رہے گا اسکی مدد کی جائیگی۔''

علماء اور سیرت نگاروں کا اس امر میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون سا غزوہ ظہور میں آیا۔ محمد ابن اسحٰق، امام بخاری و حافظ عسقلانی شارح بخاری اس ترتیب کو درست خیال کرتے ہیں کہ پہلا غزوہ، ابواء، پھر غزوہ بواط اور اس کے بعد غزوہ عشیرہ وقوع میں آئے۔

غزوہ بدر اولیٰ یا غزوہ سفوان 2ھ

جمادی الثانیہ 2ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہ عشیرہ سے واپس تشریف لائے ہوئے پندرہ یا بعض روایات کے مطابق دس روز ہی ہوئے تھے کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ منورہ کی چراگاہ پر شب خون مارا اور لوگوں کے اونٹ اور بکریاں لے بھاگا ان اونٹوں میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ بھی شامل تھے۔ جب آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ علیہ السلام مہاجرین کی ایک جماعت لے کر کرز بن جابر فہری کے تعاقب میں مدینہ منورہ سے باہر نکلے اس دفعہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

لشکرِ اسلام وادی سفوان تک تعاقب میں گیا۔ سفوان بدر کے نواح میں ایک مقام ہے اس لئے اس غزوہ کو بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ مقام بدر مدینہ منورہ سے 155 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب مقام سفوان پر پہنچے تو کرز بن جابر فہری پہلے ہی اس مقام سے گزر چکا تھا۔ لشکرِ اسلام سفوان سے واپس مدینہ منورہ پہنچا۔ کُرز بن جابر فہری قریش کے رؤساء میں سے تھے جو بعد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

از: زرقانی جلد 1 صفحہ 396، عیون الاثر جلد 1 صفحہ 327،

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 143

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرنین کے تعاقب میں بیس بیس سواروں کا ایک ایک دستہ روانہ فرمایا۔ تو یہی کُرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کو ان دستوں کا امیر مقرر فرمایا۔ فتح مکّہ کے موقع پر کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

(از: الاصابہ جلد 3 صفحہ 29)

سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ 2ھ

غزوہ بدر اولیٰ یا غزوۂ سفوان سے واپسی کے بعد 2ھ ماہِ رجب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ امیمہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی اور آپ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں) کو جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ گیارہ مہاجرین کے ہمراہ (مکہ مکرمہ کے قریب) بطن نخلہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام شامل تھے:۔

1۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4۔ حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5۔ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6۔ حضرت عامر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7۔ حضرت خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8۔ حضرت صفوان بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9۔ حضرت سہیل بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12۔ امیر سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نخلہ مکہ مکرمہ و طائف کے درمیان ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو ایک سریہ میں روانہ کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا "میں تم لوگوں پر ایسے مرد کو امیر بناؤں گا جو تم سب میں سے زیادہ بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے والا

ہوگا''۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ علیہ السلام نے اس دستے کا امیر مقرر فرمایا۔
(زرقانی جلد 1 صفحہ 397)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب اس دستے کو روانہ کیا تو امیر دستہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بند خط بھی دیا اور فرمایا ''جب سفر میں دودن گزر جائیں تو اس خط کو کھول کر پڑھنا''۔اللہ بہتر جانے کہ دوروز تک خط کی عبارت کو خفیہ رکھنے کا کیا مقصد تھا؟ یہ بھی فرمایا ''دوروز کے بعد جب خط کو کھولو گے تو اس میں تحریر عبارت کے مطابق عمل کرنا''۔

(راوی حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ از: معجم کبیر طبرانی)

دودن کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط کھولا جس کا مضمون تھا۔''خدا تعالیٰ عزّ اسمہٗ کے نام و برکت سے چلتے جاؤ یہاں تک کہ وادی نخلہ میں جاکر ٹھہرو اور وہاں پر قریش کے تجارتی کارواں کا انتظار کرو اور ان کی خبروں سے آگاہ کرتے رہو۔اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اکراہ و جبر کیساتھ اپنے ہمراہ مت لے جاؤ۔جو کوئی تمہارا ساتھ دینا چاہے اس کو ہمراہ رکھو اور جو ساتھ نہ دینا چاہے اسے واپس بھیج دو''۔حضرت عبداللہ بن جحش نے خط کی تحریر کو پڑھ کر کہا ''سَمْعاً و طَاعَۃً''''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے حکم کو سُنا اور اطاعت کی''۔ آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو خط مبارک کے مضمون سے آگاہ کیا۔اور فرمایا جو کوئی خوشی سے میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے چلے میں کسی کو مجبور نہیں کروں گا۔شہادت کی تمنا رکھنے والا ہی میرے ساتھ چلے۔چنانچہ سب ساتھیوں نے خوشی سے آپ کے ہمراہ چلنا پسند کیا۔

راستے میں حضرت سعد بن ابی وقاص و حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہ اونٹ گُم ہوگیا جس پر یہ دونوں حضرات باری باری سفر کررہے تھے۔یہ دونوں حضرات حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر اونٹ کی تلاش میں چلے گئے۔امیر قافلہ اور قافلہ مقام نخلہ پہنچ کر قریش کے تجارتی قافلہ کی گھات میں بیٹھ گئے۔
(از: فتح الباری جلد 1 صفحہ 143، عیون الاثر، زرقانی جلد 1 صفحہ 397)

ناگاہ قریش کے تجارتی قافلہ کے اونٹ جن پر شراب، خشک میوہ اور چمڑہ وغیرہ لدا ہوا تھا اور یہ لوگ مالِ تجارت طائف سے لے کر آرہے تھے مسلمانوں کے قریب ہی آکر اُترا۔اس دن رجب المرجب کی آخری تاریخ تھی۔اس مہینہ میں قتل وقتال حرام تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں چار مہینوں میں قتال کی اجازت نہ تھی۔ذیقعد، ذی الحجہ، محرم الحرام

اور رجب المرجب۔ بعد میں آیت سیف نازل ہوئی اوران مذکورہ مہینوں میں بھی قتال کی اجازت دی گئی۔لیکن جہاد کی اجازت کے باوجودان مہینوں کی حرمت وعظمت اب بھی اسی طرح باقی ہے اورقتال و جہاد کے حرام ہونے کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

(از: روض الانف جلد2 صفحہ 40)

مسلمانوں نے یہ خیال کیا کہ رجب کا مہینہ ختم ہوگیا ہے فوراً ہی قریش کے قافلہ پرحملہ کردیا۔قریش کے اس قافلہ میں عمروبن حضرمی،عثمان بن مغیرہ اس کا بھائی نوفل بن عبد اللہ اورابوجہل کے باپ ہشام بن مغیرہ کا آزادکردہ غلام حکم بن کیسان وغیرہ شامل تھے۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔مسلمانوں کی طرف سے حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قافلہ قریش کے ایک سرکردہ عمروبن الحضرمی کوایک تیر مارا جس سے وہ مرگیا۔عمروبن الحضرمی کے مرتے ہی قریش کے قافلہ میں بھگدڑ مچ گئی اوراہل قافلہ سراسیمہ اور پریشان ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے قافلہ کا ساراسامان اپنے قبضے میں کرلیا۔حکم بن کیسان اورعثمان بن عبد اللہ اور بعض کے نزدیک نوفل بن عبد اللہ بھی قیدی بنالئے گئے۔

علماءفرماتے ہیں کہ یہ اسلام میں پہلا مالِ غنیمت تھا۔اور مذکورہ اشخاص پہلے قیدی۔ابھی تک تقسیم غنائم کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہواتھا۔حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض اپنے اجتہاد کی بناپر چارخمس غانمین میں تقسیم کردیئے۔اورایک حصّہ سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے رکھ چھوڑا۔

(از: روضۃ الاحباب، مدارج النبوت)

(اسی سال کے ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور ماہ رمضان میں غزوہ بدرثانیہ وقوع میں آیا)۔

اس لڑائی میں مارا جانے والا عمروبن الحضرمی،عبد اللہ حضرمی کا بیٹا تھا جوکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادااورحضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدحرب بن امیہ کا حلیف تھااورحرب قریش کا رئیس اعظم تھا۔ گرفتار ہونیوالوں میں عثمان اورنوفل دونوں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادامغیرہ کے بیٹے تھے جو رؤسائے قریش کے زمرہ میں آتا ہے۔

(از: تاریخ طبری صفحہ 1274)

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچ کرسرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواس واقعہ

کی اطلاع دی یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''میں نے تمہیں شہر حرام میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا''۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرزنش فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ ''جب تک اس سلسلہ میں کوئی وحی نازل نہ ہو مالِ غنیمت اور قیدیوں کو حفاظت سے رکھو''۔ اس پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی بہت نادم و پریشان ہوئے۔ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر برہم ہوئے اور کہا:

''تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور ماہِ حرام میں لڑے حالانکہ اس مہینہ میں تم کو لڑنے کا حکم نہ تھا۔''

(از: تاریخ طبری صفحہ 1275)

دوسری طرف مشرکین اور یہودیوں کو جب اس صورتحال کا علم ہوا تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے ساتھیوں نے ماہِ حرام کو حلال بنالیا ہے اور شہر حرام میں قتل و قتال کا حکم دے کر اس امر کو حلال کرلیا ہے۔

امیر سریہ اور ان کے ساتھی نہایت ہی پشیمان تھے اگرچہ انہوں نے یہ کام اشتباہ میں کیا تھا پھر بھی اللہ کریم کے کرم سے امید رکھتے تھے کہ انکی توبہ قبول ہوگی اور خداوند کریم ان سے درگزر فرمائے گا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: سورۃ بقرہ آیت 217۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ
قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ
اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ
حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ
مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

ترجمہ: ''آپ سے ماہِ حرام میں قتال کرنے کی بابت دریافت کرتے ہیں۔آپ جواب میں فرمائیں کہ بے شک ماہِ حرام میں قصداً قتال کرنا بڑا گناہ ہے۔لیکن خدا کے راستے سے کسی کو روکنا اور اللہ پر ایمان نہ لانا اور مسجد الحرام سے روکنا اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک یہ جرم سب جرموں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے اور کفر اور شرک کا فتنہ اس قتل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔یہ کافر ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے تاکہ تم کو تمہارے دین سے ہٹا دیں اگر ان میں طاقت ہو اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔''

پس کسی اشتباہ کی بنا پر نادانستہ طور پر شہر الحرام میں قتل وقتال کا واقعہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں البتہ کفر وشرک کا فتنہ اور مسلمانوں کو مسجد الحرام سے دانستہ روکنا ایک عظیم فتنہ ہے۔جس سے بڑھ کر کوئی گناہ یا جرم نہیں ہے۔اس آیت مقدسہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو رنج وغم سے نجات حاصل ہوئی اور وہ لوگ خوش ہو گئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خمس قبول فرمایا اور باقی مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو اب اپنے اس کارنامے کے بدلے میں اجر وثواب کی طمع دامن گیر ہوئی انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا ہم اس غزوہ کی وجہ سے کچھ اجر و ثواب کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اس پر قرآنِ کریم کی آیت نازل ہوئی۔سورۃ البقرآیت218۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾

ترجمہ: ''تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ایسے لوگ بلاشبہ اللہ کی رحمت کی امید کر سکتے ہیں اور کیوں نہیں اللہ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

اہل مکہ یعنی قریش نے اپنے اسیروں عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کے لئے فدیہ بھیجا تاکہ اُن کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کرواسکیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تک میرے دو صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) جو اپنے اونٹ کی تلاش میں گئے تھے۔ سلامتی سے واپس نہیں آجاتے تو قریش کے ان قیدیوں کو آزاد نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے تم لوگ میرے ساتھیوں کو قتل نہ کردو اگر تم میرے ساتھیوں کو قتل کرو گے تو میں تمہارے ساتھیوں کو قتل کردوں گا"۔

اس جواب کے چند دن بعد حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے دونوں قیدیوں کو آزاد کردیا۔ عثمان بن عبداللہ رہا ہوتے ہی سیدھا مکہ واپس چلا گیا اور حالتِ کفر میں ہی مر گیا۔ جبکہ حکم بن کیسان نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں آباد ہو گیا۔ یہاں تک کہ غزوہ بئیر معونہ میں انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 7، زرقانی جلد 1 صفحہ 397 ، مدارج النبوت جلد سوم)

اس تمام واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار کہے ان کا ترجمہ یوں ہے:

اشعار کا ترجمہ

"تم لوگ شہر حرام یعنی رجب کے مہینہ میں قتل وقتال کو بڑی شے خیال کرتے ہو حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں اس سے روکنا اور ان کے ساتھ کفر کرنا اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش کوئی سمجھدار ذرا خیال کرے اور اللہ خوب دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔ اللہ کے گھر سے اللہ والوں کو نکالنا تاکہ اللہ کا سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے یہ بھی شہر الحرام میں قتال کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تم اگرچہ ہم کو اس قتل پر عار دلاؤ اور حاسد لوگ اسلام کے متعلق کتنی ہی جھوٹی خبریں اڑائیں، لیکن ہم کو پرواہ نہیں بے شک ہم نے عمرو بن الحضرمی کے خون سے مقامِ نخلہ میں اپنے نیزوں کو سیراب کیا جبکہ واقد بن عبداللہ نے لڑائی کی آگ بھڑکائی اور عثمان بن عبداللہ ہمارے مابین اسیر تھا جس کو طوق وسلاسل اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔"

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 9، حسن الصحابہ جلد 1 صفحہ 303)

غزوۂ بدر کُبریٰ 17 رمضانُ المُبارک 2ھ (13 مارچ 624ء)

غزوہ بدر جو کہ 2ھ میں پیش آیا تمام غزوات میں سے بڑا غزوہ ہے۔ اس معرکے نے حق و باطل کے درمیان واضح تفریق قائم کردی رمضان المبارک کے شروع میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آرہا ہے اور یہ قافلہ مال واسباب سے بھرا ہوا ہے۔ یہ وہی قافلہ تھا جسکے قصد کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالعشیرہ تک تشریف لے گئے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اکٹھا کیا اور فرمایا:

''اے صحابہ ابوسفیان کا قافلہ آرہا ہے جو کثیر مال سے بھرا ہوا ہے۔ ہمیں اس قافلے کی طرف نکلنا چاہیئے عجب نہیں کہ خداوند کریم تم لوگوں کو یہ قافلہ مالِ غنیمت میں عطا فرمائے''۔

(از: طبقات ابن سعد)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت سعید بن زید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مدینہ منورہ سے روانہ کیا اور حکم دیا کہ قافلے کے بارے خبر لے کر آئیں۔

ابوسفیان جب اپنے قافلہ کے ہمراہ اس مقام پر پہنچا تو اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جاسوسوں کی کوئی خبر ہے لوگوں نے بتایا کہ دو شتر سوار فلاں فلاں مقام پر اترے تھے اور پھر جلدی ہی واپس چلے گئے۔ ابوسفیان اس جگہ پر آیا اس نے وہاں اونٹوں کی مینگنیاں دیکھیں۔ ابوسفیان نے ان کو توڑا تو اس میں سے کھجور کی گٹھلیاں نکلیں اس نے فوراً کہا خدا کی قسم ان اونٹوں نے یثرب کا پھل کھایا ہے۔ یہ لوگ بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جاسوس ہی تھے۔ ابوسفیان نے فوراً اپنا راستہ تبدیل کر دیا وہ بدر کو اپنے بائیں جانب چھوڑتے ہوئے ساحلی راستے سے مکہ کو روانہ ہوا۔

ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اجرت دیکر مکہ کی طرف روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کو فوراً اطلاع کر دے کہ جس قدر ممکن ہو اپنے اس مالِ کثیر سے بھرے ہوئے تجارتی قافلہ کی خبر لیں اور اپنا سرمایہ بچائیں کیونکہ مدینہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو ہمراہ لے کر اس قافلہ سے تعارض کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔

(از: سیرۃ ابن ہشام، البدایۃ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 256، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 147)

(الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد 2 صفحہ 6 وغیرہ)

مکہ پہنچ کر ضمضم غفاری نے اپنے اونٹ کے ناک اور کان کاٹ دیئے۔ کجاوہ الٹ دیا اور قمیض پھاڑ دی تھی۔ اس ہیئت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔اے گروہِ قریش قافلہ تجارت۔ قافلہ تجارت۔ تمہارا مال ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوران کے ساتھی اسکے سدّ راہ ہوگئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ تم لوگ اسے بچالوگے۔ فریاد۔ فریاد۔

(از: سیرت ابن ہشام)

یہ سن کر قریش گھروں سے باہر نکل آئے ابوجہل نے بآواز بلند کہا۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوران کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ اس قافلے کا انجام بھی عمرو بن حضرمی والا ہوگا۔ اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہوجائے گا کہ ایسا اب نہیں ہوسکتا۔

اس خبر کا پہنچنا تھا کہ سارے مکّہ میں ہلچل پڑ گئی۔ قریش میں کوئی مرد وعورت ایسا نہ تھا جس نے اپنی پوری پونجی وسرمایہ اس لشکر کیلئے خرچ نہ کیا ہو۔ قریش کے غیظ وغضب کا بادل بڑے زور سے اٹھا اور تمام عرب پر چھا گیا۔ قریش ابوجہل کی زیرکمان ایک ہزار کی تعداد میں لشکرِ عظیم لے کر مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

(از: مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی، ابن سعد وغیرہ، زرقانی جلد 1 صفحہ 41)

قریش بڑے تکبر وغرور سے گانے بجانے والی عورتوں اور طبلوں اور طبلچیوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

قرآنِ کریم میں خداوندِ کریم نے قریش کے اس لشکر کے بارے میں فرمایا۔ سورۃ الانفال آیت 47۔

وَلَا تَكُونُوا
كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَ
يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: ”اے مسلمانو تم ان کافروں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور اپنی قوت اور شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے اوران کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں“۔

قریش کے تقریباً تمام سرداراس لشکر میں شریک تھے صرف ابولہب اس لشکر میں شریک نہ تھا اس نے اپنی جگہ ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔ عاص نے ابولہب کے چار ہزار درہم قرض کے دینے تھے لیکن وہ اپنی

مفلسی کی وجہ سے یہ رقم ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس لئے قرض کے دباؤ کی وجہ سے وہ ابولہب کی جگہ اس لشکر کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کی غرض سے قریش کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

(روایت از: الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 7)

ابولہب کی طرح شروع شروع میں امیہ بن خلف بھی اس لشکر کے ہمراہ جانے کو تیار نہیں تھا لیکن ابوجہل کے بار بار جبر واصرار کی وجہ سے لشکر میں شامل ہو گیا۔امیہ بن خلف کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت سے ہی امیہ کے دوست تھے۔امیہ جب تجارت کی غرض سے ملکِ شام کی طرف جاتا تو مدینہ منورہ میں انہیں کے پاس ٹھہرتا۔ہجرت کے بعد ایک دفعہ حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لائے اور امیہ کے پاس ٹھہرے۔آپ امیہ کے ہمراہ دوپہر کے وقت جب لوگوں کا ہجوم کم ہوتا طوافِ کعبہ کے لئے نکلے۔دورانِ طواف ابوجہل آپ کے سامنے آ گیا اور کہنے لگا اے امیہ بن خلف یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے امیہ نے کہا سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے ابوجہل بولا کہ یہ بڑے آرام سے طواف کر رہا ہے تم ایسے بے دین (نعوذ باللہ) لوگوں کو اپنے پاس ٹھکانا دیتے ہو اور ان کی مدد کرتے ہو،اگر یہ تمہارا مہمان نہ ہوتا تو یہاں سے بچ کر نہ جاتا۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے کہا اگر تم مجھے طواف سے روکو گے تو خدا کی قسم میں تیرا ملک شام کا راستہ بند کر دوں گا امیہ نے حضرت سعد سے کہا ابوجہل کے خلاف آپ اپنی آواز بلند نہ کریں یہ اس وادی کا سردار ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے امیہ بن خلف رہنے دو خدا کی قسم میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ تو حضور پرنور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے ہاتھوں قتل ہوگا۔امیہ بن خلف نے پوچھا کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا۔سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن بنت (عمرو) بن مالک بن اوس۔قبیلہ اوس کا انتہائی شریف قبیلہ عبدالاشہل) نے فرمایا کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کب مارا جائے گا۔یہ سُن کر امیہ بن خلف سخت گھبرا گیا اور گھر جا کر اپنی بیوی امّ صفوان سے اس پیشگوئی کا ذکر کیا۔ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ اس نے کہا خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کبھی غلط نہیں کہتے اور قریب تھا کہ خوف کی وجہ سے امیہ کا پیشاب و پاخانہ خطا ہو جائے۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 220)

یہی وجہ تھی کہ امیہ کو اپنی موت کا اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ اس نے مکہ سے باہر نکلنا ہی بند کر دیا اس

موقع پر جب ابوجہل نے بے حد اصرار کیا اور امیہ بن خلف کو بتایا کہ تم سردار ہو اگر سردار ہی ڈر کی وجہ سے لشکر میں شامل نہ ہوا تو دوسرے کس طرح ساتھ چلیں گے۔ غرض ابوجہل متواتر امیہ کے ساتھ چمٹا رہا آخر مجبور ہو کر امیہ بن خلف لشکر کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرا سامانِ سفر تیار کرو میں لشکرِ قریش کے ساتھ جانا چاہتا ہوں امیہ بن خلف کی بیوی نے کہا کیا تو یثرب والے بھائی کا قول بھول گیا ہے۔ امیہ بن خلف نے جواب دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ قافلے کے ساتھ کچھ دور تک جاؤں گا اور پھر واپس لوٹ آؤں گا اسی لئے امیہ بن خلف جس منزل پر اترتا اپنا اونٹ اپنے ساتھ ہی باندھتا۔ لیکن قضا وقدر کے مالک نے اسکو بھاگنے کا موقع ہی نہ دیا اور یوں میدانِ بدر میں صحابہ کے ہاتھوں واصلِ جہنّم ہوا۔

(بخاری شریف غزوہ بدر)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ سے روانگی

12 رمضان المبارک بروز اتوار 2ھ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تین سو تیرہ (313) جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ مقام بدر مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں 150 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ از: مسند احمد، بزاز اور معجم طبرانی)

دوسری روایت جو کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (از طبرانی) لشکر کی تعداد (314) تھی۔

تیسری روایت جو کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیہقی شریف میں مذکور ہے لشکر کی تعداد تین سو پندرہ (315) تھی۔

اس لشکر کی بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ ساری جماعت میں دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے ان دونوں گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرا گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملکیت تھا۔ اونٹوں کی تعداد بھی اتنی قلیل تھی کہ دو دو یا تین تین صحابی ایک اونٹ پر باری باری سفر کر سکتے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن خالد، زہیر بن معاویہ، ابواسحاق، براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

اصحاب نے بیان کیا کہ غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے ان اصحاب طالوت کے برابر تھے جو نہر سے پار اتر گئے تھے اور وہ تین سودس آدمیوں سے کچھ زیادہ تھے۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم طالوت کے ساتھیوں میں وہی لوگ نہر پار کرسکے جو ایماندار تھے۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 227)

اس لشکر میں جسکی کل تعداد 313 تھی۔ اس میں سے ستّر (70) کے قریب مہاجرین اور باقی سب انصار تھے مسلمان کیوں کہ صرف قافلہ قریش سے تعرض کے لئے نکلے تھے اوران کو یہ معلوم نہ تھا کہ اتنے بڑے قریشی لشکر سے مقابلہ ہوگا اس لئے تیاری نامکمل تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس کا اونٹ ہو وہ ہمارے ساتھ سوار ہوکر چلے''۔ انصار نے آپ علیہ السلام سے ان اونٹوں کو لانے کی اجازت مانگی جو مدینہ منورہ کے بالائی حصّے میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس کا اونٹ حاضر ہے ہمارے ساتھ چلے''۔ دوسری جگہ سے اونٹ لانے کی اجازت عنایت نہ فرمائی۔

(بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ از: صحیح مسلم شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبید اللہ اور سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید کو مدینہ منورہ سے ہی خبریں معلوم کرنے کے لیے بھیج دیا تھا اسی لیے یہ دونوں جنگ میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ خبریں معلوم کرنے کے بعد یہ دونوں اس خیال سے واپس مدینہ منورہ ہی آئے کہ آپ علیہ السلام مدینہ طیبہ میں ہوں گے۔ یہاں جب ان کو معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام جا چکے ہیں تو یہ دونوں غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوگئے مگر راستہ میں ہی ان کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی جبکہ آپ علیہ السلام غزوہ بدر سے فارغ ہوکر واپس تشریف لا رہے تھے آپ علیہ السلام نے مال غنیمت میں سے ان دونوں کا حصہ نکالا۔

(انسان العیون از علامہ علی برہان الدین حلبی)

واضح رہے کہ مسلمان صرف قریش کے تجارتی قافلہ سے تعرض کی غرض سے ہی مدینہ منورہ سے نکلے تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث منقول ہے فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف قافلہ قریش کے قصد سے نکلے تھے کہ اللہ کریم نے اچانک دونوں فریقوں کا مقابلہ کروادیا۔

(حدیث از: صحیح بخاری ومسلم شریف)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔ قرآن کریم کی آیت ذیل تو

اس حدیث کی صحیح تفسیر ہے۔ سورۃ الانفال آیت 42۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

ترجمہ: ''جب تم نالے کے کنارے تھے اور کافر پرلے کنارے اور قافلہ تم سے ترائی میں اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے لیکن یہ اس لیے کہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے کہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جیئے دلیل سے جیئے اور بے شک اللہ ضرور سنتا جانتا ہے''۔

اس سفر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابولبابہ اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شریکِ سواری تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدل چلنے کی نوبت آتی تو حضرت علی و حضرت ابولبابہ بن منذر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام سوار ہو جائیں ہم آپ علیہ السلام کے بدلے میں پیدل چلیں گے جواباً آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے تھے ''تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں اجر کے حصول میں تم سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں''۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامِ روحاء تک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک سواری تھے۔ بعد میں ان کی جگہ حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل ہوئے۔ آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی عذر کی وجہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہو سکے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے ان کو پورا پورا حصہ دیا اس لئے یہ صحابی بھی اصحابِ بدر میں شمار ہوتے ہیں۔ اُن آٹھ میں سے تین مہاجر صحابہ تھے یعنی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اپنی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قافلہ قریش کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا تھا۔ یہ اصحاب لشکرِ اسلام کی

روانگی کے بعد مدینہ منورہ واپس پہنچے تھے۔ دیگر پانچ انصار تھے جن میں سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقامِ روحاء سے اپنی غیر حاضری میں مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام روحاء پر اچانک شدید ضرب کی وجہ سے مدینہ منورہ واپس جانے کا حکم فرمایا اوران کو مدینہ کی بالائی آبادی (عالیہ) کا حاکم مقرر فرمایا:

حضرت حارث بن الصّمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روحاء کے مقام پر ٹانگ پر شدید ضرب کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے۔اور حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی کام سے بنوعمرو بن عوف کے پاس بھیجا تھا۔

اوراسی طرح حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساق پر مقام صفراء سے پتھر لگنے کی وجہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔اور یوں مذکورہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مسلمانوں کے لشکر میں شریک نہ ہو سکے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار جب بیرَ ابی عتبہ جو کہ مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے پہنچے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رک کر لشکر کا جائزہ لیا اور جو کم عمر ساتھی تھے ان کو واپس مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا کیونکہ ایسے خطرناک سفر میں بچوں کا کوئی کام نہیں۔ واپس کئے جانے والے کم عمر مجاہدین میں اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، اسید بن ظہیر، زید بن ارقم اور زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عمر سولہ (16) سال تھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنکھ بچا رہے تھے۔ان کو شہادت کا شوق تھا لیکن کم عمر ہونے کی وجہ سے واپس نہ کر دیا جاؤں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر رو پڑے۔ رحمتِ عالم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر لشکر میں شمولیت کی اجازت عطا فرمائی اور خود ان پر اپنی تلوار کا پرتلہ لگا دیا۔

(از: طبقات ابن سعد)

جب لشکرِ اسلام مقام صفراء کے قریب پہنچا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کبس بن عمرو حضرت عدی بن ابی اسر غبا جہنی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ابوسفیان کے قافلہ کے تجسس و معلومات کے لئے روانہ کیا۔

(از: طبقات الکبریٰ الابن سعد جلد 2 صفحہ 6)

روانگی قُریش کی اطلاع اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مشورہ

سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب روحاء سے چل کر مقام صفراء پر تشریف فرما ہوئے تو حضرت کبس و حضرت عدی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین یہ اطلاع لے کر آئے کہ قریش کا لشکر اس طرف روانہ ہو چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مہاجرین وانصار کو فوراً مشورہ کے لئے ایک جگہ اکٹھا فرمایا اور قریش کے لشکر کی بڑی شان وشوکت اور غرور وتکبر سے روانگی کے بارے میں انکو بتایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق عتیق عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے) یہ سُن کر فوراً کھڑے ہوئے اور نہایت مدلل جاں نثارانہ تقریر فرمائی اسکے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت ہی شاندار انداز میں اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔

(سیرت ابن ہشام)

مہاجرین نے جاں نثار کردینے والی تقریریں فرمائیں اور نبی اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر حکم پر جان ومال نثار کرنے کا عہد کیا لیکن سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انصار کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ انصار نے مکّہ مکرّمہ میں جو عہد کیا تھا اس میں یہ کہا تھا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کی صورت میں انصار جنگ لڑیں گے مدینہ منورہ سے باہر جاکر لڑنے کا عہد اس میں شامل نہ تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اشارہ کو سمجھ گئے اور کھڑے ہوکر عرض کیا اور خوب عرض کیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 262، عیون الاثر جلد 1 صفحہ 247، سیرت ابن ہشام)

حضرت مقداد ابوالاسود بن عمرو: حضرت مقداد بن عمرو کندی ابوالاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرد والنہرانی المتوفی 33ھ مدینہ منورہ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس چیز کا اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا ہے وہ کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو اور تیرا رب جاکر دشمنوں سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔ راوی حدیث سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔
(صحیح بخاری شریف صفحہ 564، محمد بن اسحٰق)

محمد بن اسحٰق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا بھی فرمائی۔ اس مدلل جواب کے بعد بھی تیسری مرتبہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اے لوگو مجھے مشورہ دو'' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ انصار کے رئیس اعظم تھے۔ ہادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس بلیغ اشارہ کو سمجھ گئے اور عرض کیا یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شاید آپ کا اشارہ انصار کی طرف ہے فرمایا ''ہاں تم ٹھیک سمجھے ہو''۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں اور اس امر کی گواہی دی ہے اس پر اور شاہد ہیں کہ جو کچھ آپ علیہ السلام ہیں وہی حق ہے اور جاں نثاری اور اطاعت پر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ جہاں چاہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ اس سمندر کو عبور کرنا چاہیں اور اس میں کود پڑیں تو بے شک ہم بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ ہی اس میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ کل آپ ہمیں لیکر دشمن کا مقابلہ کریں ہم لڑائی میں صابر اور دشمن کے مقابلے کے وقت صادق ہیں۔ شاید اللہ کریم مقابلے میں ہمارے ہاتھ سے آپ کو وہ دکھائے کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ لہٰذا آپ علیہ السلام ہم کو اللہ کی برکت سے لے چلیں۔

(از: سیرت ابن ہشام، زرقانی جلد 1 صفحہ 413)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''اللہ کی برکت سے چلو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باتوں یعنی قافلہ قریش یا فوجِ قریش میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ دیا ہے''۔ ''اللہ کی قسم میں قریش کی موت کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔'' اس پر قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی۔ سورۃ الانفال آیت 7، 8۔

وَاِذۡ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحۡدَی الطَّآئِفَتَیۡنِ اَنَّہَا لَکُمۡ وَتَوَدُّوۡنَ اَنَّ غَیۡرَ ذَاتِ الشَّوۡکَۃِ تَکُوۡنُ لَکُمۡ وَیُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّحِقَّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقۡطَعَ دَابِرَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۙ﴿۷﴾ لِیُحِقَّ الۡحَقَّ وَیُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۚ﴿۸﴾

ترجمہ: ''اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت کو یاد کریں جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ کافروں کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت آپ کو دے گا۔ اور آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ بغیر شوکت والا تمہارے واسطے ہو۔ اور اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ حق کو اپنی آیات سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ظاہر طور پر عیاں ہو جائے۔ پڑے برا مانیں مجرم۔''

آنحضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عسکری لباس زیب تن فرمانا اور فتح ونصرت کے لیے دعا فرمانا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر اپنی زرہ زیب تن فرمائی جس کا نام ''ذات العقول'' تھا اور اپنی تلوار حمائل فرمائی جس کا نام ''عضب'' تھا اور یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُم حُفَاۃً فَاحۡمِلۡھُمۡ وَعُرَاۃً فَاکۡسِھِم وَ جِیَاعًا فَاشۡبِعۡھُمۡ وَعَالَۃً غَنِھِم مِنۡ فَضۡلِکَ

ترجمہ: ''اے اللہ یہ مسلمان پیادہ پا ہیں ان کو سواریاں عطا فرمادے، یہ ننگے ہیں ان کو لباس عطا فرمادے، یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیری عطا فرمادے اور یہ لوگ مسکین وغریب ہیں ان کو اپنے فضل اور کرم سے غنی اور خوش حال بنادے''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ قبیلہ نجار) (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام سلیم رشتے میں رسول کریم علیہ السلام کی خالہ لگتی تھیں المتوفی 93ھ۔ 2286 حدیثیں روایت کی ہیں) فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر اپنی چھڑی مبارکہ سے نشاندہی فرماتے جاتے کہ اس جگہ فلاں قریشی سردار مارا جائے گا اس جگہ فلاں اور اس طرح سب مرنے والے قریش کے آدمیوں کا باری باری نام لیتے جاتے۔ پس قریش میں سے عین اسی جگہ پر وہی مرا جس کا نام فخر

موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بتا چکے تھے۔ پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جھنڈے تیار کئے۔ ان میں سے سب سے بڑا جھنڈا مہاجرین کا تھا جو کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی) کے ہاتھ میں تھا۔ اسی طرح قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا جبکہ قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔ دوسری طرف اس جنگ میں مشرکین کے پاس بھی تین جھنڈے تھے جو کہ ابوعزیز بن عمیر، نصیر بن حارث اور طلحہ بن ابی طلحہ نے بالترتیب اٹھا رکھے تھے۔

(از: زرقانی جلد 1)

عاتکہ بنت عبدالمطّلب بن عبد مناف کا خواب

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو یہ خبر دے رہے تھے کہ "مجھے خداوندِ کریم نے وہ جگہیں دکھائی ہیں جہاں قریش کا فلاں فُلاں آدمی مارا جائے گا"۔ اس وقت مکہ مکّرمہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا ہے جس نے اپنا اونٹ ابطح (جو محصب اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے) میں بٹھا کر بلند آواز سے پکارنا شروع کیا۔

"اے اہل غُدر اپنے مقتل اور بچھڑنے کی جگہ پر تین دن میں نکل جاؤ"

لوگ اس شتر سوار کے گرد اکٹھے ہوگئے پھر وہ اپنا اونٹ لے کر مسجد الحرام میں گیا اور پہلے والی آواز دی اسکے بعد شتر سوار جبل ابی قبیس پر چڑھا اور اوپر سے پتھر کی ایک وزنی چٹان نیچے پھینکی۔ وہ چٹان پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر چور چور ہوگئی اور یوں مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اس چٹان کے ٹکڑے نہ گرے ہوں۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے اپنا یہ خواب صبح کو اپنے بھائی عباس کو سُنایا اور کہا بھائی آج میں نے جو خواب دیکھا ہے اس سے مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی سخت آفت آنے والی ہے لیکن یاد رکھو میرے اس خواب کا ذِکر کسی سے مت کرنا۔

حضرت عباس گھر سے نکلے اور اپنے دوست ولید بن عتبہ کو یہ خواب سُنا کر کہا کہ کسی اور سے اس کا ذکر نہ کرنا لیکن یہ بات جلد ہی سارے مکہ میں پھیل گئی۔ دو تین دن کے بعد حضرت عباس حرم میں گئے تو وہاں ابوجہل چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اُس نے حضرت عباس کو دیکھتے ہی کہا اے ابوالفضل تمہارے مرد تو نبوت کے دعوٰی دار تھے ہی اب تمہاری عورتوں نے بھی نبوت کا دعوٰی کرنا شروع کر دیا ہے۔ حضرت عباس کے دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ تمہاری بہن عاتکہ نے خواب دیکھا ہے ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ ابوسفیان کا قاصد ضمضم بن عمرو الغفاری مکہ میں داخل

ہوا اور اس نے چیخ چیخ کر ابوسفیان کا وہ پیغام سُنانا شروع کر دیا جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اہل قریش کے دِلوں میں عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب سے ڈر پیدا ہو گیا تھا۔

(از: البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 258)

جہم بن الصّلت بن مخرمہ بن عبدالمطلب کا خواب

قریش کا یہ لشکر بڑی شان وشوکت غرور وتکبر سے گاتا بجاتا مقامِ جحفہ (رابغ کے قریب مقام) پر پہنچ کر ٹھہرا۔ اس جگہ جہم بن الصّلت بن مخرمہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف نے خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور ایک اونٹ اسکے ہمراہ ہے وہ آ کر کھڑا ہوا اور کہتا ہے۔ عتبہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف اور فلاں فلاں مارے گئے ہیں۔ اسکے بعد اس سوار نے اونٹ کے گلے پر چھری چلا کر لشکر میں چھوڑ دیا اس طرح قریش کا کوئی خیمہ ایسا نہ رہا جس پر خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ ابوجہل کو اس خواب کی اطلاع دی گئی تو وہ بہت ناراض ہوا اور کہنے لگا یہ بنی المطلب میں دوسرا نبی کون پیدا ہو گیا ہے۔ کل جب مقابلہ ہوگا تو تب سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل میں مقتول کون ہے۔

یہ جہم بن الصلت غزوہ خیبر کے سال میں مسلمان ہو گئے تھے جبکہ بعض اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 150 از: البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 265، عیون الاثر جلد 1 صفحہ 25)

بدر کے قریب پڑاؤ

17 رمضان المبارک 2ھ بروز جمعۃ المبارک کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے قریب پہنچے۔ خبر رسانوں نے خبر دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آ گئے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الانفال آیت 42۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

ترجمہ: ''جس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) درے کے ایک کنارے پر اور دوسرے کنارے پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تم سے اور تم اگر آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے لیکن یہ اس لیے کہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے کہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جیئے دلیل سے جیئے اور بے شک ضرور اللہ سنتا جانتا ہے۔''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مشرکین کے لشکر کا حال دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ لوگ قریش کے دو غلام پکڑ لائے جو کہ بنی الحجاج کا غلام اسلم اور بنی اعاس بن سعید کا غلام ابو یسار عریض تھا۔

(از: سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 710)

مگر صحیح مسلم شریف میں ایک غلام کا ذکر آیا ہے۔ (واللہ اعلم)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم ابو سفیان کے ساتھی ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو قریش کے سقے ہیں۔ قریش نے ہمیں پانی پلانے کے لئے بھیجا ہے اس جواب پر صحابہ نے ان غلاموں کو مارا۔ جب ان کو کافی مار پڑ چکی تو وہ کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے ساتھی ہیں۔ اتنی دیر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا ''جب ان غلاموں نے تم سے سچ بولا تو آپ نے انہیں مارا لیکن جب انہوں نے جھوٹ بولا تو آپ لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے سچ بولا ہے یہ قریش کے لشکری ہیں''۔ اسکے بعد حضور علیہ السلام نے ان غلاموں سے قریش کے لشکر کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ لشکرِ قریش اس درّے کے پیچھے ہیں جو نظر آرہا ہے پھر آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا ''قریش کے لشکر کی تعداد کتنی ہے'' انہوں نے جواب دیا کہ تعداد کا ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''وہ لوگ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں'' غلاموں نے جواب دیا ایک دن دس اونٹ اور ایک دن نو اونٹ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''قریش کی تعداد ہزار یا نو سو ہے'' اور حقیقت بھی یہی تھی۔ لشکرِ قریش کی تعداد نو ساڑھے نو سو سے ایک ہزار تک تھی جن میں سو گھوڑے تھے۔

پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''قریش کے سرداروں میں کون کون لشکر میں شامل ہے'' غلاموں نے جواب دیا:

عتبہ بن ربیعہ ،	شیبہ بن ربیعہ،	ابو جہل بن ہشام،
ابو البختری بن ہشام،	حکیم بن حزام،	نوفل بن خویلد،

حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نصر بن حارث،

زمعہ بن اسود، امیہ بن اسود، امیہ بن خلف،

مُنبہ اور نُبیہ پسران حجاج، سہل بن عمرو، عمرو بن عبدود وغیرہ۔

یہ سُن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے میرے صحابہ لو مکہ نے اپنے جگر پارے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں''۔ اُدھر ابو سفیان اپنا تجارتی قافلہ ساحل کی طرف سے باحفاظت نکال کر لے گیا تھا۔ اُس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ تم لوگ اپنے گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ اپنا مال واسباب بچا سکو اللہ نے تمہارا مال واسباب بچالیا ہے اس لئے تم واپس لوٹ آؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا اسی میں تمہاری خیریت ہے۔ ابو سفیان کا پیغام سن کر قبیلہ زہرہ اور قبیلہ عدی کے سرداروں نے کہا اب لڑنا نہیں چاہیئے۔ قبیلہ زہرہ کے سردار اخنس بن شریق نے کہا بھائیو ہم اپنے مال کے تحفظ کے لئے گھروں سے نکلے تھے۔ اب جبکہ اللہ نے ہمارے اموال خیریت سے مکہ پہنچا دیئے ہیں تو لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں ہمیں واپس چلنا چاہیئے۔ یوں قبیلہ زہرہ کے سردار اخنس بن شریق کے کہنے پر بنی زہرہ کے تمام لوگ واپس چلے گئے اور کسی ایک نے بھی جنگ میں حصّہ نہ لیا۔ اور یہ لوگ واپس مکہ مکرمہ چلے گئے اُدھر ابو جہل نے کسی کی بات نہ سنی اور کہا ہم مقام بدر پہنچ کر تین روز تک جشن منائیں گے کھا پی کر ناچ گانے سے دِل بہلائیں گے۔

(از: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 14، البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 266)

کُفّارِ مکّہ کا مُقامِ بدر پر پڑاؤ

قریش مکہ کیونکہ مسلمانوں سے پہلے ہی مقامِ بدر پر پہنچ چکے تھے انہوں نے اس میدان میں جو جگہ اُن کے خیال میں جنگ کے لئے سب سے بہتر تھی اس پر قبضہ کر لیا مسلمان کیونکہ دیر سے مقام بدر پر پہنچے اس لئے مجبوراً ان کو ایسی جگہ پر ڈیرے ڈالنے پڑے جہاں زمین ایسی ریتلی تھی۔ کہ اونٹوں اور گھوڑوں کے پاؤں اُس ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے اردگرد پانی حاصل کرنے کے لئے کوئی کنواں بھی نہ تھا۔ ریتلی زمین ہونے کی وجہ سے چلنا بھی دشوار تھا۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاں آپ ٹھہرے ہیں، یہ جگہ بظاہر جنگی اعتبار سے مناسب نہیں اگر آپ علیہ السلام میرا مشورہ قبول فرمائیں تو ہمیں اس کنویں پر لے چلیں جو قریش کے بالکل نزدیک ہے اور میں اس کنویں سے بڑی اچھی

طرح واقف ہوں اس کنویں کا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا ہم اس کنویں پر حوض بنا کر پانی محفوظ کرلیں گے جو ہمارے جانوروں اور لشکریوں کے کام آئے گا اور ہم اردگرد کے کنویں بیکار کردیں گے۔حضرت جبریل علیہ السلام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے نہایت مناسب ہے۔

(از: سیرت ابن ہشام روایت سیرت ابن اسحٰق)

اس سے پیشتر ہم ذکر کرچکے ہیں کہ مسلمان جس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے وہ جگہ نرم ریتلی اور پانی سے دور ہونے کی وجہ سے مناسب نہ تھی۔اور شیطان نے لشکریوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا کہ تمہارا گمان ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہم میں پیغمبر اسلام موجود ہیں۔اور ہم اللہ کے پیارے ہیں حالانکہ مشرکین اچھی جگہ پر ٹھہرے ہیں اور وہ لوگ پانی پر قابض ہیں۔اِدھر تمہاری حالت یہ ہے کہ وضو کے لئے تمہارے پاس پانی نہیں ہے اور بعض تو غسلِ جنابت بھی نہیں کرسکتے۔اس طرح تم لوگ جنب اور حدث ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھتے ہو۔ پھر تم کس طرح پُرامید ہو کہ کُفارِ مکّہ پر غالب آجاؤ گے۔

اُس وقت اللہ کریم نے ان لشکریوں پر نیند غالب کردی جس سے اُن کا رنج وتعصب دور ہوگیا اور پھر بارانِ رحمت کا نزول فرمایا۔اس طرح مسلمانوں نے خوب سیراب ہوکر پانی پیا اور اپنے جانوروں کی پیاس بجھائی اور مشکیں بھرلیں۔بارش ہونے کی وجہ سے ریتلی زمین سخت ہوگئی جس پر چلنا نہایت آسان ہوگیا دوسری طرف بارش کی وجہ سے وہ جگہ دلدل اور کیچڑ میں بدل گئی جس جگہ قریش خیمہ زن تھے۔اور یوں قریش کے لئے اُس جگہ پر چلنا نہایت ہی مشکل ہوگیا۔اس طرح مسلمان لشکریوں کے دِل سے شیطانی وسوسہ جاتا رہا اور مسلمان نہایت ہی اطمینان میں آگئے اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔سورۃ الانفال آیت 11۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

ترجمہ: ''اور جس وقت ڈال دی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو۔اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی نجاست کو دور کرے اور تمہارے دلوں ڈھارس بندھائے اور اسکے سبب تمہارے قدم

جمادے۔"

اس طرح پانی پر اگرچہ مسلمانوں نے قبضہ کرلیا تھا لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو ساقی کوثر ہیں ان کا فیض جاری تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دشمنوں کو بھی پانی لینے کی اجازت عنایت فرمائی۔

(از: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 16)

اسکے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ایک بلند ٹیلے پر چھپر بنا دیا گیا جس پر کھڑے ہو کر سارا میدان کارزار نظر آتا تھا۔ یہ چھپر کھجور کی شاخوں سے تیار کیا تھا۔

(از: طبقات ابن سعد)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس چھپر میں داخل ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہ تھے حضور پرنُور خاتم النّبیّین علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا فرمائی حضرت ابو بکر صدیق یارِ غار و حضرت سعد بن معاذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین چھپر کے دروازے پر تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 9)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے کمریں کھولیں اور اس شبِ بدر میں ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو آرام سے سویا نہ ہو صرف حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ایسی تھی جو تمام شب بیدار رہ کر مصروف دُعا رہی۔

(روایت از: طبرانی۔ ابن جریر، ابن خزیمۃ وغیرہ)

صبح ہوتے ہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آواز دی۔"الصلوٰۃُ عباد اللہ" "اے اللہ کے بندو نماز کا وقت ہو گیا"۔ آواز سنتے ہی تمام لشکری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ایک جگہ جمع ہو گئے۔ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازِ فجر کی امامت فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر وعظ فرمایا۔

(از: منتخب کنز العمال جلد 4 صفحہ 98)

لشکرِ اسلام کی صف آرائی

وعظ سے فارغ ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صف آرائی میں مشغول ہوئے۔ آپ علیہ السلام کے

دستِ حق پرست میں ایک تیر کی لکڑی پکڑی ہوئی تھی۔جسکی مدد سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحابی سے فرماتے آگے ہو جاؤ کسی کو فرماتے پیچھے ہو جاؤ۔حضرت سواد بن غزیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صف سے آگے نکلے ہوئے تھے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا ''استو ایاسواد'' ''اے سواد برابر ہو جاؤ''۔اس پر حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے میں اس امر کا قصاص لوں گا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور ''فرمایا ہاں لو اپنا قصاص وصول کر لو'' یہ منظر دیکھ کر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت برہم ہوئے لیکن اسی اثناء میں حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلے لپٹ گئے اور آپ علیہ السلام کے شکم مبارک کو بوسہ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے سواد تو نے ایسا کیوں کیا''۔عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت ہے موت حاضر ہے میں نے چاہا کہ آخری وقت میرا جسم آپ علیہ السلام کے بدن اطہر سے مس ہو جائے اور خدا نے میری یہ آرزو پوری کر دی۔

(از: سیرت ابن ہشام غزوہ بدر بروایت ابن اسحٰق، الاصابۃ جلد 2 صفحہ 95)

اس وقت دوسری طرف سے لشکرِ قریش نمودار ہوا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کثیر تعداد دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں دُعا فرمائی:

دُعاء: ترجمہ:

''یااللہ یہ قریش کا گروہ جو غرور و تکبر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔
تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے۔
اور چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ جنگ کرے۔اے خدا اس نصرت
کا منتظر ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔اور اے
اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر۔''

(از: سیرت ابن ہشام، فتح الباری)

جب دونوں فریق صف آرا ہو چکے تو قریش نے عمیر بن وہب جمحی کو لشکر اسلام کی تعداد معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔وہ گھوڑے پر سوار لشکرِ اسلام کے قریب آیا اور واپس جا کر قریش کو اطلاع دی کہ مسلمان کم و بیش تین سو (300) ہیں۔اُن کے ہمراہ ستر (70) اونٹ اور دو (2) گھوڑے ہیں اے گروہِ قریش میں نے دیکھا کہ ان کے

اونٹوں کے پالان موتوں (موتِ احمر) کواٹھائے ہوئے ہیں۔

یثرب کے آب کش اونٹ زہر قاتل سے لدے ہوئے ہیں۔ان کو اپنی تلواروں کے علاوہ اور کوئی پناہ نہیں۔ وہ لوگ گونگے ہیں کلام نہیں کر سکتے وہ سانپوں کی طرح منہ سے زبانیں باہر نکال رہے ہیں۔اللہ کی قسم میری رائے ہے ان میں سے کوئی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تم میں سے ایک کو بھی نہ مار لے۔پس جب وہ تمہاری تعداد کو اپنی تعداد کے برابر قتل کر دیں گے تو پھر تمہارا جینا کیسا ہوگا۔اسلئے تم جنگ سے پہلے آپس میں مشورہ کرلو۔

(از: طبقات ابن سعد غزوہ بدر)

یہ سُن کر حکیم بن حزام بولا تو نے سچ کہا ہے وہ اٹھا اور عتبہ سردار لشکر کے پاس گیا اور اس سے کہا سردار قریش ابوالولید کیا تو یہ پسند کرتا ہے یا نہیں کہ آخر زمانے تک تیرا ذکر خیر ہوتا رہے، تیرا ذکر قائم رہے۔عتبہ نے کہا ہاں میں چاہتا ہوں لیکن کیا کروں۔حکیم بن حزام (جو آگے چل کر مسلمان ہو گئے) بولا لوگوں کو یہاں سے واپس لے جا اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا ادا کر دے عتبہ نے کہا بے شک وہ میرا حلیف تھا اس کا خون بہا دیت اور مالی نقصان سب میرے ذمہ ہے۔اے حکیم بن حزام تو ابوجہل کے پاس جا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہی لوگوں میں لڑائی کرائے گا۔پھر عتبہ نے کھڑے ہو کر قریش کے گروہ کو مخاطب کیا اور یوں تقریر کی۔

عُتبہ کا گروہِ قُریش سے خطاب

''اے گروہِ قریش تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کے ساتھ لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔خدا کی قسم۔اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرو گے۔تو تم میں سے ہر ایک کو ان میں اپنے ماموں زاد بھائی کے قاتل یا اپنے چچیرے بھائی کے قاتل یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کے قاتل کا ہر وقت منہ دیکھنا پڑے گا اس لئے لوٹ چلو اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور باقی عرب کو خود آپس میں سمجھ لینے دو۔اگر دیگر اہلِ عرب نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ختم کر دیا (نعوذ باللہ) تو تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔اور اگر وہ اہل عرب پر غالب آگئے تو تمہارے لئے باعثِ عزّ و شرف ہوگا۔کیونکہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں ان کا غلبہ تمہارا ہی غلبہ ہوگا۔دیکھو میری نصیحت کو ردّ مت کرو اور مجھ کو نادان مت خیال کرو۔''

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں ابوجہل کے پاس گیا وہ اس وقت اپنی زرہ کو نکال کر اس پر زیتون کا تیل لگا رہا تھا میں نے اسے کہا کہ مجھے عتبہ نے یہ پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے ابوجہل عتبہ کا پیغام سُن کر غصہ کی

وجہ سے آگ بگولا ہو گیا اوراس نے کہا خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوران کے اصحاب کو دیکھ کر عتبہ کا سینہ پھول گیا ہے (بزدل ہو گیا ہے) خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ خدا ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔

عتبہ بزدل تو نہیں ہے مگر وہ چند اونٹ کا گوشت کھانے والوں سے جن میں اس کا بیٹا ابو حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی شامل ہے ڈر گیا ہے۔ اسکے بعد ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو پیغام بھیجا کہ تمہارا حلیف عتبہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو میدان کارساز سے ہٹا کر واپس لے جائے جبکہ تو بھائی کا قصاص چاہتا ہے اٹھ اور اپنے بھائی کا قصاص اور عہدو پیمان یاددلا۔ اس پر عامر بن حضرمی فوراً اٹھا اور اپنے چوتڑ (سرین) ننگے کر کے چلایا وا عمراہ ! واعمراہ۔ یعنی ہائے عمر ہائے عمر یہ نعرہ سُن کر اہلِ لشکر کا ارادہ تبدیل ہو گیا۔ ساری فوج میں جوش وخروش پیدا ہو گیا اور وہ سب لڑائی کیلئے تیار ہو گئے۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ 416 ، سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 16)

نوٹ:۔ مذکورہ واقعہ پر غور کرنے سے اصل حقیقت بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو اسکے مقتول بھائی کا قصاص لینے کا نعرہ لگوا کر محض لوگوں میں جوش پیدا کرنے کا بہانہ بنایا جبکہ گذشتہ واقعات میں بنی زہرہ کے سردار اخنس بن شریق کا قریش کے گروہ سے یہ کہنا کہ اے لوگو ہم مکہ سے اپنے تجارتی قافلے کی مدد کے لئے نکلے تھے اب جبکہ وہ قافلہ اللہ کے کرم سے بحفاظت مکہ پہنچ چکا ہے ہمیں واپس لوٹ جانا چاہئے اور یوں قبیلہ زہرہ کے تمام نفوس واپس چلے گئے پھر حکیم بن حزام کا عتبہ کو سمجھانا اور عتبہ کا تقریر کرنا کہ ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوران کے اصحاب سے جنگ نہیں کرنی چاہیے اس پر لوگوں کا جنگ کے لئے آمادہ نہ ہونا اور قدم قدم پر واپسی کا مسئلہ زیر بحث آنا اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ گروہِ قریش اصل میں اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کے لئے مکہ سے روانہ ہوا تھا۔ اس لئے کسی کا یہ خیال کرنا کہ قریش محض عمرو بن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کیلئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی نیت سے مکہ سے نکلے تھے بالکل غلط اور حقایق وروایات کے خلاف ہے۔ پھر اس سلسلہ کے موضوع پر قرآنی آیات اقوالِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی کسی کی سوچ کی تائید نہیں کرتے بلکہ ہمارے بیان کردہ واقعات کی مکمل تائید ہوتی ہے۔

جب عتبہ کو یہ علم ہوا کہ ابوجہل نے اس کے لئے یہ الفاظ (اللہ کی قسم اس کا سینہ پھول گیا ہے) کہے ہیں تو وہ بولا:

''وہ حلقۂ دُبر زرد کیے ہوئے جلد جان جائے گا کہ کس کا سینہ پھول گیا ہے میرا یا ابوجہل کا۔''

(روایت از: سیرت ابن ہشام)

اس کے بعد عتبہ نے اپنے لئے ''خود'' طلب کیا۔ خوداس لوہے کی مضبوط ٹوپی کا نام ہے جو جنگ کے دوران سَر کی حفاظت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ دشمن کا کوئی ہتھیار براہِ راست سر کو نقصان نہ پہنچائے۔ سارے لشکر میں خود تلاش کیا گیا لیکن عتبہ کی کھوپڑی کے برابر کوئی خود دستیاب نہ ہوسکا آخراس نے چادر سے ہی اپنا سر ڈھانپ لیا اور جنگ کے لئے تیار ہوگیا۔ عتبہ نے عمیر بن وہب کو حکم دیا کہ جنگ کی ابتداء کرو۔ وہ سو(100) سواروں کے ہمراہ حملہ آور ہونے کے لئے نکلا۔ مسلمان اپنی صفوں میں عزم واستقلال سے قائم کھڑے رہے۔ کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ میری اجازت کے بغیر لڑائی کی ابتداء نہیں کرنی۔ عین اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نیند طاری ہوگئی۔

(از: درمنثور للسیوطی بحوالہ دلائل نبوت از: امام بیہقی۔ جز ثالث صفحہ 167)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش ہم پر آپڑے ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام بیدار ہوئے۔ اللہ کریم نے اس خواب میں آپ علیہ السلام کو قریش کی تعداد قلیل دکھائی جس کو صحابہ کرام نے بھی دیکھا اور اگر اس تعداد کو کثرت کے ساتھ دیکھتے تو صحابہ کرام ڈر جاتے۔

قرآنِ کریم کی آیت اس بات کا ثبوت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سورۃ الانفال آیت 43۔

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ
وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾

ترجمہ: ''جب اللہ نے ان کو آپ کے خواب میں تھوڑے دکھایا۔ اور اے مسلمانو اگر وہ تمہیں بہت کر کے دکھاتا تو یہ لوگ بزدلی کرتے اور کام میں جھگڑا ڈالتے۔ لیکن اللہ نے بچالیا۔ اللہ کو وہ بات معلوم ہے جو دلوں میں ہے۔''

اللہ کریم کا یہ کس قدر عظیم انعام تھا کہ میدانِ جنگ میں کفار کی تعداد کو تھوڑا دکھایا تاکہ مسلمان جنگ پر اقدام کریں اور کفار کو مسلمان تھوڑے دکھائے جسکی وجہ سے کفار نے لڑنے میں زیادہ کوشش نہ کی۔

قرآن کریم اس امر کا عیاں ثبوت ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الانفال آیت 44۔

وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: ''اور جب تم کو لڑتے وقت تمہاری آنکھوں میں کافر فوج تھوڑی دکھائی۔ اور تم کو ان کی آنکھوں میں تھوڑا دکھایا تا کہ اللہ اس کام کو پورا کرے جو کام ہونا ہے اور اللہ کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے''۔

آغازِ جہاد

الغرض مُسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آزاد کردہ غلام مہجع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلا۔ جس کو عامر بن حضرمی نے تیر سے شہید کر دیا اور یوں وہ مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید تھے۔ اسکے بعد حضرت حارثہ بن سُراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے جو کہ انصار میں سے تھے۔ بعد ازاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا:

''اے اہلِ حق بہشت کی طرف اٹھو جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے۔''

(از: صحیح مسلم کتاب الجہاد)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سُن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ انصار سے تعلق رکھتے تھے۔ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہشت جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں''۔ اس پر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا واہ، واہ۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ''تو نے واہ واہ کیوں کہا ہے'' حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اس امید پر کہ میں اہلِ بہشت میں سے ہو جاؤں۔'' آپ علیہ السلام نے فرمایا تب تو بے شک اہل بہشت میں سے ہے۔''

اسکے بعد حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ترکش میں سے چھوہارے نکالے اور کھانے شروع کر دیئے پھر یہ کہہ کر سب زمین پر پھینک دیئے کہ بہشت میں جانے کے لئے چھوہارے کھانے میں بہت وقت صرف ہوگا جبکہ مجھے جنّت میں جانے کی جلدی ہے۔ اور یوں میدانِ جہاد کی طرف لپکے اور جہاد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ لشکرِ قریش میں سے اسود بن الاسد مخزومی جو کہ نہایت ہی بد خلق تھا آگے بڑھا اور کہنے لگا میں ''اللہ سے وعدہ کرتا

ہوں کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پی کر اس کو ویران کروں گا یا اس حوض سے ادھر ہی لڑ کر مر جاؤں گا۔''

لشکرِ اسلام میں سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے اسود ابھی حوض تک پہنچنے نہ پایا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نصف ساق تک پاؤں کاٹ دیا۔ وہ پیٹ کے بل گر پڑا اور رینگتا رینگتا حوض تک جا پہنچا تا کہ اپنی قسم پوری کر سکے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اب مشرکین کے لشکر میں سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور للکار کر اپنا مقابل طلب کیا۔ لشکرِ اسلام میں سے تین صحابی حضرت عوف حضرت معوذ پسرانِ حارث اور عبد اللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نکلے۔

خصوصیت صحابیہ حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عوف معاذ اور معوذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حارث کے بیٹے ہیں اور ان کی والدہ کا نام عفراء ہے یہ عفراء بھی صحابیہ تھیں۔ ''لیکن عفراء میں ایک خصوصیت تھی جو اور کسی صحابیہ میں نہیں پائی جاتی۔ (حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا انصاریہ بنت عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار۔ قبیلہ خزرج کی معزز ترین شاخ بنو نجار سے تھیں۔ یہ بات تواتر سے بیان کی گئی ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوان تھے اس لیے ممکن ہے حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح بکیر سے ہوا ہو اور اس کی وفات کے بعد حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج سے ہوا ہو) عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہلے حارث سے شادی کی اور یوں ان کے بطن سے تین بیٹے عوف۔ معوذ اور معاذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پیدا ہوئے۔ حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حارث کے بعد بکیر بن عبد یالیل لیثی کے ساتھ نکاح کیا جس سے چار لڑکے یعنی ایاس، عاقل، خالد، اور عامر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پیدا ہوئے۔ یہ ساتوں بیٹے غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ خداوند کریم نے یہ سعادت اور خصوصیت حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی اور صحابیہ کو عطا نہیں کی۔''

(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 416)

دعوتِ مُبارزت

جب یہ تینوں صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میدانِ جنگ میں کفار کے مقابلہ میں آئے تو عتبہ نے باآواز

بلند پوچھاتم کون ہوانہوں نے جواب دیا ہم گروہِ انصار ہیں۔عتبہ نے کہا ہمیں تم یعنی انصار سے کوئی مطلب نہیں ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔پھر عتبہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مخاطب ہوکر بلند آواز سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں۔اپنی قوم میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی ہماری طرف بھیجئے۔

(از: ابنِ سعد غزوہ بدر، البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر صفحہ 273)

یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

''اے بنی ہاشم اٹھواوراس حق کی حمایت میں لڑوجسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔کفارِ مکہ باطل لائے ہیں تاکہ اللہ کے نور کو بجھادیں۔''

(از: طبقات ابن سعد)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر انصار پیچھے ہٹ آئے اور مہاجرین میں سے حضرت امیر حمزہ وحضرت عبیدہ بن حرث وحضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میدان میں آئے۔کیونکہ یہ صحابہ اپنے چہروں پر خود پہنے ہوئے تھے۔جس سے چہرے چھپ گئے تھے۔عتبہ نے کہا تم لوگ بولو تاکہ ہم تمہیں پہچان لیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں علی ابن ابی طالب ہوں۔پھر حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا یہ سن کر عتبہ بولا ہاں تم سب شریف النسل اور ہمارے جوڑ کے ہو۔اس طرح سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبہ کے مقابل، حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید کے مقابل اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل شیبہ تھا۔

سِیَر کی کُتب میں مذکورہ ترتیب موجود ہے۔اور اصحابِ سِیَر اسی ترتیب سے متفق ہیں۔مگر سُننِ ابی داؤد میں حضرت علی سے وارد ہے کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید میں مقابلہ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا۔(واللہ اعلم)۔

حضرت علی وحضرت حمزہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنے اپنے مقابل کو ایک ایک وار میں ہی ختم کر ڈالا۔ مگر حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے مقابل کو بھی زخمی کیا۔شیبہ کی تلوار کا وار سیدھا حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی پر لگا اور وہ کٹ گئی۔حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں عمر کے اعتبار سے سب سے بڑے تھے۔جب وہ زخمی ہوگئے تو دوسری طرف سیدنا حمزہ وسیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے دشمن کو واصل جہنم کرنے کے بعد فارغ ہو چکے تھے انہوں نے آگے بڑھ کر شیبہ کا کام تمام کر دیا۔اور حضرت عبیدہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کندھوں پر اٹھا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لائے۔ پنڈلی سے خون جاری تھا۔ انہوں نے سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کیا میں شہید ہوں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اَشْھَدُ اَنَّکَ شَھِیْد "ہاں تم شہید ہو"۔ پھر حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اگر آج حضرت ابو طالب زندہ ہوتے تو خود دیکھ لیتے اور مان جاتے کہ ہم اسکی نسبت شعر ذیل کے زیادہ مستحق ہیں۔ ترجمہ یوں ہے:

"ہم اس وقت تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دشمنوں کے حوالے نہیں کرسکتے جب تک ہم سب ان سے پہلے قتل نہ ہو جائیں اور اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھلا دیئے جائیں۔"

اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:۔

ترجمہ: "اگر کافروں نے میرا پیٹ کاٹ دیا تو کوئی بات نہیں اسکے بدلے میں خداوند کریم سے بہت ہی بلند عیش کا امیدوار ہوں۔ اور کیوں نہ امید کروں خداوند کریم مہربان نے ہی اپنی مہربانی سے مجھ کو اسلام کا لباس پہنایا جس نے تمام برائیوں کو ڈھانپ لیا ہے۔"

(از رواہ الشافعی، البدایۃ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 274، زرقانی)

سعید بن العاص کا بیٹا (عبیدہ) سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق کفّار کی صف سے نکلا اور پکارنے لگا میں ابو کرش ہوں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے مقابلہ میں نکلے۔ عبیدہ کا سارا جسم تو لوہے میں غرق تھا صرف اسکی آنکھیں نظر آرہی تھیں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نشانہ لے کر برچھی اسکی آنکھ میں ماری وہ زمین پر گر گیا اور فوراً مر گیا۔ برچھی اس قدر زور سے ماری کہ اسکی آنکھ میں پیوست ہوگئی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی لاش پر پاؤں رکھ کر پورے زور سے برچھی کو باہر کھینچا اور یوں برچھی کے دونوں سرے خم ہوگئے۔

یہ برچھی یادگار کے طور پر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہی پھر یہ برچھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مانگ لی پھر یہ برچھی چاروں خلفاء راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے پاس باری باری منتقل ہوتی رہی اور آخر کار حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی۔

(صحیح بخاری غزوہ بدر)

غزوۂ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاسدی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر رسول کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد تھے۔36 ہجری میں شہادت پائی) کے جسم پر کئی کاری زخم آئے۔خاص طور پر اُن کے شانے پر جو زخم آیا وہ اس قدر گہرا تھا کہ اچھا ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔چنانچہ اُن کے بیٹے (عروۃ) بچپن میں اُن زخموں سے کھیلا کرتے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوعبداللہ) کی تلوار لڑتے لڑتے رگر گئی اور اسکی دھار میں دندانے پڑ گئے تھے۔جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو عبدالملک نے عروہ سے کہا تم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کو پہچان لو گے۔عروۃ نے جواب دیا ہاں۔عبدالملک نے کہا کس طرح۔عروہ نے جواب دیا کہ معرکہ غزوہ بدر میں اس تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے۔عبدالملک نے اسکی بات کی تصدیق کی اور وہ تلوار عُروہ کو دے دی۔ انہوں نے اس تلوار کی قیمت لگوائی تو تین ہزار لگی کیونکہ اس تلوار کا قبضہ بھی چاندی کا تھا۔

(صحیح بخاری میں مکمل تفصیل موجود ہے)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ خُداوندی میں دُعائے نُصرت اور حملہ عام

عتبہ، شیبہ اور ولید وعبیدہ وغیرہ کے قتل کے بعد عام حملہ شروع ہوگیا۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو تاکید کی کہ میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کرنا۔اگر دشمن تمہیں آکر گھیر لیں تو نیزوں سے انہیں دور رکھو۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمراہ لے کر چھپر میں تشریف لے گئے۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر باہر پہرے پر کھڑے ہوگئے۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور دُعا میں مشغول ہوگئے۔آپ علیہ السلام فرما رہے تھے:

ترجمہ: ''یا اللہ تو نے مُجھ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کر۔یا اللہ تو نے جو کُچھ مُجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا کر۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوران دُعا محویت کا یہ عالم تھا کہ دوش مبارک سے رداء (چادر) بار بار گر پڑتی تھی۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے کچھ قتال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

طرف چھپر میں آیا میں نے دیکھا کہ سرکار سربسجود ہیں اور زبان مبارک سے ''یَا حَیُّ یَاقَیُّومُ'' ادا فرماتے جاتے ہیں میں دوبارہ میدان کارزار میں لوٹ گیا اور قتال میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر بعد پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آیا تو حضور علیہ السلام کو اسی حال میں پایا۔ تین بار اسی حالت میں دیکھا البتہ چوتھی بار جب آیا تو اللہ کریم نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔

(رواہ النسائی، الحاکم، فتح الباری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ غزوہ بدر کے دن جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کفّار کا لشکر ایک ہزار کا ہے اور میرے صحابہ صرف تین سو ہیں تو آپ چھپر میں تشریف لے گئے۔ اور دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ اَللّٰھُمَّ اٰتِ مَا وَعَدْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ فَمَا زَالَ یَھْتِفُ بِرَبِّہٖ مَادًّایَدَیْہِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃَ

''اے اللہ تو نے مُجھ سے وعدہ فرمایا ہے اسکو پورا کر۔ اے اللہ مُسلمانوں کی یہ جماعت اگر ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔''

(از: صحیح مُسلم شریف)

اس دُعا مبارک کے الفاظ پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا فتح ونصرت صرف مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے نہ تھی بلکہ اس لئے تھی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی باقی رہے اور ایسا نہ ہو کہ زمین اللہ کی عبادت سے ہی خالی ہو جائے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک دُعا فرماتے رہے کہ اے اللہ اگر یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو قیامت تک زمین پر تیری عبادت و پرستش نہ ہوگی۔ اسی حالت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارکہ کندھوں سے نیچے گر گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر اٹھا کر سرکار کے کندھوں مبارک پر ڈال دی اور پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر مبارکہ سے لپٹ گئے۔

(روایت صحیح مُسلم شریف)

ایک اور جگہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مُبارک پکڑ لیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست کافی

ہے۔اُس نے جوآپ سے وعدہ کیا ہے وہ جلدی ہی پورا کرے گا۔

(روایت بخاری شریف)

اس دُعا کے بارے خداوند کریم قرآن کریم میں فرماتا ہے۔سورۃ النمل 62۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: ''آیا وہ ذات کہ جو مضطراور بے قرار کی دُعا قبول کرتا ہے اوراسکی مصیبت کو دور کرتا ہے اورتم کو زمین میں صاحبِ تصرّف بناتا ہے۔کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو''۔

امام سُہَیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامِ رجاء میں تھے اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ خوف میں تھے۔دُعا کے بعد سرکار علیہ السلام پر غنودگی طاری ہوئی جب بیدار ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا''اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بشارت ہو اللہ کی نصرت آ پہنچی۔حضرت جبریل علیہ السلام گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آرہے ہیں۔اوران کے دندان پیشانی پر غُبار ہے''۔اس انعام کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔سورۃ الانفال آیت 9۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾

ترجمہ: ''جب تم فریاد کرنے لگے اپنے ربّ سے۔تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہاری مدد بھیجوں گا ہزاروں فرشتے لگاتار آنے والے۔''

(فتح الباری جلد 7 صفحہ نمبر 242)

سوال: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ونصرت کا وعدہ تھا تو پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر مضطرب کیوں تھے؟

جواب: جواباً عرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا اس طرح کی والہانہ دُعا مانگنا حالتِ اضطراب میں اس لئے نہیں ہوتا کہ اُن کو خداوند کریم کے وعدہ کا اعتبار نہیں بلکہ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ خداوندِ قدوس کی جلالت کا خوف ان پر

غالب ہوتا ہے۔

(از: مدارج النبوت)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چھپر سے باہر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کی زبان دُرِّ افشاں پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تھی۔ سورۃ القمر آیت 45۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: ''عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی۔''

(روایت بخاری شریف)

نصرت خداوندی اور آسمان سے فرشتوں کا نزول

غزوۂ بدر کے موقع پر اللہ کریم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی مدد کیلئے آسمان سے ایک ہزار پھر تین ہزار اور اسکے بعد پانچ ہزار فرشتے اتارے جنہوں نے لشکرِ کُفّار کو وہ شکستِ فاش دی کہ باقی بچنے والے عرصہ دراز تک اپنے زخم ہی چاٹتے رہے۔

سورۃ آل عمران آیات 124، 125 میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے۔

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ
أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
مُنزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ
هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾

ترجمہ: ''جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا''۔

چنانچہ مومنین نے صبر وتقویٰ سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ پانچ ہزار فرشتوں کی مدد بھیجی اور مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست ہوئی۔

غزوۂ بدر میں کیوں کہ شیطان اپنا لشکر لے کر کفار کی مدد کے لئے شامل تھا اور اس نے سراقہ بن مالک کا روپ دھار رکھا تھا اس لئے خداوندِ کریم نے مُسلمانوں کی مدد کیلئے حضرت جبریل، میکائیل واسرافیل علیہم السلام کی زیرِ کمان فرشتوں کی فوج نازل فرمائی۔ یہ تمام فرشتے انسانی شکل میں نازل ہوئے۔ شیطان کے چیلوں نے بنی مدلج کے لوگوں کا روپ دھار رکھا تھا۔

(دلائل النبوت بیہقی، دلائل النبوت ابی نعیم بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 204)

امام سہیلی اور امام قرطبی رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ خداوندِ کریم نے فرشتوں کو مردوں کی شکل میں نازل فرمایا۔

(از: روض الانف جلد 2 صفحہ 88)

ابواسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اصحابِ بدر میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے روز جو فرشتے لشکرِ اسلام کی مدد کے لئے نازل ہوئے انہوں نے زرد رنگ کے عمامے پہن رکھے تھے جن کے شملے ان کے شانوں کے درمیان لٹک رہے تھے۔

(از: ابنِ جریر)

اس روز (ابوعبداللہ) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن العوام) بھی زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن فرشتوں نے زرد عمامے باندھ رکھے تھے اور اُن کے شملے شانوں کے درمیان لٹک رہے تھے۔

(از: ابن ابی حاتم)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ غزوہ بدر کے روز فرشتوں نے سیاہ عمامے باندھ رکھے تھے اور بعض نے کہا کہ فرشتوں کا رنگ سفید تھا۔

امام حافظ جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صحیح روایات میں یہی پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ بدر کے روز فرشتوں نے زرد عمامے باندھ رکھے تھے سفید اور سیاہ رنگ کے بارے میں جتنی روایات ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔
(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 424)

اس میں کوئی عجیب بات بھی نہیں کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ زرد ہو کیونکہ زرد رنگ فرحت ومسرت کا

موجب ہوتا ہے۔اس لئے ربّ کریم نے مسلمانوں کی فرحت ومسّرت کے لئے فرشتوں کوزرد رنگ استعمال کرنے کا حکم دیا ہو۔

اللہ کریم نے فرشتوں کوانسانوں کی شکل میں نازل فرما کر کفارِ مکہ کے دلوں پر مُسلمانوں کا رعب ودبدبہ قائم فرمایا۔فرشتوں کومسلمانوں کا معین ومددگار بنایا جب کہ اصل جہاد کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہی تھے۔اور یوں اپنے کرم سے مسلمانوں کو جو اہلِ حق تھے کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھا اور ثابت کر دیا کہ اللہ کریم ہمیشہ اہلِ حق کا ساتھ دیتا ہے۔

قتالِ ملائکہ کے ضمن میں آیات واحادیث

غزوۂ بدر میں اللہ کریم نے مسلمانوں کی مدد کے لئے جو فرشتے نازل فرمائے اس ضمن میں درجِ ذیل قرآنی آیات میں ان کی تعداد اور نزول کا ذِکر یُوں فرمایا:

آیت 1: سورۃ آل عمران آیت 124،125۔

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ
أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
مُنزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ
هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾

ترجمہ: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُسلمانوں کو فرمایا کہ کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہارا ربّ تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے آسمان سے اُتار کر۔ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو۔اور وہ کافر اسی وقت تم پر آپڑیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے (پلے ہوئے گھوڑوں پر) نشان والے بھیجے گا۔''

آیت 2: سورۃ الانفال آیت 9

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ
مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾

ترجمہ: ''اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فریاد کرنے لگے اپنے رب سے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں ہزاروں

لگاتار آنے والے فرشتوں سے آپ کی مدد کروں گا۔"

آیت 3: سورۃ الانفال آیت 12

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ: "اس وقت کو یاد کریں جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم اہلِ ایمان کو ثبات اور استقامت میں قوت پہنچاؤ۔"

آیت 4: سورۃ الانفال آیت 12

سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: "پس عنقریب کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو اے فرشتو پس مارو کافروں کی گردنوں پر۔"

آیت 5: سورۃ آل عمران آیت 123

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: "اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو"

اَحادیث مُبارکہ

حدیث 1:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مسلمان مرد ایک مشرک کے پیچھے دوڑا۔ اُوپر سے ایک کوڑے اور سوار کی آواز سُنائی دی کہ اے حیزوم (حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے)۔

(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 426)

آگے بڑھ۔ اسکے بعد جو اس مشرک پر نظر پڑی تو دیکھتے ہیں کہ وہ مشرک زمین پر چت پڑا ہوا ہے اور اسکی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے۔

(از: صحیح مُسلم شریف)

اس انصاری نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سارا واقعہ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُن کر فرمایا ''تو نے سچ کہا۔ یہ تیرے آسمان کی امداد تھی''۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 242)

حدیث 2:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن ہم نے دیکھا کہ ہم میں سے کوئی شخص جب کسی مشرک کی طرف اشارہ کرتا تو قبل اسکے کہ اسکی تلوار مشرک تک پہنچے۔ مشرک کا سر کٹ کر زمین پر گر جاتا ہے۔
(حاکم۔ بیہقی اور ابو نعیم نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے)
(زرقانی جلد 2 صفحہ 427)

حدیث 3:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لئے ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنَا خَالِد'' عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرِيلُ اٰخِذ'' بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ

ترجمہ: خالد نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے حدیث روایت کی کہ:
''یہ ہیں جبریل جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور سامانِ جنگ سے آراستہ ہیں''۔
(روایت از صحیح بخاری شریف باب شہود الملائکۃ بدر)

حدیث 4:

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا حق تعالیٰ نے مُسلمانوں کو ایک ہزار فرشتوں کی مدد بھیجی اسکے بعد فرشتوں کی تعداد پانچ ہزار ہوگئی۔

(از: مواہب لدنّیہ)

حدیث 5:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ بدر کے روز پروردگار عالم نے پانچ ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

حدیث 6:

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے روز اسقدر تیز ہوا چلی جو اس سے پہلے کبھی نہیں چلی تھی اسکے بعد ایک اور ہوا چلی اور اسکے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''پہلے جبریل علیہ السلام تین ہزار فرشتوں کے ساتھ میدان میں آئے دوسرے حضرت میکائیل تھے جن کے جلو میں ہزار فرشتے تھے اور تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے جن کے ہمراہ بھی ایک ہزار فرشتے تھے''۔

حدیث 7:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مُجھ سے بنی غفار کے ایک شخص نے ذِکر کیا کہ میں اور میرا چچازاد بھائی غزوۂ بدر کے روز میدانِ بدر کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھ گئے تا کہ یہ دیکھ سکیں کہ کس فریق کو شکست ہوتی ہے۔اس زمانے میں ہم مشرک تھے۔دِل میں یہ ارادہ کیا کہ جس فریق کو شکسنت ہو گی ہم اُسے غارت کریں گے۔ہم پہاڑ پر ہی موجود تھے کہ اچانک دیکھا کہ ہمارے قریب ایک بادل آیا ہے جس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آرہی ہیں۔ہم نے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا۔اقدام حیزوم: میرے چچا کا بیٹا وہیں گر پڑااور مر گیا میں بھی مرنے کے قریب تھا لیکن میں نے پُوری قوت سے ضبط کیا اور بچ گیا۔

حدیث 8:

سہل بن سعید راوی ہیں کہ ابوسعید نے مجھ سے کہا کہ ''اے بھتیجے اگر میں اور تو بدر میں ہوتے تو میں تجھ کو وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے ہماری امداد کے لئے برآمد ہوئے تھے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔''

(رواہُ الطبرانیؒ)

غزوۂ بدر میں اللہ کریم کی طرف سے نازل ہونے والے فرشتے گھوڑوں پر سوار تھے۔بہت سی روایات میں فرشتے جن گھوڑوں پر سوار تھے وہ سب ابلق تھے جو کہ گھوڑوں کی اقسام میں سے بہترین قسم ہے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 427)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریش (چھپر یعنی جھونپڑی) سے باہر تشریف لائے اور مُسلمانوں کو جہاد وقتال کی ترغیب دی اور فرمایا ''اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے جو شخص آج کے دن صبر وتحمل، اخلاص و بردباری وصدقِ نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنی پوری طاقت سے ڈٹ جائے گا۔مشرکین سے جہاد کرے گا اور پھر جہاد کرتا ہوا مارا جائے گا۔سُن لو وہ شخص ضرور جنّت میں داخل کیا

جائے گا۔"

(حدیثِ پاک از سیرت النبی ابن ہشام جلد 1 صفحہ 721)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں

ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالہ سے بیان کیا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفیں درست فرمائیں، تو سائبان کی جانب مراجعت فرمائی اور اس میں داخل ہوئے۔ آپ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی نہ تھا آپ اپنے پروردگار سے وعدہ امداد پورا کرنے کے متعلق دعائیں کررہے تھے جو دعائیں آپ نے کیں ان میں یہ الفاظ بھی تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِکْ هٰذِهِ الْعَصَابَةَ الْيَوْمَ لَاتُعْبَدْ".

ترجمہ: "یا اللہ! اگر تو نے آج اس جماعت کو ہلاک کردیا تو پھر تیری پرستش نہ کی جائے گی"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعاؤں میں کمی فرمایئے کیونکہ اللہ نے آپ علیہ السلام سے جو کچھ وعدہ فرمایا ہے اسے ضرور پورا فرمائے گا۔

بشارت فتح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائبان ہی میں تھے کہ آپ کے سر مبارک کو ایک جنبش ہوئی اس کے بعد آپ علیہ السلام بیدار ہوئے اور فرمایا:

"اَبْشِرْ يَا اَبَابَكْرٍ اَتَاکَ نَصْرُ اللّٰهِ هٰذَا جِبْرِيْلُ آخِذًا بِعِنَانِ فَرَسٍ يَقُوْدُهٗ" عَلٰى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ يَعْتِى الْغُبَارَ"

ترجمہ: "اے ابوبکر خوش ہو جاؤ کہ تمہارے پاس اللہ کی امداد آگئی۔ یہ جبریل ہیں گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اسے کھینچ رہے ہیں اور اس کے سامنے کے دانتوں پر غبار ہے"۔

ابن اسحاق نے کہا: اس وقت حالت یہ تھی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ مہجع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تیر آلگا اور وہ شہید ہوگئے۔ یہ مسلمانوں کے پہلے مقتول شہید تھے۔ پھر بنی عدی بن النجار کے ایک شخص حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی کی جانب ایک تیر پھینکا گیا، جو حوض سے پانی پی رہے تھے۔ تیر نے ان کا گلا چھید ڈالا

اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

دعوت جہاد

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی جانب نکلے اور انہیں ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا یُقَاتِلُهُمُ الْیَوْمَ رَجُل" فَیُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَیْرَ مُدبِرٍ اِلَّا ادخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ"

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے آج جو بھی شخص ان لوگوں سے جنگ کرے گا اور صبر سے ثواب سمجھ کر قتل ہو جائے گا، آگے بڑھتا ہوا ہوگا پیٹھ پھیرنے والا نہ ہوگا تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا"۔

مجبوروں کے متعلق ارشاد مبارک

ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے کہا: عباس بن عبد اللہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعض گھر والوں سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مجھے یہ روایت سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا:

"اِنِّی قَدْ عَرَفْتُ اَنَّ رِجَالاً مِنْ بَنِی هَاشِمٍ وَغَیْرِهِم قَد اُخْرِجُوْا کُرْهًا لَا حَاجَةَ لَهُمْ بِقِتَالِنَا فَمَنْ لَقِیَ مِنْکُم اَحَدًا مِنْ بَنِی هَاشَمٍ فَلَایَقْتُلْهُ وَ مَنْ لَقِیَ اَبَا الْبُخْتَرِی بِن هَشَّامِ بْنِ الْحَارِثِ بِن اَسَدٍ فَلَایَقْتُلْهُ وَ مَنْ لَقِیَ الْعَبَاسَ بْنَ عَبْدَالْمُطَّلِب عَمّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَایَقْتُلْهُ فَاِنَّهُ اِنَّمَا اَخْرَاجَ مُسْتَکْرِهًا".

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی ہاشم اور ان کے علاوہ بعض اور لوگوں کو زبردستی (جنگ کے لیے) باہر نکالا گیا اور انہیں ہمارے ساتھ جنگ کرنے سے کوئی سروکار نہیں۔ اس لیے تم سے کوئی شخص بنی ہاشم کے کسی شخص سے ملے تو اسے قتل نہ کرے اور جو ابوالبختر ی بن ہشام بن الحارث بن اسد سے ملے تو اسے قتل نہ کرے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا العباس بن عبدالمطلب سے ملے تو انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ زبردستی نکالے گئے ہیں"۔

ابوجہل کا لشکرِ کُفّار سے خطاب

انفرادی جنگ کے نتیجہ میں عتبہ، شیبہ اور ولید حضرت امیر حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبیدہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہاتھوں جہنّم رسید ہو چکے تھے۔

ابوجہل نے لشکرِ کفار میں کچھ بد دلی کے آثار دیکھے تو لشکریوں کی ہمت بڑھانے کے لئے اور ان کو جرأت کے ساتھ جنگ میں حصّہ لینے پر آمادہ کرنے کی غرض سے یوں خطاب کیا:

''اے لوگو! عتبہ، شیبہ اور ولید کے مرجانے سے پریشان مت ہونا۔ ان لوگوں نے جنگ کرنے میں جلد بازی سے کام لیا تھا۔ لات وعُزّیٰ کی قسم ہم لوگ یہ غلطی نہیں کریں گے اور ان لوگوں یعنی مُسلمانوں کو معاف نہیں کریں گے اور ہم اس وقت تک واپس گھروں کو نہیں جائیں گے۔ جب تک ان لوگوں کو رسیوں سے نہ باندھ لیں گے۔ اسکے بعد ابوجہل نے اللہ سے یوں دُعاء مانگی۔ ''اے اللہ ہم میں سے جو رشتہ داریوں کو ختم کرنے والا اور غیر معروف امور کو سرانجام دینے والا ہو اسکو ہلاک فرما اور ہم میں سے جو سب سے زیادہ تیرے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو اسکو فتح و کامیابی عطا فرما۔''

(اخرجہ ابن اسحٰق، الحاکم، بیہقی، خصائص کُبریٰ جلد 1 صفحہ 203، زادالمعاد جلد 2 صفحہ 89)
(البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 282 وغیرہ)

ابوجہل کی دُعا کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا کے لئے ہاتھ مبارک اٹھائے اور عرض کیا:

''اے پروردگار اگر آج یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا''۔

یوں ایک طرف ابوجہل نے دُعا مانگی اور دوسری طرف سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا میں مشغول تھے اسکے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھپر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا:

''اے میرے صحابہ قتال میں مشغول ہو جاؤ یاد رکھو جو آج کے دن صبر بردباری اور تحمل پر قائم رہا اسکے لئے جنت کا داخلہ ضروری ہوگیا۔''

(از: دلائل بیہقی، دلائل ابی نعیم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے)
زرقانی جلد 1 صفحہ 427، تاریخ ابن الاثیر جلد 2 صفحہ 47)

شیطان جو سراقہ کی شکل میں اپنے چیلوں کے ہمراہ لشکرِ کفار میں شامل تھا جب اس نے آسمانی مخلوق دیکھی تو

اپنی جان کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ اس واقعہ کو قرآنِ کریم نے یوں بیان فرمایا ہے: سورۃ الانفال آیت 48۔

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ
نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ
اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: ”پس جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ الٹے پاؤں بھاگا۔ اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔“

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دشمن کی طرف کنکریاں پھینکنا

مذکورہ واقعات کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور قریش کی جانب منہ کر کے فرمایا ”شَاهَتِ الْوُجُوْهُ“ ”ترجمہ: چہرے بگڑ جائیں“ اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ کفار پر حملہ کر دو۔ مشرکین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جسکی آنکھ میں کنکریاں نہ پڑی ہوں۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ تھا کہ کنکریوں کے لگتے ہی دشمن بھاگ اٹھا۔ اس سلسلے میں قرآن کریم میں وارد ہے۔ سورۃ الانفال آیت 17۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

ترجمہ: ”اور نہیں پھینکی وہ مشت خاک آپ نے کہ جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔“

اللہ کریم نے اِس مشتِ خاک کی عجب شان بنائی ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔

(از: ابن شہاب زہری اور عروۃ بن الزبیر)

خاک کی مُٹھی پھینکنا تھا کہ کفارِ مکہ کا لشکر سراسیمہ ہوگیا اور بڑے بڑے جانباز قتل اور قید ہونے لگے۔ اللہ کریم نے کُفار کو مسلمان اپنے سے دو چند دکھائے قرآن میں وارد ہوا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 13۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ''اب ان دو فوجوں میں نمونہ ہو چکا جو بھڑی تھیں۔ ایک فوج وہ ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتی ہے۔ اور دوسری کافر ہے۔ اور کافر اپنی صریح آنکھوں سے مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھتے تھے۔ اور اللہ جس کو چاہے اپنی مدد کا زور دیتا ہے اس میں آنکھ والوں کے لئے عبرت ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگ کے آغاز سے پیشتر ہی ارشاد فرمادیا تھا کہ ''بنی ہاشم اور دیگر قبائل کے چند لوگ اپنی رضامندی وخوشی سے لشکرِ کفار میں شریک نہیں ہیں بلکہ محض قریش کے جبر اور اکراہ سے شامل ہوئے ہیں''۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس روز اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا ''اس لئے اگر ان میں سے کوئی تمہارے سامنے آجائے تو اسکو قتل مت کرنا''۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان لوگوں کے نام بھی بتادیئے تھے۔ جن میں ابوالبختری بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب بھی شامل تھے ان لوگوں کو صرف گرفتار کرنے کا حکم تھا۔ چنانچہ مجذر بن زیاد انصاری کی نظر ابوالبختری پر پڑی تو انہوں نے کہا حضور پرنور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں تیرے قتل سے منع فرمایا ہے اس لئے تجھے چھوڑ رہا ہوں۔ ابوالبختری نے کہا میرے رفیق جنادہ بن ملیحہ کو جو میرے ساتھ مکّہ سے آیا ہے چھوڑ دو۔ حضرت مجذر بن زیاد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فقط تجھے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر ابوالبختری نے کہا اللہ کی قسم میں اور وہ جان دے دیں گے کیونکہ میں مکّہ کی عورتوں کا یہ طعنہ نہیں سُن سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے ساتھی اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اسکے بعد ابوالبختری یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ کے لئے آگے بڑھا۔

''شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک مَر نہ جائے یا اپنے رفیق کے بچاؤ کے لئے راہ نہ دیکھ لے۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 15، البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 285)

ابن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔اس کے بعد المجذر بن زیاد الانصاری البلوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے اس یعنی ابوالبختری کے متعلق بہت کوشش کی کہ وہ قید ہو جائے تو اسے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کروں لیکن اس نے جنگ کے سوا کوئی بات نہ مانی تو میں نے جنگ کی اور اسے مار ڈالا۔

سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 725

امیہ بن خلف اور پسرِ امیہ کا قتل

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شدید اور بڑا دشمن امیہ بن خلف اور اس کا پسر بھی لشکرِ کفار میں شامل تھا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی امیہ بن خلف کے غلام تھے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لے آئے تو امیہ بن خلف انکو سخت ترین اذیتیں دیا کرتا تھا۔عرب کی شدید گرمی میں سخت تپتی ریت پر انکو باندھ کر لٹا دیتا اور ایک بھاری پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیتا۔اور کہا کرتا اس حالت کو پسند کرتے ہو یا اسلام کو چھوڑ دینا پسند ہے۔لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب سختیاں برداشت کرتے اور اس حال میں بھی ''اَحد، اَحد'' پُکارتے رہتے۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔کسی زمانہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آئے گا تو یہ اُسکی جان کے ضامن ہوں گے۔پھر عُمرہ ادا فرماتے ہوئے ابوجہل کے سخت الفاظ کے جواب میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف کو آگاہ کیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیہ بن خلف کے بارے فرمایا کہ ''میرے یا میرے صحابہ کے ہاتھوں قتل ہوگا''۔

یہی وجہ ہے کہ جب ابوجہل نے امیہ سے جنگ میں شرکت کے لئے کہا تو امیہ بن خلف اس شرکت سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرتا رہا۔لیکن ابوجہل کے بار بار اصرار کی وجہ سے وہ جنگ میں حصہ لینے کے لئے لشکر کفار میں شرکت پر تیار ہو گیا۔گھر جا کر اپنی بیوی اُمِ صفوان سے کہا کہ سفر کا سامان تیار کرو تو وہ بولی کیا تمہیں اپنے یثربی بھائی کا قول بھول گیا۔امیہ بن خلف نے کہا ہرگز نہیں مجھے وہ قول خوب یاد ہے۔لیکن میں نے ایک عمدہ اور تیز رفتار اونٹ کا بندوبست کر لیا ہے تا کہ دورانِ سفر جب موقع ملے تو فوراً واپس آ جاؤں یوں امیہ بن خلف تمام منازل طے کرتا ہوا لشکر کفار کے ہمراہ میدانِ بدر تک پہنچ گیا۔

(از: بخاری شریف روایت فتح الباری جلد 7 صفحہ 321)

میدانِ جنگ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد کی پابندی کو پورا کرنے لے لئے چاہا کہ امیہ بن خلف اوراس کا بیٹا بچ جائیں چنانچہ وہ ان دونوں کو ہمراہ لیکرایک پہاڑ پر چڑھے۔ اُن کا خیال تھا کہ شاید اللہ کریم اس بہانہ سے اسکو ہدایت نصیب فرمائے اور یوں یہ ہمیشہ کے عذاب سے نجات پائے۔ جب یہ لوگ پہاڑ پر چڑھ رہے تھے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دشمنوں سے چھینی ہوئی چند زرہیں تھیں۔ اتفاق یہ ہوا کہ عین اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو پہاڑی پر چڑھتے دیکھ لیا اور بلند آواز سے فرمایا لوگو اس قریش کے کافر سردار کو پکڑو جو اپنی جان بچانے کے لئے پہاڑ پر چڑھ رہا ہے لوگ دفعتہً ان پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ بن خلف کے بیٹے کو آگے کردیا لیکن لوگوں نے اس کو قتل کردیا۔ لوگوں نے اس پر قناعت نہ کی اور امیہ بن خلف کی طرف بڑھے۔ امیہ بن خلف بڑا جسیم وثقیل تھا اس لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کہا کہ زمین پر لیٹ جاؤ۔ وہ فوراً زمین پر لیٹ گئے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے اوپر لیٹ گئے تا کہ لوگوں سے اسے بچاسکیں۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگوں کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر تلواروں کی مدد سے امیہ بن خلف کا کام تمام کردیا۔ اور یوں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور دشمن جہنم رسید ہوا۔ اس جدوجہد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ایک ٹانگ زخمی ہوگئی اس زخم کا نشان عرصہ دراز تک باقی رہا۔

(روایت از: صحیح بخاری شریف)

بعد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری) (31ھ میں مدینہ منورہ میں 75 برس کی عمر میں وفات پائی) فرمایا کرتے تھے خداوند کریم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے میدان بدر میں غزوہ کے دن میری زرہیں بھی ہاتھ سے گنوادیں اور قیدی بھی میرے ہاتھ سے گئے۔

اس طرح غزوہ یومِ بدر میں میدانِ بدر قریش کے اُن سرداروں کی لاشوں سے بھرا پڑا تھا جنہوں نے مکہ مکرمہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کی اذیت اور تکلیف ایسی نہیں چھوڑی تھی جو ان کو نہ دی ہو اور یوں اللہ کریم نے حق کا بول بالا اور کفر کا مُنہ کالا کیا۔

ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ کا قتل

ابوجہل جس کا اصل نام عمرو بن ہشام اور اسکو ابوالحکم کہتے تھے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا۔ قریش کے سرداروں میں اسلام کی دشمنی میں سرِ فہرست تھا۔ علماء لکھتے ہیں کہ اگرچہ ابوجہل کو اُس امّت کا فرعون کہتے ہیں لیکن اصل میں وہ فرعون سے بھی بدتر تھا۔ اس لئے کہ فرعون جب غرق ہوا تو اس نے جان لیا تھا کہ وہ برے اعمال کرتا رہا اور سخت ترین غلطی اور گمراہی میں تھا اور اس نے اپنی گمراہی و غلطی کا اعتراف بھی کر لیا تھا۔ لیکن ابوجہل بدبخت آخری دم تک کٹا مرا زمین پر پڑا تھا لیکن پھر بھی تکبّر کرتا رہا اور اپنی غلطی و گمراہی کو نہ مانا۔

یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بدبخت کا سر کاٹ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَخْزَاکَ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ."

غزوۂ بدر میں لڑائی کے دوران انصار کے دو بھائی معوّذ اور معاذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جو کہ حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے۔ ابوجہل کو زندگی کے بوجھ سے آزاد کردیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لڑائی کے دوران میں ایک صف میں کھڑا تھا کہ اچانک میری نظر پڑی کہ انصار کے دولڑکے میرے دائیں بائیں کھڑے ہیں۔ دِل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر کفار نے مجھے لڑکوں کے درمیان کھڑا دیکھ لیا تو کہیں مجھے اپنے گھیرے میں نہ لے لیں۔ اسی خیال میں تھا کہ انہوں نے مُجھ سے پوچھا چچا ابوجہل کون ہے ہمیں دکھائیں میں نے پوچھا بھتیجو تم ابوجہل کو دیکھ کر کیا کرو گے انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے عہد کر رکھا ہے کہ یہ شقی القلب لعین ہمیں جہاں نظر آگیا اسکو ختم کر دیں گے یا خود ختم ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں توہین کرتا ہے، اِسلام کا سخت ترین دشمن ہے اور ہمیشہ سرکار دوعالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب و شتم کرتا رہتا ہے۔ خداوندِ قدوس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے اگر اسکو دیکھ لیں تو ہمارے سائے اسکے سایہ سے اس وقت تک جُدا نہیں ہوں گے جب تک کہ ہم میں سے جسکی موت مقدر ہو چکی ہے مر نہ جائے۔ ان لڑکوں کی یہ گفتگو سُن کر دِل سے یہ آرزو جاتی رہی کہ کاش میں دولڑکوں کی بجائے دو مردوں کے درمیان کھڑا ہوتا۔ میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے۔ اشارہ پاتے ہی دونوں شیروں کی طرح ابوجہل پر جھپٹے اور وہ خاک پر

تھاان دونوں نے اس لعین کا کام تمام کر دیا۔

(از: صحیح بخاری شریف کتاب الجہاد)

حضرت مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن (عفراء) حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج) نے موقع ملتے ہی تاک کر ایسا نشانہ لیا اور اس قدر سخت وار کیا کہ ابوجہل کی ٹانگ کٹ کر دور جا گری۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے جب باپ کی حالت دیکھی تو فوراً مدد کو آیا اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شانہ پر اس قدر زور سے وار کیا کہ اُن کا ہاتھ کٹ گیا۔ لیکن تسمہ ساتھ ہی لگا رہا۔ معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عکرمہ کے تعاقب میں گئے لیکن وہ بھاگ گیا۔ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں لڑ رہے تھے لیکن لٹکا ہوا بازو بیکار ہو کر جہاد کے راستے میں مزاحم ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا تو تسمہ الگ ہو گیا اور یُوں وہ پھر مصروفِ جہاد ہو گئے کیونکہ اب لٹکتا ہوا ہاتھ جہاد کرتے ہوئے مزاحم نہیں ہو رہا تھا۔ سُبحان اللہ، اللہ کے شیر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 37ھ) سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے جبکہ حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوجہل سے فارغ ہو کر جہاد میں مصروف رہے یہاں تک کہ انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

ابوجہل کو سخت زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گر چکا تھا لیکن اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر کے دِن ارشاد فرمایا کہ:

"ہے کوئی جو ابوجہل کی خبر لے کر آئے"۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ 32ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ سے 848 احادیث مروی ہیں) تشریف لے گئے اور انہوں نے جا کر دیکھا کہ ابوجہل میں ابھی زندگی کی کچھ رمق باقی ہے۔ اور وہ لاشوں میں پڑا ہوا ہے۔

(از صحیح بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھ کر یہ کہا "ذلیل و رسوا کیا تجھے اللہ نے اے اللہ کے دشمن" اور اسکے بعد ابوجہل کا سر کاٹ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔

(روایت از: ابن اسحٰق، حاکم، صحیح بخاری شریف غزوۂ بدر)

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کا سر دیکھ کر اللہ کا شُکر ادا کیا اور تین مرتبہ زُبان دُرِافشاں سے یہ فرمایا:

''حمد ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے اِسلام اور اسلام والوں کو عزّت بخشی''۔

(از فتح الباری جلد 7 صفحہ 230)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوگانہ نماز شُکر ادا فرمائی۔

(ابن ماجہ، از: البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 289 ، مدارج النبوت صفحہ 155)

ایک اور روایت میں ہے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جب ابوجہل کو لاشوں کے درمیان پایا تو اسکے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا ابوجہل نے آنکھیں کھولیں اور مجھے کہا اے بکریاں چرانے والے تو بہت اونچے مقام پر چڑھ کر بیٹھ گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''اس اللہ کی حمد جس نے مجھے ایسا کرنے کی قدرت دی۔''

پھر کہا کِس کو غلبہ وفتح نصیب ہوئی میں نے کہا اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ پھر مجھے کہا تیرا کیا ارادہ ہے میں نے کہا تیرا سر قلم کرنے کا ارادہ ہے۔ کہنے لگا اچھا یہ میری تلوار ہے جو کہ بہت تیز ہے اس سے میرا سر کاٹنا اور میرے سر کو شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں مہیب وہیبت ناک معلوم ہو۔ اس نے مزید کہا جب میرا کٹا ہوا سر لے کر محمد بن عبداللہ (سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں جاؤ تو ان کو میرا یہ پیغام دینا کہ میرے دِل میں گذشتہ عداوت کی نسبت آج تمہاری عداوت اور بُغض کہیں زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجہل کا سر قلم کیا اور حاضرِ خدمت ہو کر ابوجہل کا پیغام سُنایا۔

نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کا سر دیکھ کر ''اللہ اکبر'' کہا اور ارشاد فرمایا:

''یہ میری اُمّت کا فرعون تھا۔ جِس کا فتنہ وشر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے کہیں بڑھ کر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے تو مرتے وقت حق کا کلمہ پڑھا لیکن یہ بدبخت مرتے وقت بھی اپنے کفر اور تکبّر پر ہی قائم رہا''۔ پھر ابوجہل کی تلوار مجھے عطا فرمائی۔

(شرح السیر الکبیر الامام السرخسی جلد 2 صفحہ 7)

عکاشہ بن محصن بن حرثان اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

ابن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں اپنی تلوار سے قتل وقتال میں مصروف تھے کہ لڑتے لڑتے ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نورِ مجسم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکوایک لکڑی پکڑا دی۔ جسے خود پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا قَاتِلُ بِھٰذَا یَا عُکَّاشَۃُ ''جاؤ میدانِ جنگ میں اس سے قتال کرو''۔ پس وہ لکڑی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جو کہ طبلی سخت پشت والی اور سفید لوہے کی تھی۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی 12ھ میں شہادت پائی) اُسی تلوار سے قتال کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کو اللہ کریم نے اس غزوہ بدر میں کامیابی وفتح عطا فرمائی۔ اُس تلوار کا نام ''عون'' رکھا گیا یہاں تک کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تلوار سے ہر جہاد میں کام لیتے رہے اور جب وہ مرتدوں سے دورانِ جہاد شہید ہوئے تو وہ تلوار اُن کے ہاتھ میں تھی۔ انہیں طلیحہ بن خویلد الاسدی نے شہید کیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 290، مدارج النبوت)

شہدائے غزوۂ بدر

غزوۂ بدر میں چودہ (14) مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں چھ (6) مُہاجر اور باقی آٹھ (8) انصار میں سے تھے۔ انصار میں سے شہید ہونے والوں میں چھ (6) کا تعلق بنوخزرج، اور دو (2) بنواوس سے تعلق رکھتے تھے۔ شہید ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
2۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص بن وہیب بن سفیان القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
3۔ حضرت ذوالشمالین عمیر بن عبدعمرو بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)

4۔ حضرت عاقل بن ابی بکیر بن عبد یا لیل کنانی لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت عوف ومعوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیافی بھائی تھے) (مہاجر)

5۔ حضرت مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)

6۔ حضرت صفوان بن بیضاء فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (مہاجر)

7۔ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ اوس) (انصاری)

8۔ حضرت مبشر بن عبد المنذ ر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنو اوس) (انصاری)

9۔ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ خزرج کے خاندان نجار) (انصاری)

10،11۔ حضرت عوف ومعوذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بن حارث بن رفاعہ پسران عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا (قبیلہ خزرج۔ نجار) (انصاری)

12۔ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ خزرج خاندان بنوسلمہ) (انصاری)

13۔ حضرت رافع بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ خزرج خاندان بنو حبیب) (انصاری)

14۔ حضرت یزید بن حارث بن فسحم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خزرج کی شاخ بنو قیس) (انصاری)

وضاحت

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی ذلّت وخواری کا وعدہ کیا تھا تا کہ دینِ اسلام کو بلندی نصیب ہو اور اس دین مبین کے چار سوڈ نکے بجیں اور اللہ کا یہ وعدہ بدرجہ اتم پورا ہو۔ اور بعض کو درجہ شہادت عطا کرنا اور ان کو فضیلت دینا اللہ کریم کا ارادہ تھا۔ اور اسکی حکمت اسکی مقتضی تھی۔

(مدارج النبوت از: شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جلد 2 صفحہ 167)

مقتولین قُریش کے نام وتعداد

اللہ کریم نے اپنے فضل وکرم سے غزوۂ بدر کو فتح مبین پر ختم کیا۔ دینِ اسلام کو فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے فتح عظیم عطا ہوئی۔ اس لڑائی میں قریش کے ستر (70) آدمی مارے گئے جن میں کئی نامور

سردار بھی شامل تھے۔مقتولین میں سے بعض کے نام یہ ہیں جو کہ سرداران قریش بھی تھے۔

1۔ شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

2۔ عتبہ بن ربیعہ بن شمس کو عبیدہ بن الحارث بن المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخمی کیا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

3۔ ولید بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

4۔ عاص بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

5۔ ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم (معاذ بن عفراء الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا پاؤں کاٹ ڈالا عکرمہ بن ابوجہل نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کر کے ان کا ہاتھ الگ کر دیا اس کے بعد معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفراء نے زبردست ضرب لگا کر ابوجہل کو زمین پر گرا دیا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوجہل کو مقتولوں میں تلاش کرو تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کا کام تمام کر کے سر کاٹ لیا)۔

6۔ ابوالبختری العاص بن ہشام بن الحارث بن اسد کو المجذر بن زیاد انصاری البلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

7۔ حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

8۔ حارث بن عامر بن نوفل (بنی حارثہ بن الخزرج کے حبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا)

9۔ عبیدہ بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس کو زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

10۔ عتبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس کو عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

11۔ حارث بن زمعہ بن اسود کو عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قتل کیا۔

12۔ عقیل بن الاسود بن المطلب کو بقول ابن ہشام حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مل کر قتل کیا۔

13۔ النضر بن الحارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبد الدار کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر وادیٔ صفراء میں قتل کیا۔

14۔ عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

15۔ عثمان بن مالک بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب کو صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

16۔ مسعود بن ابی امیہ بن المغیرہ کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

17۔ ابو قیس بن الولید بن المغیرہ کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

18۔ ابو قیس بن الفاکہ بن المغیرہ کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

19۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

20۔ زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کو حضرت حمزہ، حضرت علی اور ثابت بن الجذع رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تینوں نے مل کر قتل کیا۔

21۔ نوفل بن خویلد بن اسد (اسی نے حضرت ابو بکر صدیق اور طلحہ بن عبداللہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اختیار اسلام کے وقت ایک ہی رسی سے باندھ دیا تھا) اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

22۔ عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی: (جو کہ ابو جہل کا بھائی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماموں بھی تھا)۔ اسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

23۔ امیہ بن خلف بن وہب بن حزافہ بن جمح کو معاذ بن عفراء، خارجہ بن زید اور خبیب بن ساف رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مل کر قتل کیا

24۔ علی بن امیہ بن خلف کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قتل کیا

25۔ منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم کو بنی سلمہ کے ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

26۔ معبد بن وہب (بنی کلب بن عوف میں سے) کو خالد اور ایاس پسران بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور بعض نے کہا ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

27۔ الحارث بن الحضرمی (بنی شمس میں سے) اسے نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

28۔ عامر بن الحضرمی (بنی شمس میں سے) اسے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

29۔ عامر بن عبداللہ نمری کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

30۔ زید بن ملیص (جو کہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر بن ہاشم کا آزاد کردہ تھا) کو حضرت بلال بن رباح اور زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قتل کیا۔

31۔ اسود بن الاسد مخزومی کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

32۔ حاجب بن السائب مخزومی کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

33۔ عویمر بن السائب مخزومی کو نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

34۔ عمرو بن سفیان (بنی طے) کو یزید بن رقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

35۔ جابر بن سفیان (بنی طے) کو ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

36۔ العاص بن منبہ بن حجاج سہمی کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

37۔ معاویہ بن عامر (بنی عبدالقیس سے) کو حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

38۔ رفاعہ بن ابی رفاعہ عائذ بن عبداللہ (مخزومی) کو خزرج کے سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

39۔ عبداللہ بن المنذر بن ابی رفاعہ مخزومی کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

40۔ المنذر بن ابی رفاعہ بن عائذ مخزومی کو معن بن عدی العجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

41۔ حرملہ بن عمرو کو خزرج کے خارجہ بن زید نے اور بعض کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

42۔ یزید بن عبداللہ (بنی تمیم) کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قتل کیا

43۔ عمیر بن ابی عمیر کو ابو حذیفہ کے آزاد کردہ سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

44۔ حذیفہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

45۔ زہیر بن ابی رفاعہ کو ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

46۔ سائب بن ابی رفاعہ کو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

47۔ حارث بن منبہ بن حجاج سہمی کو صہیب رومی بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

48۔ عامر بن عوف بن ضبیرہ کو عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

49۔ ہشام بن ابی حذیفہ بن المغیرہ کو حضرت صہیب رومی بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

50۔ بنیہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔ اسے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مل کر قتل کیا۔

51۔ ابوالعاص بن قیس سہمی۔ اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

52۔ ابن عمیر بن ابی عمیر (بنو عبد شمس کا غلام تھا)۔ اسے غالباً حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

53۔ عائذ بن سائب بن عویمر۔ اسے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخمی کیا۔ گرفتاری کے بعد فدیہ دے کر رہا ہوا مگر انہیں زخموں کی وجہ سے بعد میں مر گیا۔ مقتولین بدر میں شمار کر لیا گیا۔

54۔ عبید بن سلیط (قبیلہ قیس میں سے تھا)

55۔ مالک بن عبیداللہ بن عثمان (یہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی تھا زخمی ہوا اور قید کے درمیان مر گیا)۔

56۔ عثمان بن مالک بن عبیداللہ (یہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبیداللہ کا بھتیجا تھا اسے صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا)

57۔ عقبہ بن زید (یہ یمن کا رہنے والا اور بنو اسد کا حلیف تھا)

58۔ عاصم بن عوف بن ضبیرہ سہمی۔ اسے ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

59۔ اوس بن مصیر بن لوذان۔ اسے عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

60۔ سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبداللہ مخزومی

61۔ عامر بن زید

62۔ سبرہ بن مالک

63۔ عمرو بن عبداللہ بن جدعان

64۔ عمیر طائی

65۔ خیار (بنو قارہ قبیلہ سے تھا)

66۔ وہب بن حارث

67۔ نبیہ بن زید بن ملیص التیمی

68۔ ابومسافع اشعری۔ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

69۔ ابوقیس بن فاکہہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

70۔ عمیر مولیٰ بن اسد

اسیرانِ بدر کی تعداد اور نام

غزوۂ بدر میں جہاں ستر (70) مُشرک مارے گئے وہاں قید ہونے والوں کی تعداد بھی ستّر (70) ہی تھی جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

1۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب (بنو ہاشم)

2۔ عباس بن عبدالمطلب (بنو ہاشم)

3۔ عقیل بن ابی طالب (بنو ہاشم)

4۔ ابوالعاص بن ربیع (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر یعنی حضور علیہ السلام کے داماد جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے)

5۔ عدی بن خیار بن عدی

6۔ ابوعزیز بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی القرشی (برادر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

7۔ السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف (قریش کے علم بردار بعد میں مسلمان ہوئے۔ امام شافعی کے جدامجد)

8۔ عمرو بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس

9۔ الحارث بن ابی وبذہ بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس

10۔ ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس

11۔ عمرو بن الازرق (بنوامیہ کا حلیف)

12۔ عقبہ بن الحارث بن الحضرمی

13۔ عثمان ابن عبد شمس بن اخی غروان بن جابر

14۔ الاسود بن عامر

15۔ السائب بن ابی حبیش بن المطلب بن اسد الاسدی
16۔ الحویرث بن عباد بن عثمان بن اسد
17۔ سالم بن شداخ یا شماخ
18۔ خالد بن ہشام بن المغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم مخزومی
19۔ امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ
20۔ عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم
21۔ ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عائذ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم
22۔ ولید بن ولید بن مغیرہ مخزومی (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی)
23۔ عبد اللہ بن ابی بن خلف
24۔ سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی القرشی العامری (بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے)
25۔ ابوعزہ عمرو بن عبد اللہ جمحی (شاعر)
26۔ وہب بن عمیر بن وہب جمحی
27۔ ابووداعہ بن ضبیرۃ سہمی وغیرہ
28۔ صیفی بن ابی رفاعہ
29۔ ابوعطاء عبد اللہ بن ابی السائب بن عائذ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم
30۔ المطلب بن حنطب بن الحارث بن عبید بن عمر بن مخزوم
31۔ خالد بن الاعلم (بنو مخزوم کا حلیف)
32۔ فروہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعید سہمی
33۔ حنظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعید سہمی
34۔ ربیعہ بن دراج بن عنیس بن ہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح جمحی
35۔ عبد بن زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر عامری (ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کا بھائی بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے)

36۔ عبدالرحمٰن بن مشنو بن وقدان بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک
37۔ الطفیل بن ابی قنیع الفہری
38۔ عتبہ بن عمرو بن حجدم الفہری
39۔ عقیل بن عمرو (بنو مطلب کا حلیف)
40۔ تمیم بن عمرو (بنو مطلب کا حلیف۔ برادر عقیل)
41۔ (تمیم کا بیٹا) ابن تمیم بن عمرو
42۔ خالد بن اسید بن ابی العیص
43۔ ابو العریض یسار (عاص بن امیہ کا غلام)
44۔ نبہان (نوفل بن عبد مناف کا غلام)
45۔ عبید اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث اسدی
46۔ عقیل یمنی (بنو عبد الدار بن قیس کا حلیف)
47۔ جابر بن الزبیر (بنو تمیم کا حلیف)
48۔ مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم تیمی
49۔ قیس بن السائب مخزومی
50۔ عمرو بن ابی بن خلف
51۔ ابو رہم بن عبد اللہ (بنو جمح کا حلیف)
52۔ اسلم (نبیہ بن حجاج کا آزاد کردہ)
53۔ حبیب بن جابر (بنو عامر بن لوئی میں سے تھا)
54۔ السائب بن مالک (بنو عامر بن لوئی میں سے تھا)
55۔ شافع یمنی (بنی حارث بن فہر کا حلیف)
56۔ شفیع یمنی (بنی حارث بن فہر کا حلیف)
57۔ ابو ثور (بنو نوفل بن عبد مناف کا حلیف)
58۔ ابو ریشہ بن ابی عمر (بنو امیہ کا حلیف)

59۔ نسطاس مولیٰ امیہ بن خلف
60۔ نعمان بن عمرو بن عنقم بن عبدالمطلب
61۔ ابو رافع مولیٰ امیہ بن خلف
62۔ وہب بن عمیر بن وہب بن خلف جمحی
63۔ عقبہ بن ابی معیط (گرفتار ہوا تھا مگر اپنے نا قابل معافی جرائم کی وجہ سے اسے بدر اور مدینہ منورہ کے درمیان عرق الظبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کرادیا)
64۔ مالک بن عبداللہ بن عثمان
65۔ عتبہ (حلیف بنی ہاشم)
66۔ الفاکہ (امیہ بن خلف کا ایک غلام) (نبی شماخ بن محارب بن فہر)
67۔ حجاج بن قیس بن سعد سہمی
68۔ ابوعزہ عمرو بن عبد بن عثمان بن وہیب جمحی
69۔ عبداللہ بن ابی بن خلف بن وہب جمحی
70۔ صیفی بن ابی رفاعہ بن عائذ مخزومی

(از: مدارج النبوت، الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیرت النبی از ابن ہشام وغیرہ)

مقتولین بدر کا انجام واسیرانِ بدر کا حال

مقتولین بدر کا انجام

غزوۂ بدر میں اللہ کریم نے مُسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ لڑائی کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین کی لاشوں کو بدر کے ایک ناپاک کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ لوگ اس کنویں میں مردار پھینکا کرتے تھے چنانچہ چوبیس سرداروں کی لاشیں اس کنویں میں ڈال دی گئیں۔ باقی مقتولین کسی اور جگہ پھینک دیئے گئے۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 234)

مقتولین میں سے سرداروں کی لاشوں کو جن میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام وغیرہ سر

فہرست ہیں ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔ امیہ بن خلف کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب زرہ اتارنے کی کوشش کی گئی تو لاش کے ٹکڑے ہو گئے اس لئے وہیں مٹی ڈال کر اسکو دبا دیا گیا۔

(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 432)

عُتبہ کی لاش کو جب کنویں میں ڈالا جانے لگا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ عتبہ کے بیٹے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر حزن وملال کے آثار ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے ابو حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا باپ کی لاش کو دیکھ کر تمہارے دِل میں کوئی خیال گزرا ہے"۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی خیال نہیں گزرا صرف اتنی بات ہے کہ میرا باپ حلیم بُردبار اور صاحب رائے تھا۔ میں اُمید قوی رکھتا تھا کہ میرا باپ اپنی فہم وفراست، عقل ودانش کی وجہ سے اِسلام کی سچائی کو دیکھتے ہوئے اسلام لے آئے گا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور کفر پر ہی مرا اس لئے مجھے اپنے باپ کے اس فعل سے رنج ہوا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دُعاءِ خیر فرمائی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادتِ مُبارکہ تھی کہ جب دشمن پر غلبہ فرماتے تو تین روز تک اسی جگہ قیام فرماتے۔ اسی عادت کے مطابق جب تیسرا روز ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حُکم دیا کہ میرا خچر تیار کیا جائے۔ خچر حاضر کیا گیا سرکار علیہ السلام خچر پر سوار ہوئے اور چل پڑے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی ساتھ ساتھ چل دیئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید کسی ضروری کام سے کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔

چلتے چلتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنویں پر تشریف لے گئے جس میں مشرکین کی لاشیں ڈالی تھیں۔ وہاں کھڑے ہو کر مُشرکین کی لاشوں سے یوں مخاطب ہوئے اے فلاں بن فُلاں یا عتبہ یا شیبہ یا ابو جہل اور فرمایا:

"تم کو یہ اچھا نہ لگا کہ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرتے۔ تحقیق جس چیز کا ہمارے ربّ نے ہمیں حکم دیا اور وعدہ کیا تھا ہم نے اسکو حق پایا۔ کیا اب تم نے اپنے ربّ کے وعدہ کو حق پایا۔"

(صحیح بخاری، کتاب المغازی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب

ابن اسحاق نے کہا کہ "مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

فرمان کے مطابق مقتولوں کو گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ گڑھے میں ڈال چکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا:

''اے گڑھے والو! تمہارے پروردگار نے جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے سچا پایا۔ مجھ سے تو میرے پروردگار نے جو کچھ وعدہ فرمایا تھا بے شبہ میں نے اسے سچا پایا''۔

ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: آپ علیہ السلام کے اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرے ہوؤں سے گفتگو فرماتے ہیں؟ فرمایا:

لَقَدْ عَلِمُو اَنَّ مَاوَعَدَهُم رَبُهُم حَق''

ترجمہ: ''ان لوگوں نے (اب) جان لیا ہے کہ ان کے پروردگار نے جو کچھ ان سے وعدہ فرمایا وہ سچا ہے''۔

اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے یہ الفاظ فرمائے ''لَقَد سَمِعُو مَا قُلْتُ لَهُم'' (جو کچھ میں نے کہا ان لوگوں نے سن لیا) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف لَقَد عَلَمُو (بے شک ان لوگوں نے جان لیا) فرمایا تھا۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھے حمید الطّویل نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سنائی کہ اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے درمیانی حصے میں یہ فرماتے سنا۔

يَا اَهْلَ الْقَلِيبِ يَاعُتْبَةُ بْنَ رَبِيعَةَ وَ يَا شَيْبَةُ ابْنَ رَبِيعَةَ وَ يَا اُمَيَّةُ بْنَ خَلَفَ وَ يَا اَبَا جَهْلِ بْنَ هَشَّامِ فَعَدَّدَ مَن كَانَ مِنْهُمْ فِي الْقَلِيْبِ هَلْ وَجَدْتُم مَا وَعَدَكُم رَبُّكُم حَقًّا فَاِنِّي قَدْ وَجَدْتُ وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا.

ترجمہ: ''اے گڑھے والو۔ اے عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ اور اے امیہ بن خلف اور اے ابو جہل بن ہشام اور جتنے اس گڑھے میں تھے ان (سب) کے نام شمار فرمائے تمہارے پروردگار نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ مجھ سے تو میرے پروردگار نے جو کچھ وعدہ فرمایا تھا میں نے اسے سچا پایا''۔

مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ علیہ السلام ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو سڑ گل گئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا

مَاانْتُم بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِعُونَ اَنْ تَجِيْبُونِي

ترجمہ: ''میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ لوگ مجھے جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز جو کچھ فرمایا وہ یہ تھا۔

یَا اَھْلَ الْقَلِیْبِ بِئْسَ عَشِیْرَۃ" نَبِی کُنْتُمْ لِنَبِیِّکُم کَذَّبْتُمُوْنِی وَ صَدَّقَنِیَ النَّاسُ وَاَخْرَجْتُمُوْنِی وَ اٰوَانِی النَّاسُ وَ قَاتَلْتُمُوْنِی وَ نَصَرَانِی النَّاسُ ھَل وَجَدْتُّم مَا وَعَدَکُم رَبُّکُم حَقًّا

ترجمہ: "اے گڑھے والو تم اپنے نبی کے لیے اسکی قوم کے برے لوگ تھے تم نے مجھے جھٹلایا دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی اور تم نے مجھے گھر سے نکالا دوسرے لوگوں نے مجھے پناہ دی اور تم نے مجھ سے جنگ کی دوسرے لوگوں نے مدد کی (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) تمہارے پروردگار نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟"۔

ایک روایت میں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے گڑھے والو! تم اپنے نبی کے حق میں بہت بُرے تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا جبکہ اور لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھ کو وطن سے نکالا اور لوگوں نے مجھے ٹھکانا دیا۔ تم نے مُجھ سے قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی۔ امین کو تم لوگوں نے خائن کہا اور صادق کو کاذب۔ اللہ تم لوگوں کو بُری جزا دے"۔ یہ سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام بے جان لاشوں سے کلام فرماتے ہیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ مُردے میرے کلام کو تم سے زیادہ سُنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے"۔

1۔ (روایت از صحیح بخاری و مُسلم)

2۔ (بحوالہ زرقانی جلد 1 صفحہ 433)

3۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 292)

4۔ (مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 167)

5۔ (الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)

مذکورہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ میت ہماری بات سُنتی ہے لیکن جواب نہیں دیتی۔ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔ جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ سماع موتی کی قائل نہ تھیں وہ اُن کے اُس قول کو شاید نظرانداز کردیتے ہیں یا انکی نظر سے وہ قول گزرا

ہی نہیں جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس انکار سماع موتی سے رجوع فرمالیا تھا۔اسکی وجہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا سماع موتی کا قائل ہونا اور اکثریت احادیث کا وارد ہونا ہے۔جبکہ اس کے عدم جواز میں کوئی قاطع دلیل ثابت نہیں۔

شرح مشکوٰۃ شریف میں اسکی مکمل بحث موجود ہے۔مفصل مسئلہ کا حل دیکھنے کے لئے مدارج النبوت (جلد 2 صفحہ 169،168) از شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی بھی مراجعت کریں۔

اسیرانِ بدر کا حال

غزوۂ بدر میں کُفّار کے لشکر میں سے ستّر (70) مقتول ہوئے جبکہ قید ہونے والوں کی تعداد بھی ستّر (70) ہی تھی۔جب ان قیدیوں کے گلے میں رسیاں اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔"ان قیدیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کام تعجب خیز ہے۔وہ ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لانا چاہتا ہے یعنی یہ مُسلمان نہیں ہونا چاہتے۔لیکن حق تعالیٰ زبردستی ان کو باندھ کر بارگاہ میں لاتا ہے اور بہشت میں داخل کرتا ہے"۔

(از:مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 171)

اسیرانِ بدر کو ہمراہ لے کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔مقام صفراء پہنچ کر قیدیوں میں سے نضر بن حارث کے قتل کا حکم فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار علیہ السلام کے حکم پر اسکو قتل کیا۔پھر جب یہ قافلہ صفراء سے چل کر مقام عرق الظبیہ پہنچا تو عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا اور یوں عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اسکو قتل کیا۔اسکے بعد یہ قافلہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔

(از:زرقانی جلد 1 صفحہ 449)

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط دونوں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت ترین دشمن تھے۔نہایت بدزُبان اور گستاخ تھے قول وفعل سے ہمیشہ حضور علیہ السلام کی تذلیل اور توہین کرتے رہتے۔ان دونوں نے ہاتھ اور زبان سے ایذارسانی میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔

اِسی لئے تمام اسیرانِ بدر میں سے ان دونوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔بدبخت عقبہ بن ابی معیط نے سجدہ کے

دوران سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھ لا کر رکھدی تھی۔ اور گلا مُبارک بھی گھونٹا تھا۔ ایک دفعہ اس جہنمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مُبارک پر تھوکا بھی تھا۔

(دلائل النبوت ابونعیم باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، از الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 407)

یہاں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گو اللہ کے نبی کے خلاف جنگ کرنا اُن کا مقابلہ کرنا جرم عظیم ہے لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گُستاخی کرنا مذکورہ جرائم عظیمہ سے بھی بڑا جرم ہے اور جسکی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ نضر اور عقبہ کی مثال ہمیشہ ہمارے سامنے رہنی چاہئیے جن کو اسی جُرم کی سزا ملی۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسیرانِ بدر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی شامل تھے اور علماء کے نزدیک انہوں نے غزوہ بدر سے پہلے ہی اِسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن وہ اس امر کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ غزوہ بدر کے روز بھی مشرکین کے ہمراہ تھے حدیث میں آیا ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کو قتل نہ کیا جائے بلکہ گرفتار کر لیا جائے کیونکہ کُفّاران کو زبردستی اپنے ساتھ لائے تھے۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 15، البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 285)

چنانچہ جب حضرت عباس کو گرفتار کر کے لایا گیا اور اُن سے فدیہ دینے کو کہا گیا تو وہ کہنے لگے کہ میں مسلمان ہوں اور کُفّار مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے آئے تھے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارے اسلام کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ بظاہر آپ نے ہمارے ساتھ جنگ کی ہے اس لئے تمہیں فدیہ دینا ہوگا"۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تب یہ آیت نازل فرمائی۔ سورۃ الانفال آیت 70۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّمَن فِيٓ أَيۡدِيكُم مِّنَ ٱلۡأَسۡرَىٰٓ إِن يَعۡلَمِ ٱللَّهُ فِي قُلُوبِكُمۡ خَيۡرٗا يُؤۡتِكُمۡ خَيۡرٗا مِّمَّآ أُخِذَ مِنكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ

ترجمہ: "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے فدیہ میں لیا گیا ہے دنیا میں اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور آخرت میں تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکّہ کے روز مُسلمان ہونے کا اظہار کیا جبکہ ان کا

اسلام قبول کرنا روزِ غزوہ بدر سے ہی تھا۔ اور وہ مکّہ سے ہجرت کرنا پسند کرتے تھے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہجرت کرنے سے منع فرما دیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ ''تمہارا مکّہ میں ہی رہنا زیادہ مناسب ہے''۔ اس لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت نہ فرمائی۔ کتب سیر میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِسلام قبول کرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ غزوۂ بدر میں بیس اوقیہ سونا اپنے ساتھ لائے تھے تاکہ غزوۂ بدر میں شریک مشرکین کے لئے کھانے کا بندوبست کرسکیں لیکن انہیں ایسا کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ سونا اِسی طرح حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہی رہا۔ غزوۂ بدر کے بعد جب وہ اسیرانِ بدر میں شامل ہوئے تو وہ بیس اوقیہ سونا اُن سے لے کر مالِ غنیمت میں شامل کرلیا گیا۔ فدیہ کے موقع پر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ میرا فدیہ اس سونے سے وصول کرلیا جائے۔ اس پر حضور پرنور علیہ السلام نے فرمایا ''تمہارا وہ سونا جو تم مشرکین کی اعانت کے لئے لائے تھے مالِ غنیمت میں شامل ہو چکا ہے اس کو فدیہ کے حساب میں شمار نہیں کیا جا سکتا''۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میرے پاس اسکے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا چچا گدائی کرے اور لوگوں سے بھیک مانگ کر زندگی بسر کرے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ سونا کہاں گیا جو تم مکّہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ اُمِّ فضل کے سپرد کر آئے تھے''۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ کو اسکی خبر کیسے ہوئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے میرے پروردگار نے اس امر کی خبر دی ہے'' یہ سن کر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں کیونکہ اس بات کا علم میرے اور میری زوجہ کے علاوہ کسی کو تھا تو وہ صرف اللہ کی ذات تھی۔ اس طرح عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لے آئے اور کہا:

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰه.''

واللہ اعلم المال علی وجہ الکمال

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 173)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جس صحابی نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کیا اس کا نام حضرت ابوالیسر کعب ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا وہ کمزور اور کوتاہ قد تھے۔ جبکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے دراز قد جسیم اور طاقت ور تھے۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے تک پہنچتے تھے اور عباس اپنے والد عبدالمطلب کے کندھے تک پہنچتے تھے کیونکہ وہ بڑے طویل القامت تھے لوگوں نے

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس قدر دراز قد ہونے کے باوجود حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں، کس طرح قید ہوئے جبکہ وہ تو پستہ قد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جب وہ میرے سامنے آئے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ ان کا قد خندمہ کے برابر ہے۔ خندمہ نامی پہاڑ مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس جگہ آرام فرما رہے تھے اسکے ساتھ ہی رات کے وقت اسیرانِ بدر کو رسیوں سے باندھ کر رکھا گیا تھا۔

رسیاں کیونکہ بہت سخت تھیں اس لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کراہتے تھے ان کے کراہنے کی آواز سن کر حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو نہ سکے۔ صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام سوتے کیوں نہیں فرمایا ''چچا کے کراہنے کی وجہ سے''۔ لوگوں نے اسی وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسیاں ڈھیلی کر دیں اور وہ سو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا ہوا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کراہنے کی آواز بند ہو گئی ہے'' عرض کیا ان کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔ اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جاؤ پھر سب قیدیوں کے بند ڈھیلے کر دو''۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 173)

اسیرانِ بدر جب مدینہ پہنچے تو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں میں اپنے ایک عزیز سہیل بن عمرو کو دیکھا فوراً فرمایا ''تم نے بھی عورتوں کی طرح خود بیڑیاں پہن لی ہیں یہ نہ ہو سکا کہ لڑ کر مر جاتے''۔ اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ واللہ حجرے میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے سوا کوئی مجھے ہوش میں نہ لایا۔ آپ نے فرمایا ''اے سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! کیا عزوجلال والے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت پر ابھار رہی ہو'' میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جب میں نے سہیل کے ہاتھ اس کی گردن میں بندھے ہوئے دیکھے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور یہ تمام باتیں کہہ دیں۔

(از: سیرت ابن ہشام)

قاصد کی مدینہ منورہ روانگی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ (بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء

القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج۔لقب شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ قبیلہ بنی خزرج) (غزوہ موتہ 8ھ میں شہادت پائی) کو اہل عالیہ (مدینہ کا بلند حصہ) اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل سافلہ (مدینہ کا نشیبی حصہ) کی طرف اس فتح مبین کی خوشخبری سنانے کے لئے روانہ کیا۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قاصد جب فتح کی خوشخبری لے کر ہمارے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت ہم لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کر رہے تھے۔حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی لختِ جگر کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ گئے تھے۔اس لئے وہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کے حکم سے ہوا تھا اس لئے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب غزوہ بدر میں شمار ہوتے ہیں اور اسی لئے انکو مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی دیا گیا۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا لوگوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔اور وہ مصلے پر کھڑے فرمارہے ہیں عتبہ بن ربیعہ،شیبہ بن ربیعہ،ابوجہل،امیہ بن خلف،بنیہ ومبنہ پسرانِ حجاج،ابوالبختری وغیرہ سب مارے گئے۔اللہ کریم نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے میرے ابا جان کیا یہ خبر سچ ہے۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم یہ خبر بالکل سچ ہے۔

حضرت زید بن حارثہ (بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید الارث بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔قبیلہ بنی قضاعہ) (غزوہ موتہ 8ھ میں شہادت پائی) اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مدینہ منورہ روانہ کرنے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیرانِ بدر کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے سارا مالِ غنیمت حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا۔جب یہ قافلہ مقامِ روحاء کے قریب پہنچا تو کچھ مسلمان ملے جنہوں نے مبارک باد دی۔حضرت سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کس چیز کی مبارک باد دیتے ہو۔خدا کی قسم ہمارا تو بھیڑوں سے پالا پڑا جن کو ہم نے اونٹوں کی طرح رسیوں سے باندھ کر ذبح کر ڈالا۔یہ کون سا بڑا کام تھا کہ ہم مُبارک کے مستحق ٹھہریں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ سب لوگ تو مکّہ کے معزز شریف سادات خیال کئے جاتے تھے''۔بہر حال اس فتح مبین سے اطراف میں مسلمانوں اور اسلام کا رعب بیٹھ گیا۔اور یوں اللہ کریم نے کثیر تعداد پر

قلیل تعداد کو فتح عطا فرمائی۔

مالِ غنیمت اور اُسکی تقسیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسبِ عادت شریف فتح کے بعد تین روز تک مقامِ بدر پر ہی ٹھہرے۔ تیسرے روز بدر سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی فرمائی۔ مشرکین سے حاصل شدہ مالِ غنیمت حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا۔ جب یہ قافلہ جاں نثاران حضور پرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرِ کمان مقامِ صفراء میں پہنچا تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارا مالِ غنیمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں تقسیم فرمادیا۔ تقسیم سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان کچھ رائے کا اختلاف پیدا ہوگیا۔ جوانوں کا دعوٰی تھا کہ مالِ غنیمت میں ہمارا ہی حق ہے کیونکہ ہم نے مشرکوں کو قتل کیا ہے۔ بوڑھے لوگ تو جھنڈوں کے نیچے ہی رہے اور انہوں نے قتال و جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ بوڑھے لوگوں کا یہ دعوٰی تھا کہ ہم بھی مالِ غنیمت میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ یہ فتح ہماری پشت پناہی کی وجہ سے ہوئی۔ اگر خدانخواستہ تم کو شکست ہوجاتی تو پھر تم ہماری ہی پناہ لیتے ایک جماعت کا یہ دعوٰی تھا کہ مالِ غنیمت میں ہمارا حق ہے کیونکہ ہم دورانِ جنگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کررہے تھے۔ اسی موقع پر قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی۔ سورۃ الانفال آیت 1۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

ترجمہ: ''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مالِ غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں فرمادیں کہ مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو''۔

یعنی مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نائب ہیں جس طرح مناسب فرمائیں تقسیم کردیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اپنی اس مختلف الرائے پر پشیمان ہوئے۔ اسکے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ صفراء پر تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم فرمادیا۔

(از تفسیر قرطبی جلد 7 صفحہ 367، البدایۃ والنہایۃ جلد 3 صفحہ 301)

مالِ غنیمت تقسیم فرماتے وقت حضور پُرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی برابر حصہ دیا جو بظاہر تو غزوہ بدر میں شریک نہ تھے لیکن حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر دوسرے کاموں کی تکمیل کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسمائے گرامی ونوعیت کام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوسُفیان کے قافلہ کی خبر کے لئے روانہ فرمایا۔

2: حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو مقامِ عالیہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا۔

3: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ علیل تھیں کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں ہی ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔

4: حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو مقام روحا مدینہ منورہ میں دیکھ بھال وانتظام کے لئے رہنے کا حکم دیا۔

5: حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام کی غرض سے بنی عمرو بن عوف کی طرف بھیجا۔

6: حضرت حارث بن الصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوٹ لگنے کی وجہ سے روحاء کے مقام سے مدینہ واپس بھیج دیئے گئے۔ سریہ بیئر معونہ (نجد) 4ھ میں شہادت پائی

7: حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام صفراء پر پاؤں پر پتھر لگنے کی وجہ سے مدینہ واپس بھیج دیئے گئے۔ المتوفی 40 ہجری مدینہ منورہ

ان کو بھی مالِ غنیمت میں سے برابر حصہ عنایت فرمایا گیا گو یہ دونوں اصحاب غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے۔

8: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو مدینہ منورہ سے ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی اطلاع لانے کے لئے روانہ کیا تھا مذکورہ بالا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اصحابِ بدر میں شامل فرمایا۔ (واللہ اعلم)

(از: ابن الاثیر جلد 2، صفحہ 15، البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 301)

اسیرانِ بدر سے سلوک

حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر اسیرانِ بدر کو دو، دو، چار، چار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں تقسیم کر دیئے۔ اور تاکید فرمائی کہ ان اسیران سے نہایت ہی نیک سلوک کیا جائے انکو آرام سے رکھا جائے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی جائے۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ پہلی رات تمام قیدی مسجد نبوی علیہ السلام میں رکھے گئے۔ غزوہ بدر کے قیدیوں سے حسن سلوک بے مثال ہے۔

(از: طبرانی)

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں ابوعزیز بن عمیر بھی تھے جو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں جن انصار کے گھر میں قید تھا ان کا یہ حال تھا کہ صبح وشام جب کھانا لاتے تو پورا کھانا میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں کھاتے۔ مجھے سخت شرم آتی۔ بار بار اصرار کرتا کہ آپ لوگ بھی روٹی کھائیں لیکن وہ نہ مانتے اور روٹی کو ہاتھ بھی نہ لگاتے اور ہمیشہ ان کا ایک ہی جواب ہوتا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

(از: طبری صفحہ 1338، سیرت ابن ہشام، غزوہ بدر، مجمع الزوائد جلد 6 صفحہ 86)

جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم ہوا کہ ان کے لئے کپڑوں کا بندوبست کریں اس طرح انکو کپڑے دلوائے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ دراز قد تھے۔ کسی صحابی کا کرتہ (قمیض) ان کے بدن پر ٹھیک نہ آتا تھا۔ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم قد تھا اس نے اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔ عبداللہ بن ابی جب مرا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اپنے کرتے کا کفن دیا وہ اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

(از: صحیح بخاری شریف صفحہ 422)

مدینہ منورہ پہنچ کر چند روز آرام فرمانے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا

کہ اسیرانِ بدر کے ساتھ کیا کرنا چاہئیے ۔ آیا ان لوگوں سے فدیہ وصول کیا جائے یا انکو قتل کر دیا جائے ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ان لوگوں کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم اور قبیلہ سے ہیں قتل نہ کیا جائے ۔ بلکہ ان سے فدیہ وصول کرنے کے بعد آزاد کر دیا جائے شاید اللہ کریم انکو توبہ کی توفیق عطا کرے اور یہ لوگ اسلام لے آئیں ۔ اور پھر یہی لوگ کفار کے مقابلہ میں ہمارے معین و مددگار ثابت ہوں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔

(از: صحیح مسلم باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم)

پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 70 حدیثیں مروی ہیں) سے مشورہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا مشورہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کو قتل کریں مجھے اجازت دیں میں فلاں عزیز کی گردن ماروں اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیں کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تمام کر دیں یہ اس لئے کہ یہ لوگ کُفر کے پیشوا اور سردار ہیں ۔

(از: صحیح مسلم روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترمذی جلد 2 صفحہ 124)

(کتاب التفسیر جلد 1 صفحہ 204، مستدرک جلد 3 صفحہ 210)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو آگ میں جلانے کا مشورہ دیا۔

(روایت از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (یہ روایت مسند احمد، جامع ترمذی و مستدرک میں موجود ہے)

ترمذی نے اس روایت کو حسن اور حاکم نے صحیح بتلایا ہے۔

(درمنثور جلد 3، صفحہ 201)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو نرم کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سیسہ سے زیادہ نرم ہو جاتے ہیں ۔ بعض لوگوں کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے کہ وہ پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں ۔ اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرا حال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا ہے جنہوں نے کہا تھا:

فَمَنِ اتبعَنِی فَاِنَّہُ وَ مَنْ عَصَانِی فَاِنَّکَ غَفُوْر'' رَّحِیم.

اوراے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرا حال حضرت نوح علیہ السلام جیسا ہے جنہوں نے فرمایا تھا۔

(ترجمہ دعا حضرت نوح علیہ السلام)

''اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو اگر تو انکو چھوڑ دے گا تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور یہ لوگ کفر اور بدکاری کرنے والوں کے علاوہ کسی کو نہیں جینے دیں گے۔''

(سورۂ نوح آیت 27)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور اسیرانِ بدر کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے روایت کی گئی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مشورہ فرما رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کو یہ اختیار دے دیں کہ وہ فدیہ کو اختیار کریں چاہے قتل کو۔

(از البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 298)

اسی سلسلے میں سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں۔ کہ باہمی مشورہ ہورہا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم کا حکم ہے کہ اسیرانِ بدر کے بارے میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اختیار دے دیں کہ اگر وہ فدیہ لینا چاہتے ہیں تو انہیں اختیار ہے اور اگر وہ قتل کرنا چاہتے ہیں تب بھی انہیں اختیار ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آئندہ سال تم میں سے اتنے صحابہ یعنی ستر (70) ہی قتل کیے جائیں گے۔

(روایت ترمذی، نسائی، ابن حبان، الحاکم از فتح الباری جلد 7 صفحہ 249، روضۃ الاحباب)

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیرانِ بدر کو فدیہ لے کر آزاد کردیں ہوسکتا ہے ایسا کرنے سے ہمیں دیگر کفار کے مقابلہ میں اچھے ساتھی مل جائیں اور آئندہ سال خداوند تعالیٰ جس کو چاہے ہم میں سے شہادت کا رتبہ عطا فرمائے۔ چنانچہ اگلے سال غزوۂ اُحد میں

ستّر (70) مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

یہ حدیث المصنف از عبدالرزاق و روایت ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(از: درمنشور جلد 3 صفحہ 202، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 14، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 174)

جس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین فدیہ لینے میں مشغول تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام حکمِ خداوندی لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ آیت مُبارکہ نازل ہوئی۔ سورۃ الانفال آیت 67، 68۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ
يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ
الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾
لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ
لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾

ترجمہ: ''کسی پیغمبر کے یہ لائق نہیں ہے کہ اسکے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ انکو قتل کرے اور زمین میں خوب ان کا خون بہائے۔ تم (مومنین) دنیا کا مال و متاع (فدیہ) لینا چاہتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ غالب وحکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا اس چیز کے بارے میں اے مسلمانو جو تم لے چکے ہو تو ضرور تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔''

اس آیہ مبارکہ کے نزول کے فوراً بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضور پُر نور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو رہے ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ قربان ہوں کس وجہ سے رو رہے ہیں مجھے بھی بتائیں تا کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر روؤں اور اگر مجھے رونا نہ آئے تو کم از کم رونے والی شکل ضرور بنالوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''میں اپنے ساتھیوں پر روتا ہوں جنہوں نے فدیہ لینا قبول کیا۔ میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا ہے۔ جو اس درخت سے بھی قریب ہے'' پھر اس درخت کی طرف

اشارہ فرمایا جواس جگہ سے قریب تر تھا۔

(از: صحیح مسلم جلد2 صفحہ 93)

روایت میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر عذاب بھیجا جاتا تو اس سے حضرت عمر فاروق وحضرت سعد بن معاذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے علاوہ کوئی محفوظ نہ رہتا کیونکہ یہ دونوں فدیہ لینے کے حق میں نہیں تھے''۔

(از: زرقانی جلد1 صفحہ 442)

اس سلسلے میں علماء فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس لئے فدیہ لینا اختیار کیا کیونکہ وہ اسیرانِ بدر سے بڑی رغبت رکھتے تھے کہ شاید یہ مسلمان ہو جائیں۔ دوسرا صحابہ کی یہ دلی خواہش تھی کہ آئندہ ان کو شہادت کا مرتبہ مل جائے۔ (واللہ اعلم) اس مقام پر یہ آیت نازل ہوئی:۔ سورۃ الانفال آیت 68۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ
لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: ''یعنی اگر پہلے سے یہی حکمِ الٰہی نہ ہو چکا ہوتا جو کہ لوحِ محفوظ پر موجود ہے تو بہر حال فدیہ لینے پر تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا''

علمائے فرماتے ہیں کہ یہ فدیہ آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتہاد سے لیا تھا۔ ایسا کرنے میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلہ رحمی اور رحمدلی کا جذبہ کارفرما تھا تاکہ فدیہ لے کر دوسروں کو مالی فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی نفع پہنچانے کا تصور جودوکرم ہے جبکہ اپنے لئے مالی فائدہ حاصل کرنا ناپسندیدہ ہے۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض احکام میں اجتہادات تھے۔ جیسے کہ اس حکم کی تحریم میں عذاب فقط دکھلایا گیا تھا۔ اتارانہیں گیا تھا کیونکہ فقط تنبیہہ مقصود تھی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو قتل اور فدیہ کا حق اختیار کرنے کی اجازت دے دی گئی تو پھر یہ امر عذاب کا باعث کیوں ہوا۔ اور تخییر اسکے منافی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تخییر بر سبیل امتحان تھا جیسا کہ عورتوں کے بارے میں آنحضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تخییر تھا۔

القرآن سورۃ الاحزاب آیات 28، 29۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی عورتوں سے یہ فرما دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو مال دے کر مناسب طرح سے رخصت کر دوں اور اگر اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے عالمِ آخرت میں تم سے جو نیکوکار ہیں ان کیلئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

ان آیات میں یہ اختیار دیا گیا تھا کہ آیا وہ اس چیز کو اختیار کرتی ہیں جس میں اللہ کی رضا ہے یا کہ وہ چیز اختیار کرتی ہیں جس میں نفس کی خواہش شامل ہے۔ لیکن جب انہوں نے نفس کے میلان والی چیز کو اختیار کیا تو وہ زیرِ عتاب آئیں۔ گویا اس آیت میں حقیقی اعتبار سے اختیار نہیں دیا گیا تھا بلکہ امتحان و آزمائش لینا مقصود تھا۔ اس طرح ہاروت ماروت کا مقامِ بابل پر اتارا جانا محض امتحان تھا نا کہ جادو وغیرہ کا سیکھنا۔ یاد رہے اس مقام پر اسیرانِ بدر کے بارے میں فیصلہ کا اختیار نہیں بلکہ امتحان مقصود تھا۔

اسیرانِ بدر کو فدیہ دے کر چھوڑ دینا اصل میں اللہ کے حکم سے ہی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ النجم آیات 3، 4۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾

ترجمہ: ''اور وہ (نبی) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر جو وحی انہیں کی جاتی ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ حضور نورِ مجسم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جو اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ آیت کے نزول کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی گئی۔ مذکورہ تشریح سے قاری کے ذہن میں آنے والا ہر سوال اور شک وشبہ دور ہو جاتا ہے۔

اسیرانِ بدر سے حیثیت کے مطابق فدیہ وصول کیا گیا جو کہ ایک ہزار درہم سے لے کر چار ہزار درہم تک

تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کیا اور رہائی حاصل کی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ دولت مند تھے اس لئے ان سے زیادہ رقم بطور فدیہ وصول کی گئی۔

(از: صحیح بخاری جلد 1۔ کتاب المغازی)

اس سلسلے میں قرآنِ کریم میں آیت نازل ہوئی۔ سورۃ الانفال آیت 38۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہوگزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا اور اگر پھر وہی کریں تو اگلوں کا دستور گزر چکا ہے (کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے اور اپنے انبیاء اور اولیاء کی مدد فرماتا ہے)۔

جو لوگ نادار و غریب تھے اور فدیہ ادا نہیں کر سکتے انکو بغیر فدیہ لئے آزاد کر دیا گیا۔ اسیرانِ بدر میں سے جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط ٹھہری کہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔ ان کا یہی فدیہ ہوگا اور اسکے بعد وہ آزاد ہیں۔

(از: مسند ابن حنبل جلد 1 صفحہ 200)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے انہوں نے اسی طرح لکھنا پڑھنا سیکھا۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 14، سیرۃ ابن ہشام، زرقانی جلد 1 صفحہ 442)

ابوالعاص جو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تھے اسیرانِ بدر میں شامل تھے ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی۔ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ ابوالعاص کو مکہ میں پیغام بھیجا کہ اپنے شوہر کا فدیہ ادا کرنے کیلئے رقم بھیج دیں۔ انہوں نے اپنے نکاح میں ملنے والا جہیز کا وہ ہار جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انکو دیا تھا۔ فدیہ کے طور پر بھیج دیا۔

حضورِ انور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو پچیس برس پرانا محبت انگیز واقعہ یاد آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے اختیار رو پڑے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ ''تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو

ماں کی یادگار نشانی واپس کر دوں''۔ سب صحابہ نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اس طرح وہ ہار واپس کر دیا گیا اور ابوالعاص کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا گیا۔

(از: تاریخ طبری صفحہ 1338 وابوداؤد)

اسیرانِ بدر میں ابوعزہ، عمرو بن عبد اللہ بن عثمان نہایت غریب تھے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اپنی حالت بیان کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انکو اس شرط پر کہ آئندہ کبھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔ رہا کر دیا۔ ابوعزہ نے بھی یہ شرط منظور کر لی اس نے چند شعر حضور پرنور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کہے۔ لیکن اسلام کی دولت سے محروم رہا اور آخر غزوہ اُحد میں کفر کی حالت میں مرا اسی طرح مطلب بن حنطب اور صیفی بن ابی رفاعہ وغیرہ بھی غربت کے باعث فدیہ کے بغیر آزاد کر دیئے گئے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 31)

اسیرانِ بدر میں نوفل بن حارث بھی تھے۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فدیہ طلب کیا تو انہوں نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں کہ میں فدیہ دے سکوں یہ سن کر حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''وہ نیزے کہاں ہیں جو تم جدّہ میں چھوڑ آئے ہو'' یہ سن کو نوفل بن حارث نے کہا خدا کی قسم میرے سوا ان نیزوں کا کسی کو علم نہ تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ بعد میں نوفل نے وہ نیزے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ فدیہ میں دیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نوفل اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا اور زمانہ جاہلیت میں بھی دونوں آپس میں دوست تھے اور تجارت میں شریک تھے۔

(از: مستدرک ترجمہ نوفل بن حارث)

اسیرانِ بدر میں سردارِ قریش ابوسفیان بن حرب کا بیٹا عمرو بھی تھا۔ جب ابوسفیان سے اہلِ قریش نے کہا کہ جس طرح دوسرے لوگ اپنے عزیز واقارب کا فدیہ ادا کرنے کے بعد ان کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کروا رہے ہیں تم بھی اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کر دو تا کہ وہ آزاد ہو سکے۔ جواب میں ابوسفیان نے کہا کہ ایسا کیونکر ممکن ہے کہ ایک تو میرا آدمی بھی مارا جائے اور دوسرا میں فدیہ بھی ادا کروں۔ ابوسفیان کا دوسرا بیٹا حنظلہ لشکرِ مشرکین کے ہمراہ غزوہ بدر میں شریک تھا اور دورانِ جنگ وہ مارا گیا تھا۔ ابوسفیان نے کہا میں اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ہرگز ادا نہیں کروں گا۔ مسلمان

جب تک چاہیں اسکو قید رکھیں۔ ان دنوں حضرت سعد بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ ابوسفیان کو جب انکی آمد کا علم ہوا تو اس نے حضرت سعد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بیٹے کے عوض میں گرفتار کرلیا۔ اس واقعہ کا علم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوا تو آپ نے انصار کی سفارش پر عمرو کو ابوسفیان کے حوالے کرنے کے بعد حضرت سعد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھڑالیا۔

(از: ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 27)

غزوۂ بدر کی خبر کا مکّہ پہنچنا اور قُریش کا ردِّ عمل

غزوۂ بدر میں قریش کی عبرت ناک شکست کی خبر حیسمان بن ایاس خزاعی کے ذریعے پہنچی جبکہ بعض اہل سیر کے مطابق سب سے پہلے خبر پہنچانے والے ابن عبد عمرو تھے۔ اس خبر کو سنتے ہی گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ شکست کی اس خبر نے تمام شہر میں تہلکہ مچادیا۔

(از: کامل ابن اثیر۔ غزوہ بدر)

لوگوں نے حیسمان خزاعی سے پوچھا کہ بتاؤ جنگِ بدر کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا کہ مارا گیا عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود اور بنیہ اور منبہ پسرانِ حجاج اور دیگر فلاں فلاں سردارانِ قریش۔ اس وقت صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھا ہوا تھا یہ خبر سن کر کہنے لگا معلوم ہوتا ہے یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے اس سے پوچھو کہ صفوان بن امیہ کہاں ہے تا کہ اس کا امتحان ہو سکے جب اس سے صفوان کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا جس شخص نے میرا امتحان لینے کو کہا ہے اور حطیم میں بیٹھا ہے یہی صفوان بن امیہ ہے۔ جنگِ بدر میں اسکے باپ اور بھائی کو میں نے اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھا ہے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام)

ابوسفیان بن حارث سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ حضور انور علیہ السلام اور ابوسفیان بن حارث کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا تھا۔ فتح مکہ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ابوسفیان بن حارث بھی غزوۂ بدر میں کفار مکہ کے لشکر میں شامل تھے۔ جنگ کے بعد بھاگ کر مکہ واپس پہنچ گئے۔ ابوسفیان کو آتا دیکھ کر ابولہب نے اپنے پاس بٹھایا اور بدر کا حال دریافت کیا۔ ابوسفیان بن حارث نے جواب دیا خدا کی قسم ہمارا ایک قوم سے مقابلہ ہوا ہم نے اپنے کندھے ان لوگوں کے حوالے کئے وہ جس طرح چاہتے ہم پر

ہتھیار استعمال کرتے۔ جس طرح چاہتے تھے قید کر لیتے تھے۔ خدا کی قسم وہ سفید ابلق گھوڑوں پر سوار آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہمارے مقابلے پر تھے۔ خدا کی قسم وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتے تھے۔ اور نہ ہی کوئی چیز ان کے سامنے ٹھہرتی تھی۔

ابورافع بولے خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔ اس جواب پر ابولہب نے ابورافع کے تھپڑ مارا اسکے سینے پر سوار ہو گیا۔ اسی اثناء میں اُم فضل اٹھیں اور انہوں نے ایک لکڑی اٹھا کر ابولہب کے سر پر ماری۔ جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ اُم فضل نے کہا کہ ابورافع کا آقا عباس یہاں موجود نہیں اس لئے اے ابولہب تجھے اتنی جرأت ہوئی۔

ایک ہفتہ کے بعد ابولہب ایک طاعونی پھوڑے میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اور اسکی لاش سے اسقدر بدبو آ رہی تھی کہ آخر اسکے بیٹوں نے لاٹھیوں کی مدد سے ایک گڑھا کھدوا کر اس لاش کو دبا دیا۔

(از: السیوطی، ابونعیم 12، خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 207)

روایت میں آتا ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اس مقام سے گزرتیں جہاں ابولہب کو دبایا گیا تھا تو اپنے چہرہ مبارک کو کپڑے سے اچھی طرح ڈھانپ لیا کرتیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کرتی تھیں۔ کیونکہ جب حضور پرنور نبی کریم علیہ السلام کا اس مقام سے گزر ہوا جہاں قوم ثمود پر عذاب آیا تھا تو اپنا چہرہ مبارک کپڑے سے چھپا کر سواری کو تیز کر کے اس مقام سے گزرے تھے۔

(از: البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 309، زرقانی جلد 1 صفحہ 252)

شکست کی خبر سن کر اہل مکہ نے اپنے گھروں میں نوحہ زاری شروع کر دی کچھ دنوں کے بعد قریش کے سرداروں کی طرف سے منادی کرادی گئی کہ کوئی مرد وزن مقتولین کے لئے نوحہ زاری نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہمارے اس فعل کی مسلمانوں کو خبر ہو گئی تو وہ بہت خوش ہوں گے۔ غزوہ بدر میں اسود بن عبد یغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ مارے گئے۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ ان کے غم میں روئے لیکن ممانعت اور قومی عزت کے خیال سے رو نہیں سکتا تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی خود تو بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ فوراً اپنے غلام کو باہر بھیجا کہ جا کر پتہ کرو رونے کی اجازت مل گئی ہے اس کا غلام باہر گیا اور خبر لے کر آیا کہ رونے کی اجازت تو نہیں ملی البتہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس لئے وہ رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ اشعار نکلے جن کا ترجمہ یوں ہے:

''اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے اور اسکو نیند نہیں آتی۔ اونٹ پر مت رو، بدر پر آنسو بہا جہاں قسمت نے کمی

کی ہے۔اے عورت تجھے رونا ہے تو عقیل پر رو، حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔''

عمیر بن وہب کا واقعہ

عمیر بن وہب قریش کے با اثر سرداروں میں سے تھا۔اسلام دشمنی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔غزوۂ بدر کی شکست اور سرداران قریش کا مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جانا اسکے لئے سخت ناگوار اور باعث تکلیف تھا۔ایک دن عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے ہوئے مصروفِ گفتگو تھے۔صفوان بن امیہ نے کہا مقتولین بدر کی خبر سننے کے بعد اب زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہا۔عمیر بن وہب نے جواباً کہا سچ کہتے ہو خدا کی قسم سرداران مکہ کے قتل کے بعد زندگی کا حقیقی مزہ ہی جاتا رہا ہے۔اگر مجھے اپنے بال بچوں کی پرورش اور اس قرض کا خیال نہ ہو جو میرے ذمہ واجب الادا ہے تو میں ابھی جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) قتل کر آتا۔صفوان بن امیہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا اے عمیر تیرا قرض اور بال بچوں کی پرورش میرے ذمہ رہی تو جا اور یہ کام سرانجام دے۔عمیر بن وہب اسی وقت اٹھا گھر گیا اور اپنی تلوار کو زہر میں بجھا کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔دل میں یہ ارادہ بھی تھا کہ اپنے بیٹے کو بھی مسلمانوں کی قید سے آزاد کروالوں گا۔عمیر بن وہب مدینہ منورہ پہنچا اور اپنے اونٹ سے مسجدِ نبوی کے دروازے پر اترا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے تیور دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ کسی نیک ارادے سے نہیں آیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو گلے سے پکڑا اور سیدھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔حضور انور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔''اے عمر اسکو چھوڑ دو''۔پھر عمیر بن وہب سے پوچھا تم یہاں کیسے آئے ہو۔کہنے لگا اپنے بیٹے کو چھڑانا چاہتا ہوں۔سرکار نے فرمایا''تو پھر یہ تلوار گلے میں کیوں حمائل ہے۔آخر تلواریں بدر میں کس کام آئیں تھیں''۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''سچ کہو کس ارادے سے آئے ہو۔کیا تم نے اور صفوان بن امیہ نے مکہ میں مقام حطیم میں بیٹھ کر میرے قتل کا منصوبہ نہیں بنایا تھا۔اور اسی منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہاں آئے ہو اور پھر صفوان بن امیہ نے مکہ میں تیرا قرض ادا کرنے اور تیرے بال بچوں کی پرورش کا ذمہ نہیں اٹھایا''۔یہ سن کر عمیر بن وہب نے کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔کیوں کہ اس منصوبے

کا میرے اور صفوان بن امیہ کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔ پس اللہ نے آپ کو خبر دی۔ پس میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا۔"

رازکاافشاء

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَلْ قَعَدْتَ اَنْتَ وَ صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ فِى الْحِجرِ فَذَكَر تُمَا اَصْحَابَ الْقَلِيبِ مِن قُرَيْشٍ ثُمَّ قُلتَ لَوْلاَ دِين" عَلىَّ وَعَيَال" عِندِى لَخَرَجْتُ حَتّٰى اَقْتُل مُحَمَّدًا فَتَحَمَل لَکَ صَفْوَانَ بِدَينِکَ وَ عَيَالِکَ عَلٰى اَن تَقْتُلَنِى لَهُ وَ اللّٰهُ حَائِل" بَينِکَ وَ بَينَ ذَالِکَ

ترجمہ: "کیوں نہیں؟ تم صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھے تھے اور تم دونوں نے قریش کے گڑھے میں پڑے ہوئے لوگوں کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد تم نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے پاس بال بچے نہ ہوتے تو میں نکلتا تا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ سلم) کو قتل کروں صفوان بن امیہ نے تمہارے قرض اور تمہارے بچوں کا بار اپنے ذمے لے لیا، اس شرط پر کہ تم اس کی خاطر مجھے قتل کر دو حالانکہ میرے اور تمہارے اس ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ حائل ہے۔ تم اپنا یہ ارادہ پورا نہیں کر سکتے"۔

تاریخ طبری وابوداؤد، معجم طبرانی، دلائل النبوت بیہقی، دلائل النبوت ابی نعیم میں مذکورہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 208)

اسکے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مخاطب ہو کر فرمایا "اپنے اس بھائی کو دین کی تعلیم دو اور قرآن کریم پڑھاؤ" اور فرمایا "اسکے قیدی کو بھی چھوڑ دو" یوں چند روز مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کے بعد حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اللہ کے نور کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اہلِ ایمان کو اپنی پوری ہمت و طاقت سے جس قدر تنگ کر سکتا تھا کیا۔ اب میری گذارش ہے کہ مجھے اجازت دیں تا کہ میں مکہ جا کر لوگوں کو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلاؤں ان لوگوں کو اتنی ہی طاقت و ہمت سے جتنی طاقت و ہمت اسلام دشمنی کے لئے خرچ کی تھی۔ اسلام کی دعوت دوں تا کہ اللہ کریم ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ حضور اکرم رسول کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ ادھر مکہ میں صفوان بن امیہ لوگوں کو بتاتا پھرتا تھا کہ عنقریب تمہیں وہ خبر سناؤں گا جو جنگ بدر کا غم بھلا دے گی۔ اس سلسلے میں مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والے ہر مسافر سے عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھتا رہتا تھا۔ پھر ایک دن اسے خبر ملی کہ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں یہ خبر سن کر صفوان بن امیہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ طیش میں آکر کہنے لگا خدا کی قسم میں عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ کوئی نفع پہنچاؤں گا اور نہ ہی ان سے بات کروں گا۔

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر مکہ پہنچے اور دن رات اسلام کی تبلیغ کیلئے وقف کر دیئے آپ کی کوشش سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ قبولِ اسلام سے پہلے جس شدت کے ساتھ وہ اسلام کے دشمن تھے اب اُسی شدت سے دشمنانِ اسلام کے دشمن تھے۔

فضائل اصحاب بدر

صحابہ کرامِ بدر کی شان وفضائل قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کئی مقامات پر مذکور ہیں۔ ان صحابہ کی شان قدر ومنزلت اللہ کریم کے ہاں بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔ یوم بدر اصل میں یوم فرقان تھا۔ کیونکہ اس دن کفر اور اسلام میں فرق بالکل عیاں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کمزوری اور ضعف کے بعد مسلمانوں کو تقویت عطا فرمائی۔ اور اس نعمت کا ذکر قرآن کریم میں یوں فرمایا۔ سورۃ آل عمران آیت 123۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ
اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: "اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔ تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو"۔

غزوہ بدر کو دیگر غزوات پر جو امتیازات وخصوصیات حاصل ہیں۔ ان میں ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم فرقان حمید میں ایک سورت ہی اس غزوہ کے بارے میں نازل فرمائی ہے۔ جس میں فضائل صحابہ کے علاوہ دیگر مسائل بدر کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اور یہ بات اہل علم حضرات سے مخفی نہیں کہ جس واقعہ کی شان اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں بیان کر رہا ہو اسکے متعلق انسانی ذہن وعلم بیچارہ کہاں تک لکھ سکتا ہے۔

فضائل بدر ودیگر مسائل بدر کو کماحقہ جاننے کے لیے سورۃ انفال سے مراجعت کریں۔

فضائل بدر کے سلسلے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات احادیث کی شکل میں موجود ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

فَقَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ اِلیٰ اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَ جَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُم فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَ قَالَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

ترجمہ حدیث شریف:" تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا ہے جو چاہے کرو تمہارے لیے جنت واجب ہوچکی ہے"۔

(از: بخاری شریف باب قتل شہداء بدر)

آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی بدری صحابی ہونا ایک خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا ہے۔جیسا کہ ہم پہلے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برچھی کا واقعہ قلم بند کرچکے ہیں۔ یہ برچھی یادگار کے طور پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہی بعد میں خلفا راشدین کے پاس رہی اور آخر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ جب حجاج بن یوسف نے انہیں (72ھ) شہید کیا۔

اسی طرح دوسری حدیث میں ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ترجمہ حدیث شریف: "جو شخص بدر میں حاضر تھا وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا۔"

(یہ حدیث مسند احمد میں شرط مسلم پر موجود ہے)

مذکور ہے ایک روز جبریل علیہ السلام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اہل بدر کو کیا مرتبہ دیتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مسلمانوں میں انکو افضل ترین شمار کرتے ہیں''۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ہم بھی غزوہ بدر میں حصہ لینے والے فرشتوں کو تمام ملائکہ سے افضل ترین سمجھتے ہیں۔

(از: صحیح بخاری باب شہود الملائکہ بدر)

علما کرام وصاحب سیر بیان کرتے ہیں کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں قریش پر غالب آئے اسی دن رومی اہل فارس پر غالب آئے اور رومیوں کے اس غلبہ نے مسلمانوں کو مزید تقویت اور شادمانی

بخشی۔

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 177)

اہل بدر کے توسل سے جو دعا مانگی جائے وہ خداوند کریم کے فضل وکرم سے مستجاب ہوتی ہے بارہا اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے جیسا کہ مشائخ کا تجزیہ ہے۔

(از: علامہ ددانی رحمۃ اللہ علیہ، زرقانی جلد 1 صفحہ 409)

اصحاب بدر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسمائے گرامی

علماء آئمہ، حدیث وعلماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں اہل بدر حضرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسمائے گرامی کا ذکر خاص اہتمام سے کیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری شریف میں اپنی شرائط کے مطابق حروف تہجی کے اعتبار سے چوالیس (44) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ناموں کا اندراج کیا ہے۔ باقی کتب سیر علماء ومحققین کی تصانیف سے جس قدر اسمائے گرامی دستیاب ہو سکے ہیں ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ یوں 313 اسمائے گرامی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 253)

فخر موجودات، تاجدار عرب وعجم، سید المہاجرین سید المرسلین، ختم الرسل، امام البدر
آقائے دوجہاں فخر کون ومکاں امام الانبیاء سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسمائے گرامی اصحاب بدر

اسمائے گرامی مہاجر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

1. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عتیق بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم)
2. حضرت ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی)

3. حضرت ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس)
4. حضرت ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالمطلب بن ہاشم)
5. حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ہاشم)
6. حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس الکلبی ۔جن پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انعام فرمایا تھا)
7. حضرت ابوالفضہ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
8. حضرت ابوکبشہ فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزادکردہ)
9. حضرت ابومرثد کناز بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن یر جوع بن عمرو بن یر بوع بن جرشہ بن سعد بن سعد ظریف بن جلان بن غنم بن غنی بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان)
10. حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیف ۔ ابومرثد بن کناز کا بیٹا)
11. حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالمطلب بن ہاشم)
12. حضرت طفیل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالمطلب بن ہاشم)
13. حضرت حصین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالمطلب بن ہاشم)
14. حضرت مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عباد بن المطلب)
15. حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد شمس ۔بنی شمس میں سے)
16. حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17. حضرت صبیح مولیٰ ابی العاص امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
18. حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد)
19. حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد)
20. حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد)

21. حضرت عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی)
22. حضرت یزید بن رقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد)
23. حضرت ابوسنان بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی)
24. حضرت سنان بن ابی سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوسنان بن محصن کے بیٹے)
25. حضرت مجذر بن نفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یا محرز بن نفلہ بن عبداللہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد)
26. حضرت ربیعہ بن اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سبجرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد)
27. حضرت ثقف بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی کبیر بن غنم بن دودان بن اسد میں سے)
28. حضرت مالک بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ثقف کے بھائی)
29. حضرت مدلج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ثقف کے بھائی)
30. حضرت سوید بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی طی میں سے تھے)
31. حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن الحارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان)
32. حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب القرشی الاسدی)
33. حضرت خباب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
34. حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن لخم میں سے تھے)
35. حضرت سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی کلب میں سے تھے)
36. حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بنی قصیٰ)
37. حضرت سویبط بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حریملہ بن مالک بن عمیلہ بن السباق بن عبدالدار)
38. حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ)
39. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن اہیب بن عبدمناف بن زہرہ)
40. حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی)

41. حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرو بن عمرو بن سعد بن زہیر بن ثور بن ثعلبہ بن مالک بن الشرید بن فالیش بن دریم بن القین)
42. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الحارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم)
43. حضرت مسعود بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن سعد بن عبد العزیٰ بن حمالہ بن غالب بن محلّم بن عایدہ)
44. حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن فضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن افضی بن حارثہ بن عمرو)
45. حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی تمیم میں سے تھے)
46. حضرت بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ۔ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم، مؤذن اول۔ مزار دمشق میں ہے المتوفی 20ھ)
47. حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام)
48. حضرت خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا)
49. حضرت عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
50. حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا)
51. حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نمر بن قاسط میں سے۔ نمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد)
52. حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن اسحاق نے کہا سعد بن خولہ یمن کے تھے)
53. حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی)

54. حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب۔ حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ابو سفیان کے قافلے کی خبر لانے کے لیے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدر سے واپس ہونے کے بعد شام سے آئے اور آپ علیہ السلام سے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غنیمت بدر میں سے حصہ عنایت فرمایا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی اجر ملے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا! ہاں اجر بھی)

55. حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ہلال بن اہیب بن جبہ بن الحارث بن الفہر القرشی)

56. حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم)

57. حضرت عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح)

58. حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

59. حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الشرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم)

60. حضرت سائب بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عثمان بن مظعون کے بیٹے)

61. حضرت سہیل بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ربیعہ بن بلال بن ابی اہیب)

62. حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عبد مناف بن اسد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم)

63. حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عنسی مذحج کی شاخ میں سے تھے) بن عامر بن مالک بن کنانہ العنسی القحطانی

64. حضرت قدامۃ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی)

65. حضرت عبد اللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی)

66. حضرت صفوان بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ربیعہ بن ہلال بن ابی اہیب)

67. حضرت معتب بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عامر بن فضل بن عفیف بن کلیب بن حبشہ بن سلول بن کعب بن عمرو)

68. حضرت معمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح)

69. حضرت عمرو بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ربیعہ بن ہلال، چچازاد بھائی حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

70. حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے)

71. حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن عدی بن سہم)

72. حضرت وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن جذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی)

73. حضرت مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یمن والوں میں سے۔ بدر کے پہلے شہید۔ بنی عک بن عدنان سے تھے)

74. حضرت ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن نصر)

75. حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی)

76. حضرت عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن المعتمر بن انس بن اذاۃ بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی)

77. حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک)

78. حضرت عیاض بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر قرشی المتوفی 30ھ)

79. حضرت عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمرو بن سراقہ کے بھائی)

80. حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔ یہ اپنے باپ سہیل بن عمرو کے ساتھ قریش مکہ کے ساتھ نکلے تھے۔ جب لوگ بدر میں آکر اترے تو یہ (عبداللہ) بھاگ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے)۔

81. حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد مناف بن عیرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حظلہ بن مالک بن زید بن تمیم)
82. حضرت مالک بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
83. حضرت خولی بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوخولی بن عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل میں سے تھے)
84. حضرت عامر بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث)
85. حضرت عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی عدی بن کعب میں سے تھے)

عاقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ بدر میں شادت پائی۔ عاقل ۔ عامر۔ خالد اور ایاس رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن نمیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی لیثی۔ یہ چاروں بھائی حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے اور معاذ۔ معوذ اور عوف رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اخیافی بھائی تھے۔ ساتوں بھائی غزوہ بدر میں شریک تھے۔ سیرۃ نگار بیان کرتے ہیں کہ ان چاروں نے دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا اس طرح قدیم الاسلام ہوئے اور مدینہ کو ہجرت کی۔

اسمائے گرامی

انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

1. حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان بن امراء القیس بن زید بن عبد الاشہل قبیلہ اوس)
2. حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان)
3. حضرت مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عامر بن عدی بن خثم بن مجدعہ بن حارثہ)
4. حضرت حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان)
5. حضرت ابوعبس بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن زید بن خثم بن مجدعہ بن حارثہ)
6. حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمر بن عبید بن کلاب بن وہمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذیل بن ہنی بن بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ)

7. حضرت حارث بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رافع بن امراء القیس)
8. حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس۔اوس کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف میں سے)
9. حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن عبید بن عبدالاشہل میں سے)
10. حضرت معتب بن قیشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ملیل بن زید بن العطاف بن ضبیعہ)
11. حضرت سلمہ بن سلامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وقش زعبہ بن زعورا بنی عبدالاشہل میں سے)
12. حضرت عباد بن بشیر بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زعیہ بن زعوراء بنی عبدالاشہل میں سے)
13. حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن واہب بن الحکیم بن مجدعہ بن الحارث بن عمرو)
14. حضرت سلمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وقش بنی عبدالاشہل میں سے)
15. حضرت عمر بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی عمرو بن عوف بن اوس کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف میں سے تھے)
16. حضرت مبشر بن عبدالمنذ ررضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زنیر بن زید بن امیہ۔ بنی امیہ بن زید بن مالک میں سے تھے)
17. حضرت رافع بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن کرز بن سکن بن زعوراء۔بنی عبدالاشہل میں سے تھے)
18. حضرت رفاعۃ بن عبدالمنذ ررضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زنیر)
19. حضرت حارث بن خزامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عدی بن ابی بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن الخزرج)
20. حضرت سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن عمرو بن زید بن امیہ)
21. حضرت محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن الحارثہ بن الحارث)
22. حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی امیہ بن زید بن مالک میں سے تھے)
23. حضرت سلمۃ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حریش بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن الحارث)

24. حضرت رافع بن عنجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن ہشام نے کہا عنجدہ ان کی ماں تھی۔ یہ بنی بن زید بن مالک میں سے تھے)
25. حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی اوس کی شاخ بنی عبدالاشہل میں سے تھے)
26. حضرت عبید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
27. حضرت عبید بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی اوس کی شاخ عبدالاشہل میں سے تھے)
28. حضرت ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی امیہ بن زید بن مالک میں سے تھے)
29. حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اوس کی شاخ بنی عبدالاشہل میں سے تھے)
30. حضرت ابولبابۃ رفاعہ بن عبدالمنذ ررضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی امیہ بن زید بن مالک میں سے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ پر امیر مقرر فرمایا تھا) (بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔قبیلہ اوس)
31. حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن عامر بن سواد)
32. حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی امیہ بن زید بن مالک میں سے تھے)
33. حضرت عبید بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن سواد)
34. حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
35. حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الجد بن العجلان)
36. حضرت معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی عبد بن رزاح بن کعب میں سے)
37. حضرت انیس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ربیعہ بن خالد بن الحارث بن عبید۔بنی امیہ بن زید میں سے)
38. حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی بلی کی شاخ میں سے تھے)
39. حضرت نصر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد۔بنی عبد بن زراح بن کعب میں سے تھے)
40. حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الجد بن عجلان بن ضبیعہ)
41. حضرت ثابت بن اقرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان)
42. حضرت جبر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
43. حضرت عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن حارثہ بن عدی۔قبیلہ بلی)

44. حضرت مالک بن نمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
45. حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان)
46. حضرت نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
47. حضرت ربعی بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن حارثہ بن الجد بن العجلان)
48. حضرت خارجۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس۔خزرج میں سے تھے)
49. حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان بن امیہ بن البرک امراء القیس بن ثعلبہ)
50. حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس۔خزرج میں سے تھے)
51. حضرت عاصم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف میں سے تھے۔ بن ثابت بن النعمان بن امراء القیس بن ثعلبہ)
52. حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس۔ خزرج میں سے تھے)
53. حضرت ابوضیاح بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان بن امیہ بن امراء القیس بن ثعلبہ)
54. حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس۔خزرج میں سے تھے)
55. حضرت ابوحنہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ حضرت ابوضیاح بن ثابت کے بھائی تھے)
56. حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن خلاس بن زید۔خزرج میں سے تھے)
57. حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثابت بن النعمان بن امیہ بن امراء القیس بن ثعلبہ)
58. حضرت سماک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر بشیر بن سعد)
59. حضرت حارث بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن امیہ بن امرا القیس بن ثعلبہ)
60. حضرت سبیع بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عیشہ بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی۔خزرج میں سے تھے)

61. حضرت عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر سبیع)
62. حضرت عبداللہ بن عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی عدی بن کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج)
63. حضرت خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ثعلبہ بن عمرو بن عوف میں سے تھے)
64. حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عتبہ بن عمرو بن خدیج بن عامر بن جشم۔ خزرج میں سے تھے)
65. حضرت منذر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عقبہ بن احیحہ بن الجلاح بن الحریش بن جحجی ابن کلفہ)
66. حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدربہ بن زید۔ خزرج میں سے تھے)
67. حضرت حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر حضرت عبداللہ)
68. حضرت ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن تیجان بن عامر بن الحارث بن مالک بن عامر بن انیف بن جشم بن عبداللہ بن تیم بن اراش بن عامر بن عمیلہ بن قسمیل)
69. حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الحارث بن مالک بن کعب بن النحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم)
70. حضرت سفیان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن الحارث بن کعب بن زید۔ خزرج میں سے تھے)
71. حضرت منذر بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عرفجہ۔ بنی غنم بن السلم بن امراء القیس بن مالک میں سے تھے)
72. حضرت تمیم بن یعار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔ خزرج میں سے تھے)
73. حضرت مالک بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عرفجہ۔ حضرت منذر بن قدامہ کے بھائی تھے)
74. حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی حارثہ میں سے یعنی خزرج میں سے بن عدی بن امیہ بن جدارہ)
75. حضرت حارث بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت منذر بن قدامہ بن عرفجہ کے چچا تھے)
76. حضرت زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔ خزرج میں سے تھے)
77. حضرت تمیم مولیٰ سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
78. حضرت عبداللہ بن عرفط رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔ خزرج میں سے تھے)

79. حضرت عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن عمرو بن عباد بن الابجر۔خزرج میں سے تھے)
80. حضرت مجذر بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن زمزمہ بن عمرو بن عمارہ بن مالک بن غصینہ۔خزرج میں سے تھے)
81. حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الحارث بن عبید بن مالک خزرج میں سے تھے)
82. حضرت عبادہ بن حسحاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن عمارہ۔قبیلہ بلی میں سے تھےقبیلہ خزرج کے حلیف تھے)
83. حضرت اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبداللہ بن الحارث بن عبید)
84. حضرت نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خزمہ بن احرام بن عمرو بن عمارہ۔خزرج میں سے تھے)
85. حضرت زید بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن قیس بن جزء۔بنی خزرج میں سے تھے)
86. حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر حضرت نحاب بن ثعلبہ)
87. حضرت عقبۃ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن کلدہ بن جعدہ بن ہلال۔قبیلہ غطفان)
88. حضرت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خالد بن معاویہ۔قبیلہ خزرج)
89. حضرت رفاعہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم۔خزرج میں سے تھے)
90. حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی سعدہ بن کعب بن الخزرج کی شاخ بنی ساعدہ میں سے تھے)
91. حضرت عامر بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔خزرج کی شاخ نجار)
92. حضرت معبد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قشیر بن المقدم بن سالم بن غنم)
93. حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن ثعلبہ۔خزرج میں سے)
94. حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی البدہی بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن الخزرج بنی ساعدہ میں سے تھے)
95. حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن اصرام۔ خزرج میں سے تھے)

96. حضرت مالک بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الخزرج کی شاخ بنی ساعدہ سے)
97. حضرت نوفل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نصلہ بن مالک بن العجلان۔خزرج میں سے تھے)
98. حضرت عبدربہ بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن اوس بن وقش بن ثعلبہ بن طریف)
99. حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر عبادہ بن الصامت)
100. حضرت کعب بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ۔جہینہ میں سے تھے خزرج کے حلیف تھے)
101. حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن وعد۔خزرج میں سے تھے)
102. حضرت ضمرۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جہینہ میں سے تھے)
103. حضرت ثابت بن ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن قریوش۔خزرج کی ذیلی شاخ قریوش بن غنم بن امیہ میں سے تھے)
104. حضرت زیاد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جہینہ میں سے تھے)
105. حضرت مالک بن الدخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مرضخہ۔خزرج کی ذیلی شاخ مرضخہ بن غنم میں سے تھے)
106. حضرت بسبس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جہینہ میں سے تھے)
107. حضرت ربیع بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن غنم بن امیہ بن لوذان۔بنی خزرج میں سے تھے)
108. حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی بلی میں سے تھے)
109. حضرت ورقہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر ربیع بن ایاس)
110. حضرت خراش بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن الجموع بن زید بن حرام۔ بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
111. حضرت عمرو بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر ربیع بن ایاس)
112. حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الجموح بن زید بن حرام۔بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
113. حضرت عمیر بن الحمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الجموع بن زید بن حرام۔بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
114. حضرت تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
115. حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن حرام۔بن جشم بن الخزرج میں سے تھے)

116. حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ((بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
117. حضرت معوذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الجموع بن زید بن حرام بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
118. حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم ۔ بنی خناس میں سے تھے)
119. حضرت خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن حرام)
120. حضرت عبداللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان بنی نعمان بن سنان بن عبید میں سے تھے)
121. حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نابی بن زید بن حرام ۔ بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
122. حضرت جابر بن عبداللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رباب بن النعمان ۔ خزرج کی شاخ بنی النعمان بن سنان بن عبید میں سے تھے)
123. حضرت حبیب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
124. حضرت خلید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان ۔ بنی نعمان بن سنان بن عبید میں سے تھے)
125. حضرت ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن الحارث بن حرام ۔ بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
126. حضرت نعمان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
127. حضرت عمیر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن الحارث بن حرام ۔ بنی جشم بن الخزرج میں سے تھے)
128. حضرت ابوالمنذر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حدیدہ ۔ بنی نعمان بن سنان بن عبید میں سے تھے)
129. حضرت بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن معرور بن صخر بن مالک بن خنساء ۔ بنی سلمہ کی شاخ بنی عبید میں سے تھے)
130. حضرت سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حدیدہ ۔ بنی سواد کی شاخ بنی حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد میں سے تھے)
131. حضرت طفیل بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خنساء ۔ بنی عبید سے تھے)
132. حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حدیدہ ۔ بنی نعمان بن سنان بن عبید میں سے تھے)
133. حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خنساء ۔ بنی عبید سے تھے)

134. حضرت عنترہ مولیٰ سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عنترہ بنی سلیم بن منصور کی شاخ بنی ذکوان میں سے تھے)

135. حضرت سنان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن صخر بن خنساء۔خزرج کی شاخ بنی عبید سے تھے)

136. حضرت عبداللہ بن جد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن صخر بن خنساء۔ بنی خزرج کی شاخ بنی عبید سے تھے)

137. حضرت عبس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عدی۔ بنی عدی بن نابئی بن عمرو بن سواد بن غنم میں سے تھے)

138. حضرت ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عدی۔ بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم میں سے تھے)

139. حضرت عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن صخر بن خنساء۔ بنی عبید میں سے تھے)

140. حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد)

141. حضرت جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن امیہ بن خنساء۔ بنی عبید سے تھے)

142. حضرت سہل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی کعب بن القین بن کعب بن سواد۔ بنی عدی بن نابی میں سے تھے)

143. حضرت خارجہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی عبید کے حلیف از اشجع بنی دہمان)

144. حضرت عمرو بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم ۔بنی عدی بن نابی میں سے تھے)

145. حضرت عبداللہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اشجع بنی دہمان سے بنی عبید کے حلیف)

146. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عدی۔ بنی عدی بن نابی میں سے تھے)

147. حضرت یزید بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سرح بن خناس۔ بنی خناس بن سنان بن عبید میں سے تھے)

148. حضرت قیس بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خالد بن مخلد۔خزرج کی شاخ بنی مخلد بن عامر بن زریق میں سے تھے)

149. حضرت معقل بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی سرح بن خناس)

150. حضرت حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خالد بن مخلد۔خزرج کی شاخ بنی زریق میں سے تھے)

151. حضرت عبداللہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن یلدمہ۔بنی خناس بن سنان بن عبید میں سے تھے)

152. حضرت ضحاک بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔بنی خناس بن سنان بن عبید میں سے تھے)

153. حضرت سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خلدہ بن مخلد۔خزرج کی شاخ بنی زریق میں سے تھے)

154. حضرت جبیر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خالد بن مخلد۔خزرج کی شاخ بنی زریق میں سے تھے)

155. حضرت معاذ بن زریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن خلدہ۔بنی خلدہ بن عامر بن زریق میں سے تھے)۔

156. حضرت عقبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خلدہ بن مخلد۔خزرج کی شاخ بنی زریق میں سے تھے)

157. حضرت معبد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔بنی خناس میں سے تھے)

158. حضرت ذاکوان بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خلدہ بن مخلد۔خزرج کی شاخ بنی مخلد بن عامر بن زریق میں سے تھے)

159. حضرت مسعود بن خلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عامر بن مخلد۔خزرج کی شاخ بنی زریق میں سے تھے)

160. حضرت عدی بن زغباء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی عائذ بن ثعلبہ بن غنم میں سے تھے)

161. حضرت عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عامر بن خالد۔بنی زریق میں سے تھے)

162. حضرت مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید۔بنی زید بن ثعلبہ بن غنم شاخ خزرج میں سے تھے)

163. حضرت اسعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الفاکہ بن زید بن خلدہ۔بنی زریق میں سے تھے)

164. حضرت ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن اصرام بن زید۔بنی زید بن ثعلبہ بن غنم میں سے تھے)

165. حضرت فاکہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الفاکہ بن زید بن خلدہ۔ بنی زریق میں سے تھے)
166. حضرت رافع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سواد بن زید۔ بنی زید بن ثعلبہ بن غنم میں سے تھے)
167. حضرت معوذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رفاعہ بن حارث بن سواد۔خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنم میں سے تھے) (حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے)
168. حضرت عائذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن خلدہ۔ بنی زریق میں سے تھے)
169. حضرت معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رفاعہ بن حارث بن سواد۔خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنم میں سے تھے) (بن حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے ابوجہل کوقتل کیا)
170. حضرت عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رفاعہ بن حارث بن سواد۔خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنم میں سے تھے۔حضرت عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے)
171. حضرت نعمان بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن رفاعہ بن سواد۔خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنم میں سے تھے)
172. حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن العجلان ۔بنی العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق میں سے تھے)
173. حضرت عامر بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الحارث بن سواد۔خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنم میں سے تھے)
174. حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ((بن مالک بن العجلان ۔برادرحضرت رفاعہ)
175. حضرت ابوعبادہ سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خلدہ بن مخلد۔بنی زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج)
176. حضرت عبید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عامر بن العجلان ۔بنی زریق میں سے تھے)
177. حضرت عصیمہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی اشجع میں سے بنی سواد بن مالک بن غنم کے حلیف تھے)
178. حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ۔ بنی زریق میں سے تھے)
179. حضرت ودیعۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی جہینہ میں سے بنی سواد بن مالک بن غنم کے حلیف)

180. حضرت فردۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وذفہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ۔ بنی عامر بن زریق سے تھے)

181. حضرت ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

182. حضرت خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن العجلان بن عامر بن بیاضہ۔ بنی زریق میں سے تھے)

183. حضرت ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن محصن بن عمرو بن عتیک۔ بنی عتیک بن عمرو بن مبذول میں سے تھے)

184. حضرت جبلۃ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ۔ بنی زریق میں سے تھے)

185. حضرت سہیل بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن النعمان بن عمرو بن عتیک)

186. حضرت عطیہ بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عامر بن عطیہ بن عامر بن بیاضہ۔ بنی زریق میں سے تھے)

187. حضرت خلیفہ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن مالک بن عامر بن فہیرہ بن بیاضہ۔ بنی زریق میں سے تھے)

188. حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن عتیک۔ النجار کی شاخ عمرو بن مبذول میں سے تھے)

189. حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار)

190. حضرت انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن انس بن قیس۔ النجار)

191. حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن لوذان بن عمرو۔ الخزرج کی شاخ عوف بن غنم میں سے تھے)

192. حضرت سراقہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالعزیٰ بن عزیہ بن عمرو۔ بنی عمرو بن عبد عوف بن غنم میں سے شاخ الخزرج)

193. حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔ بنی عدی بن عمرو)
194. حضرت حارثہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن عبید۔ خزرج کی شاخ بنی عبیدہ بن ثعلبہ بن غنم میں سے تھے)
195. حضرت ابو شیخ ابی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔ بنی عدی بن عمرو)
196. حضرت سلیم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قہد۔ بنی عبیدہ بن ثعلبہ بن غنم میں سے تھے)
197. حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی)
198. حضرت سہیل بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی عمرو بن عائذ۔ بنی عائذ بن ثعلبہ بن عائذ میں سے تھے)
199. حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن الحارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔ النجار)
200. حضرت ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن خنساء۔ بنی خنساء بن مبذول میں سے۔ النجار)
201. حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن عوف۔ النجار)
202. حضرت عصیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی اسد بن خزیمہ میں سے تھے)
203. حضرت بلال بن المعلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن مالک بن زید بن مناۃ بن حبیب)
204. حضرت قیس بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن عوف۔ النجار)
205. حضرت عصمہ بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وبرہ بن خالد بن العجلان)
206. حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن خالد بن زید بن حرام۔ النجار)
207. حضرت ملیل بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خالد بن العجلان)
208. حضرت سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (برادر حرام بن ملحان۔ النجار)

209. حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن العجلان)
210. حضرت ابوالاعور بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ظالم بن عبس بن حرام۔النجار)
211. حضرت بحیر بن ابی بحیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (النجار کی شاخ بنی قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن دینار کے حلیف)
212. حضرت ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن زعوراء بن حرام۔النجار میں سے تھے)
213. حضرت کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس۔النجار کی شاخ بنی قیس بن مالک بن کعب بن دینار بن النجار میں سے تھے)
214. حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن اہیب۔جو بنی بلی میں سے بنی عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کے حلیف تھے)
215. حضرت ابوایوب انصاری خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف خزرجی النجاری خاندان نجار سے تھے)
216. حضرت محرز بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن عدی بن عامر۔النجار)
217. حضرت جابر بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبدالاشہل بن حارثہ۔النجار)
218. حضرت عامر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن الحسحاس بن مالک بن عدی بن عامر۔النجار)
219. حضرت سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن کعب بن حارثہ بن دینار۔النجار)
220. حضرت ثابت بن خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر۔النجار)
221. حضرت الضحاک بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن مسعود۔النجار)
222. حضرت ابوسلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن عدی بن عامر۔النجار)
223. حضرت نعمان بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن مسعود۔النجار کی شاخ بنی مسعود بن عبدالاشہل میں سے تھے)
224. حضرت سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن عتیک بن مالک بن عدی بن عامر۔النجار)
225. حضرت قیس بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ۔النجار)
226. حضرت عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وہب بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔النجار)

227. حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عطیہ بن خنساء۔النجار)

228. حضرت رافع بن المعلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن زید بن مناۃ بن حبیب۔ بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج میں سے تھے)

تمام مذکورہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین غزوہ بدر میں شریک تھے۔

غزوہ بدر میں شریک ملائکہ کے اسمائے گرامی

قرآن کریم کی آیات اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ غزوہ بدر میں اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتوں کا نزول فرمایا جو انسانی شکل میں مسلمانوں کے دوش بدوش مشرکین سے لڑے۔ یہ فرشتے مختلف آیات، احادیث اور روایات کے مطابق ایک ہزار، تین ہزار، اور پانچ ہزار کی تعداد میں تھے۔

تمام ملائکہ کے اسماء گرامی کیا تھے ان کے بارے میں علم ہونا تو ممکن نہیں ہے۔ البتہ روایات سے صرف تین فرشتوں کے اسماء گرامی کا پتہ چلتا ہے۔ ان جلیل القدر ملائکہ کے اسماء گرامی قدّر یہ تھے۔

1. **افضل الملائکہ سیدنا حضرت جبریل علیہ السلام۔**

(از: صحیح بخاری) یہ روایت سیدنا حضرت عباس کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے)

2. **سیدنا حضرت میکائیل علیہ السلام۔**

(از: الحاکم ودلائل النبوۃ البیہقی میں سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے)

3. **سیدنا حضرت اسرافیل علیہ السلام۔**

(روایت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اسیران بدر کے ناموں کی فہرست

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے غزوہ بدر میں کفار مکہ کے جہاں ستر آدمی مارے گئے وہاں قید ہونے والوں کی

تعداد بھی ستر (70) ہی تھی۔ ان ستر (70) اسیران بدر میں سے بعض اہم قیدیوں کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

1. حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فتح مکہ سے پہلے علانیہ طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اظہار کیا جبکہ حقیقی معنی میں غزوہ بدر کے بعد ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔

2. حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عقیل بن ابی طالب حضرت ابو طالب کے دوسرے بیٹے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رشتہ چچا زاد بھائی کا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمان ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس سال بڑے تھے۔ اس طرح ابو طالب کے تین بیٹے یعنی حضرت عقیل، حضرت جعفر طیار اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ چوتھے بیٹے جو سب سے بڑے تھے یعنی طالب دولت اسلام سے محروم رہے۔

3. حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم

غزوہ خندق میں 5ھ کو مشرف بہ اسلام ہوئے۔

4. حارث بن ابی وبذہ، بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس
5. حضرت ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس وہ بدر میں اسلام لائے۔ (بن عبد العزیٰ بن عبد شمس)
6. نعمان بن عمرو بن عنقم بن عبد المطلب
7. عمرو بن سفیان بن ابی حرب بن امیہ بن عبد شمس
8. سائب بن عبید بن عبد بن ہاشم بن المطلب
9. ابو ثور
10. حضرت ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف عبدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصی القرشی (بعد میں مسلمان

ہوئے)(حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی)

11. عثمان بن عبد شمس 12. عقبہ بن عبدالحارث بن الحضرمی

13. عدی بن الخیار 14. عمرو بن ازرق

15. ابوریشہ بن ابی عمر 16. ابوالعاص بن نوفل

17. اسود بن عامر 18. حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد

19. حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے

(از: روض الانف جلد2)

20. سالم بن شداخ 21. ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم

22. صیفی بن ابی رفاعہ 23. حضرت خالد بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم

بعض مورخین نے انکو مولفۃ القلوب میں شمار کیا ہے۔

24. ولید بن ولید بن مغیرہ 25. امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ

26. مطلب بن حطف بن الحارث

27. حضرت ابوعطاء عبداللہ بن ابی السائب (بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم)

بعد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(روض الانف جلد2 صفحہ106)

28. (حضرت) عبداللہ بن ابی بن خلف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن وہیب بن خذافہ بن جمح

(فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور جنگ جمل میں شہادت پائی)۔

29. (حضرت) وہب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

غزوہ بدر کے بعد وہب بن عمیر اور عمیر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

30. حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ القرشی العامری

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کی طرف سے سفیر بن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے ہی نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا تھا۔جس کے بعد حضور پرنور

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نام مبارک کاٹ کرمحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھا تھا۔لیکن بعد میں خداوندکریم نے ان کوصراط مستقیم اختیار کرنے کی ہمت عطا فرمائی اور یہ مسلمان ہوئے۔

31. حضرت عبدبن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

32. حضرت قیس بن سائب مخزومی

آپ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تجارت بھی تھے۔لیکن غزوہ بدرمیں اسیر ہونے کے بعد اسلام کی صداقت پرغورکرتے رہے اورآخرکار بعدمیں کلمہ شریف پڑھ کراسلام لے آئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

35. حضرت نسطاس مولیٰ امیہ بن خلف

غزوہ احد کے بعدمشرف بہ اسلام ہوئے

(روض الانف جلد2 صفحہ107)

36. خالدبن اعلم
37. ابوداعہ سہمی ضبیرۃ بن سعید بن سعد بن سہم سہمی
38. فروۃ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعید بن سہم
39. حنظلہ بن قبیضہ بن حذافہ بن سعید بن سہم
40. ابوعزہ عمروبن عبدبن عثمان بن وہب
41. فاکہ مولی امیہ بن خلف (بنی شماخ بن محارب بن فہر)
42. ربیعہ بن دراج بن عنس بن اہبان بن وہب جمحی
43. عبدالرحمن بن مشنو بن وقدان بن قیس
44. طفیل بن ابی قنیع الفہری
45. عتبہ بن عمروبن حجدم الفہری

46. نعمان بن عمرو بن علقمہ یا عثعم بن عبد المطلب
47. عثمان بن عبد اللہ بن المغیرہ
48. وہب بن عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح
49. عبدالرحمٰن بن مشنو بن وقدان بن قیس بن عبد شمس
50. عقیل بن عمرو
51. تمیم بن عمرو
52. خالد بن اسید بن ابی العیس
53. عبید اللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث اسدی
54. مسافح بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم تیمی
55. جابر بن الزبیر
56. قیس بن السائب مخزومی
57. عمرو بن ابی بن خلف
58. ابورہم بن عبد اللہ
59. حبیب بن جابر
60. السائب بن مالک
61. شفیع یمنی حلیف
62. امیہ بن خلف کا غلام ابورافع

مذکورہ اسیران بدر کے اسماء اور مختصر حالات جن کتابوں اور صاحب سیر حضرات کی تصنیفات سے لیے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

1. ابن ہشام بروایت محمد بن اسحاق
2. عیون الاثر از حافظ ابن سید الناس صفحہ 307
3. اصابہ، جلد 1 صفحہ 412
4. اصابہ جلد 4 صفحہ 133 وغیرہ

غزوہ بدر کے متعلق اشعار

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن اسحاق نے کہا: غزوہ بدر کے متعلق جو شعر کہے گئے اور قبیلوں میں ایک دوسرے کے جواب لکھے گئے ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام بھی ہے۔ (اللہ ان پر رحم فرمائے)۔

أَلَمْ تَرَ أَمْرًا كَانَ مِنْ عَجَبِ الدَّهْرِ　　وَلِلْحَيْنِ أَسْبَابٌ مُبَيَّنَةُ الْأَمْرِ

ترجمہ: (اے مخاطب!) کیا تو نے زمانہ بھر کے عجیب واقعے پر غور نہیں کیا اور موت کے لیے بھی اسباب ہوتے ہیں جن کا معاملہ ظاہر ہے۔

وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنَّ قَوْمًا أَفَادَهُمْ　　فَخَانُوا تَوَاصَوْا بِالْعُقُوقِ وَبِالْكُفْرِ

ترجمہ: اور وہ واقعہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ قوم کو (خیر خواہی اور) نصیحت نے ہلاک کر دیا تو انہوں نے نافرمانی اور انکار سے عہد شکنی کی۔

عَشِيَّةَ رَاحُوا نَحْوَ بَدْرٍ بِجَمْعِهِمْ　　فَكَانُوا رُهُونًا لِلرَّكِيَّةِ مِنْ بَدْرِ

ترجمہ: جس شام وہ اپنا جتھا لے کر بدر کی جانب چلے ہیں تو (وہ) بدر کی سنگ بستہ باولی (ہی) میں ہمیشہ رہ گئے۔

وَكُنَّا طَلَبْنَا الْعِيرَ لَمْ نَبْغِ غَيْرَهَا　　فَسَارُوا إِلَيْنَا فَالْتَقَيْنَا عَلَى قَدَرِ

ترجمہ: ہم تو قافلے کی تلاش میں نکلے تھے۔ اس کے سوا ہمارا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ وہ ہماری طرف چلے تو ہم دونوں تقدیر کے ٹھہرائے ہوئے مقام پر ایک دوسرے سے مقابل ہو گئے۔

فَلَمَّا الْتَقَيْنَا لَمْ تَكُنْ مَثْنَوِيَّةٌ　　لَنَا غَيْرَ طَعْنٍ بِالْمُثَقَّفَةِ السُّمْرِ

ترجمہ: پھر جب ہم ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تو ہمارے لیے گندم گوں سیدھے کیے ہوئے نیزوں سے نیزہ زنی کرنے کے سوا واپسی کی کوئی صورت (ہی) نہ تھی۔

فَقَدَّمَهُمْ لِلْحَيْنِ حَتَّى تَوَرَّطُوا وَكَانَ بِمَا لَمْ يُخْبِرِ الْقَوْمَ ذَا خُبْرِ

ترجمہ: آخر وہ انہیں موت کے لیے بڑھا لایا، یہاں تک کہ وہ بھنور میں پھنس کے رہ گئے اور جس بات کی اس نے انہیں خبر نہیں دی وہ اسے خوب جانتا تھا۔

وَكَانُوا غَدَاةَ الْبِئْرِ أَلْفًا وَجَمْعُنَا ثَلَاثُ مِئِينٍ كَالْمُسَدَّمَةِ الزُّهْرِ

ترجمہ: وہ لوگ اس (بدر) کی باولی پر پہنچنے کی صبح کو ایک ہزار تھے اور ہماری جماعت والے سفید نر اونٹوں کے مثل تین سو تھے۔

وَفِينَا جُنُوْدُ اللّٰهِ حِيْنَ يُمِدُّنَا بِهِمْ فِي مَقَامٍ ثُمَّ مُسْتَوْضِحُ الذِّكْرِ

ترجمہ: اور ہم میں اللہ کا شکر تھا جب وہ وہاں کسی مقام میں ان کے مقابل ہماری مدد کرتا تھا تو لوگ اس کے بیان کی توضیح چاہتے تھے (ہم سے پوچھتے تھے کہ آخر وہ لوگ کون تھے)

فَشَدَّ بِهِمْ جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا لَدَى مَازِقٍ فِيْهِ مَنَايَاهُمْ تَجْرِي

ترجمہ: غرض ہمارے پرچم کے نیچے رہ کر جبریل علیہ السلام نے ایک تنگ مقام میں ان پر ایسی سختی کی کہ اس میں ان لوگوں پر لگاتار موتیں چلی آ رہی تھیں۔

غزوہ بدر کے متعلق

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَبْلَى رَسُوْلَهُ بَلَاءَ عَزِيْزٍ ذِي اقْتِدَارٍ وَذِي فَضْلِ

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا امتحان لیا ہے؟ ایسا امتحان جیسے عزت و اقتدار و فضل والوں کا (ان کی عزت و اقتدار و فضیلت کے زیادہ کرنے کے لیے) لیا جاتا ہے۔

بِمَا أَنْزَلَ الْكُفَّارَ دَارَ مَذَلَّةٍ فَلَاقَوْا هَوَانًا مِنْ أَسَارٍ وَمِنْ قَتْلِ

ترجمہ: ایسا امتحان جس کے ذریعے سے کافروں کی میزبانی ذلت کے گھر میں کی۔ آخر انہوں نے قتل واسیری کی ذلت سے ملاقات کی۔

فَأَمْسَى رَسُولُ اللهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ أُرْسِلَ بِالْعَدْلِ

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے والوں کو بھی عزت حاصل ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو انصاف (ہی) کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے تھے۔

فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ مِنَ اللهِ مُنْزَلٍ مُبَيَّنَةٍ آيَاتُهُ لِذَوِي الْعَقْلِ

ترجمہ: اور آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتاری ہوئی حق وباطل میں فرق ڈالنے والی چیز لے کر آئے جس کی آیتیں عقل والوں کے لیے واضح ہیں۔

فَآمَنَ أَقْوَامٌ بِذَاكَ وَأَيْقَنُوا فَأَمْسَوْا بِحَمْدِ اللهِ مُجْتَمِعِي الشَّمْلِ

ترجمہ: تو کچھ لوگوں نے اسے مان لیا اور یقین کر لیا تو بحمد اللہ وہ اپنی تمام پراگندہ قوتوں کو ایک جگہ جمع کر لینے والے ہو گئے۔

وَأَنْكَرَ أَقْوَامٌ فَزَاغَتْ قُلُوبُهُمْ فَزَادَهُمْ ذُو الْعَرْشِ خَبْلًا عَلَى خَبْلِ

ترجمہ: اور چند لوگوں نے (اس کا) انکار کیا تو ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے اور عرش والے نے ان کے فساد میں اور فساد کی زیادتی کر دی۔

وَأَمْكَنَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ رَسُولَهُ وَقَوْمًا غِضَابًا فِعْلُهُمْ أَحْسَنُ الْفِعْلِ

ترجمہ: اور اس نے اپنے رسول کو بدر کے روز ان پر قدرت دے دی اور اس قوم کو قدرت دے دی جو غضب آلود تھی اور ان کا یہ کام بہترین کام تھا (کہ ان کا غصہ بھی خدا کے لیے تھا)۔

بِأَيْدِيهِمْ بِيضٌ خِفَافٌ عَصَوْا بِهَا وَقَدْ حَادَثُوهَا بِالْجِلَاءِ وَبِالصَّقْلِ

ترجمہ: ان کے ہاتھوں میں سفید چمکتی ہوئی سبک تلواریں تھیں جن سے انہوں نے وار کیے اور ان تلواروں کے جلا دینے اور صیقل کرنے میں انہوں نے وقت صرف کیا تھا۔

فَكَمْ تَرَكُوا مِنْ نَاشِئٍ ذِي حَمِيَّةٍ صَرِيعًا وَمِنْ ذِي نَجْدَةٍ مِنْهُمْ كَهْلِ

ترجمہ: پس انہوں نے ان میں سے کتنے حمیت والے نوجوانوں اور رعب وداب والے تجربہ کاروں کو پچھاڑ ڈالا۔

تَبِيتُ عُيُونُ النَّائِحَاتِ عَلَيْهِمْ تَجُودُ بِإِسْبَالِ الرَّشَاشِ وَبِالْوَبْلِ

ترجمہ: ان پر رونے والیوں کی آنکھیں جھڑی اور موسلا دھار بارش سے رات بھر سخاوت کرتی رہتی ہیں۔

نَوَائِحُ تَنْعَى عُتْبَةَ الْغَيَّ وَابْنَهُ وَشَيْبَةَ تَنْعَاهُ وَتَنْعَى أَبَا جَهْلِ

ترجمہ: رونے والیاں گمراہ عتبہ، اس کے بیٹے، شیبہ اور ابوجہل کے مرنے کی خبریں سناتی رہتی ہیں۔

وَذَا الرِّجْلِ تَنْعَى وَابْنَ جُدْعَانَ فِيهِمْ مُسَلِّبَةً حَرَّى مُبَيَّنَةَ الثُّكْلِ

ترجمہ: اور ایک پاؤں والے (لنگڑے الاسود بن عبدالاسد المخزومی) کی سنانی سناتی ہیں۔ ابن جدعان بھی انہیں میں ہے۔ اس حالت سے کہ وہ ماتمی سیاہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر آگ لگی ہوئی ہے اور عزیزوں کی جدائی ان کے چہروں سے عیاں ہے۔

تَرَى مِنْهُمُ فِي بِئْرِ بَدْرٍ عِصَابَةً ذَوِي نَجَدَاتٍ فِي الْحُرُوبِ وَفِي الْمَحْلِ

ترجمہ: تو ان کی ایک قوی جماعت جنگوں اور قحط سالیوں میں امداد دینے والی کو بدر کی باؤلی میں پڑا ہوا دیکھے گا۔

دَعَا الْغَيُّ مِنْهُمْ مَنْ دَعَا فَأَجَابَهُ وَلِلْغَيِّ أَسْبَابٌ مُرَمَّقَةُ الْوَصْلِ

ترجمہ: ان میں سے بہتوں کو گمراہی نے دعوت دی تو انہوں نے دعوت قبول کر لی اور گمراہی کی جانب کھینچنے والی بہت سی رسیاں ہیں اگرچہ ان میں اتصالی کشش کمزور ہے۔

فَأَضْحَوْا لَدَى دَارِ الْجَحِيمِ بِمَعْزِلٍ عَنِ الشَّغْبِ وَالْعُدْوَانِ فِي أَشْغَلِ الشُّغْلِ

ترجمہ: آخر وہ بھڑکتے ہوئے گھر کے پاس چیخ و پکار، ظلم اور زیادتی سے الگ تھلگ زیادہ مصروف رکھنے والے شغل میں دن چڑھے پہنچ گئے۔

غزوہ بدر کے متعلق

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

(شاعر رسول علیہ السلام حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔قبیلہ خزرج)

عَرَفْتُ دِيَارَ زَيْنَبَ بِالْكَثِيبِ ۔ كَخَطِّ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيبِ

ترجمہ: میں نے ٹیلے پر زینب کے گھروں کواس طرح پہچان لیا،جس طرح خراب کاغذ پر خط پہچان لیا جاتا ہے۔

تَدَاوَلَهَا الرِّيَاحُ وَكُلُّ جَوْنٍ مِنَ الْوَسْمِيِّ مُنْهَمِرٍ سَكُوبِ

ترجمہ: ان گھروں پر ہوائیں چلتی ہیں اور ہر سیاہ بادل ان پر بڑی مقدار میں پانی برساتا ہے۔

فَأَمْسَى رَسْمُهَا خَلَقًا وَأَمْسَتْ يَبَابًا بَعْدَ سَاكِنِهَا الْحَبِيبِ

ترجمہ: ان کے نشان بوسیدہ ہوگئے ہیں اور وہ اجڑے پڑے ہیں جہاں کبھی محبوب رہتا تھا۔

فَدَعْ عَنْكَ التَّذَكُّرَ كُلَّ يَوْمٍ وَرُدَّ حَرَارَةَ الصَّدْرِ الْكَئِيبِ

ترجمہ: ہر وقت ان کی یاد تازہ رکھنے کا طریقہ چھوڑ دے اور اپنے اندر لگی سینے کی حرارت بجھالے۔

وَخَبِّرْ بِالَّذِي لَا عَيْبَ فِيهِ بِصِدْقٍ غَيْرِ إِخْبَارِ الْكَذُوبِ

ترجمہ: ان جھوٹے قصوں کو چھوڑ کر سچی بات سنا۔جس کے سنانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بِمَا صَنَعَ الْمَلِيكُ غَدَاةَ بَدْرٍ لَنَا فِي الْمُشْرِكِينَ مِنَ النَّصِيبِ

ترجمہ: سنا! کہ بدر کے دن خدائے مقتدر نے ہمیں مشرکین پر کامیابی عطا فرمائی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی نظم

يَا حَارِ قَدْ عَوَّلْتَ غَيْرَ مُعَوَّلٍ عِنْدَ الْهِيَاجِ وَسَاعَةَ الْأَحْسَابِ

ترجمہ: اے حارث! تو نے جنگ وفساد کے وقت بھروسے کے ناقابل لوگوں پر بھروسا کیا۔

إِذْ تَمْتَطِي سُرُحَ الْيَدَيْنِ نَجِيبَةً مَرْطَى الْجِرَاءِ طَوِيلَةَ الْأَقْرَابِ

ترجمہ: ایسے وقت میں جب تو کشادہ قدم شریف، تیز رفتار اور کسی پیٹھ والی گھوڑی پر سواری کرتا ہے۔

وَالْقَوْمُ خَلْفَكَ قَدْ تَرَكْتَ قِتَالَهُمْ تَرْجُو النَّجَاءَ وَلَيْسَ حِينَ ذَهَابِ

ترجمہ: بچ کر نکل جانے کی امید میں تو نے لوگوں سے جنگ ومقابلہ چھوڑ دیا حالانکہ لوگ تیرے پیچھے ہی تھے اور وہ وقت تیرے بھاگ جانے کا نہ تھا۔

إِلَّا عَطَفْتَ عَلَى ابْنِ أُمِّكَ إِذْ ثَوَى قَعْصَ الْأَسِنَّةِ ضَائِعَ الْأَسْلَابِ

ترجمہ: کہ تو نے اپنی ماں کے بیٹے کی جانب بھی مڑ کر نہ دیکھا۔ جب وہ پیوند خاک نیزوں کے نیچے موت کے منہ میں تھا اور اس کے پاس جو کچھ تھا لوٹ میں برباد ہو رہا تھا۔

عَجِلَ الْمَلِيكُ لَهُ فَأَهْلَكَ جَمْعَهُ بِشَنَارِ مُخْزِيَةٍ وَسُوءِ عَذَابِ

ترجمہ: مالک الملک نے اسے بدنام کرنے والی رسوائی اور فوری بدترین عذاب میں مبتلا کر دیا اور اس کا جتھا برباد کر ڈالا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری نظم

مُسْتَشْعِرِي حَلَقَ الْمَاذِيِّ يَقْدُمُهُمْ جَلْدُ النَّحِيزَةِ مَاضٍ غَيْرُ رِعْدِيدِ

ترجمہ: ان لوگوں کے آگے آگے ایک شخص تھا جو سفید اور جسم سے لگی ہوئی نرم کڑیوں کی زرہ پہنے قوی مزاج، ہر ارادے کو پورا کرنے والا تھا، بزدل نہ تھا۔

أَعْنِي رَسُولَ إِلَهِ الْخَلْقِ فَضَّلَهُ عَلَى الْبَرِيَّةِ بِالتَّقْوَى وَبِالْجُودِ

ترجمہ: صفات مذکورہ سے میری مراد معبود خلق کے رسول کی ذات مبارکہ سے ہے، جسے اس نے مخلوق پر تقویٰ اور سخاوت کے باعث فضیلت دی ہے۔

وَقَدْ زَعَمْتُمْ بِأَنْ تَحْمُوا ذِمَارَكُمْ وَمَاءُ بَدْرٍ زَعَمْتُمْ غَيْرُ مَوْرُودِ

ترجمہ: تم نے دعویٰ کیا تھا کہ تم اپنی ذمہ داری کی چیزوں کی حمایت کرو گے اور بدر کے چشمے کے متعلق تمہارا دعویٰ تھا کہ وہ مقام نزول کے ناقابل ہے۔

ثُمَّ وَرَدْنَا وَلَمْ نَسْمَعْ لِقَوْلِكُمْ حَتّٰى شَرِبْنَا رِوَاءً غَيْرَ تَصْرِيْدِ

ترجمہ: اس کے بعد ہم اس چشمے پر پہنچے اور ہم نے تمہاری بات نہیں سنی حتیٰ کہ ہم اس قدر سیراب ہوئے کہ ہمارے لیے پانی کی کچھ بھی کمی نہ ہوئی۔

مُسْتَعْصِمِيْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْجَذِمٍ مُسْتَحْكِمٍ مِنْ حِبَالِ اللّٰهِ مَمْدُوْدِ

ترجمہ: ہم ایسی رسی تھامے ہیں، جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اللہ کی جانب سے دراز کی ہوئی رسیوں میں سے مضبوط رسی ہے۔

فِيْنَا الرَّسُوْلُ وَفِيْنَا الْحَقُّ نَتْبَعُهٗ حَتَّى الْمَمَاتِ وَنَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُوْدِ

ترجمہ: ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ہم میں حق ہے جس کی پیروی ہم مرتے دم تک کرتے رہیں گے اور یہ غیر محدود مدد ہے۔

وَافٍ وَمَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ بَدْرٌ اَنَارَ عَلٰى كُلِّ الْاَمَاجِيْدِ

ترجمہ: مکمل ہے، تیز ہے، ایسا شہاب ہے، جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ چودھویں رات کا ایسا چاند ہے، جس نے تمام عزت وشان والوں کو روشن کر دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 40ھ)
کی تیسری نظم

خَابَتْ بَنُوْ اَسَدٍ وَآبَ غَزِيُّهُمْ يَوْمَ الْقَلِيْبِ بِسَوْءَةٍ وَفُضُوْحِ

ترجمہ: بنی اسد کو ناکامی نصیب ہوئی اور ان کی جنگ جو جماعت گڑھے کے روز یعنی جنگ بدر کے روز بدترین رسوائی سے واپس ہوگئی۔

مِنْهُمْ اَبُو الْعَاصِي تَجَدَّلَ مُقْعَصًا عَنْ ظَهْرِ صَادِقَةِ النَّجَاءِ سَبُوْحِ

ترجمہ: انہیں میں ابوالعاصی بھی تھا جو تیز رفتار، پیراک گھوڑے کی پیٹھ سے فوری موت کے لیے زمین پر گرا۔

حَيْنًا لَهٗ مِنْ مَانِعٍ بِسِلَاحِهٖ لَمَّا ثَوٰى بِمَقَامَةِ الْمَذْبُوْحِ

ترجمہ: جب وہ ذبح کیے جانے کی جگہ گرا تو اس کے ہتھیار سے اس کی حفاظت کرنے والی صرف اس کی موت تھی۔

وَالْمَرْءُ زَمْعَةُ قَدْ تَرَكْنَ وَنَحْرُهُ يَدْمَى بِعَانِدٍ مُخْبَطٍ مَسْفُوحٍ

ترجمہ: اور زمعہ جیسے شخص کو انہوں نے ایسی حالت میں چھوڑ دیا کہ اس کے حلق سے نہ رکنے والا، تازہ بہنے والا خون بہہ رہا تھا۔

مُتَوَسِّدًا حُرَّ الْجَبِيْنِ مُعَفَّرًا فَنَدَا عُزَمَارِنُ أَنْفِهِ بِقَبُوْحٍ

ترجمہ: جبین ناز خاک آلود ہو کر زمین پر ٹکی ہوئی تھی اور اس کی پیشانی گندگی سے آلودہ تھی۔

وَنَجَا ابْنُ قَيْسٍ فِيْ بَقِيَّةِ رَهْطِهِ بِشَفَا الرَّمَاقِ مُوَلِّيًا بِجُرُوْحٍ

ترجمہ: اور ابن قیس اپنی باقی جماعت کے ساتھ زخم خوردہ زندگی کے آخری حصے میں پیٹھ پھیر کر بھاگا اور بچ نکلا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر 2 ہجری

قرقرۃ الکدر ایک مقام کا نام ہے۔ قرقرۃ نرم زمین کو کہتے ہیں جبکہ کدر ایک قسم کا پرندہ ہوتا ہے۔ جس کے رنگ میں سیاہی ہوتی ہے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ کدر ایک چشمے کا نام ہے اسے ارحینہ کے قریب بتایا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بیئر معونہ کے نزدیک ہے یاقوت کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ سے تقریباً چھیانوے (96) میل تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ بنو غطفان اور بنو سُلیم کا ایک گروہ مقام قرقرۃ الکدر میں اکٹھا ہوا ہے۔ اور ان لوگوں کے مسلمانوں کے بارے میں ارادے خطرناک لگتے ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین وانصار کے دو سو آدمی لے کر اس مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے اس گروہ کا جھنڈا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے سپرد کیا گیا۔ حضرت سباع بن عرفط غفاری کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا۔

بعض روایات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم مدینہ مقرر فرمانا مذکور ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مقام قرقرۃ الکدر پر پہنچے تو وہاں کوئی بھی شخص نظر نہ آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو دشمنوں کی طرف روانہ فرمایا اور خود بطن وادی کو روانہ ہو گئے وہاں کچھ چرواہوں کو دیکھا جو اپنے اونٹ چرا رہے تھے۔ ان میں یسار نامی ایک غلام تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ بنوغطفان اور بنوسلیم کہاں ہیں اس نے جواب دیا کہ پانی کے گرد ڈیرہ لگارہے تھے۔ اب معلوم نہیں کہاں اور کس مقام پر ہوں گے۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹوں کو ہانک کر مدینہ منورہ لے چلیں ان اونٹوں کی تعداد پانچ سوتھی خمس نکال کر باقی اونٹ دوسوصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں تقسیم کردیئے گئے۔اس طرح ہرصحابی کے حصہ میں دواونٹ آئے۔

معارج النبوت میں اونٹوں کی تعداد پانچ سو سے زائد بتائی گئی ہے۔یسار بہت خوفزدہ ہوا۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکوآزاد کردیا۔یہ یسارآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور غلاموں میں سے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام قرقرۃ پر تین یوم اور بعض روایات کے مطابق دودن تک قیام فرمایا اس پورے سفر میں پندرہ یوم کا عرصہ لگا۔

(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 454،مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 182)

عصماء یہودیہ کا قتل رمضان 2 ہجری

یزید بن زید بن خطمی یہودی کی بیوی عصماء بنت مروان ایک بے حیا اور ملعون عورت تھی ہر وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں نازیبا کلمات کہتی رہتی۔ہجو میں اشعار کہا کرتی تھی۔اور یوں لوگوں کو اسلام کے خلاف اور برگشتہ کرتی رہتی۔اسکی یہ حرکات حضور پرنوررسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے باعث ایذا تھیں۔یہ خبیث عورت ایام ماہواری کے خون آلود کپڑے مسجد میں لاکرڈالا کرتی تھی۔

(از: مصنف حماد بن سلمہ)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی غزوہ بدر سے واپس تشریف نہیں لائے تھے کہ اس خبیث عورت نے پھر مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے حضور علیہ السلام کی ہجو میں اشعار کہے۔حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ شعر سنے تو انکو بہت غصہ آیا انہوں نے منت مانی کہ جب اللہ کے فضل وکرم سے حضور پرنوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے فاتح کی حیثیت سے واپس تشریف لائیں گے تو میں اس عورت کوضرورقتل کروں گا۔

غزوہ بدر کے بعد سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فتح وکامرانی کے ساتھ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت تلوار لے کر ایک راہنما کے ہمراہ اس عورت یعنی عصماء

یہودیہ کے گھر تشریف لے گئے اس عورت کا گھر مدینہ سے باہر تھا۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکہ نابینا تھے اس لیے عصماء کو ہاتھوں کی مدد سے ٹٹول کر اسکے سینے پر تلوار رکھی اور پوری قوت سے دبایا یوں تلوار اسکے جسم سے پار ہوگئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خبیث عورت کو زندگی سے آزاد کردیا پھر رات کے وقت ہی واپس تشریف لے آئے۔

(از: مواہب الدنیہ)

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منت پوری کر چکے تھے چنانچہ صبح کے وقت فجر کی نماز کے بعد گزشتہ رات کا واقعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کر کے دریافت کیا کہ میرے اس فعل کے بارے میں کچھ مواخذہ تو نہ ہوگا؟ فخر موجودات ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عمیر'' (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"اس بارے میں دو بھیڑیں بھی سر نہ ٹکرائیں گی"۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درافشان سے پہلی بار یہ ضرب المثل سنی گئی تھی۔ اسکے بعد حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے'' فرمایا اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ ایسے مرد کو دیکھ کر جس نے اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی غیب میں مدد کی ہو تو عمیر بن عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھ لو''۔

نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ضرب المثل ارشاد فرمائی اس کا مطلب یہ تھا کہ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل ایسا ہے کہ جس میں کوئی انسان تو کیا اختلاف کرے گا۔ بھیڑ بکریاں بھی اس میں اپنے سینگ نہ ٹکرائیں گی۔ اللہ کریم کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو برحق ہیں ان کی شان میں بے ادبی گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے اور اس قتل کا کہیں مواخذہ ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ فعل اعظم منزلت اور افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ اس فعل کو تو جانور بھی حق سمجھتے ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا ارشاد سن کر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس نابینا کی طرف دیکھیں کہ اس نے چھپ کر اللہ کی اطاعت میں کس قدر سعی کی۔ حضور پرنور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا ''اسے نابینا مت کہو یہ تو بصیر (بینا) ہے''۔ یہ واقعہ 26 رمضان المبارک 2ھ میں پیش آیا۔

ماخوذ از کتب (زرقانی جلد 1 صفحہ 453، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 18)
(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 293، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 181)

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر نہیں بلکہ خود اپنی منت کو

پورا کرنے کے لیے کیا کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلوص نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ودوستی میں بہت شہرت رکھتے تھے۔اس لیے حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس کام کوسریہ کا نام نہیں دیا گیا۔

از معارج النبوت

سریہ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شوال 2ھ

ابوعفک یہودی جسکی عمرایک سوبیس سال کوپہنچ چکی تھی۔عصماء بنت مروان یہودیہ کی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتا تھا۔اور لوگوں کو اسلام اور حضور پرنور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت پر برانگیختہ کرتا تھا۔جب اسکی یہ خباثت حد سے تجاوز کرگئی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کواس یہودی کے قتل کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ منت مانگ رکھی تھی کہ میں اس ابوعفک یہودی کوقتل کروں گا یااپنی جان دے دوں گا۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پرحضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کراس یہودی کی طرف روانہ ہوئے۔گرمیوں کی رات تھی ابوعفک یہودی غفلت کی نیند سورہا تھا۔حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاتے ہی تلواراس خبیث کے جگر پر رکھی اوراس قدر زور سے دبایا کہ تلوار بستر تک پہنچ گئی۔اس بوڑھے نامراد نے ایک چیخ ماری اوراس کا کام تمام ہوگیا۔

حضرت سالم بن عمیر بن ثابت انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب بدر میں سے ہیں۔بیعت عقبہ میں بھی شامل تھے خوف خداوندی سے ہمیشہ روتے رہتے تھے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔

(از: اصابہ، الطبقات الکبریٰ ابن سعد، جلد2 صفحہ19، عیون الاثر صفحہ314)

(زرقانی جلد1 صفحہ455، مدارج النبوت جلد2 صفحہ182)

غزوہ بنی قینقاع 15 شوال 2 ہجری

یہود مدینہ میں سے بنو قینقاع ایک مشہور قبیلہ تھا۔اس قبیلے کے لوگ بڑے بہادراور ہمت والے تھے۔سرکار

دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ اس قبیلے کا ذریعہ معاش زرگری برتن سازی اور لوہار کا کام تھا۔ اس پیشے کی مناسبت سے یہ لوگ مالی اعتبار سے بڑے ہی خوشحال تھے۔

یہود مدینہ کے ساتھ ہجرت کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو معاہدہ طے فرمایا تھا اس کا ذکر گزشتہ اوراق میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ یہود کے یہ تین قبائل یعنی بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ لیکن یہ تینوں قبائل یکے بعد دیگرے نقض عہد کر چکے تھے۔ اس زمانہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کافروں کا سلوک تین قسم کا تھا۔ پہلی قسم میں یہ تینوں قبائل آتے تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ تحریری معاہدہ کیا تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ کے دشمنوں کو مدد دیں گے۔ اگر دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تو مدینہ منورہ میں یہ قبائل مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

کفار کی دوسری قسم وہ تھی جو ہمیشہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھلم کھلا دشمن رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ سخت عداوت رکھتے اور لڑتے رہتے تھے۔ ان میں اہل قریش اور ان کے ساتھ معاہدہ رکھنے والے لوگ شامل تھے۔

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ تو دوست تھے اور نہ ہی دشمن اہل عرب کا یہ گروہ اس انتظار میں تھا کہ دیکھیں وقت کس کے حق میں نتیجہ نکالتا ہے ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے لیکن اندر سے اسلام کے سخت مخالف تھے ان کو منافقین کہا جاتا ہے عبداللہ بن ابی اس گروہ کا سردار تھا۔

(از: مدارج النبوت)

پندرہ شوال کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اہل قبیلہ کو اکٹھا کیا اور فرمایا:

"اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اس طرح یہ عذاب کہیں تم پر نازل نہ ہو جائے۔ اسلام لے آؤ اس لیے کہ تحقیقاً تم خوب پہچانتے ہو کہ میں یقین کے ساتھ اللہ کا نبی ہوں اس کا رسول ہوں اور میرے متعلق تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ نے میرے بارے میں تم سے عہد لیا ہے"۔

ابوداؤد روایت از: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہودیوں کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس تقریر مبارک کو سننا تھا کہ وہ اشتعال میں آ گئے اور کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اس خیال میں نہ رہیے گا کہ جس طرح آپ لوگ ایک ناتجربہ کار اور ناواقف قریش کے ساتھ مقابلہ میں غالب آ گئے ہیں۔ ہم پر بھی سبقت لے جائیں گے۔ اللہ کی قسم اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔ یہود کی اس بات پر خداوند کریم نے قرآن کریم میں یہ آیت نازل فرمائی۔ سورۃ آلِ عمران آیت 13۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُـؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿13﴾

ترجمہ: "تحقیق تمہارے لیے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک دوسرے سے لڑے (بدر میں) ایک جماعت تو خدا کی راہ میں قتال کرتی تھی اور دوسری کافروں کی جماعت تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھتی تھی کھلی آنکھوں سے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے۔ تحقیق اس میں اہل بصیرت کے لیے عبرت ہے"۔

مسلمانوں اور اہل یہود کے درمیان جو معاہدہ طے ہوا تھا اسکی رُو سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری کوشش تھی کہ جو کچھ اس معاہدہ میں طے پایا ہے اس پر پورا پورا عمل کیا جائے چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا گیا جو اس معاہدہ کے خلاف ہو لیکن اہل یہود جنکی تاریخ غدر و خیانت اور عہد شکنی سے پر ہے وہ بہت جلد اپنے قدیم مزاج کی طرف پلٹ گئے اور مسلمانوں کے اندر فتنہ فساد اور ہنگامہ واضطراب پیدا کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

غزوہ کے اسباب

شاش بن قیس اس قبیلے کا ایک مکر باز بوڑھا تھا۔ وہ اس حد تک کمزور لاغر ہو چکا تھا کہ گویا جیسے قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ لیکن اپنی پرانی فطرت بد کے مطابق مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں پھر بھی مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ یہ بوڑھا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرا جس میں بنو اوس اور بنو

خزرج کے لوگ بیٹھے باہمی گفتگو کر رہے تھے۔ اسے یہ دیکھ کر کہ ان دونوں قبیلوں کے اندر پرانی زمانہ جاہلیت کی دشمنی نہ صرف ختم ہوگئی ہے بلکہ یہ لوگ تو شیر وشکر ہو کر اپنے دلوں میں اسلام کی روشنی الفت جلائے بیٹھے ہیں۔ سخت دکھ و رنج ہوا۔ کہنے لگا یہ دو قدیم حریف اس قدر پیار و محبت سے رہنے لگے ہیں کہ ہمارا تو اس جگہ سے گزرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے ایک نوجوان یہودی کو جو اسکے ہمراہ تھا حکم دیا کہ ان مسلمانوں کی مجلس میں جا کر بیٹھو اور وہاں جنگ بعاث اور اس سے پہلے گزرے ہوئے واقعات کا ذکر چھیڑ دینا۔ ساتھ ہی اس نے دونوں جانب سے جنگی اشعار جو زمانہ جاہلیت میں کہے گئے تھے سنانے کو کہا۔ اس نوجوان یہودی نے ایسا ہی کیا۔ وہ اشعار سن کر بنو اوس و بنو خزرج کے لوگوں کے درمیان کچھ گرما گرم گفتگو اور تو تو میں میں شروع ہوگئی۔ نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ گئی وہ لوگ ایک دوسرے پر فخر جتانے لگے۔ ان میں سے ایک نے اپنے مدمقابل سے کہا اگر چاہو تم تو گذشتہ جنگ کو پھر سے جوان کر کے شروع کر سکتے ہیں۔ دوسرے فریق کو بھی غصہ آ گیا اس نے کہا چلو ہم جنگ کے لیے تیار ہیں۔ مقام حرّہ میں مقابلہ ہوگا۔ اور یوں لوگ ہتھیار لے کر مقام حرّہ کی طرف چلے قریب تھا کہ خونریزی شروع ہو جاتی اسی اثنا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے ارادے کا علم ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار کو ہمراہ لے کر مقام حرّہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا "اے مسلمانوں کی جماعت، اللہ، اللہ میرے ہوتے ہوئے بھی زمانہ جاہلیت کو پکار رہے ہو اور وہ بھی اس وقت جبکہ اللہ کریم تم لوگوں کو اسلام کی ہدایت و دولت سے مالا مال فرما چکا ہے۔ اسلام کے ذریعے تم لوگوں سے جاہلیت کا معاملہ کاٹ کر تمہیں کفر سے نجات دے کر تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ چکا ہے"۔ یہ نصیحت سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو احساس ہوا کہ یہ شیطان کی ایک چال تھی۔ سب رونے لگے اور اوس و خزرج کے لوگ ایک دوسرے سے گلے ملے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کے دلوں سے نفرت، کدورت، عیاری کی آگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسکے بعد آج تک پھر کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

از: تاریخ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 555

اسکے علاوہ اہل یہود نے اور بہت سے ایسے منصوبے تیار کیے ہوئے تھے۔ جن پر عمل کرنے سے وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے دلوں میں سخت دشمنی و نفرت کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے۔ ہر وقت جھوٹے اور بیہودہ لغویات (پروپیگنڈے) کرتے تھے۔ صبح کو کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو جاتے اور رات کو پھر کافر ہونے کا اعلان کر دیتے تا کہ اپنی اس حرکت سے کمزور اور سادہ لوح قسم کے لوگوں کے دلوں مین اسلام کے خلاف شک و شبہ کے بیج بو سکیں۔ کسی

شخص کے ساتھ مالی تعلق کچھ لین دین ہوتا اگر وہ مسلمان ہو جاتا تو اس پر معیشت کے دروازے بند کر دیتے اور صبح و شام بقایاجات کی وصولی کے لیے تقاضے شروع کر دیتے۔ اس کے خلاف اگر مسلمان ہونے والے کا ان کی طرف کچھ بقایا ہوتا تو اسکو ادا نہیں کرتے تھے۔ دوسری طرف مسلمان ان لوگوں کی ہدایت یابی کی امید سے ان کی تمام حرکات کو برداشت کرتے رہتے تاکہ امن وسلامتی کا ماحول برقرار رہے۔ اہل یہود نے یہ تمام حرکات غزوہ بدر سے پہلے ہی شروع کر دی تھیں۔ اس طرح بنوقینقاع والے جو حرکات کر رہے تھے اس کا مطلب کھلی جنگ تھا لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل بردباری تحمل اور برداشت سے کام لے رہے تھے۔

اہل یہود مسلمانوں کو ہر قسم کی ایذاء پہنچانے کے درپے تھے اگر کوئی مسلمان ان کے بازار میں خرید وفروخت کے لیے چلا جاتا تو اسکو تنگ کرتے اور ان پر آوازیں کستے یہ بے حیا لوگ اس بات کی تمیز بھی نہ کرتے کہ بازار سے گزرنے والا مسلمان مرد ہے یا عورت۔ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت کے باوجود یہ لوگ اپنی حرکات سے باز نہ آئے۔ فتح بدر کے چند روز بعد ان یہود نے مدینہ منورہ میں بلوہ اور ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ بس ان کی یہ آخری حرکت تھی جس نے یہود پر تباہی اور بربادی کے دروازے کھول دیئے۔ ایک دن ایک مسلمان عورت بازار میں کچھ سامان فروخت کرنے کے بعد حاصل شدہ رقم لے کر بنوقینقاع کے بازار میں ایک سنار کی دوکان پر گئی تاکہ کچھ ضرورت کے مطابق سونا خرید سکے۔ اس یہودی دوکاندار نے مسلمان عورت کا چہرہ کھلوانا چاہا مگر عورت نے انکار دیا۔ اس پر یہودی نے عورت کی لاعلمی میں پیچھے سے آکر اس کے زیر جامہ کا دامن پکڑ کر اسکی پشت پر گرہ دے دی۔ جب وہ عورت کام سے فارغ ہو کر اٹھنے لگی تو زیر جامہ نیچے ہی رہ گیا اور وہ عورت برہنہ ہو گئی۔ پس وہاں پر موجود تمام یہودیوں نے بلند قہقہے لگائے اور تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ عورت نے چیخ وپکار شروع کر دی یہ آواز سن کا ایک مسلمان جو وہاں کھڑا تھا آگے بڑھا اور تلوار سے اس یہودی دوکاندار کا کام تمام کر دیا۔ اس پر یہودی قوم بھی اکٹھی ہو گئی اور ان لوگوں نے مل کر اس مسلمان کو شہید کر ڈالا۔ مسلمان مقتول کے گھر والوں نے شور مچایا۔ مسلمانوں نے یہود کے خلاف فریاد کی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ "تم لوگوں کو خدا سے ڈرنا چاہیے کہیں تم لوگ بھی اہل قریش کی طرح مصیبت وعذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ"۔ اہل قینقاع نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اس پر حضور اکرم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ اس قوم نے نقص امن کا تہیہ کر لیا ہے اور اب جنگ ناگزیر ہے۔

از سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 552

مواہب لدنیہ، مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 183

بنی قینقاع کا محاصرہ و جلاوطنی

جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا کہ یہ قوم نقص امن اور نقص عہد پر تلی ہوئی ہے۔ اس وقت جبریل علیہ السلام یہ آیت مبارکہ لے کر نازل ہوئے۔ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا: سورۃ الانفال آیت 58۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ
خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ ڈرتے ہیں کہ کوئی معاہدہ کسی قوم کی طرف سے نقص عہد کا شکار ہو جائے گا۔ پس ان کا عہد ان کی طرف انصاف کے ساتھ پھینک دو اور اپنی طرف سے لڑائی میں عجلت نہ کریں۔ کیونکہ ایسا نہ ہو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے نقص عہد نہ ہو جائے"۔

اسکے بعد حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کی تیاری شروع فرمادی۔ حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا حاکم و خلیفہ مقرر کیا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں سفید علم دے کر لشکر کے ہمراہ بنوقینقاع کی طرف روانہ ہوئے جو کہ مدینہ کے مضافات میں رہتے تھے۔ اہل یہود قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے متواتر سولہ یوم تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل یہود کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور یوں ان لوگوں نے شوال 2ھ بروز جمعہ ہتھیار ڈال دیئے اور شرط یہ رکھی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں کے جان و مال اولاد اور عورتوں کے بارے میں جو فیصلہ فرمائیں گے انکو قبول ہوگا۔ اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان تمام لوگوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔

اس موقع پر عبداللہ بن ابی کی منافقت کھل کر سامنے آگئی اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت بے ادبی سے پیش آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل یہود کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن اس ابن ابی بے حیا کی بے حیائی کی وجہ سے یہودی قوم پر لعنت کرتے ہوئے ان لوگوں کو جلاوطنی کا حکم فرمایا۔

بنی قینقاع کا سارا مال و اسباب مسلمانوں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ مدینہ منورہ واپس آ کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خمس خود رکھ لیا اور چار خمس صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیئے۔

غزوہ بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے خود لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین کمان، تین تلواریں اور تین نیزے خود رکھے ایک زرہ محمد بن مسلمہ اور دوسری سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دی۔

از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 71، ابن ہشام جلد 2 صفحہ 47, 48، مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 184

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 34 ہجری فلسطین۔ 181 حدیثیں روایت کی ہیں) فرماتے ہیں کہ بنی قینقاع سے میرے حلیفانہ تعلقات تھے ان کی اس شرارت اور بدعہدی کو دیکھ کر میں نے اس قبیلہ سے قطع تعلق کر لیا اور ان سے بیزاری کا اعلان کیا۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں یوں گزارش کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آتا ہوں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکل بری اور الگ ہوتا ہوں"۔

حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لیے جس طرح اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عبادت گزار مومنین کے ساتھ محبت کا ہونا لازمی ہے اسی طرح اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے عداوت بیزاری اور نفرت کا اعلان واظہار کرنا بھی ضروری ہے۔

از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 3

اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لیے مکتوبات عارف ربانی شیخ مجدد الف ثانی حضرت امام احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی مراجعت فرمائیں۔ یادر ہے ایمان کے لیے فقط تصدیق کافی نہیں جب تک کہ خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں سے بیزاری نفرت وعداوت نہ ہو۔

غزوہ سویق 5 ذی الحجہ 2 ہجری

ایک طرف یہود ومنافقین اسلام کے خلاف شب وروز سازشوں میں مصروف تھے۔ یہ لوگ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے جس سے مسلمانوں کو کسی قسم کی بھی تکلیف پہنچ سکتی تھی۔ ہر بری سے بری حرکت ناپاک سے ناپاک سازشیں کرتے رہنا ان کی زندگی کا گویا مقصد بن چکا تھا۔ اس سلسلے میں چند ایک مثالیں گزشتہ اوراق میں گزر

چکی ہیں۔ دوسری طرف اہل قریش مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے غزوہ بدر میں ہونے والی عبرت ناک شکست کا بدلہ لینے کے لیے ہر لمحہ بے چین تھے۔اور طرح طرح کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔

سردار قریش ابوسفیان اپنی قوم کی آبرو کی حفاظت اور اپنی قوت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔اس نے قسم کھالی کہ میں نہ غسل کروں گا نہ آرام سے سوؤں گا یہاں تک کہ اپنی عورت کو بھی مس نہیں کروں گا یعنی غسل جنابت کی نوبت ہی نہیں آنے دوں گا جب تک محمد ابن عبد اللہ (سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) سے بدلہ نہ لے لوں۔ اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے وہ دوسو(200) قریش سواروں کے ہمراہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لیے نکلا اور وادی قناۃ کے سرے پر واقع انیب نامی ایک پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوا یہ وادی مدینہ منورہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ابوسفیان کھلے عام مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا اس لیے اس نے ڈاکہ زنی سے ملتا جلتا ایک فعل سرانجام دیا۔ وہ رات کی تاریکی میں مدینہ کے اطراف میں داخل ہوا اور حیی بن اخطب کا دروازہ کھلوایا۔ حیی بن اخطب نے رات کی تاریکی میں خطرے کے پیش نظر دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔

ابوسفیان یہاں سے مایوس ہو کر بنونضیر کے خزانچی سردار سلام بن مشکم کے پاس پہنچا ابوسفیان نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ سلام بن مشکم نے نہ صرف اجازت ہی دے دی بلکہ اسکو اندر بلا کر مہمان نوازی کا عملی ثبوت بھی دیا۔ شراب پلائی اور اہل علاقہ کے حالات سے باخبر بھی کیا۔ رات کے پچھلے پہر ابوسفیان، سلام بن مشکم کے گھر سے نکلا اور اپنے ساتھیوں میں پہنچ گیا۔ ابوسفیان نے ایک دستہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کیا جس نے اطراف مدینہ طیبہ میں عریض کے مقام پر جا کر حملہ کر دیا۔ اس دستے نے وہاں جا کر کھجوروں کے کچھ درخت کاٹے اور ان کو جلا دیا اسکے بعد ایک انصاری اور اسکے حلیف کو جو کہ کھیتوں میں کام کر رہے تھے پکڑ کر قتل کر ڈالا اور یوں یہ دستہ واپس آ کر ابوسفیان کی راہنمائی میں مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔ ابوسفیان نے یہ سوچ لیا کہ اس عمل سے اسکی قسم پوری ہوگئی ہے۔ اور اس نے اپنے اس فعل سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے انتقام لے لیا ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واردات کی خبر ملتے ہی آپ علیہ السلام نے ابولبابہ رفاعہ ابن عبد المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور بڑی تیزی سے مہاجرین وانصار کے دوسو(200) سواروں کو ہمراہ لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ لیکن ابوسفیان بہت تیز رفتاری سے اپنے ساتھیوں کے

ہمراہ اس جگہ سے بھاگ گیا۔ ابوسفیان اور اسکے ہمراہی مسلمانوں کے خوف سے اس قدر تیز بھاگے کہ ان لوگوں نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو، توشے اور بہت سا کھانے پینے کا سامان بھی راستے میں پھینک دیا تا کہ بھاگنے میں آسانی رہے۔ مسلمانوں نے وہ تمام سامان اپنے قبضے میں لے لیا اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ سویق کا نام دیا گیا۔

سویق عربی زبان میں ستوؤں کو کہتے ہیں۔ گویا دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس غزوہ کا نام ستوؤں والا غزوہ تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کا مقام قرقرۃ الکدر تک تعاقب کیا۔ اس غزوہ میں کسی قسم کی جنگ پیش نہ آئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ روز تک مدینہ منورہ سے باہر رہنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

از: حضرت علامہ زرقانی جلد 1 صفحہ 458

زادالمعاد جلد 2 صفحہ 90, 91

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 158

سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 44, 45

عیدالاضحیٰ پہلی عید قربان 2 ہجری

9 ذی الحجہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ سویق سے واپس تشریف لائے 10 ذی الحجہ الحرام کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی۔ دو مینڈھے قربانی کئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی یہ پہلی عید قربان تھی۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سال فانی دنیا سے رخصت ہوئے جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی ماہ میں پیدا ہوئے۔

3ہجری کے اہم واقعات

غزوات وسرایا

غزوہ غطفان یا غزوہ ذی امر 3 ھ

3ہجری کے اہم واقعات میں سے یہ غزوہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ معرکہ بدراور اُحد کے درمیانی عرصہ میں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت یہ سب سے بڑی فوجی مہم تھی۔ اس غزوہ کو غزوہ غطفان یا غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں۔ اسکے علاوہ اس غزوہ کو انمار بھی کہا جاتا ہے۔ یہ غزوہ جس جگہ رونما ہوا وہ علاقہ نجد کے گردو نواح میں ہے۔ ربیع الاول شریف میں جبکہ چند راتیں گزر چکی تھیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے۔

اسباب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ میں یہ اطلاع ملی کہ نجد کے گرد ونواح میں بنی ثعلبہ اور بنومحارب کی ایک جماعت جمع ہوچکی ہے ان لوگوں کا یہ لائحہ عمل ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح اور شہر میں قتل وغارت اور لوٹ مار مچائیں۔ یہ اجتماع دعثور بن حارث محاربی نے اکٹھا کیا تھا جو کہ ایک دلیر جنگجو سردار تھا اور غطفانی قبیلہ (غطفان بن سعد بن مالک بن حرام بن جذام اور غطفان بن سعد بن قیس عیلان) ان لوگوں میں سرفہرست تھا۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چارسو (400) بعض روایات کے مطابق چارسو پچاس (450) سواروں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے نجد کی طرف روانہ ہوئے اپنی غیر حاضری میں سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ جب مسلمان اس مذکورہ جگہ پر پہنچے تو وہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں پناہ گزین ہوگئے۔ مسلمانوں نے بنی ثعلبہ کے ایک شخص جس کا نام جبار تھا گرفتار کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اسلام کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی اور یوں اپنی آخرت سنوارتے ہوئے مسلمان ہوگیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں دے دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر خیمہ زن ہوئے کہ اچانک ابر رحمت کا نزول شروع ہوگیا۔ بارش

خوب تیز ہوئی۔ مسلمانوں کے تمام کپڑے بھیگ گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لباس مبارک اتار کر سوکھنے کے لیے درخت کی شاخوں پر ڈال دیا اور خود اسی درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ کفار پہاڑ کی چوٹی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے انہوں نے اپنے سردار دعثور سے کہا کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اکیلے درخت کے نیچے آرام فرمارہے ہیں۔ موقع اچھا ہے جاؤ ان کو قتل کر آؤ۔ دعثور ننگی تلوار لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا اور سر پر آکر کہا بتاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میرا اللہ''۔ اسی وقت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے زور سے اس کافر کی چھاتی پر مکا مارا۔ اس طرح تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلوار اٹھالی اور فرمایا اب بتاؤ ''تمہیں میرے ہاتھ سے کو بچائے گا''۔ اس نے عرض کی کوئی نہیں اور پھر کہا:

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشۡھَدُ اَنَّکَ رَسُوۡلَ اللّٰہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو تلوار واپس کردی۔ دعثور واپس اپنی قوم کی طرف چلا گیا۔ قوم نے پوچھا تمہیں کیا ہوگیا تھا تم نے تلوار سونت رکھی تھی لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ کیوں دیا۔ دعثور نے کہا میں نے ایک سفید رنگ بلند قامت آدمی کو دیکھا جس نے پوری قوت سے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور یوں تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں پشت کے بل زمین پر گر گیا۔ اسکے بعد اس نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی جس کے نتیجہ میں بے شمار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس بارے میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۃ المائدہ آیت 11۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ يَّبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ فَكَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۱

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر ہاتھ چلائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے''۔

صاحب مواہب الدنیہ وامام بیہقی فرماتے ہیں کہ:

یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع میں پیش آیا جب کہ امام واقدی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ غطفان میں ظہور پذیر ہوا۔ مذکورہ واقعہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دو دفعہ یعنی ایک دفعہ غزوہ الرقاع اور دوسری طرف غزوہ غطفان میں پیش آیا۔ انشاءاللہ اس کا ذکر مفصل غزوہ ذات الرقاع میں آئیگا۔

از: الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 210
البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 2
مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 186

کعب بن اشرف یہودی کا قتل 14 ربیع الاول شریف 3ھ

کعب بن اشرف قبیلہ طی کی شاخ بنونبہان کا سردار اور بنونضیر سے تھا۔کعب بن اشرف کی رہائش گاہ مدینہ منورہ کے جنوب میں عوالی بنی نضیر کی آبادی کے قریب تھی۔ پاس ہی بنی قریظہ کی آبادی تھی اس سے آگے بعاث تھا۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ مقامات مدینہ کی آبادی سے تقریباً اڑھائی میل کے فاصلے پر تھے۔حرّہ سیاہ رنگ کی سنگلاخ زمین کو کہتے ہیں۔ مدینہ کے مشرق اور مغرب میں دو حرّے ہیں۔حرّۃ العریض مشرقی جانب کے حرّے کا ایک حصہ تھا۔ ہر حرّے کے مختلف مقامات کے نام مختلف ہیں۔کعب بن اشرف کی ماں بھی بنونضیر سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ نہایت ہی مالدار و بااثر سردار تھا اپنے حسن جمال کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔فن شاعری میں بڑی مہارت کا مالک تھا لیکن بد بخت نے اپنی زندگی کا مقصد ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ میں دریدہ ذہنی اور سب وشتم و گستاخانہ کلمات نکالنا بنالیا تھا۔ ہمیشہ مسلمانوں کی ہجو بیان کرتا اور طرح طرح سے اہل حق کو ایذا پہنچاتا رہتا تھا۔غزلیات و عشقیہ اشعار میں مسلمانوں اور انکی عورتوں کا تشبیہاً ذکر کیا کرتا۔لوگوں کو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اکساتا رہتا۔ایک دفعہ تو اس بد بخت نے دعوت کے بہانے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی لیکن قبل از وقت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باخبر کر دیا اور اس کے گھر سے واپس تشریف لے آئے۔ جنگ غزوہ بدر میں کفار مکہ کی شکست کا سن کر فوراً بول اٹھا کہ اگر واقعی میدان بدر میں ایسا ہوا ہے کہ عرب کے بادشاہ اور اشراف مارے گئے ہیں تو روئے زمین کا شکم اسکی پشت سے بہتر ہے (یعنی اب یہ بہتر ہے کہ انسان مرجائے تاکہ اسکو زمین میں دفن کر دیا جائے جو کہ زمین کے اوپر رہنے سے بہتر ہے)۔اسکے بعد مکہ گیا اور وہاں جاکر ابی وداعہ کا مہمان ہوا۔مشرکین کی غیرت بھڑکانے اور انکی آتش انتقام تیز کرنے کے لیے اشعار کہے۔ان اشعار کو

پڑھ کر خود بھی روتا اور اہل قریش کو بھی رلاتا۔ قریش میں سے جن لوگوں کے عزیز و اقارب بدر کے کنویں میں پھینک دیئے گئے تھے انہوں نے ماتم شروع کر دیا۔ ابوسفیان اور دیگر مشرکین نے اس سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک ہمارا دین پسندیدہ ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا۔ کہنے لگا تمہارا دین۔ کیوں کہ تم لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ اور افضل ہو۔ اس یہودی کے اس غلط بیان اور حق کو چھپا کر باطل کا ساتھ دینے پر قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سورہ النساء آیت 51۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ
اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾

ترجمہ: ”تم نے انہیں نہیں دیکھا جن کو کتاب کا علم دیا گیا کتاب میں سے حصہ دیا گیا کہ وہ جبت و طاغوت (بت اور شیطان) پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہیں“۔

کعب بن اشرف مشرکین مکہ کے ہمراہ چند یوم بسر کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس آیا اور مسلمانوں کے بارے میں سخت نازیبا اشعار کہنے شروع کر دیئے۔ اسکے قتل کا قوی سبب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سب و شتم اور ہجویہ اشعار بنا۔

از: زرقانی جلد 2 صفحہ 8، فتح الباری جلد 7 صفحہ 259
مواہب لدنیہ، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 187 وغیرہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ اس نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ایذا پہنچائی ہے“۔ یہ سنتے ہی محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے (یعنی چند ذومعنی الفاظ) جن کو سن کر وہ بظاہر خوش ہو جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اجازت ہے“۔

از: صحیح بخاری شریف و فتح الباری جلد 7 صفحہ 259، زرقانی جلد 2 صفحہ 10

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے بھی مشورہ کرلیں اس طرح محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر چار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن میں حضرت ابونائلہ سلکان بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت عباد بن بشر، حضرت حارث بن اوس بن معاذ اور حضرت ابوعبش بن جبر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل تھے کعب کے قتل کو تیار ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز کعب کو ملنے تشریف لے گئے دوران گفتگو کہا کہ یہ شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فقراء و مساکین میں رقم تقسیم کرنے کے لیے ہم سے صدقہ وزکوٰۃ مانگتا ہے۔ اور یوں ہمیں سخت مشقت میں ڈال دیا ہے۔

از: صحیح بخاری شریف

روضۃ الاحباب میں مزید تشریح موجود ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا کہ یہ شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے لیے تمام بلاؤں اور مصیبتوں کا باعث ہے یعنی تمام عرب کے باشندوں کو ہمارے خلاف کر دیا ہے جو کہ ہم سے لڑنے کو تیار ہیں۔ ہمارے تجارت کے راستے مسدود کر دیئے ہیں۔ اور ہر وقت ہم سے صدقہ طلب کرتا ہے۔ جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنا بھی میسر نہیں کہ ہم اپنا اور اہل وعیال کا پیٹ پال سکیں اور ہمیں سختی و دکھ میں ڈال دیا ہے۔ کعب نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم تم اس سے زیادہ دکھ اٹھاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس وقت ہم نے خود انکی متابعت اختیار کی ہے اور ہم بات چیت کر چکے ہیں اب ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم اپنی بات سے پھر جائیں یہ سن کر وہ بدبخت بہت خوش ہوا۔

ماخوذ از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 188۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب سے کہا میں اس وقت تمہارے پاس اس مقصد کے لیے آیا ہوں کہ ہمیں کچھ غلہ بطور قرض دے دو۔ کعب نے کہا میں تم لوگوں کو ضرور قرض دوں گا لیکن تم لوگوں کو اپنی کوئی چیز میرے پاس بطور گروی رکھنا ہوگی۔ ان لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم کیا چیز تمہارے پاس گروی رکھیں کعب نے کہا اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی عورتیں کس طرح گروی یا رہن رکھ سکتے ہیں۔ اول تو یہ بات ہماری حمیت وغیرت ہی گوارا نہیں کرتی پھر تم اس قدر حسین اور جواں ہو۔ کعب کا عورتوں کو گروی رکھنے کا مطالبہ کرنا اسکی باطنی خباثت کا عیاں ثبوت تھا۔ اس جواب پر کہنے لگا اگر عورتوں کو رہن نہیں رکھ سکتے تو اپنے بیٹوں کو رہن رکھدو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے بیٹے کس طرح رہن رکھ سکتے ہیں لوگ ہمیں طعن و دشنام کریں گے اور

یہ بات ہمارے لیے سخت عار کا باعث ہوگی کہ ہم نے چند سیر غلہ کے عوض اپنی اولاد کو ہی رہن رکھ دیا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تم ہمارے ہتھیار اپنے پاس رہن رکھ لو کعب اس بات پر راضی ہو گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی رات کو آنے کا وعدہ کر کے کعب سے رخصت ہوئے۔

از: روضۃ الاحباب، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 189

اس گفتگو کے بعد 14 ربیع الاول 3 ھ چاندنی رات میں چاند ہر سو چاندی کے تار بکھیر رہا تھا۔ کہ یہ مختصر سا قافلہ کعب بن اشرف کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ قلعہ کے دروازہ پر پہنچ کر حضرت ابو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قدرے زور سے آواز دی۔ آواز سن کر کعب باہر آنے کے لیے اٹھا تو اسکی بیوی جسکی ابھی نئی نئی شادی ہوئی تھی بولی اس وقت کہاں جا رہے ہو۔ کعب نے کہا کہ کوئی نہیں میرا رضاعی بھائی اور اسکے ساتھی ہیں۔ نئی نویلی دلہن نے کہا مجھے اس آواز سے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے گویا خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے کہا گھبراؤ نہیں کریم آدمی کو اگر نیزے کی مار کی طرف بلایا جائے تو وہ اس پکار پر بھی جاتا ہے۔ کعب نیچے آیا اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو اندر آنے کی دعوت دی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں سے پہلے ہی یہ لائحہ عمل طے فرما چکے تھے کہ جب کعب ہمارے نزدیک آئے گا تو میں اسکو کہوں گا کہ تمہارے جسم اور خاص طور پر بالوں سے بہت ہی خوبصورت اور عمدہ خوشبو آ رہی ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ تمہارے بال سونگھوں کیونکہ میں نے اس سے عمدہ خوشبو آج تک نہیں سونگھی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب کی اس عادت سے اچھی طرح واقف تھے کہ وہ ہر وقت خوشبو میں رچا بسا رہتا ہے اور عطریات کا بہت استعمال کرتا ہے چنانچہ جب کعب نے ان لوگوں کو اندر بلایا گفتگو کے دوران محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب کی خوبصورتی اور خوشبو کی بہت تعریف کی۔ ساتھ ہی بال سونگھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کعب اپنی تعریف سن کر فخر وتکبر سے تن گیا اور کہنے لگا اے ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم میرے بال سونگھ لو ابو نائلہ نے کعب کے بال خود بھی سونگھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھنے کے لیے کہا سب نے باری باری کعب کے بال سونگھے کعب ان لوگوں کی اس حرکت سے تھوڑا سا خوف زدہ ضرور ہوا لیکن فوراً ہی مطمئن ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ابو نائلہ نے پھر کہا کہ میں ایک بار تمہارے بال پھر سونگھنا چاہتا ہوں کعب نے دوبارہ اجازت دے دی اس دفعہ ابو نائلہ نے کعب کے بال نہایت مضبوطی سے پکڑ کر فرمایا لے لو اس اللہ کے دشمن کو پس ساتھیوں نے فوراً اس ملعون کا سر تن سے جدا کر دیا کعب نے مرنے سے پہلے اسقدر زور سے چیخ ماری کہ گردوپیش میں ہلچل مچ گئی اور یہودیوں کا کوئی قلعہ

ایسا نہ بچا جہاں آگ روشن نہ کی گئی ہو لیکن اس قتل کے جواب میں کسی طرف سے بھی کوئی حرکت نہ ہوئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 46 یا 47 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔

از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 260

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ قبیلہ اوس) (چھ احادیث روایت کی ہیں) اور ان کے ساتھی کعب کا کٹا ہوا سر لے کر رات کے آخری حصہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ خدمت اقدس میں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اس وقت حضور پر نور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شب میں مصروف تھے نعرہ تکبیر کی آواز سن کر جان گئے کہ یہ لوگ کعب کا کام تمام کرنے کے بعد کامیاب واپس آئے ہیں چنانچہ جواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا ان لوگوں نے کعب کا کٹا ہوا سر فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے قریب خاک پر رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"ان چہروں نے فلاح پائی اور کامیاب ہوئے"

جواب میں ان لوگوں نے کہا "سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔

حضرت حارث بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس معرکہ میں اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں غلطی سے زخمی ہو گئے تھے اور ان کا بہت سا خون نکل گیا تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا جس سے ان کا زخم ایسے ٹھیک ہو گیا جیسے کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر ساری زندگی ان کو اس زخم پر کسی قسم کا درد یا تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 57

صحیح بخاری شریف جلد 1 صفحہ 341، 425

سنن ابوداؤد اور عون المعبود جلد 2 صفحہ 42، 43

صبح کے وقت جب یہودیوں کو گذشتہ رات کے واقعہ کا علم ہوا کہ کعب مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے تو ان کے ضدی وہٹ دھرم دلوں میں اسلام کا رعب بیٹھ گیا۔ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ گئے کہ جب سرکار دوعالم ختم

الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ یقین کریںگے کہ نصیحت اور پیار محبت سے اِسلام کے دشمن باز نہیں آتے تو وہ طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ اہل یہود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کعب کے قتل کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا'' کہ اس کا جوانجام ہونا تھا وہ تم لوگوں کے سامنے ہے کیونکہ کعب ہمیشہ مسلمانوں کو تنگ کرتا رہتا انکوایذ ئیں پہنچاتا تھا جس کا نتیجہ تم لوگوں نے دیکھ لیا ہے''۔ یہ جواب سُن کر یہودی دم بخود رہ گئے اور کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد یہودیوں سے ایک عہد نامہ لکھوایا کہ آئندہ وہ کسی قسم کی اِسلام کے خلاف شرارت نہیں کریں گے۔

(از طبقات ابنِ سعد)

یادرہے اہلِ شرک کا قتل کرنا اور ان کے شر وفساد کو علاج کی غرض سے ختم کرنا اہل خیر کے نزدیک فرض ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جس طرح کہ درختوں کی زائد شاخوں کو کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ میوہ دار شاخوں کی اصلاح ہوجائے اور وہ آئندہ زیادہ پھل دیں۔ بالکل اِسی طرح کعب خطرناک شاخ کی مانند تھا جس کو کاٹ کر آئندہ آنے والی نسلوں کو اسکے شر سے محفوظ رکھا گیا تاکہ وہ امن وفلاح کا راستہ پاسکیں۔

غزوہ بُحران 3ہجری

ماہِ ربیع الاوّل 3ھ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر ملی کی بنوسلیم کا ایک بڑا گروہ مقام بحران پراکٹھا ہوا ہے۔ بحران حجاز کے اندر فرع کے اطراف میں ایک ایسا مقام ہے جہاں معدنیات کے بڑے ذخائر ہیں اور مدینہ منورہ سے 96 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ خبر ملتے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین سو(300) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی اجمعین کے ہمراہ اس علاقے کی طرف تشریف لے گئے مقامِ بحران پر پہنچ کر پتہ چلا کہ اہل بنوسلیم منتشر ہوگئے ہیں۔ اور اپنے اپنے گھروں میں جاکر پناہ گزین ہوچکے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مقام پر دس روز تک قیام فرمایا اور پھر واپس مدینہ منوّرہ تشریف لے آئے۔

(از: مواہب لِدُنّیہ)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی اجمعین کے ہمراہ ربیع الآخر اور جمادی الاولٰی کے دومہینے مقام بحران پر قیام پذیر رہے اس کے بعد مدینہ منوّرہ واپس تشریف لے آئے اس غزوہ میں کسی قسم کی جنگ پیش نہ آئی۔

(از: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 51,50)

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 91)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 191)

سَرِیّہ زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یکم جمادی الآخر 3ھ

(سریہ قردہ نجد)

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن شرجیل یا شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحات بن قضاعہ) جمادی الآخر 3ھ میں پیش آیا۔ غزوہِ اُحد سے پہلے یہ مُسلمانوں کی آخری کوشش ومہم تھی جو کہ نہایت ہی احسن طریقے سے کامیاب رہی۔ واقعہ بدر کے بعد اہلِ قریش مُسلمانوں سے اس حد تک ڈر گئے تھے کہ انہوں نے اپنی قدیم تجارتی شاہراہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اختیار کیا۔ گرمیوں کے موسم میں اہل قریش ملکِ شام کو تجارتی قافلے لے کر جاتے تھے تاکہ زندگی کا کاروبار چلا سکیں۔ غزوہ بدر کے بعد جب موسمِ گرما آیا تو قریش کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اس دفعہ وہ کونسا راستہ اختیار کریں۔ چنانچہ اس سلسلے میں صفوان بن امیّہ نے جس کو قریش کی طرف سے امیر قافلہ بنایا گیا تھا قریش سے مخاطب ہو کر کہا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں نے ہمارا سمندری ساحلی راستہ بند کر دیا ہے اور ساحل پر رہنے والوں نے بھی مُسلمانوں کی حمایت شروع کر دی ہے۔ اگر اس راستے سے سفر کرتے ہیں تو مُسلمانوں کا خطرہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور اگر ہم نے اپنا تجارتی سفر منسوخ کر دیا اور گھروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے تو اپنا اصل مال بھی کھا جائیں گے اور یوں ہمارے پاس کچھ باقی نہیں بچے گا کیونکہ اہلِ مکّہ کی زندگیوں کا دار ومدار موسمِ گرما میں سفر ملکِ شام اور موسمِ سرما میں تجارتی سفر حبشہ پر ہی ہے صفوان کے اس سوال پر اہل قریش سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور اس مسئلے کے حل کے لئے غور وخوض شروع کر دیا آخر کار اسود بن عبد المطلب نے مشوہ دیا کہ اس دفعہ تم ساحل کا راستہ چھوڑ کر

عراق کے راستے سفر کرو۔ یاد رہے یہ فاصلہ بہت لمبا ہے اور اہلِ قریش اس سفری راستے سے ناواقف بھی ہیں۔ البتہ یہ فائدہ ضرور ہے کہ یہ راستہ مدینہ منورہ کے مشرق میں کافی فاصلے سے گزرتا ہے۔ طے یہ پایا کہ قبیلہ بکر بن وائل کے فرات بن حیان کو راستہ بتانے کے لئے بطور راہنما ساتھ رکھ لیا جائے۔ کیونکہ وہ اس راستے سے اچھی طرح واقف ہے اور راہنمائی کے فرائض بڑی خوبی سے سرانجام دے سکے گا۔ الغرض یہ تجارتی قافلہ فرات بن حیان کی راہنمائی میں روانہ ہوا اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیّہ، حویطب بن عبدالعزّیٰ وعبداللہ بن ابی ربیعہ جیسے نامور سردارانِ قریش بھی شامل تھے۔ گویہ تجارتی قافلہ بڑے خفیہ طریقے سے روانہ ہوا تھا لیکن قافلے کی روانگی کی خبر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مل گئی۔ قافلے کی خفیہ روانگی کی خبر حضرت سلیط بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منوّرہ پہنچ کر دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچائی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قافلے کی جیسے ہی خبر ملی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم فرمایا اور یوں سو(100) سواروں کا دستہ جن میں مہاجرین وانصار شامل تھے۔ حضرت زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِنگرانی اس طرف روانہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے نہایت تیز رفتاری سے سفر طے کیا اُدھر قریش کا قافلہ بھی قردہ نامی چشمہ پر پڑاؤ ڈال ہی رہا تھا کی مُسلمانوں نے ان کو بے خبری میں جالیا۔ مُسلمانوں نے قافلے پر تو قبضہ کرلیا لیکن سردارانِ قریش واشراف خاندان والے اُن کے ہاتھ نہ آئے کیونکہ وہ لوگ قافلے پر حملہ ہوتے ہی جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہوگئے۔ مُسلمانوں نے راہنمائے قافلہ فرات بن حیان اور دوسرے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ مالِ غنیمت میں چاندی کے ظروف کی بھاری مقدار مسلمانوں کے ہاتھ لگی جسکی مالیت کا اندازہ تقریباً ایک لاکھ درہم تھا۔ اس مالِ غنیمت کی تعداد کا انداہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ جب مسلمانوں نے مالِ غنیمت میں سے خمس الگ کیا تو اسکی تعداد بیس ہزار درہم تھی۔ راہنما قافلہ فرات بن حیان نے مدینہ منورہ پہنچ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرلیا۔

(از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 51,50، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 25)

(مدارج النبوت جلد 3 صفحہ 191، ابن اسحاق)

بدر کی شکست کے بعد اہلِ قریش کے لئے یہ خبر نہایت ہی الم انگیز تھی جس نے ان لوگوں کے دُکھ میں مزید اضافہ کردیا۔ اب ان لوگوں کے پاس دو ہی راستے رہ گئے تھے اوّل یا تو سر جھکا کر مُسلمانوں کے ساتھ صُلح کرلیں تاکہ مستقبل میں ایسی مزید ذلّت سے دوچار نہ ہوں یا اپنی قوتِ تامہ سے مسلمانوں کے علاقہ میں گھس کر ان سے گزشتہ

ذِلتوں کا بدلہ لیں تا کہ مُسلمان آیندہ اہلِ قریش کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکیں چنانچہ ان لوگوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بڑے زورشور سے پوری قوت کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کر دی گویا اس طرح سَریّہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد یا غزوہ اُحد کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

قتل ابی رافع، جمادی الثانیہ 3 ہجری

ابورافع جو کہ حجاز کا ایک بڑا ہی مالدار تاجر تھا اس کا تعلق یہودی قوم سے تھا ابی رافع کے قتل کا واقعہ کعب کے قتل سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اسکے قتل کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ اس کا پورا نام عبداللہ بن ابی الحقیق تھا۔ ابورافع اسکی کنیت تھی بعض علماء نے اس کا نام سلام بن ابی الحقیق بھی لکھا ہے۔ اسکے قتل کا واقعہ رمضان شریف میں پیش آیا۔

(از: امام قسطلانی)

یہ یہودی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا۔ کنانہ صفیہ کا خاوند تھا جس کا مکمل ذکر انشاءاللہ فتح خیبر کے موقع پر آئے گا۔

(از: روضتہ الاحباب، مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 193)

یہ خبیث سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت دشمنی رکھتا تھا اور اہلِ اِسلام کو طرح طرح سے ایذا ٔ وتکالیف پہنچاتا رہتا تھا۔ کعب بن اشرف اور ابی رافع ایک دوسرے کے مددگار تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کو تنگ کرنے کی جستجو میں رہتے۔ اسی شخص کے کہنے پر قریش مکہ غزوہ ٔاحزاب میں مُسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے ابی رافع نے اس موقع پر قریش کو جانی و مالی طور پر بھرپور مدد دی تھی۔ یہ شخص ہمیشہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں اپنا مال خرچ کرتا رہتا تھا۔

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 13)

کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی سعادت جن خوش قسمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے حصے میں آئی ان سب کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ قبیلہ بنوخزرج کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں بھی کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دینا چاہیئے تاکہ بنواوس کی طرح ہمارا نام بھی سعادت مند ساتھیوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ابورافع جو کہ دوسرا گستاخ اور دریدہ دہن ہے اسکو قتل کرنا چاہیئے۔ یہ فیصلہ کر

نے کے بعد حضورِ اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی آپ نے اجازت عطا فرمادی۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 262)

اور یوں حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ قیادت حضرت مسعود بن سنان حضرت عبد اللہ بن انیس حضرت ابو قتادہ حضرت حارث بن ربعی اور حضرت خزاعی بن اسود رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اس مہم کے لئے روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ کسی بچہ یا عورت کو ہرگز قتل نہ کریں۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 262، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 193)

جمادی الآخر 3 ہجری کو یہ قافلہ حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ قیادت خیبر کی طرف روانہ ہوا۔

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 6)

ابو رافع کا قلعہ خیبر میں تھا یہ قافلہ غروب آفتاب کے وقت اس قلعہ کے سامنے پہنچا۔ حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آپ لوگ قلعہ کے باہر ہی ٹھہریں میں پہلے اندر جا کر رات کے وقت قلعہ کا دروازہ کھولنے کا بندوبست کرتا ہوں۔ ساتھی باہر ٹھہر گئے۔ سالارِ قافلہ نے اپنا چہرہ کپڑے سے اچھی طرح چھپا لیا اور کسانوں اور مزدوری سے واپس آنے والے لوگوں کے ہمراہ قلعہ کے دروازہ پر پہنچے چوکیدار نے دیکھ کر کہا اے سائل اگر کچھ مانگنا چاہتا ہے تو دروازے کے اندآ جا کیوں کہ میں ابھی دروازہ بند کرنے والا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عتیک فوراً اندر داخل ہوئے اور اندھیرے میں ایک طرف چھپ کر بیٹھ گئے۔ ابو رافع یہودی بالا خانہ پر رہائش رکھتا تھا۔ ابو رافع نے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا پھر شب گوئی شروع ہوگئی جو وہاں کا معمول تھا۔ قصہ گو قصہ کہانی سناتا رہا۔ میں یہ سب کچھ گدھے باندھنے والی جگہ پر چھپ کر سن رہا تھا۔ جب قصہ گوئی ختم ہوگئی سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہر قسم کی آواز آنا بند ہوگئی۔ چوکیدار نے دروازہ بند کر دیا اور اسکی چابیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ اور خود بھی سو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے اٹھے۔ کھونٹی سے چابیوں کا گچھا اتارا اور بالا خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئے۔ جس دروازے سے گزرتے جاتے اسکو بند کرتے جاتے تاکہ لوگوں کو اگر خبر بھی ہو جائے تو اندر نہ آسکیں اور انہیں ابو رافع کا کام تمام کرنے میں آسانی ہو۔ جب بالا خانے کی اوپر والی منزل پر پہنچے

تو وہاں اندھیرا تھا۔ کچھ عرصہ اندھیرے میں رہنے سے انکی آنکھیں تھوڑا بہت اندازے سے پہچاننے کے قابل ہو چکی تھیں۔

عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ابورافع اپنے اہل وعیال کے ہمراہ سورہا ہے۔ گھر والوں کے ہمراہ سوتے ہوئے ابورافع کی پہچان کرنا مشکل تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی اے ابورافع، اے ابورافع۔ ابورافع نے جواب دیا کون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز کی سمت کا اندازہ لگاتے ہوئے اس جانب تلوار کا وار کیا لیکن یہ وار کارگر ثابت نہ ہوا اور وہ یہودی بچ گیا۔ ابورافع یہودی نے چیخ ماری۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکل آئے کچھ دیر کے بعد دوبارہ اندر داخل ہوئے۔ اور آواز بدل کر کہا اے ابورافع یہ آواز کیسی تھی گویا اس طرح ظاہر کیا کہ کوئی ابورافع کی مدد کو پہنچ گیا۔ ابورافع نے کہا تمہاری ماں پر افسوس گھر میں کوئی گھس آیا ہے اور اس نے میری طرف تلوار پھینکی ہے اس دفعہ آواز کی سمت کا صحیح اندازہ لگاتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن قیس بن اسود بن مرہ بن کعب بن غنم بن سلمہ۔ قبیلہ سلمہ۔ جنگ یمامہ 12ھ میں شہید ہوئے) نے اپنی تلوار ابورافع کے پیٹ پر رکھ کر اس قدر زور سے دبایا کہ تلوار اسکے جسم کے پار ہوگئی اور یوں ابورافع واصلِ جہنم ہوا۔

اسکو قتل کرنے کے بعد باہر سیڑھیوں پر آئے چاندنی رات تھی۔ انہوں نے خیال کیا کہ زمین ہے پاؤں آگے بڑھایا تو نیچے گر گئے اور یوں پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی دوسری ٹانگ پر وزن ڈال کر اچھلتے ہوئے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے اور رات بھر قلعہ کے باہر ٹھہرے رہے۔ اندر سے نوحہ خوانوں کی آوازیں آرہی تھیں لوگ کہہ رہے تھے مشہور یہودی تاجر ابورافع مارا گیا حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ٹوٹے ہوئے پاؤں کو پگڑی سے باندھا اور یوں ان کے ساتھی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور خوشخبری سُنائی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر سُن کر خوش ہوگئے۔ جب میرے پاؤں کے ٹوٹنے کا حال سُنا تو فرمایا ''اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پھیلاؤ''۔ میں نے اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو پھیلایا تو آپ علیہ السلام نے اپنا دستِ حق پرست پھیرا مجھے فوراً ایسا معلوم ہوا کہ گویا کبھی میری ٹانگ کو کوئی شکایت ہوئی ہی نہیں تھی۔ ٹانگ بالکل پہلی حالت کی طرح صحیح سالم ہوگئی۔

(از: صحیح بخاری شریف باب قتل ابی رافع بروایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (روضۃ الاحباب، فتح الباری باب قتل ابی رافع)

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 138، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 193)

بعض کُتب میں یہ واقعہ دیگر طریق سے مذکور ہے۔ لیکن جو واقعہ صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے وہی اصل اور اولیٰ ہے اور وہی اوپر تحریر کیا گیا ہے۔

سریہ قردہ

قردہ ایک چشمہ کا نام ہے جو نجد کے چشموں میں سے ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو (100) سواروں کے دستہ کا امیر بنا کر قریش کے قافلہ کی طرف بھیجا جس کا سردار ابوسفیان تھا۔ سب قافلے والے بھاگ گئے تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مال غنیمت لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

غزوہ اُحد شوال 3 ہجری

(7 شوال 3 ہجری بمطابق 23 مارچ 625 عیسوی)

تاریخ شاہد ہے کہ اہلِ عرب کے ہاں صرف ایک شخص کا قتل لڑائی کا وہ سلسلہ شروع کر دیتا جو کئی سو سال تک متواتر چلتا رہتا یہاں تو غزوہ بدر میں قریش کے ستّر (70) نامور سردار مُسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ سے اہلِ قریش کے سینوں میں مُسلمانوں سے انتقام لینے کا جوش ہر لحہ باہر آنے کو بے قرار رہتا تھا۔ اہل مکّہ جوش انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ سریّہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اہل قریش نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا پورا ارادہ کر کے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

جنگ کی تیاری

غزوہ بدر کے موقع پر اہلِ قریش جس تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے گھروں سے نکلے تھے ابوسفیان وہ قافلہ ساحلی علاقہ کے راستے سے باحفاظت مکّہ مکرمہ میں لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس تجارتی قافلے کا راس المال حصّہ داروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن زرِ منافع امانت کے طور پر دارالندوہ میں محفوظ پڑا تھا۔ غزوہ بدر کی ہزیمت یافتہ جماعت قریش کشتگانِ بدر کے ماتم سے فارغ ہوئی تو ان لوگوں نے مُسلمانوں سے بدلہ لینے کا فیصلہ کیا آخرکار ابوسفیان بن حرب، عبداللہ بن ربیعہ، عکرمہ بن ابوجہل، حارث بن ہشام، حویطب بن عبدالعزّیٰ، صفوان بن امیّہ اور دیگر سردارانِ قریش ایک محفل میں جمع ہوئے۔ اور باتفاق رائے یہ طے پایا کہ تجارتی قافلے کے منافع اور از گرہ خود

سے بڑے پیمانہ پر جنگ کی تیاری کرنے کے بعد مسلمانوں پر حملہ کر کے انکو سبق سکھایا جائے اپنی گذشتہ شکست اور بدر میں اپنے عزیز واقارب، بیٹے، بھائی، باپ اور دیگر مرنے والوں کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ اس طرح منافع میں حاصل ہونے والی پچاس ہزار دینار کی رقم اور ایک ہزار اونٹ سب کچھ جنگ کی تیاری کے لئے وقف کر دیا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ آیت نازل فرمائی: سورۃ الانفال آیت 36۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ
أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ
تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: کافر اپنے مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو یہ خرچ تو کریں گے لیکن پھر یہ ان کے لئے باعثِ حسرت ہوگا۔ پھر مغلوب کئے جائیں گے اور کافروں کا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔"

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 20، تاریخ طبری جلد (صفحہ 233)

ابوعزّہ کا دورہ تہامہ

ابوعزّہ عمر بن عبداللہ قریش کا مشہور شاعر تھا۔ جنگِ غزوہ بدر میں گرفتار ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے فریاد کی کہ میں ایک محتاج اور کئی لڑکیوں کا باپ ہوں۔ عیالداری بہت بڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حالت سے بخوبی واقف ہیں۔ مجھ پر احسان فرماتے ہوئے جان بخشی فرمائیں۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو معاف کر دیا۔

اس موقع پر صفوان بن امیہ نے اسکو کہا کہ تم جوانمرد شاعر ہو اپنی زبان سے ہماری مدد کرو ہمارے ساتھ لوگوں کے پاس چلو۔ اس نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اس لئے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ صفوان نے کہا تم ہماری مدد کرو میں اللہ کے سامنے تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم جنگ میں مارے گئے تو تمہاری بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کی طرح ہی پرورش کروں گا۔ ابوعزّہ اس لالچ میں آ گیا اور اس نے تمام تہامہ کا دورہ کیا۔ بنی کنانہ کو جنگ کی دعوت دی۔ اسی طرح سافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جمح بنی مالک بن کنانہ کو

جنگ کی دعوت دی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ جبیر بن مطعم کا چچا اور ھندہ کا باپ غزوۂ بدر میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس لئے ھندہ نے جبیر بن مطعم کے وحشی غلام کو جو کہ حربہ اندازی میں بڑا ماہر تھا اُسے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا اور کہا کہ اگر تم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں انعام کے ساتھ غلامی سے بھی آزاد کر دیا جائے گا۔ وحشی کا نام ابودسمہ تھا۔

(از: تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 223)

اہلِ قریش کی عورتوں کا لشکر کیساتھ چلنا

اہلِ قریش نے بڑی سرگرمی کے ساتھ جنگ کی تیاری کی قبائل عرب کو ہمراہ چلنے کی دعوت دی۔ یہاں تک کہ مردوں کے ہمراہ عورتوں کی ایک جماعت بھی شامل تھی تا کہ مقتولینِ بدر کی یاد دِلا کر اہل لشکر کو لڑائی کے لئے ابھارتی رہیں چنانچہ اس جماعت میں:

ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان

ام حکیم بنت حارث بن ہشام زوجہ عکرمہ بن ابوجہل

فاطمہ بنت ولید زوجہ حارث بن ہشام

برزہ بنت مسعود زوجہ صفوان بن امیّہ

ریطہ بنت شیبہ زوجہ عمرو بن العاص

سلافہ بنت سعد زوجہ طلحہ جحی وغیرہ شامل تھیں۔

کفارِ قریش کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ جن میں سو (100) زرہ پوش دوسو (200) گھوڑے تین ہزار (3000) اونٹ اور پندرہ (15) عورتیں شامل تھیں۔ یہ لشکر نہایت تکبّر وکروفر سے ابوسفیان بن حرب کی زیرکمان مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔

1۔ (از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 25)

2۔ (زرقانی جلد 2 صفحہ 20)

3۔ (تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 9)

4۔ (مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 196)

5۔ (المواہب الدنیہ وغیرہ)

لشکرِ قُریش کی روانگی

اہلِ قریش نے اس بھرپور تیاری کے بعد مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا۔ غرور تکبّر اور انتقام کا جذبہ سینوں میں لئے ہوئے۔ یہ تین ہزار (3000) آہن پوش لشکر جن میں عورتیں شامل تھیں۔ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے گھروں سے نکلے تھے، قریش کی یہ جنگی تیاری اور ان لوگوں کا پورے ساز وسامان سے لیس لشکر اس بات کا عیاں ثبوت تھا کہ بہت ہی خونریز جنگ ہونے والی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ واقعی بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں گو مسلمانوں کو بھی کچھ نقصان اٹھانا پڑا لیکن فتح وکامرانی اہلِ حق کے حصّہ میں ہی آئی۔ بہرحال یہ لشکر مکّہ سے مدینہ کی طرف بڑی تیزی سے روانہ ہوا۔

سرکارِ دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لشکرِ قُریش کی اطّلاع کا مِلنا

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گو اسلام قبول فرما چکے تھے لیکن ابھی تک مکّہ میں ہی مقیم تھے۔ قریش مکّہ کی جنگی تیاریوں اور ان کے منصوبوں کا بڑی گہری نظر سے مشاہدہ فرما رہے تھے۔ قریش نے جب اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی طاقت کو اکٹھا کرنے کے بعد اس لشکر کو کوچ کا حکم دیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ایک ہوشیار اور تیز رفتار قاصد کے ہاتھ اس تیاری کی مکمل تفصیل لکھ کر مدینہ منوّرہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خط روانہ کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قاصد نہایت ہی تیز رفتار ثابت ہوا۔ اُس نے مکہ سے مدینہ منورہ کا سفر جو کہ تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا تھا صرف تین یوم میں بہت ہی کم آرام کرنے کے بعد طے کیا۔ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔

قاصد جب خط لیکر پہنچا تو اس وقت حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد قباء میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خط پڑھ کر سُنایا۔ خط سننے کے بعد حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً مدینہ منوّرہ تشریف لائے تمام اکابر مہاجرین وانصار کو اکٹھا کیا تاکہ باہمی صلاح مشورہ سے کفار مکّہ کے اس

لشکر کا مقابلہ کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 21)

حُضور پُرنوُر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صَحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مشورہ اور خواب مُبارک

لشکرِ قریش کی روانگی کی خبر ملتے ہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ شوال 3ھ کو اپنے دو خبر رساں حضرت انس ومونس پسران فضالہ بن عدی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لشکرِ قریش کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ بہت جلد ہی ان خبر رسانوں نے آکر خبر دی کہ لشکرِ قریش مدینہ منوّرہ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اہلِ لشکر نے اپنے اونٹ اور گھوڑے عریض (مدینہ کی چراگاہ) میں چھوڑ دیئے ہیں۔ جنہوں نے چراگاہ میں سبزے کا نام ونشان نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا تاکہ لشکرِ قریش کی صحیح تعداد معلوم کرسکیں حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آکر لشکر کی تعداد کا بالکل صحیح اندازہ عرض کیا۔ اسکے بعد ساری رات حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن عبادہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مسجدِ نبوی کا پہرہ دیتے رہے تاکہ کوئی دشمن بے خبری میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 25)

صبح کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مشورہ طلب فرمایا مہاجرین نے عموماً اور اکابرین انصار نے خصوصاً یہ مشورہ دیا کہ عورتوں کو باہر قلعوں میں حفاظت کی غرض سے بھیج کر مدینہ منوّرہ میں رہتے ہوئے ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ دشمن اگر اپنے پڑاؤ میں ہی ٹھہرا رہے تو اس کے لئے یہ ایک بے مقصد عمل ہوگا۔ لیکن اگر دشمن نے مدینہ منورہ پر آکر حملہ کیا تو گلی کوچوں میں اس کا سخت مقابلہ ہو جائے گا۔ ہماری عورتیں مکانوں کی چھتوں سے دشمن پر خشت باری کر کے اسکو بھاری نقصان پہنچانے میں ہماری مددگار ثابت ہوں گی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی بن سلول جو کہ اس محفل میں بنوخزرج کے سرکردہ نمائندے کی حیثیت سے موجود تھا سے مشورہ طلب کیا۔

(از: تاریخِ طبری جلد 3 صفحہ 389)

عبداللہ بن اُبی نے بھی یہی مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ کے اندر ہی رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے گواس کا یہ مشورہ دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مطابقت رکھتا تھا لیکن اصل میں اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جنگ میں بھرپور کردار ادا نہ کرے اور اس کا دیگر اہلِ حق کو احساس بھی نہ ہو۔لیکن قدرت نے آگے چل کر اس منافق کے اس ارادے کو بے نقاب کر دیا۔دوسری طرف وہ نوخیز صحابہ جو کہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے اور شوقِ شہادت ان کے دِلوں میں طوفان بن کر موجزن تھا اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ دشمن کا مقابلہ مدینہ منورّہ سے باہر نکل کر کرنا چاہیے۔

(از: زرقانی جلد2 صفحہ 21)

یہ تمام گفتگو سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے کہ میں ایک مضبوط زِرّہ میں ہو۔ایک گائے ذبح کی جارہی ہے جسکی تعبیر یہ ہے کہ مدینہ منورّہ ایک مضبوط زِرّہ ہے اور گائے ذبح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے کچھ صحابہ اس جنگ میں شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کریں گے۔اس لئے میرا خیال بھی یہی ہے کے مدینہ کے اندر رہ کر جنگ لڑی جائے'' پھر فرمایا ''میں نے خواب میں مزید دیکھا کہ میری تلوار کی دھار میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔جب میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کا اگلا حِصّہ ٹوٹ کر گر گیا پھر جب میں نے دوسری بار تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ عمدہ ہوگئی''۔تلوار ٹوٹ جانے کی یہ تعبیر ارشاد فرمائی کہ ''میرے خاندان میں سے کوئی فرد اس غزوہ میں شہید ہوگا''۔

(از: تاریخ طبری جلد3 صفحہ 11،مدارج النبوت جلد2 صفحہ 197)

(طبقات ابن سعد، بخاری شریف میں تلوار کا حِصّہ ٹوٹنے سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شکست کی تعبیر کی گئی ہے)۔

نوخیز صحابہ کرام نے اس بات پر سخت اصرار کیا کہ کفارِ مکّہ سے باہر نکل کر ہی جنگ کی جائے اور یہ بھی عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تو اس دن کی تمنا کیا کرتے تھے اللہ سے دُعا مانگا کرتے تھے کہ ہمیں میدانِ جنگ میں دشمن سے لڑنے کا موقع نصیب فرما۔اب وقت آگیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ باہر میدانِ جنگ میں تشریف لے چلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن یہ سمجھ لے کہ ہم ڈر گئے ہیں۔ان حضرات میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے انہوں نے کہا میں اس وقت تک کوئی غذا نہیں چکھوں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر اپنی تلوار سے کفار کے ساتھ دودو ہاتھ نہ کرلوں۔

حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں جو گائے ذبح ہوتی دیکھی ہے وہ میری شہادت کی طرف اشارہ ہے۔ پھر عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو جنت سے محروم نہ کیجئے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے میں ضرور جنّت میں داخل ہو کر رہوں گا۔ وہ اس لئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور میں لڑائی میں کبھی بھاگتا نہیں ہوں۔ یہ سُن کر فخر کون ومکاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَدَقْتَ۔ ''تو نے سچ کہا''۔

(از: البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 12)
(زرقانی جلد 2 صفحہ 23)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 226)
(مدارج النّبوت جلد 2 صفحہ 198) وغیرہ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی پشیمانی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیکھا کہ مہاجرین وانصار میں سے بھی بعض اکابر کی رائے یہی ہے کہ باہر میدان میں نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی عزم فرما لیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا نماز سے فارغ ہوئے کچھ دیر مسجد نبوی میں تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد نماز عصر سے فارغ ہو کر اپنی حجرے میں تشریف لے گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حجرہ شریف میں گئے۔

آپ علیہ السلام نے دوہری زرّہ زیب تن فرمائی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستار مُبارک حضور انور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مُبارک پر رکھی۔ دوسری طرف حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیگر صحابہ سے کہا کہ تم لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہر سے باہر جا کر حملہ کرنے پر مجبور کیا ہے جب کہ تم جانتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی اترتی ہے مناسب یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کو اپنی مرضی مُبارک پر عمل فرمانے دیا جائے۔

اسی وقت فخرِ موجودات اپنے حجرۂ مُبارک سے دوہری زرہ زیب تن فرمائے مُسلّح ہوکر باہر تشریف لائے۔ لوگوں نے اس لباس میں دیکھ کرعرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کسی طرح بھی یہ زیبا نہ تھا کہ مرضی مبارک کے خلاف مشورہ دیتے ہماری اس غلطی کو مُعاف فرمائیں اوراپنی مرضی مُبارکہ کے مطابق عمل فرمائیں۔حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ''کسی نبی کے لئے یہ زیبانہیں کہ جب وہ زِرّہ پہن لے تو بغیر لڑے ہوئے اُسے اتاردے۔یہاں تک کہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے۔اب اللہ کا نام لے کرچلواور میں جوحُکم دُوں اس پرعمل کرو اوریادرکھواگرتم لوگ صابراورثابت قدم رہےتواللہ کی فتح ونصرت تمہارے ہی لئے ہے''۔

(از: تاریخ طبری جلد1 صفحہ226)

(نسائی،حاکم،ابنِ اسحاق)

عبداللہ بن اُبی بن سلول کی واپسی

لشکرِقریش معروف کاروانی شاہراہ پرچلتاہوامدینے کےقریب پہنچ گیایہ لشکروادی عقیق سے گزرتاہوادائیں جانب کتراکرکوہِ اُحد کےقریب عینس نامی ایک مقام پرجوکہ مدینہ کے شمال میں وادی قناۃ کے کنارے ہے خیمہ زن ہوایہ واقعہ بروز بدھ 3 ہجری کوپیش آیا۔اُدھرحضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزارصحابہ کوہمرہ لے کرمدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین جھنڈے تیار کروائے۔اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کودیا۔خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا جبکہ مہاجرین کا جھنڈا سیّدنا حضرت علی رضی تعالیٰ اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول مقام شوط سے اپنے تین سومنافقوں کی جماعت لے کرالگ ہوگیااور یہ کہتا ہوا کہ نبی مکّرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری بات نہیں مانی،مدینہ واپس ہوگیا۔اوراسکے ساتھی اوروہ خود یہ کہنے لگا کہ ہم کیوں ناحق اپنی جانیں لڑائیں۔

بنوسلمہ کے حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی تعالیٰ اللہ عنہ (اخو بنی سلمہ) اسکے پیچھے تشریف لے گئے اور فرمانے لگے''اے میری قوم میں تم کواللہ کا واسطہ دے کرکہتاہوں کہ اس دشمن کے مقابلہ میں تم اپنے نبی اور باقی قوم کا ساتھ نہ چھوڑو۔منافقین نے جواب دیا کہ اگرہمیں اس بات کا یقین ہوتا کہ تم واقعی دشمن سے لڑوگےتو ہم تمہاراساتھ نہ چھوڑتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم لڑوگے نہیں۔جب انہوں نے یہ جواب دیا اور بات نہ مانی تو حضرت عبداللہ بن عمرو

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مایوس ہو کر کہا اے دشمنانِ خُدا اللہ تم کو ہلاک کرے تمہارے مقابلے میں اللہ میرے لئے کافی ہے۔

(از: تاریخ طبری، مداج النبوت، ابن اسحاق وغیرہ)

طرفین کی فوجی تعداد

راستے میں عبد اللہ بن ابی تین سو(300) منافقین کے ہمراہ الگ ہو گیا اور یوں مسلمانوں کی کل تعداد سات سو(700) رہ گئی۔ جبکہ مشرکین کی تین ہزار(3000) تعداد تھی۔ جن میں سات سو(700) زرّہ پوش اور دو سو (200) سوار تھے۔ مُسلمانوں کے پاس دو(2) گھوڑے اور سو(100) زرّہ پوش جوان تھے۔

(از: واقدی)

لشکر اسلام کی روانگی اور فوج کا مُعائنہ

11 شوال بروز جمعتہ المبارک بعد نمازِ عصر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار کی جمعیت کے ہمراہ مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے۔ جبکہ سعید بن معاذ، حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین زِرّہ پہنے لشکر کے آگے آگے چل رہے تھے۔ باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین دائیں اور بائیں چل رہے تھے۔ حضرت ابن امّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار علیہ السّلام نے مدینہ منوّرہ میں اپنا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا تاکہ وہ اندرون شہر کاروبار سنبھالیں اور مُسلمانوں کو نمازیں پڑھائیں۔

(از: طبقات ابن سعد، زرقانی)

جس وقت لشکرِ اسلام ثنیتہ الوداع سے آگے بڑھا تو ایک فوجی دستہ نظر آیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ''یہ کون لوگ ہیں'' بتلایا گیا کہ بنو خزرج کے حلیف یہود ہیں جو مشرکین کے خلاف جنگ میں حِصّہ لینا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا یہ لوگ مُسلمان ہو چکے ہیں'' جواب دیا نہیں۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا ''ان لوگوں کو کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں کیونکہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین کی مدد نہیں لینا چاہتے''۔

(از: ابنِ سعد)

لشکر کا معائنہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شیخان نامی جگہ پر پہنچے تو لشکر کا معائنہ فرمایا۔ سترہ (17) صحابہ ایسے تھے جن کی عمر چودہ سال سے کم تھی اس لئے ان کو واپس کر دیا گیا۔ اُن میں سے بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2۔ حضرت زید بن ثابت (نجار) رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4۔ حضرت عبداللہ بن عُمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5۔ حضرت اسید بن زہیر (بنی حارثہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6۔ حضرت عرابتہ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7۔ حضر براٗ بن عازب (بنی حارثہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9۔ حضرت رافع بن خدیج (بنی حارثہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10۔ حضرت سمرہ بن جندب فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11۔ حضرت عمرو بن حزم (بنی مالک بن نجار) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(از: حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ، زرقانی جلد 2 صفحہ 25)
(از: تاریخ طبری جلد 1، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 198)

جب صغر سِنی کی وجہ سے حضرت رافع بن خُدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا کہ تم واپس مدینہ منوّرہ چلے جاؤ کیونکہ جنگ بچوں کا کام نہیں تو وہ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو گئے تا کہ دیکھنے میں ان کا قد اونچا نظر آئے۔ اللہ اللہ جس قوم و مذہب کے بچوں کی جاں نثاری اور جذبہ شہادت کا یہ عالم تھا اسکو کون شکست دے سکتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو تن کر کھڑے دیکھا تو تبسم فرمایا اور ان کو جنگ میں شریک ہونے کی اجازت عطا فرمادی۔ دوسرا حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین تیرانداز بھی تھے اس لئے بھی ان کو لشکر میں شامل کر لیا گیا۔

(از: طبری جلد 3 صفحہ 3، زرقانی جلد 2 صفحہ 29)

حضرت سمرہ و حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مقابلہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب حضرت رافع بن خُدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر میں شامل ہونے کی اجازت عطا فرمادی تو حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عمر تھے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ علیہ السلام نے رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر میں شامل ہونے کی اجازت عطا فرمادی ہے اور مجھے اجازت نہیں دی جبکہ میں کُشتی میں رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچھاڑ دیتا ہوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں کو کُشتی لڑنے کا حکم دیا چنانچہ کشتی کے نتیجے میں حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیت گئے اور یوں ان کو لشکر میں شامل ہونے کی اجازت مل گئی۔ اس روایت کو صرف امام طبری رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے جبکہ دوسری روایت میں حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت ملنے کی وجہ ان کا تیر اندازی میں مہارت رکھنا تھا۔

(از: سیرۃ ابن ہشام ذِکرِ غزوہ اُحد، البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 15 وغیرہ)

مقام شیخین

مقامِ شیخین پر لشکرِ اسلام کا انتخاب اور ترتیب مکمل کر لی گئی یاد رہے شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے جو مدینہ منوّرہ اور اُحد کے درمیان واقع ہیں۔ اس مقام پر ایک اندھا یہودی اور ایک اندھی بوڑھی یہودن قیام پذیر تھے جو راستے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اپنے سلف کے واقعات بیان کیا کرتے تھے اس لئے مقام کا نام ہی شیخین مشہور ہو گیا۔

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 12)

جبلِ اُحد یا مقامِ اُحد کی فضیلت

لفظِ اُحد کا اشتقاق توحد سے ہے کیونکہ یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے الگ اور منقطع ہے۔ اُحد مدینہ منورہ سے شمال کی طرف پانچ کلومیٹر یا بعض کے نزدیک تھوڑے زیادہ فاصلے پر واقع ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ اہلِ ایمان وتوحید کی نُصرت ومدد کی جگہ بھی ہے۔ مذکورہ وجہ تو اہلِ ایمان کے نزدیک ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اُحد نام قدیمی وپُرانا ہے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اس پہاڑ کا نام اُحد ہی تھا۔ اُحد پہاڑ کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی گئی ہیں۔

مشہور حدیث شریف ہے:

" اُحُد جَبَلٌ یُحِبُّنَا و نُحِبُّہٗ"

ترجمہ: "یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُس سے محبت کرتے ہیں"۔

ایک دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مُبارک اُحد پہاڑ پر پڑی تو فرمایا:

" ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ عَلٰی بَاب مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃ "

(روایت از: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُحد پہاڑ کے لئے محبت کا ذکر کرنا اور اُحد پہاڑ کا حضور علیہ السّلام کے لئے محبت کا ذکر کرنا روایات سے ثابت ہے۔ جانبین کی یہ محبت حقیقت پر محمول ہے۔

(از: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ)

اس اُحُد پہاڑ کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" اُسکن یا احد فانّما عَلَیک نبیّنی و صدیق و شھیدا"

(اے اُحد سکون اختیار کر تمہارے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہیں)

(الحدیث)

مذکورہ احادیث اور فرمان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُحد کی فضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔

میدان جنگ میں فوج کی ترتیب

سرکار دوعالم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سات سو مجاہدین اور دو گھوڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور بدرقہ ہمراہ لیا تا کہ نزدیک ترین راستے سے میدان جنگ میں لے چلیں۔ اس طرح لشکرِ اِسلام حرہ بنی حارثہ اور ان کی جائیداد کے پاس سے ہو کر گزرا جب مربع بن قیظی کے باغ کے قریب سے گزرا۔ یہ یہودی نابینا تھا۔ وہ لشکر کی آمد محسوس کرتے ہوئے زمین سے خاک اٹھا کر مسلمانوں پر پھینکنے لگا۔ اور کہنے لگا یاد رکھیں اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ صحابہ کرام اسکو قتل کرنے لگے اس پر حضور علیہ السّلام نے فرمایا "اسکو کچھ مت کہو یہ آنکھوں کا اندھا ہی نہیں بلکہ دِل کا بھی اندھا ہے"۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے سے پہلے ہی حضرت سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمان

مار کر اس یہودی کا سر زخمی کر دیا۔ اور لشکرِ اسلام آگے بڑھا۔

میدانِ اُحُد پر پہنچ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کی جنگی نقطہ نظر سے لشکر کو کئی صفوں میں ترتیب یوں قائم کی کہ مدینہ منورّہ کو سامنے اور اُحد پہاڑ کو پشت کی جانب رکھا۔ سرفروشانِ اسلام اللہ کریم کی راہ میں جہاد وقتال کے لئے صف بستہ کھڑے ہوئے۔

(از: ابنِ سعد جلد 2 صفحہ 27)

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کا دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری اوسی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا اور ان لوگوں کو وادی قناۃ کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سی پہاڑی جو اسلامی لشکر سے کوئی ڈیڑھ سو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے اور اب جبل رماۃ کے نام سے مشہور ہے۔ تعینات فرمایا۔

امیر دستہ کو ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اگر تم دیکھو کہ پرندے ہم کو اُچک لے گئے ہیں تب بھی اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور مار کر پامال کر دیا ہے تو بھی اِسی جگہ قائم رہنا''۔

(از: صحیح بخاری کتاب الجہاد روایت از براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''تم لوگ اسی پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے رہو اور پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرو''۔

اگر ہم کو قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لئے نہ آنا اور اگر مالِ غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو اس میں شریک مت ہونا''۔

(از: مسند احمد، معجم طبرانی۔ روایت از حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فتح الباری جلد 7 صفحہ 350 وغیرہ)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''شہسواروں کو تیر مارو اور انکو ہم سے دُور رکھو۔ دشمن ہماری پشت کی جانب سے ہمارے اوپر حملہ آور نہ ہو۔ ہم جیتیں یا ہاریں تم لوگ اپنی جگہ نہیں چھوڑو گے۔ تمہاری جانب سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے''۔

(از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 25)

باقی لشکر کو اس ترتیب سے صف آراء کیا کہ حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میمنہ کی کمان دی حضرت

زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی مدد کے لئے مقرر کیا جبکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس دستے کی کمان سپرد فرمائی جو کہ زِرّہ کے بغیر تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم عطا فرمایا۔

(از: البدایہ والنہایۃ علامہ ابن کثیر)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بھی حکم دیا کہ "وہ خالد بن ولید کے شہسواروں کی راہ روکے رکھیں۔ اس ترتیب کے علاوہ لشکر کے اگلے حِصّہ میں اُن مُمتاز اور منتخب بہادر ساتھیوں کو رکھا گیا جنکی جانبازی اور دلیری ضرب المثل تھی اور ان میں سے ایک ایک جوان ہزاروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ کا یہ منصوبہ جو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترتیب دیا اس قدر باریکی، دانش مندی، جنگی مہارت اور حکمت پر مبنی تھا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کائنات میں بڑے سے بڑا فوجی سپہ سالار خواہ کوئی بھی ہو اس قدر حکمت پر مبنی جنگی منصوبہ تیار کر ہی نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مقامات اپنے لشکر کے لئے پسند فرمائے جو جنگی اعتبار سے نہایت ہی اہم تھے۔ اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر موجود درّہ کو تیر اندازوں کی زیرنگرانی دینا کمالِ مہارت جنگ کا عیاں ثبوت تھا۔ مختصراً سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے لشکرِ اِسلام کی صف بندی فرمائی۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجاہدین سے خِطاب مُبارک

لشکرِ اِسلام کی ترتیب کی بعد حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تک میری طرف سے حکم نہ ہو جنگ شرع نہ کی جائے"۔ مزید فرمایا "جب دشمن سے جنگ شروع ہو تو نہایت ہمّت واستقلال اور پامردی سے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ اپنے دِلوں میں کسی قسم کا ڈر یا خوف نہیں رکھنا کیونکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم لوگوں کے ساتھ ہیں"۔ پھر اپنی تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "تم میں سے کون ہے جو اس تلوار کو اسکے حق کے ساتھ لے"۔ اس پر کئی صحابہ جن میں حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی شامل تھے آگے بڑھے تاکہ تلوار کو حاصل کریں۔ لیکن حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ رئیس بنی خزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابن عم تھے) نے آگے بڑھ کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے؟ فرمایا "اس کا حق یہ ہے کہ اس سے خُدا کے دشمنوں کو اس حد تک مارو کہ یہ تلوار خم ہو جائے"۔

مسند امام احمد، صحیح مُسلم، معجم طبرانی وغیرہ میں حضرت انس بن مالک اور حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ روایت مذکور ہے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس تلوار کو اسکے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ گمانِ غالب یہی ہے کہ بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس تلوار کے اصل حقدار ہیں اس لئے یہ تلوار انکو عطا کی گئی۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو دجانہ (ابو دجانہ سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج۔ قبیلہ بنی ساعدہ۔ جنگ یمامہ میں شہادت پائی) مشہور پہلوان تھے بڑے جرّی ہمت والے اور نہایت ہی شجاع تھے۔ دشمنانِ اسلام کے خلاف لڑتے ہوئے ان پر ایک عجیب جوشِ وجد اور سُکر کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لڑائی کے وقت سر پر ایک سُرخ رومال یا سُرخ پٹی باندھ لیا کرتے اور میدانِ جنگ میں اکڑ کر چلا کرتے تھے۔ اس تلوار کے ملنے پر اپنا سُرخ رومال نکال سر پر باندھا اور اکڑ کر چلتے ہوئے میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے ان کی چال دیکھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"خدا کو یہ چال عام حالت میں پسند نہیں لیکن ایسے جنگ کے موقعوں پر یہ چال چلنا ٹھیک ہے اور یہ عمل نا پسندیدہ نہیں ہے"

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 28، تاریخ طبری جلد 3، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 203)

لشکرِ کفّار کی میدانِ جنگ میں تنظیم

اِدھر مُسلمان اپنی فوج کی صف بندی کر رہے تھے تو اُدھر مشرکین نے بھی صف بندی کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی فوج کی ترتیب کی اس کو منظم کیا۔ مشرکین کی افواج کا سالارِ اعلیٰ ابو سفیان تھا اس نے لشکر کے قلب کو اپنا مرکز بنایا۔ خالد بن ولید کو میمنہ کا امیر بنایا عکرمہ بن ابو جہل کو میسرہ کی کمان دی گئی جبکہ صفوان بن امیّہ کے پاس پیدل فوج کی کمان تھی۔ عبد اللہ بن ربیعہ کے ہاتھ تیر اندازوں کی کمان تھی۔

بنو عبد الدار کی مختصر جماعت کے پاس مشرکین کا جھنڈا تھا ان لوگوں نے یہ منصب عبدِ مناف کے زمانہ سے ہی وراثت میں پایا تھا جنگِ بدر میں ان کا پرچم بردار نصر بن حارث گرفتار ہو گیا تھا اس موقع پر بنو عبد الدار کو طیش دلانے کے لئے ابو سفیان امیر جنگ نے کہا اے بنو عبد الدار والو جنگِ بدر میں تم لوگوں کے سردار نے گرفتاری دے کر قریش کی فوج کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ علمبرداری نہایت ہی اہم فریضہ ہے اگر تم لوگ اس منصب کی حفاظت نہیں کر سکتے تو یہ جھنڈا

کسی اور کے حوالے کر دو۔ یہ سُن کر اہل قبیلہ اس قدر طیش میں آ گئے کہ ابوسفیان کو ہی مار دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کل میدانِ جنگ میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم اس منصب کے حق دار ہیں یا نہیں ابوسفیان اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ دوسرے دن یہ قبیلہ اس حد تک لڑا کہ ایک ایک آدمی لقمہ اجل بن گیا۔

جنگ کا آغاز

طبلِ جنگ پر چوٹ پڑتے ہی اہلِ قریش کی عورتیں دَف پر اشعار پڑھتی ہوئی آگے آئیں ابوسُفیان کی بیوی ہندہ سب عورتوں سے آگے آگے تھی۔ جبکہ مزید چودہ عورتیں اسکے پیچھے پیچھے یہ اشعار پڑھتی ہوئی آ رہی تھیں۔
ترجمہ ''ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں، اور قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم آگے بڑھو تو ہم تم سے گلے ملیں گی، پیچھے ہٹو گے تو ہم تم سے جُدا ہو جائیں گی۔''

یہ عورتیں اپنے مردوں کی غیرت کو جگانے کے لئے اُن کے جذبات کو گرم کرنے کے واسطے طرح طرح کے طریقے استعمال کر رہی تھیں۔ متواتر دف کو پیٹ کر مردوں کو جوش میں لانے کی کوشش میں مصروف تھیں۔

اہلِ قریش کی طرف سے سب سے پہلے ابوعامر میدانِ جنگ میں نکلا۔ یہ شخص اپنے اخلاق وعادات ونیکی وپارسائی کی بدولت اہلِ مدینہ کی نظر میں راہب کا درجہ رکھتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بنواوس کی سرداری اسکے پاس تھی۔ لیکن جب آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورّہ میں طلوع ہوا تو یہ بدبخت اس آفتاب کی نورانی روشنی کی تاب نہ لا سکا اور جل بھُن کر مدینہ سے نقل مکانی کر کے ملّہ میں جا کر آباد ہو گیا اسکو یہ یقین تھا کہ بنواوس اسکی بڑی قدر ومنزلت کرتے ہیں اس لیے ابوعامر نے اہلِ قریش کو یقین دلایا کہ وہ بنواوس کے لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے الگ کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر کہا ''اے بنواوس میں ابوعامر ہوں''۔

یہ سُن کر بنواوس کے لوگوں نے جو جواب دیا اس سے اہل اوس کے یقین کامل اور ایمان کامل کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ کریم ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ وہ لوگ بولے:

''اے خُدا کے نافرمان وفاسق خدا کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے''

ابوعامر یہ دندان شکن جواب سُن کر وہاں سے غائب ہو گیا اُسے اپنی حیثیت کا علم ہو گیا چنانچہ اس نے جا کر قریش سے کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت تو بالکل بدل گئی ہے اور وہ میرا ساتھ نہیں دیں گے۔

(از: عیون الاثر صفحہ 236، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 79، تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 16)

(زرقانی جلد 6 صفحہ 30، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 304)

(الوفا ابن جوزی، البدایۃ والنہایہ از: ابن کثیر جلد 4 صفحہ 16 وغیرہ)

مشرکینِ مکّہ کی طرف سے ان کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ صف سے آگے نکل کر پکارا کیوں مسلمانو تم میں سے کوئی ہے جو مجھ کو سب سے پہلے جہنّم میں پہنچادے۔ یہ شخص نہایت جرّی اور شہ زور تھا مسلمان اس کو کبش الکیتہ: (لشکر کا مینڈھا) کہتے تھے یہ اونٹ پر سوار تھا اسکی حد سے بڑھی ہوئی طاقت کے پیشِ نظر عام صحابہ مقابلہ سے کترا گئے۔ ابو طلحہ کی مُبارزت سُن کر شیر خُدا سیّد نا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور تلوار کا اسقدر بھرپور وار کیا کہ اس مینڈھے کا پاؤں کٹ گیا جس سے وہ مُنہ کے بل زمین پر گرا اور اس کا ستر کُھل گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرما کر پیچھے ہٹ گئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیچھے کیوں ہٹ گئے'' عرض کیا اس کا ستر کُھل گیا ہے اس وجہ سے شرم آگئی۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 31)

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور اس بد بخت کے سر پر اس قدر زور سے تلوار ماری کہ سر تن سے جُدا ہوا گیا اور یوں وہ واصل جہنم ہوا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشی میں آکر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا صحابہ کرام نے جواب میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

(از: طبقات ابن سعد)

طلحہ کے قتل ہوتے ہی مُشرکین کی طرف سے عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم تھام لیا سیّد نا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھکر اس پر حملہ کیا اور ایک ہی وقت میں اسکے دونوں شانے باری باری صاف کر دیئے علم اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی جہنّم میں پہنچ گیا اس کے مرنے کے بعد ابو سعد بن ابی طلحہ نے مشرکین کا جھنڈا پکڑ لیا اسکو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ اسکی زبان حلق سے باہر آگئی آپ فوراً آگے بڑھے اور اس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ اسکے مرنے کے بعد مشرکین کا علم مسافع بن طلحہ کے ہاتھوں میں آیا حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بد بخت کا کام تمام کر دیا۔ پھر یہ علم حارث بن طلحۃ بن ابی طلحۃ نے تھام لیا اسکو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا پھر علم کلاب بن طلحۃ نے پکڑا اسکو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں قتل کر دیا مشرکین کا جھنڈا اسکے بعد طاۃ شرجیل کے ہاتھ آیا سیّد نا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو واصلِ جہنّم کیا اسکے بعد شریح بن قارظ علم لے کر آگے بڑھا اور قتل ہوا اس کے بعد شریح کا غلام

صواب علَم لے کر میدان میں نکلا جسکو حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے کِسی نے قتل کیا۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 31، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 28)

مذکورہ تمام علَم بردار ایک قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جب قبیلے کے تمام لوگ قتل ہو گئے تو ان کے غلام جس کا ذکر اوپر آچکا ہے نے اسقدر دلیری سے مُسلمانوں کا مقابلہ کیا کہ دُونوں بازو کٹ جانے کے باوجود پرچم کو کندھوں سے تھامے رکھا اور آخر اسی حالت میں مر گیا پھر اسکے بعد زمین سے کِسی نے پرچم نہ اٹھایا۔

سَیّدِ نا حضرت اَمیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّد الشہداء کی شہادت

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بھِرے ہوئے شیر کی مانند میدانِ جنگ میں لڑ رہے تھے۔ آپ جس طرف نکل جاتے دشمنانِ دین کو ختم کرتے جاتے اُن کے سامنے مشرکین مکّہ کے بڑے بڑے سُورما اس طرح بکھر جاتے تھے جیسے تیز ہوا کے سامنے پتے اڑتے پھرتے ہوں۔ مشرکین حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملوں سے سخت پریشان تھے۔ آپ قتال کرتے ہوئے قلب لشکر کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

مشرکین کے لشکر میں جبیر بن مطعم کا غلام حبشی بھی موجود تھا جو کہ حربہ (نیزے کی قسم کا چھوٹا ہتھیار) چلانے کا ماہر تھا۔ جبیر بن مطعم نے اس غلام حبشی کو خاص طور پر اس جنگ میں اس شرط پر شامل کیا تھا کہ اگر وہ اسکے چچا طعیمہ بن عدی کے قاتل حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دے تو اسکو انعام و اکرام کے علاوہ آزاد کر دیا جائے گا۔

اِسی طرح ہندہ زوجہ ابوسفیان نے بھی وحشی غلام کو یہ یقین دلایا تھا کہ تجھے بہت سا انعام دُوں گی اگر میرے باپ عتبہ کے قاتل حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دو۔ جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ جنگِ غزوہ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طعیمہ اور عتبہ کو قتل کر کے واصلِ جہنّم کیا تھا۔ اور یہ لوگ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان دونوں مقتولین کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ مگر صد حیف کہ میدانِ اُحد میں حضرت امیر حمزہ شیر خُدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ آپ کو بہادروں کی طرح رو برو لڑ کر شہید نہیں کیا گیا بلکہ بزدلوں کی طرح چھپ کر بے خبری کے عالم میں وحشی غلام کے ہاتھوں حربہ کی مدد سے شہید کروایا گیا۔

جنگِ اُحد کی ابتدا میں جب طرفین نے اپنی اپنی صفیں درست کیں اور لڑائی کی ابتداء ہوئی تو مشرکین کی طرف سے سباع بن عبدالعزیٰ ھَلْ مِن مبارِزٍ (ہے کوئی میرے مقابل) پکارتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا۔ حضرت

حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر یہ کہتے ہوئے اسکی طرف بڑھے کہ اے سباع عورتوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے تو اللہ اوراسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقابلہ کرتا ہے یہ کہہ کراسقدر جوش سے تلوار کا وار کیا کہ اس بدبخت کا سر کٹ کرتن سے جُدا ہوگیا اور یوں وہ واصلِ جہنّم ہوا۔

سباع کی ماں مکّہ میں قریش کی عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی اس لئے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو عورتوں کے ختنہ کرنے والی کا بیٹا کہہ کر پکارا۔

وحشی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاک میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھا تھا جب آپ اس طرف سے گزرے تو اس وحشی نے تاک کر حربہ مارا جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مُبارک سے پار ہوگیا اور آپ شہید ہوگئے۔

وحشی اپنا قصہ یوں بیان کرتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ بدر میں طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا میں طعیمہ کے بھتیجے جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔جنگِ اُحد سے قبل اُس نے مجھے یہ کہا کہ اگر تو میرے چچا کے قاتل حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر دے تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔اس لالچ میں مشرکین مکّہ کے ساتھ شامل ہوکر اُحد کے مقام پر پہنچا اور لڑائی کے دوران اس تاک میں تھا کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آجائیں تو ان کو قتل کردوں۔جنگ کی ابتداء میں سباع بن عبدالعزیٰ نے مسلمانوں کو لڑائی کے لئے للکارا۔مُسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے تیری اتنی ہمت کہ تو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنگ کرتا ہے یہ کہا اور سباع پر حملہ کر دیا پہلے ہی وار میں سباع کو قتل کر دیا۔میں یہ سب کچھ ایک پتھر کے پیچھے چُھپ کر دیکھ رہا تھا۔جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے قریب ہوئے تو میں نے اپنا حربہ تاک کر اُن کے سینے پر مارا جو آر پار ہوگیا۔حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف اٹھ کر بڑھنا چاہا لیکن مغلوب ہوگئے۔کچھ دیر کے بعد میں بھی ان کے قریب گیا تو وہ شہید ہوچکے تھے میں نے اپنا نیزہ اُن کے سینہ مُبارک سے نکالا اور میدانِ جنگ میں ایک طرف الگ ہوکر بیٹھ گیا کیونکہ میرا مقصد مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا نہیں تھا بلکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا تھا اور وہ مقصد پورا ہوگیا تھا۔اسکے بعد جب لوگ مکّہ واپس آئے تو میں بھی اُن کے ساتھ واپس آگیا اور یوں مجھے آزادی مِل گئی۔

(از: صحیح بخاری 2 صفحہ 583، فتح الباری جلد 7 صفحہ 282)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 69 تا 79، مدارج النبوت جلد صفحہ 208 وغیرہ)

یہ وحشی قاتلِ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکّہ تک قریش کے پاس مکّہ میں ہی مقیم تھا فتح کے بعد بھاگ کر طائف چلا گیا۔ جب اہل طائف نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے قاصد روانہ کئے تو یہ وحشی بھی حاضرِ خدمت ہوا۔

خود بیان کرتا ہے کہ مجھے یہ کہا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاصدوں کو کچھ نہیں کہتے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحشی کو دیکھتے ہی فرمایا ''کیا تو ہی وحشی ہے''؟ میں نے عرض کیا ہاں پھر دریافت کیا ''کیا تو نے حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کیا''؟ میں نے کہا واقعہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ کو خبر ملی ہے اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تو میرے سامنے نہ آیا کر''۔ اسکے بعد میں وہاں سے چلا گیا گو میں دائرہ اِسلام میں داخل ہو چکا تھا لیکن سرکار سے دور رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد مسیلمہ کذاب ظاہر ہوا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مسیلمہ کذاب کو ضرور قتل کروں گا شاید اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا مکافات کرسکوں۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد میں شرکت کی۔ دورانِ جنگ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دیوار کے درمیان کھڑا ایسے دکھائی دیتا ہے کہ گویا کوئی ژولیدہ موخاکستری اونٹ کھڑا ہے۔ میں نے فوراً اس پر اپنا حربہ (چھوٹا نیزہ) مارا جو اسے دو پستانوں کے درمیان لگا اور شانوں سے پار ہو گیا۔ ایک انصاری اسکی طرف کودا اور مسیلمہ کذاب کے سر پر تلوار ماری اور اس کا کام تمام کر دیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔

'' قَتلت فِي كُفرِ ى خَير النّا س وفِي اسلا مىٖ شَر النّاس ''

ترجمہ: یعنی ''میں نے کُفر کی حالت میں خیر النّاس کو شہید کیا اور مُسلمان ہونے کی حالت میں شرّ النّاس کو قتل کیا''۔

(از: صحیح بخاری جلد باب قتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فتح الباری جلد 7 صفحہ 284،285)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 209)

علماء یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جب وحشی اپنے آقا کے کہنے پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بڑھا تو راستے میں ہندہ زوجہ ابوسفیان سے مڈبھیڑ ہوگئی اس نے وحشی سے کہا کہ اگر تو میرے باپ کے قاتل کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تجھے بہت سا انعام دوں گی چنانچہ وحشی کا بیان ہے کہ جب میں نے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تو ہندہ نے موقع ملتے ہی اُن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پیٹ چاک کر کے جگر چیر پھاڑ کر چبانا چاہا۔ نگلنے کی کوشش کی اور جب نگل نہ پائی تو تھوک دیا۔

ہندہ بنت عتبہ نے اپنا لباس چادر اور تمام زیورات مجھے دیتے ہوئے کہا کہ مکّہ واپس چل کر دس سُرخ دینار

مزید تجھے دوں گی۔ پھر ہندہ نے مجھ سے کہا کہ مجھے حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کے پاس لے چلو میں اُسے وہاں لے گیا۔ اُس نے لاش کے کان۔ ناک اور ہاتھ پاؤں کاٹ لئے اور اپنے پاس مکہ لے آئی۔

جگر چبانے کی وجہ سے ہندہ کو اٰکلتہ الا کبا کہتے ہیں یعنی (جگر خوار)

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 210، سیرت النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 74)

حضرت ابُودَجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیری

حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ نہایت دلیر اور شہ زور تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار لے کے سر پر سرُخ پٹی باندھ کر مشرکین کی صفوں میں گھس گئے جو بھی مُشرک اُن سے ٹکراتا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ آپ نے دشمنوں کی صفوں کی صفیں الٹ کرر کھ دیں۔ اور یوں لڑتے لڑتے دشمن کی صفوں کے اندر جا گھستے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سماک بن خرشہ لوذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج تھا اور وہ قبیلہ خزرج کے رئیس یعنی سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابن عم تھے وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ ترجمہ:

''میں وہی ہوں جس سے میرے دوست (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عہد لیا ہے جس کی محبت میرے قلب کے اندر سرایت کر چکی ہے مجھ سے اس وقت عہد لیا تھا جب ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے۔ وہ عہد یہ ہے کہ میں کبھی پیچھے کی صف میں نہیں کھڑا ہوں گا اللہ اور اسکے کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا''۔

ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کی صفیں تباہ و برباد کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک قریشی کماندار عورتوں تک پہنچ گئے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ کماندار (کمانڈر) عورت ہے چنانچہ ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک انسان کو دیکھا جو اہل لشکر کو بڑے جوش وخروش سے لڑنے پر اکسار ہا تھا میں نے اس شخص کو نشانہ پر لے لیا جب تلوار سے حملہ کرنا چاہا تو اسکی چیخ نکل گئی تب مجھے پتہ چلا کہ وہ تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ ہے میں نے فوراً اپنا ہاتھ روک لیا اور خیال کیا کہ یہ مناسب نہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے کسی عورت کو قتل کر کے اس تلوار کے نام پر بٹہ لگا دوں۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔

(از: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 69، البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 16)

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذِکر ہو چکا ہے ابو عامر قریش کی طرف سے مُسلمانوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ اسکے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابو عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں) اِسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ اپنے باپ اُبو عامر کو قتل کروں۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے اس لئے اجازت عطا نہ فرمائی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین کے سردار ابوسفیان پر حملہ کیا قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا کام تمام کر دیتی لیکن اچانک پہلو کی جانب سے شداد بن الاسود نے اُن پر ایسا بھر پور وار کیا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے جو حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں''۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو کہ سردار المنافقین عبد اللہ بن ابی کی بہن بھی تھیں پوچھا گیا کہ کیا حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ جنابت میں ہی جہاد میں شریک ہو گئے تھے انہوں نے جواب دیا ہاں۔ اور اسی حالت میں شہید بھی ہوئے۔

(روایت از ابن اسحاق، الحاکم ابن سعد، خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 216)

جس روز حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہونے والی تھی اُسی روز اُن کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کُھلا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا گیا۔ حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئیں کہ میرے شوہر نامدار جو غزوہ اُحد میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے شہید ہونے والے ہیں۔ چنانچہ اگلے روز ایسا ہی ہوا جنگ کے خاتمہ پر جب حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو تلاش کیا گیا تو سب نے دیکھا کہ اُن کے سر مُبارک سے پانی ٹپک رہا تھا یہی وجہ ہے کہ ان کو ''غسیل الملائکہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(از: الخصائص الکبریٰ، روض الانف جلد 2 صفحہ 133)

مُسلمانوں کے دلیرانہ سرفروشانہ حملوں حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت ابودجانہ، حضرت مصعب رضوان

اللہ تعالیٰ اجمعین کے شیر دلانہ حملوں سے مشرکین مکّہ کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکرِ کُفار نے بھاگنا شروع کر دیا۔ قریش کی بہادر نازنینیں جو رجز پڑھ پڑھ کر اہل لشکر کو گرما رہی تھیں اسقدر بدحواسی میں دامنِ کوہ کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں کہ ان کی پنڈلیوں کے بال تک نظر آ رہے تھے۔

خالد بن ولید نے اپنے سوار لشکر کے ہمراہ چاہا کر درہ کی جانب سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ آور ہو لیکن درہ پر موجود مُسلمان دستے نے تیر مار مار کر ان لوگوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا خالد کا دستہ مایوسی کی حالت میں اپنی کمین گاہ میں واپس آ گیا یوں اللہ کریم نے مسلمانوں کو مشرکین پر فتح عطا فرمائی مُسلمانوں نے جب دیکھا کہ مشرکین بھاگ رہے ہیں تو وہ مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئے۔

(از: صحیح بخاری 6 صفحہ 579، ابن ہشام جلد 2 صفحہ 77)

مُسلمانوں کا درہ کو چھوڑنا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

درہ پر مقررہ دستہ کے جوانوں نے جب دیکھا کہ مسلمان میدان جنگ میں مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہیں تو یہ لوگ بھی درہ چھوڑ کر میدان کی طرف بڑھے تا کہ مالِ غنیمت اکٹھا کر سکیں جبکہ اس دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان جوانوں کو ایسا کرنے سے بہت روکا اور ان لوگوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بار بار یاد دلایا کہ درہ کسی حال میں نہیں چھوڑنا مگر ان لوگوں نے امیر دستہ کی ایک نہ سُنی اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے والوں میں جا کر شامل ہو گئے۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے چند ساتھی جو کہ تعداد میں بھی دس (10) نہیں بنتے تھے۔ درّہ کی حفاظت کے لئے پیچھے رہ گئے۔

خالد بن ولید جو کہ ایک ماہر جنگجو تھے کئی بار کوشش کر چکے تھے کہ اس درّہ کی طرف سے مُسلمانوں کے عقب پر حملہ کریں لیکن ہر بار مُسلمان تیر اندازوں نے ان کی یہ کوشش ناکام بنا دی تھی۔ خالد بن ولید بار بار کوشش کے باوجود نا امید نہ ہوئے تھے اور اپنی کمین گاہوں میں موقع کی تلاش میں موجود تھے جب انہوں نے دیکھا کہ درّہ پر موجود دستے کے مُسلمان بھی مالِ غنیمت اکٹھا کرنے والوں میں شامل ہو گئے ہیں اور اب چند مُسلمان ہی درّہ کی حفاظت کے لئے باقی رہ گئے ہیں تو انہوں نے موقع غنیمت جان کر اپنے سوار دستے اور عکرمہ بن ابو جہل کے ہمراہ درّہ پر موجود مجاہدین پر

حملہ کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے مشرکین کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

(از: صحیح بخاری باب غزوہ اُحد)

یکے بعد دیگرے سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے آخر میں امیر لشکر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ثابت قدمی اور نہایت دلیری کے ساتھ مشرکین مکّہ کے اس رسالہ دستے کے مقابلے میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور یوں خالد بن ولید کے دستہ کے لئے راستہ کُھل گیا اور یہ سوار دستہ درّہ کے راستے عقب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔

شہادت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خالد بن ولید کے سوار دستہ نے اچانک جب درّہ کی جانب سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کیا تو ایک عجب افراتفری کی حالت پیدا ہو گئی مُسلمان بڑے اطمینان سے مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے ان کے گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ دشمن عقب سے حملہ آور ہو سکتا ہے لیکن اس اچانک حملہ کی وجہ سے دونوں لشکر کے جوان آپس میں یوں مِل گئے کہ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو ہی قتل کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی) لشکرِ اسلام کے علمبردار تھے ان کی شکل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتی تھی ابن قمیہ نے انکو شہید کر دیا اور شور مچانا شروع کر دیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کر دیئے گئے اس آواز کو سن کر مسلمانوں میں بڑا اضطراب پھیل گیا۔ اہلِ لشکر پر سراسیمگی کی کیفیت طاری ہو گئی اگلی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں، دوست دشمن کی تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی حضرت یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اضطرابی حالت کی وجہ سے مُسلمانوں کے ہاتھوں ہی شہید ہو گئے جبکہ اُن کے بیٹے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار پکار کر کہہ رہے تھے اللہ کے بندو میرے والد کو کیوں قتل کر رہے ہو ان کو پہچانو مگر ایسا نہ ہو سکا۔ بعد میں مسلمانوں کو جب ہوش آیا تو اپنی اس حرکت پر نادم ہوئے۔ اور اللہ کی قسم اٹھا کر کہنے لگے ہم نے آپ کے والد کو پہچانا نہیں اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تم لوگوں کو معاف فرمائے وہ سب سے زیادہ مہربان ہے''

(از: صحیح بخاری باب غزوہ اُحُد)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فرودہ بن حارث بن مازن قطعیہ بن عبس قبیلہ عطفان العبسی 36ھ میں مدائن فارسی یعنی ایرانی نوشیروانی دارالحکومت میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 100 سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں) کو ان کے باپ کی شہادت پر جو غلطی سے مسلمانوں کے ہاتھوں ہی ہوئی۔ دیت دینا چاہی لیکن انہوں نے قبول نہ کی اور یوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر و منزلت اور زیادہ ہوگئی۔

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 26)

(فتح الباری جلد 7، صفحہ 279)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 32)

(سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 87)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کے نتیجہ میں مسلمانوں کو اس اضطراب اور سراسیمگی کی کیفیت سے دوچار ہونا پڑا۔ جس کو وقتی شکست بھی کہا جاتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن .

خالد بن ولید کے اچانک حملہ کے بعد لشکر اسلام کی کیفیت

خالد بن ولید کے اچانک حملہ سے لشکرِ اسلام میں اضطراب اور سراسیمگی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی بڑے بڑے دلیر ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے استقلال میں ذرہ برابر کمزوری و تزلزل نہ آیا۔ اور آ بھی کیسے سکتا تھا جبکہ ایک پیغمبر کی تنہا شجاعت سارے جہاں کی شجاعت سے بھی کہیں زیادہ بھاری و وزنی ہوتی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اچانک خالد بن ولید کے سوار دستے کو دیکھا تو ساتھیوں کے ہمراہ کسی محفوظ مقام پر جانے کی بجائے اپنے لشکر کو جو کہ مشرکین کے نرغے میں آچکا تھا بچانے کے لئے اپنی جان مبارک کو خطرے میں ڈال کر بلند آواز سے پکارا ''اللہ کے بندو۔۔۔۔ ادھر''۔۔۔۔۔ یہ آواز سُن کر مُسلمانوں سے پہلے ہی مشرکین کا ایک دستہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پہنچ گیا۔ مشرکین کے دوسرے دستے نے

مُسلمانوں کا گھیراؤ شروع کر دیا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے ساتھ یوں گتھم گتھا ہو گئے کہ ایک دوسرے کا ہوش نہ رہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اُحد کے روز مشرکین کو پہلے شکستِ فاش ہوئی اسکے بعد ابلیس نے آواز لگائی کہ اللہ کے بندو پیچھے دیکھو اُدھر کسی نے آواز لگائی کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کر دیئے گئے۔

(از: صحیح بخاری شریف)

اس افراتفری کے عالم میں لشکرِ اسلام الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک گروہ ایسا تھا جو اپنے ہوش وحواس ہی کھو بیٹھا۔ وہ اپنی جان بچانے کی فکر میں میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا اس گروہ کو یہ بھی علم نہ تھا کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ تو بھاگ کر مدینہ میں جا گھُسے کچھ اُحد پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ایک گروہ پیچھے پلٹا تو مشرکین کے ساتھ گڈمڈ ہو گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں اس افراتفری میں اپنے بھائی ہی شہید ہو گئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُڑ کر دیکھا تو چودہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہمراہ تھے جن میں سے سات مہاجرین اور سات انصار میں سے تھے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
2۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
3۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
4۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
5۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
6۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
7۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہاجر)
8۔ حضرت ابودجانہ سماک بن لوذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصار)
9۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصار)
10۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصار)
11۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصار)

12۔ حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصار)

13۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصار)

14۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصار)

نوٹ:۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد پرچم اسلام کو تھامے قتال میں مصروف تھے اس لئے ان کا نام فہرستِ مذکورہ میں نہیں لیا گیا۔

ساتھیوں کی تعداد کبھی بارہ رہ جاتی کبھی گیارہ ضرورت کے مطابق یہ اصحاب اِدھر اُدھر تشریف لے جاتے تھے۔

(از: صحیح بخاری روایت از: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بعض روایات میں تعداد گیارہ، سات بھی آتی ہے جیسا کہ صحیح مُسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے تعداد میں اختلاف وقت کے اعتبار سے ہے جو کہ بڑھتی گھٹتی رہتی تمام روایات درست ہیں غلطی کا کوئی امکان نہیں۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 35، فتح الباری جلد 7 صفحہ 277)

لڑائی کی اس کیفیت میں حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ بنی نجار کے رئیس تھے انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ مایوس ہو کر بیٹھا ہوا ہے انہوں نے پوچھا اے گروہ صحابہ تم کیوں بیٹھے ہوئے ہو جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السّلام کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے اٹھو اور اپنی جان بھی قربان کر دو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جان نثاری

حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی تھے جنہوں نے مایوس لوگوں کی گفتگو سُن کر فرمایا اے اہلِ ایمان اٹھو اور جس مقصدِ عظیم کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جامِ شہادت نوش کیا ہے تم لوگ بھی اس مقصد کے لئے اپنی جانیں قربان کر دو پھر فرمایا۔

''اے اللہ ان لوگوں نے جو کچھ کیا اس پر میں تیرے حضور معذرت کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کیا ہے اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں''۔ یہ الفاظ ارشاد فرمائے اور آگے بڑھ کر مشرکین کی صفوں میں گھس گئے راستے میں

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا اے ابوعُمر۔ کہاں جارہے ہوفرمایا۔ آہاجنّت کی خوشبوکا کیا کہنا۔ اے سعد میں اس خوشبوکواُحد کی دوسری طرف محسوس کررہاہوں۔ یہ کہا اور قتال شروع کردیا اور یوُں لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔ جنگ کے بعد جب شہداء کی لاشوں کی شناخت شروع ہوئی توان کی لاش شناخت ہی نہیں ہورہی تھی۔ آخر بڑی مشکل سے ان کی بہن نے محض انگلیوں کے پوروں سے بھائی کی لاش کوشناخت کیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک پرتلواراورنیزوں کے اسّی (80) سے زیادہ زخم آئے تھے۔

(از: صحیح بخاری باب الجہاد، غزوہ احد جلد2 صفحہ579)

(زادالمعاد، جلد2 صفحہ93 تا92)

(صحیح مُسلم جلد2 صفحہ، مدارج النبوت جلد2 صفحہ212وغیرہ)

حضرت ثابت بن وحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ثابت بن وحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خبرسُنی کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں توانہوں نے پکار کراپنی قوم سے کہا کہ لوگو اگر حضور علیہ السلام شہید کردیئے گئے ہیں تواللہ توزندہ ہے وہ تو نہیں مرسکتا آگے بڑھو اوراپنے دین کے لئے لڑو۔ اللہ تمہیں فتح ونصرت دے گا۔ اس پران کی قوم میں سے ایک جماعت آگے بڑھی اورمشرکین سے برسرپیکارہوگئی حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد پرحملہ کردیا اور لڑتے لڑتے حضرت خالد کے نیزے سے شہید ہوگئے اسی طرح ان کے اہل قوم بھی لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کرنے کے سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

(از:السیر ۃالحیبیہ جلد2 صفحہ26)

اسی طرح ایک مہاجر صحابی ایک انصاری صحابی کے پاس سے گزرے جو کہ خون میں لت پت تھے۔ مہاجر صحابی نے کہا اے فلاں تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے ہیں۔ انصاری نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے ہیں تووہ اللہ کا دین پہنچاچکے ہیں۔ اب تمہارا یہ کام ہے کہ اس دین کی حفاظت کے لئے لڑو۔

(از: زادالمعاد، جلد2 صفحہ92)

مذکورہ حوصلہ افزا اور ولولہ انگیز جاں نثاران واقعات سے اسلامی فوج کے حوصلے بلند ہوگئے اورانہوں نے

دوبارہ مشرکین کے خلاف متحد ہو کر لڑائی شروع کر دی۔ صحابہ کرام نے سخت جدوجہد کے بعد مشرکین کا گھیرا توڑنے کی کوشش شروع کر دی۔ اچانک حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچان لیا۔ اور زور سے پکارے مسلمانو تم لوگوں کو بشارت ہو کہ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید نہیں ہوئے وہ تو یہاں ہیں یہ آواز سُن کر مشرکین نے پورے زور و شدت سے اس طرف حملہ کر دیا۔ جہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے، جب قریش کا اس طرف زیادہ ہجوم ہوا تو حضور نبی کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''کون ہے جو ان مشرکین کو ہم سے دفع کرے اور جنّت میں میرا رفیق بنے'' اس وقت انصارِ مدینہ میں سے صرف سات آدمی حضور علیہ السلام کے پاس تھے۔ یہ سُن کر ایک انصاری آگے بڑھے اور مشرکین کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ مشرکین حضور علیہ السّلام کے نزدیک آ گئے تو دوسرے انصاری صحابی آگے بڑھے تاکہ مشرکین کو روک سکیں اور یہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اس طرح باری باری انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مشرکین کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

یہ حدیث صحیح مُسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(صحیح مُسلم جلد 2 صفحہ 107، البدایۃ والنہایۃ، جلد 4 صفحہ 26)

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ کی شہادت

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب وہ آخری کاری زخم کھا کر زمین پر گرے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اسے میرے قریب لاؤ۔ لوگوں نے ان کو قریب کیا''۔ حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا رخسار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مُبارک قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں جنّت کی راہ لی۔

(از: سیرت النبی ابن ہشام جلد 2 صفحہ 84)

اس شدید جنگ کے موقع پر لشکرِ اسلام میں سے ایک بہادر مُسلمان بڑی بے پروائی سے کھڑا کھجوریں کھا رہا تھا۔ اُس نے اچانک آگے بڑھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر میں لڑتا ہوا مارا گیا تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ ارشاد فرمایا ''جنّت میں''۔ اس بشارت نے اس صحابی کو اس قدر بے خود کر دیا کہ وہ کھجوریں پھینک کر کفّار پر بڑی شدّت سے حملہ آور ہوئے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔

(از: صحیح بخاری غزوہ احد)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان نثاری

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد فی سبیل اللہ اور تیراندازی میں بے مثال تھے۔ میدانِ اُحد میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انکو تیراندازی پر مامور فرمایا۔ جب مشرکین کا زور بہت بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ترکش کے سارے تیران کے لئے بکھیر دیئے اور ارشاد فرمایا ''اے سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیر چلاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں''۔

(از: صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 407)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ننھیال زہری خاندان میں تھی اس لیے رشتہ میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماموں تھے) کی صلاحیتوں اور عظمت کا اندازہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن کے علاوہ کسی صحابی کے لئے یہ فقرہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ''میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں''۔

(از: صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 581)

مشرکین میں سے ایک کافر جس کا نام مالک بن زبیر تھا۔ اہلِ اِسلام کے لئے بڑا خطرناک ثابت ہو رہا تھا اس پلید نے کئی مسلمانوں کو زخمی کر دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نشانہ لے کر ایسا تیر چلایا جو سیدھا اس بدبخت کے سر کے پچھلے حصّے سے باہر نکل گیا اور یہ ذلیل یوں واصل جہنّم ہوا اور اہلِ حق اسکے مزید شر سے محفوظ ہوئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دُعائے خیر کی۔ اس دعا مُبارک کا صدقہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات ہو گئے لوگ ہمیشہ اُن سے دُعا و برکت کی درخواست کرتے اور ان کی مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی۔

منقول ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے لوگ اُن سے عرض کرتے حضور آپ اپنی بینائی کے لئے دُعا کیوں نہیں فرماتے جواب دیتے مجھے اپنی نظر کے مقابلہ میں قضائے الٰہی

محبوب تر ہے۔ اللہ جو حکم فرمائے وہ مجھے بینائی سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 55ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 215)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُباعی دانت کی شہادت

مشرکین نے جنگ کی پوری شدت کا زور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رکھا وہ لوگ تابڑتوڑ حملے کر رہے تھے اُن لوگوں کی شدید خواہش وکوشش تھی کہ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیں لیکن جاں نثار غلام اس لشکر کے زوردار حملوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار ثابت ہو رہے تھے۔ ایک غلام شہید ہوتا تو اسکی جگہ دوسرا اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے فخرِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہو جاتا۔ انہی حملوں کی دوران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے موقع پا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پتھر پھینکا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر لگا پتھر کی ضرب سے آپ کے لب مبارک پھٹ گئے اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رباعی دانت مُبارک شہید ہو گیا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے نیچے کے چار دانت مبارک شہید ہو گئے اور ساتھ ہی نچلا ہونٹ مبارک پھٹ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے لیے ان الفاظ میں بددعا فرمائی ''اے اللہ ایک سال گزرنے سے پہلے ہی اس کو کافر کی حیثیت سے موت دے''۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور اس کو اسی دن حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کر دیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عتبہ ابن ابی وقاص کی یہ شرمناک جسارت دیکھی تو میں نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ عتبہ کدھر گیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس سمت اشارہ کیا جس طرف وہ گیا تھا میں فوراً ہی اس کے تعاقب میں روانہ ہوا یہاں تک کہ ایک جگہ اس کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی تلوار کا وار کیا جس سے اس کی گردن کٹ کر دور جا گری۔ میں نے بڑھ کر اس کی تلوار اور گھوڑے پر قبضہ کیا اور اسے لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ علیہ السلام نے دو مرتبہ یہ فرمایا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عنک، رَضِیَ اللّٰہُ عنک

(اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اللہ تم سے راضی ہو گیا)

بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عتبہ کے جو بھی بیٹا یا پوتا ہوا اس کے سامنے کے چار دانت گر

جاتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس قدر میں اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے قتل کا حریص تھا اور جس قدر اسکے قتل کی میرے دِل میں خواہش تھی اتنا کسی اور کے قتل کا حریص وخواہشمند نہیں ہوا۔

(از: ابنِ اسحاق، فتح الباری جلد 7 صفحہ 681، بخاری شریف)

عبداللہ بن قمیہ (قمہ) کا
سرکار دوعالم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ

عبداللہ بن قمیہ بدبخت اہلِ قریش کا بڑا نامی گرامی پہلوان تھا۔ اس نے موقع ملتے ہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسقدر زور سے تلوار کا وار کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخسار مُبارک زخمی ہوگیا۔ اور خود کے دو حلقے رخسار مُبارک میں گھس گئے۔ عبداللہ بن شہاب زہری نے پتھر مار کر چہرۂ اقدس زخمی کردیا۔ پیشانی مُبارک سے خون بہنے لگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت مالک بن سنان اللہ رضی تعالیٰ عنہ نے تمام خون چوس کر چہرۂ انور صاف کردیا اس پر سرکارِ دوعالم نے فرمایا:

''تجھ پر جہنّم کی آگ ہرگز نہ لگے گی''۔

عبداللہ بن قمیہ کی ضرب سے چہرۂ انور زخمی ہوا تو اُس نے کہا۔ اسی لئے میں قمیہ (توڑنے والے) کا بیٹا ہوں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا:

''اللہ تجھے توڑ ڈالے''۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی۔

عبداللہ بن قمیہ جنگ کے بعد جب مکہ لوٹا تو ایک دن بکریاں دیکھنے کے لئے نکلا بکریاں اسے پہاڑ کی چوٹی پر ملیں۔ جب یہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو ایک پہاڑی بکرے نے اس پر حملہ کردیا اور اس کو سینگ مار مار کر چوٹی سے نیچے گرادیا اور یوں یہ لعین واصلِ جہنّم ہوا۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 373، زرقانی جلد 2 صفحہ 138)

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن قمیہ پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جس نے سینگ مار مار کر اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 326)

معجم طبرانی میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دانت مُبارک شہید ہوا اور چہرۂ انور زخمی ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چہرۂ اقدس سے خون پونچھتے ہوئے فرمارہے تھے۔

''وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی (علیہ السّلام) کے چہرے کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ انہیں اللہ کی طرف بلاتے ہیں''۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (سورۃ آل عمران آیت 128)

لَيْسَ لَكَ

مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: ''یہ بات آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہاتھ نہیں اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں''۔

یہ حدیث بخاری جلد 2 صفحہ 582، صحیح مُسلم جلد 2 صفحہ 108 پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(الوفاء باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُحد کے روز جب زخمی ہوئے تو فرمایا:

اَشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمُّوْا وَجْهَ نَبِىِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''اس قوم پر اللہ کا عذاب سخت ہو جس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ خون آلود کر دیا''۔

(از: طبرانی)

پھر ارشاد فرمایا:
''اے اللہ میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتی''۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 373)

حدیث مسلم شریف

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَآءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ وَ هُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّ جْهِهٖ وَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

صحیح مُسلم کی روایت میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ارشاد فرمار ہے تھے۔''اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتی''۔

(از: صحیح مُسلم باب غزوۂ اُحد جلد 2 صفحہ 108، کتاب الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد 1 صفحہ 81)

مشرکین نے اپنی پوری طاقت اسی امر پر خرچ کردی کہ کسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قابو پا لیں لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ، حضرت ابو دجانہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے مشرکین کو اس ناپاک کوشش میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

عبداللہ بن قمیہ کی ضرب سے خود کے جو دو حلقے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مُبارک میں گھس گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ حلقے باہر نکالنے چاہے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جراح نے عرض کیا خدا کا واسطہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے یہ حلقے رخسار مُبارک سے نکالنے کی سعادت حاصل کرنے دو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درخواست پر پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی آہستگی سے پہلا حلقہ (کڑا) باہر نکالا تو ان کا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا۔ اب دوسرے حلقے کو باہر نکالنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر درخواست کی اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خُدا کے واسطے یہ حلقہ بھی رخسار مُبارک سے مجھے ہی نکالنے دو۔ یہ پیاری سی آرزو سُن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی آہستگی سے دوسرا حلقہ بھی رخسار مُبارک سے باہر کھینچ لیا لیکن ایسا کرتے ہوئے ان کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔

(از: زادالمعاد جلد 2 صفحہ 95)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان نثاری

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فن تیراندازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ پورے زور سے کمان کو کھینچ کر چلاتے جس سے دشمن بچ نہیں سکتا تھا۔ اُحد کی لڑائی کے دوران انہوں نے تین کمانیں توڑ دیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بلند آواز تھے اُحد کے روز آپ نے پچاس تیر دشمنوں کی طرف پھینکے ہر تیر چلانے کے بعد بلند آواز سے نعرہ بلند کرتے اور فرماتے:

یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم

"نَفْسِی دُوْنَ نَفْسِکَ جَعَلَنِیَ اللہُ فِدَاکَ"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین سے لکڑی اٹھا کر ان کو دیتے اور فرماتے یہ لو اور مار وا ے طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس طرح جب طلحہ وہ لکڑی کمان میں رکھ کر چلاتے تو وہ تیر بن جاتی جس سے دشمن ہلاک ہو جاتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اُحد کے دن چالیس آدمیوں کی آواز سے بہتر تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سات کے سات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے باری باری سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر چکے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی 36ھ میں شہادت پائی) آگے بڑھے اور خود کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈھال بنا دیا۔ ہر وار اپنی جان پر برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر تلوار کی ایک ایسی ضرب لگی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ بے اختیار زبان سے نکلا حَسَــــنْ، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اے طلحہ اگر تیری زبان سے حَسَنْ کی بجائے بِسْمِ اللہ نکلتا تو تجھے فرشتے یوں اٹھا لیتے کہ لوگ دیکھتے رہ جاتے"۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 361، سنن نسائی جلد 2 صفحہ 53)

حضرت قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو شل ہو گیا تھا اس کی مدد سے غزوہ اُحد کے روز انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت کی۔

(از صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 27)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اُحد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

جسم پر ستر (70) سے زیادہ زخم دیکھے تھے۔

(از ابوداؤد، فتح الباری ج 7 صفحہ 66 مناقب طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی شہید کو رُوئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھ لے۔

(از مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 566، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 82)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے اس حدیث کو ابوداؤد طیالسی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگ اُحد کا ذکر فرمایا کرتے تو کہتے کہ جنگ ساری کی ساری طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تھی یعنی اس جنگ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کا اصل کارنامہ انہوں نے ہی سرانجام دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"اے طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے لئے جنتیں واجب ہوگئیں اور تم نے حور عینین کا ٹھکانہ بنالیا۔"

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 361، مختصر تاریخ دمشق جلد 7 صفحہ 82)

غزوہ اُحد کے روز جب ہر طرف افراتفری کا عالم تھا گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اللہ کریم نے غیب سے مدد نازل فرما کر اہل حق کی مدد کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اُحد کے روز میں نے دیکھا کہ دو شخص جنہوں نے سفید لباس زیب تن کئے ہوئے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں اور بائیں کھڑے سخت ترین دفاع کر رہے تھے میں نے ان کو نہ اس روز سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس روز کے بعد۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ یہ دونوں حضرت جبریل علیہ السلام و حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔

(از صحیح بخاری، مسلم، الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن جوزی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن جب تمام مسلمان شکست کی سی حالت میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈھال بن گئے جب کوئی تیر سرکار علیہ السلام کی طرف آتا تو اپنا سینہ آگے کر دیتے۔ جب کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھا کر قوم کی طرف دیکھتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں۔ سر مبارک اٹھا کر دشمن کی طرف نہ دیکھیں کہیں کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینہ مبارک کے آگے ہے۔

(از: صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 581)

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان توڑ کر فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدافعت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن جب سب مسلمان سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محافظوں کے اگلی صفوں میں دشمن کے ساتھ لڑنے چلے گئے اور اچانک خالد بن ولید کے حملہ سے نقشہ ہی بدل گیا تو اگلی صفوں میں سب سے پہلے پلٹ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک آدمی تھا جو اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدافعت کے لئے لڑ رہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں تم طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو۔

مذکورہ واقعات اور جاں نثارانہ عمل سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنبھالو اس نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی ہے۔''

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے کہ ابو معمر، عبدالوارث، عبدالعزیز، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اُحد کا دن آیا تو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر بھاگے مگر ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنی ڈھال لگائے کھڑے تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوطلحہ زید انصاری بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک النجار۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی رو سے 70 سال کی عمر میں 51ھ میں انتقال فرمایا 92 حدیثیں روایت کی ہیں) بڑے تیر انداز اور کماندار تھے انہوں نے اس دن دو تین کمانیں توڑ ڈالیں جو مسلمان تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے فرماتے ''یہ تیر ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے رکھ دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب سر اٹھا کر کافروں کو دیکھتے تو ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میرے ماں باپ قربان ہوں اپنا سر نہ اٹھائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر آپ علیہ السلام کو لگ جائے اگر میرے گلے پر لگ جائے تو

کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ میرا گلا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلے پر قربان ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ کپڑے اٹھائے ہوئے پانی کی مشکیں بھر بھر کر لا رہی تھیں اور پھر لوٹ کر جاتیں اور مشکیں بھر کر لاتیں اور لوگوں کے منہ میں ڈالتیں ان کے پاؤں کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں اور پھر ایسا ہوا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاخ کا دینا جو تلوار بن گئی

دوران جنگ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درخت کی ایک شاخ ان کو عطا فرمائی۔ وہ شاخ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی۔ جس طرح غزوہ بدر میں حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے چھڑی تلوار بن گئی تھی۔ یاد رہے حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام ''عون'' تھا جبکہ اُحد میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جو کہ پہلے کھجور کی شاخ تھی کا نام ''عرجون'' تھا۔ یہ ''عرجون'' نامی تلوار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بعد تابعی حضرات رحمہم اللہ پھر تبع تابعین رحمہم اللہ کے پاس رہی اور آخر کار یہ تلوار عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے ہاتھوں دو سو دینار میں فروخت ہوئی تھی۔ (واللہ اعلم)

(از: مدارج النبوت جلد 2)

حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری

گذشتہ اوراق میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیری تفصیل سے مذکور ہو چکی ہے لیکن خالد بن ولید کے حملے کے بعد جب لشکر اسلام میں افراتفری کے آثار پیدا ہو گئے دشمن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوا تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور پشت دشمنوں کی جانب کر لی۔ تیر پر تیر چلے آ رہے تھے اور یوں حضرت ابودجانہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی پشت ان تیروں کا نشانہ بنی ہوئی تھی گویا جیسے ڈھال ہو آپ اپنی جگہ سے انچ بھر نہیں ہلے کہ کہیں کوئی تیر حضور علیہ السلام کو نقصان نہ پہنچا دے۔

(از: ابن اسحاق، زرقانی جلد2 صفحہ 43)

حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایات

حضرت عمرو بن جموح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار صحابہ میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک پاؤں میں کچھ لنگڑا پن تھا ان کے چار بیٹے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہوئے غزوہ اُحد میں شریک جہاد تھے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ غزوہ اُحد میں شامل ہو کر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہیں یہ سن کر ان کے اہل قبیلہ نے کہا کہ تم اعرجی ہو۔ وَلَیْسَ عَلٰی لَاعُرَجٍ حَرَجٌ" ۔ اور تمہارے چار بیٹے تو پہلے ہی جہاد میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس نے کہا میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں تمہارے سامنے کیوں بیٹھا رہوں۔ یہ سن کر ان کی زوجہ نے کہا کہ یہ بات میری نظر میں ہے کہ یہ بھاگ کر واپس آیا ہے جب یہ بات انہوں نے سنی تو فوراً اپنا ہتھیار اٹھائے اور دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِي اِلٰی اَھْلِي۔ یہ کہہ کر باہر نکلے اور سیدھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی قوم سے ہونے والی گفتگو اوران کا منع کرنا بتایا عرض کیا میں امید رکھتا ہوں کہ میں اپنے لنگڑے پاؤں کے ساتھ بہشت میں چہل قدمی کروں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عَذَرَکَ اللّٰہُ وَلَا جَنَاحَ عَلَیْکَ"

ترجمہ: تمہیں اللہ نے معذور کر رکھا ہے اس لیے (تم پر جہاد فرض نہیں) تم پر کوئی گناہ نہیں۔
عمرو نے دوبارہ درخواست کی تو اجازت مل گئی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوران جنگ دیکھا کہ ٹہلتا ہے اور کہتا جاتا ہے خدا کی قسم میں بہشت کا مشتاق ہوں۔ اس کا ایک بیٹا باپ کے پیچھے جنگ میں شریک ہوا اور یوں دونوں جنگ کرتے کرتے شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جنگ کے بعد عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ہند جب اپنے شوہر، بیٹے اور بھائی کو اٹھا کر مدینہ کی طرف لا رہی تھی تاکہ ان کو دفن کر سکے لیکن ہند کا اونٹ دوزانو ہو کر نیچے بیٹھ گیا۔ بار بار

اونٹ کو اٹھا کر مدینہ کی طرف روانہ ہونے کی کوشش کرتی لیکن اونٹ فوراً دوزانو ہو کر بیٹھ جاتا۔ ایک بار اونٹ اٹھا کر اُحد کی طرف اس کا رخ کیا تو وہ چل پڑا۔ ہند نے حاضر خدمت ہو کر سارا حال عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تیرا اونٹ مامور ہے جنگ میں شامل ہونے سے پہلے عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تم سے کیا بات کی تھی؟'' ہند بولی کہ جنگ پر روانہ ہونے سے قبل انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ آج کے بعد مجھے میرے اہل بیت کی طرف مت لوٹانا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''بس یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چلتا۔ ان کو یہیں دفنا دیا جائے''۔

(ابن ہشام جلد 2 صفحہ 96، زرقانی، جلد 2 صفحہ 50، البدایۃ والنہایۃ جلد 2 صفحہ 37)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 215)

حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان نثاری

غزوۂ اُحد کے روز کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خالد بن ولید کے اچانک حملے کے بعد مشرکین کا سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجوم ہوا تو میں آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنا رخ مشرکین حملہ آوروں کی طرف کر دیا تا کہ دشمنوں کے چلائے ہوئے تیر میرے چہرہ پر آ کر لگیں لیکن حضور انور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک ہر حال میں ان تیروں سے محفوظ رہے۔ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب رہا۔ مشرکین کی طرف سے چلایا جانے والا آخری تیر میری آنکھ پر آ کر سیدھا ایسا لگا کہ میری آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل پڑا۔ میں نے اپنا وہ ڈھیلا ہاتھ میں پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور میرے لئے دعا فرمائی:

> ''اے اللہ جس طرح قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کی حفاظت کی ہے اسی طرح تو اس کے چہرے کو محفوظ رکھ اس باہر نکلی ہوئی آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر والی بنا دے۔''

پھر میرا وہ ڈھیلا دست مبارک سے اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا۔ اسی وقت میری آنکھ بالکل صحیح وسالم ہی نہ ہو گئی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تیز اور خوبصورت ہو گئی۔

(از: رواہ الطبرانی، ابونعیم، الدارقطنی، الاصابہ جلد 3 صفحہ 225)

ایک اور روایت میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے کہ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر (کعب) بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ قبیلہ اوس۔ المتوفی 23ھ 7 حدیثیں روایت کی ہیں) کی آنکھ پر ایک تیر سیدھا ایسا آ کر لگا کہ ڈھیلا باہر آ گیا وہ اپنی آنکھ کے اس ڈھیلا و پتلی کو ہاتھ میں لے کر سیدھے حضور پُر نور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتلی کو دیکھ کر فرمایا "اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے جنت ہے۔ اور اگر چاہو تو اس پتلی کو اسی جگہ دوبارہ رکھ کر تیرے لئے دعا کروں"۔ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت ہے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں ایک آنکھ کے ساتھ اس کے پاس گیا تو وہ مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ یہ سن کر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے میری پتلی آنکھ کی اصل جگہ پر رکھ کر دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ اَعْطِهٗ جَمَالاً" "اے اللہ اس کو حسن و جمال عطا فرما۔"

فوراً میری آنکھ اس طرح ہوگئی کہ جیسے کبھی خراب ہوئی نہیں تھی اور اس کی نظر بھی پہلے سے تیز ہو کر خوبصورت ہوگئی۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 42)

حضرت وہب بن قابوس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں میدان شجاعت وجلالت کے شہ سواروں اور معرکہ شجاعت کے سپہ سالاروں میں سے حضرت وہب بن قابوس اور ان کے بھتیجے حضرت حارث بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔ جنگ اُحد کے روز ان دونوں نے خوب دادِ شجاعت حاصل کی۔ مشرکین مکہ کا دل ٹھہر کے قتال کیا لیکن جب کفار میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہوگئے تو یہ دونوں حضرات بھی مالِ غنیمت اکٹھا کرنے والوں میں شامل ہوگئے مگر جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل نے درہ کی جانب عقب سے مسلمانوں پر حملہ کیا تو یہ دونوں سوار دستے کے راستے میں نہایت ثابت قدمی سے کھڑے ہوگئے۔ بہادری اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کا منہ پھیر دیا۔ دوسری طرف جب اشرار کا ایک گروہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَن بِھٰذِہِ الْفِرْقَةِ" "کون ہے جو اس گروہ کو دفع کرے۔"

مدارج النبوت صفحہ 169

حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بول پڑے میں ہوں جو اس گروہ کو دفع کروں گا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ کہہ کر تیراندازی کے وہ جوہر دکھائے کہ بہت سے بتوں کے پجاری مشرکین وہاں سے بھاگ گئے اور یوں یہ گروہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اسکے بعد ایک اور گروہ نمودار ہوا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَن بِھٰذِہِ الکَتِیبَة"

حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر وہی جواب دیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر دشمنوں کا قتال شروع کردیا۔ مشرکین کا یہ گروہ بھی راہ فرار اختیار کرکے اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوا۔

اس کے بعد پھر تیسرا گروہ ظاہر ہوا اس دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَن ھٰؤُلاءِ" وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر بولے میں ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا: "وَابشِر بِالْجَنَة" حضرت وہب بن قاموس مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خوشخبری سن کر بہت ہی خوش ہوگئے تلوار تھامی اور دشمنوں میں گھس کر قتال شروع کردیا۔ دشمنوں نے بڑی سخت جدوجہد کے بعد انکو محاصرے میں لے لیا اور تلواروں اور نیزوں سے زخمی کرکے ان کو نیچے گرادیا۔ اس قدر سخت جنگ اور بے شمار زخموں کی وجہ سے حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر جام شہادت نوش کرنے والوں کی صف میں شامل ہوگئے۔ ان کے بعد انکا برادرزاد حضرت حارث بن عقبہ بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار تھام کر مشرکین پر حملہ آور ہوئے اور اس قدر دلیری سے دشمنوں کا قتال شروع کیا کہ جس طرف رخ کرتے دشمن تیز آندھی میں پتوں کی مثل انکے آگے آگے بھاگنے پر مجبور ہوجاتے۔ آخر لڑتے لڑتے نڈھال ہوگئے تو دشمنوں نے ان کو بھی شہید کردیا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے یہ جذبہ ایثار دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "میں یہ پسند کرتا ہوں کہ مجھے مزنی کی طرح موت نصیب ہو"۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں جس دلیری، جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ میں نے حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لڑتے دیکھا ایسی مثال کسی دوسرے کی نہ دیکھی نیز فرمایا کہ ان کی شہادت کے بعد میں نے دیکھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سرہانے کھڑے یہ فرمارہے تھے "فَاِنِّي عَنکَ رَاضٍ" اس کے بعد فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قبر میں اتارا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 170)

حضرت اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نجار قبیلہ) کی جاں نثاری

غزوہ اُحد میں بعض مومن عورتیں بھی شامل تھیں جو زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کے فرائض سرانجام دیتی تھیں۔ حضرت نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان میں سے ایک تھیں۔ مذکورہ فریضہ کے علاوہ وہ جہاد کرتی ہوئیں قتال میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ یہ بہت ہی دلیر اور اعلیٰ پیمانہ کی شمشیر زن بھی تھیں۔ یہ مومنہ اپنے شوہر زید بن عاصم اور دونوں بیٹوں عمارہ اور عبداللہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ پورا پورا قتال کرنے میں اتفاق و اہتمام کرتیں۔

حضرت نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود فرماتی ہیں کہ غزوہ اُحد کے روز میرے پاس ایک مشک تھی جس کی مدد سے میں مسلمانوں کو پانی پلا رہی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ شکست کے بعد کافر دوبارہ حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو شہید کرنے لگے ہیں تو میں نے پانی پلانے کا فریضہ ترک کر کے تلوار تھام لی اور کافروں کا قتال شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ میرے جسم پر تیس زخم آئے ان زخموں میں سے ایک زخم اتنا کاری تھا کہ میں ایک سال تک علاج کرتی رہی لوگوں نے پوچھا کہ وہ کاری زخم آپ کے جسم پر کیسے لگا؟ فرمایا ابن قمیہ لعین کا میرے ساتھ آمنا سامنا ہو گیا اس نے مجھے یہ زخم کاری لگایا جواب میں میں نے بھی اس کو کئی کاری ضربیں لگائیں لیکن وہ بچ گیا کیونکہ اس نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ جب میں اس کی ضرب سے زخمی ہوئی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے بیٹے عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دے کر فرمایا "فوراً اپنی والدہ کی مدد کو پہنچو اسے یہاں لا کر مرہم پٹی کرو" نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری اولاد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے مشرکین سے مقابلہ کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے روز ایک مشرک نے مجھے ایسا زخم لگایا کہ خون نہیں رکتا تھا۔ میری والدہ نے اس زخم پر پٹی باندھی خون رک گیا اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اٹھو اور مشرکین کے قتال میں مشغول ہو جاؤ۔ یہ دیکھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے ام عمارہ تم جیسی طاقت و ہمت کون رکھتا ہے"۔ اسی اثناء میں وہ کافر جس نے میرے بیٹے کو زخمی کیا تھا۔ سامنے سے گزرا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ شخص ہے جس نے تیرے بیٹے کوزخمی کیا تھا'' نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سن کراس کافر کی پنڈلی پر تلوار ماری اور وہ گر گیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حد تک تبسم فرمایا کہ دانت مبارک نظر آنے لگے اور ارشاد فرمایا ''اے اُم عمارہ تو نے اپنے بیٹے کا انتقام لے لیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے دشمن پر فتح عطا فرمائی اور اس کی ہلاکت سے تمہاری آنکھیں روشن ہوگئیں''۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت کے ہمراہ آپ کے ساتھیوں میں سے ہوجاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم عمارہ، ان کے شوہر اور بیٹوں کے حق میں دعا فرمائی:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُم رُفَقَائِي فِي الْجَنَّة''

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میری والدہ گرامی نے فرمایا کہ اب مجھ پر کوئی بھی مصیبت آجائے تو پرواہ نہیں۔

علماء سیر لکھتے ہیں کہ نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ یمامہ میں بھی شریک تھیں (چند احادیث مروی ہیں)۔ جنگ کے روز مسیلمہ کذاب کی تلاش میں میدان جنگ کے ہر طرف تلوار چلاتی پھر رہی تھیں کہ اچانک کسی دشمن نے ان کے ہاتھ پر تلوار ماری جس سے ہاتھ کٹ کر گر گیا لیکن اللہ کی یہ مجاہدہ خاتون کٹے ہوئے ہاتھ کے باوجود قتال سے باز نہ آئیں۔ جس لعین نے ان کا ہاتھ کاٹا تھا چند لمحوں بعد ہی قتل ہوا پڑا تھا۔ میں (نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جب آنکھ اٹھا کر دیکھا تو میرا بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ناپاک خون سے اپنی تلوار صاف کر رہا تھا۔ میں اسی وقت سجدہ شکر بجالائی پھر میرے بیٹے نے میرے زخم پر پٹی باندھی جس سے تکلیف میں افاقہ ہوا۔ اے اہل ایمان سوچیں سبحان اللہ والحمدللہ یہ کیسی دلیر وشجاع عورت تھی کہ شیر کی مانند حملہ آور ہوتی اور کوئی یہ اندازہ نہیں کرسکتا تھا کہ یہ مرد لڑ رہا ہے یا عورت۔ یا اللہ تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اس مومنہ پر اپنی زیادہ سے زیادہ رحمتیں وبرکتیں نازل فرما۔ آمین ثم آمین۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 220)

حضور پُر نور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بگڑے ہوئے حالات پر قابو پانا

غزوہ اُحد میں خالد بن ولید کے اچانک حملہ سے صورتحال بگڑ گئی تھی۔ اشقیاء کی پوری کوشش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قابو پالیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے پوری قوت اس طرف لگا رکھی تھی جدھر نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ لیکن مشرکین یہ نہیں جانتے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے نہ تھے۔ جب تک دین اسلام دوسرے تمام ادیان پر غالب نہ آ جائے آپ علیہ السلام دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے والے نہ تھے۔ مشرکین کے زبردست حملہ کے نتیجہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی جاں نثاری وقوت سے داد شجاعت لیتے ہوئے شہید ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر اسلام کا جھنڈا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا۔ انہوں نے نہایت ہی استقلال جوانمردی وشجاعت سے جم کر لڑائی کی۔

اسی طرح حضور علیہ السلام کے اردگرد موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی بے مثال جاں بازی وسرفروشی کے ساتھ اس قدر مستحکم طریقے سے دفاع اور حملے کئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی صفوں کو چیرتے ہوئے نرغے میں آئے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف تشریف لائے۔ سب سے پہلے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا۔ حضور علیہ السلام کیونکہ خود پہنے ہوئے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں مبارکہ دیکھ کر پہچان لیا اور خوشی سے بآواز بلند پکارا۔ اے مسلمانو! تم لوگوں کو بشارت ہو یہ ہیں فخر موجودات نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو تاکہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی ومقام موجودگی کا پتہ نہ لگا سکیں۔ لیکن دل اور سر کے سب کان اسی طرف لگے ہوئے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ہی آواز سن کر جاں نثاران پروانہ وار شمع رسالت کے گرد آ کر جمع ہو گئے۔ جن کی تعداد تیس تھی اس کے بعد دیگر ساتھی بھی اکٹھا ہونا شروع ہو گئے جب کچھ صحابہ اکٹھے ہو گئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف ہٹنا شروع کر دیا۔ ادھر مشرکین نے جب دیکھا

کہ مسلمان گھاٹی کی طرف ہٹنا شروع ہو گئے ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوگئی اس لئے اہل کفار نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مزید ہجوم کرتے ہوئے زوردار حملے شروع کر دیئے۔ لیکن حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان حملہ آوروں کے لئے بے پناہ زوردار ہجوم کو چیر کر اپنا راستہ بنالیا۔ اسلام کے شیروں کے آگے مشرکین کی ایک نہ چل سکی۔ مشرکین کے ہجوم میں سے ایک اڑیل وشہ زور مشرک عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ یہ کہتا ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا کہ آج یا تو میں رہوں گا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رہیں گے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لعین کی بات سن کر ٹھہر گئے تاکہ اسے واصل جہنم کریں گے مگر مقابلے کی نوبت آنے سے پہلے ہی وہ بدبخت اپنے گھوڑے سمیت ایک گڑھے میں گر گیا۔ عین اس وقت حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لعین کو للکارا اور اس قدر قوت سے اس کے پاؤں پر تلوار ماری کہ وہ بدبخت وہیں زمین پر لمبا لیٹ گیا۔ انہوں نے اس کا کام تمام کرنے کے بعد سارا سامان قبضے میں کیا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھے مگر راستے میں ایک مشرک سوار عبداللہ بن جابر نے پلٹ کر حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے کو تلوار کے وار سے شدید زخمی کر دیا۔ دیگر ساتھیوں نے لپک کر حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھالیا۔ شیر اسلام حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر سرخ پٹی باندھے یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے جیسے ہی حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن جابر کی تلوار سے زخمی ہو کر گرے انہوں نے لپک کر عبداللہ بن جابر کے سر پر اس قدر پھرتی سے وار کیا کہ اس کا سر اڑا کر رکھ دیا اور یوں وہ بدبخت حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

دوران جنگ قدرت کی طرف سے عجیب کرشمے کا ظہور ہوا۔ میدان جنگ میں جب سخت خون ریز لڑائی ہو رہی تھی تو مسلمانوں کو نیند کی جھپکیاں بھی آ رہی تھیں۔ قرآن کریم اس بات کا شاہد ہے اور اس حالت کو بیان فرماتا ہے یہ اہل حق کے لئے امن وطمانیت کی نشانی تھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے روز جن لوگوں پر نیند کا غلبہ تھا میں بھی ان میں سے ایک تھا لڑتے لڑتے کئی بار میرے ہاتھ سے تلوار گری۔ آخر حالت یہ ہوگئی کہ تلوار گرتی تھی اور میں اسے پکڑتا تھا پھر گرتی تھی پھر پکڑتا تھا۔

(مدارج النبوت جلد2) (از صحیح بخاری جلد2 صفحہ582، تاریخ طبری)

مختصر اُصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ دستہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر کمان جانبازی و شجاعت سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے پہاڑ کی گھاٹی پر قائم اپنے فوجی پڑاؤ میں پہنچ گیا۔ اس طرح باقی لشکر کے لئے بھی گھاٹی تک پہنچنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ یوں مشرکین مکہ کی عسکری چال حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تدبر اور

عسکری چال کے سامنے ناکام ہوگئی اور باوجود سرتوڑ کوشش کے اہل باطل اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہوسکے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبید اللہ کا حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر اٹھانا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے جلو میں گھاٹی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ راستے میں ایک چٹان آگئی۔ جب اس چٹان پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً سمجھ لیا کہ زخموں اور تھکاوٹ کی وجہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چٹان پر چڑھنا تکلیف کا سبب ہوگا جلدی سے نیچے بیٹھ گئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا قدم مبارک میری پشت پر رکھ کر چٹان پر تشریف لے جائیں۔

چنانچہ حضور علیہ السلام حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت پر قدم مبارک رکھ کر چٹان پر تشریف لے گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک گوہرفشاں ہوئے اور فرمایا"طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جنّت واجب کرلی"۔

(از:ابن ہشام جلد2 صفحہ 86، الوفا باحوالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

قتل اُبَیّ بن خلف

ابی بن خلف لعین رئیس المنافقین غزوۂ بدر کے قیدیوں میں بھی شامل تھا جب یہ فدیہ دینا قبول کر کے مکہ کو روانہ ہوا تا کہ فدیہ کی رقم ادا کر سکے اس وقت بھی دِل میں اسلام اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سخت عداوت رکھتا تھا۔مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسکو میں ہر روز آٹھ دس سیر پختہ ذرّہ (جوار) کھلاتا ہوں ایک دن اسی گھوڑے پر سوار ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کروں گا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ"یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا۔البتہ انشاءاللہ میں تمہیں ضرور قتل کروں گا"۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے قتل کریں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھاٹی کی طرف تشریف لے جارہے تھے تو یہ بدبخت ابی بن خلف اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس طرف آیا۔ دِل میں یہ خیال تھا کہ میں نے اس گھوڑے کو خوب دانہ کھلا کر موٹا تازہ کیا ہے اس پر سوار ہوکر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کروں گا۔ ابی بن خلف کہہ رہا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں آج یا میں زندہ رہوں گا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس بدبخت کی لن ترانی سن کر اجازت طلب کی کہ ہم اس کا کام تمام کرتے ہیں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم لوگ ایک طرف ہٹ جاؤ آج میں خود اس لعین کو واصلِ جہنم کروں گا'' یہ کہہ کر حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھوٹا سا نیزہ لیا اور جب وہ بدبخت قریب آیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیزے سے اسکی گردن پر ہلکا سا کچوکا دیا۔ نیزہ لگتے ہی درد سے یوں بلبلا اٹھا جیسے کوئی زخمی اونٹ بلبلاتا ہے پھر چلاّتا ہوا گھوڑے سے کئی بار لڑھک لڑھک گیا اور قریش کی طرف منہ کرکے بھاگ کھڑا ہوا راستہ بھر یہی چلاتا رہا خدا کی قسم مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مار ڈالا۔ جب اپنے لوگوں میں پہنچا تو گھوڑے سے گر کر بیل کی مانند فریاد کرنے لگا ساتھیوں نے اس کا زخم دیکھا تو کہا اے ابی بن خلف خدا کی قسم تم نے دِل چھوڑ دیا ہے تیرا یہ زخم کسی خراش سے زیادہ نہیں ہے پھر تم یہ جزع وفزع (گریہ وزاری) اور فریاد کیوں کررہے ہو۔ اس نے کہا اے میری قوم کیا تم جانتے ہو کہ یہ زخم کس نے میرے جسم پر لگایا ہے میں جانتا ہوں کہ اس زخم کے باعث میں اپنی جان سلامت نہ لے جاؤں گا۔ یہی زخم جو میرے جسم پر لگا ہے اگر تمام اہل ذوالمجاز کو لگ جاتا تو سب کے سب فی الفور مر جاتے۔ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے خبر دی تھی کہ میں ہی تمہارا قاتل ہوں۔ پھر کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف میرے منہ پر لعاب (تھوک) ہی دیتے تو میں مر جاتا۔ جنگ کے بعد اہل قریش اس بدبخت دشمنِ خدا کو اسی نزاع کی سی حالت میں مکہ کی طرف لے جارہے تھے۔ جب یہ لوگ مقام سرف پر پہنچے تو ابی بن خلف واصل جہنم ہوگیا۔

(از: البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 35، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 84)
(زادالمعاد جلد 2 صفحہ 97، الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ، تاریخ طبری جلد اوّل، ابنِ اسحاق وغیرہ)

مُشرکینِ مکّہ کا آخری حملہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جماعت کے ہمراہ جب اپنے فوجی

پڑاؤ گھاٹی میں پہنچ گئے تو مشرکین نے مسلمانوں کو آخری بار زک پہنچانے کے لئے ایک زبردست حملہ کیا۔

ابوسفیان اور خالد بن ولید کی زیرِ قیادت مشرکین کا ایک دستہ پہاڑی پر چڑھ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستہ کو دیکھ کر دُعا فرمائی۔

''اے خدا یہ لوگ ہم سے اوپر نہ چڑھنے پائیں''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس مشرکین کے دستے پر اسقدر پتھر برسائے کہ وہ لوگ خوفزدہ ہوکر پہاڑی سے نیچے اتر گئے۔

(از: سیرۃ ابنِ ہشام جلد2 صفحہ 86)

مشرکین جب گھاٹی پر چڑھنے کی کوشش کررہے تھے تو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ''ان مشرکین کو روکو ان کے حوصلے پست کردو''۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں اکیلا یہ کام سرانجام دوں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اپنا حکم دہرایا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیر مارا اور ایک مشرک کو واصل جہنم کردیا میں نے پھر وہی تیر لیا اور دوسرے مشرک کو مارا اس کا بھی کام تمام ہوگیا۔ تیسری بار پھر وہی تیر تیسرے مشرک کو مارا تو وہ بھی واصل جہنم ہوا۔ اتنی دیر میں مشرکین کی جماعت گھاٹی سے نیچے اتر گئی۔ میں نے اُس مبارک تیر کو تیسری بار استعمال کرنے کے بعد واپس اپنے ترکش میں رکھ لیا۔ یہ تیر ساری زندگی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا بعد میں یہی تیر ان کی اولاد کے پاس رہا۔

(از: زادالمعاد جلد2 صفحہ 95، تاریخ طبری)

مشرکین کا شہداءِ اُحد کی لاشوں کو مثلہ کرنا

مشرکین نے گھاٹی پر آخری حملہ میں ناکامی کے بعد میدانِ جنگ میں پڑی شہداء اُحد کی لاشوں کو مُثلہ کرنا شروع کردیا۔ مشرکین کو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں صحیح علم نہ تھا بلکہ وہ لوگ تو تقریباً یقین ہی کر چکے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید ہوگئے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے اپنے جنگی پڑاؤ کی طرف لوٹتے ہوئے مکہ کو واپسی کی تیاریاں شروع کردیں۔ اس مشرکین کے لشکر میں سے کچھ مشرکین نے مسلمان شہداء کی لاشوں کے ساتھ مثلہ کرنا شروع کردیا۔ ان بدبختوں نے شہدا کے ناک، کان اور یہاں تک کہ شرمگاہیں وغیرہ بھی کاٹ لیں۔ شہداء کے پیٹ چاک کردیئے۔

ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبا ڈالا جب نگل نہ سکی تو باہر تھوک دیا۔شہداء کے ناک کان کاٹ کر انکو بطور زیورا پنے گلے اور بطور پازیب استعمال کیا۔

(از:ابن ہشام جلد2 صفحہ 90،زرقانی جلد2 صفحہ44)

جنگ کے آخری لمحات اور مسلمانوں کا ایثار

جنگ کے آخری لمحات میں دو واقعات ایسے رونما ہوئے جن کو پڑھ کر بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہلِ ایمان جنگ کے آخری لمحات میں بھی مشرکین کے ساتھ لڑنے کے لئے کس قدر مستعد و تیار تھے اس مشکل وقت میں بھی اللہ کی راہ میں لڑ کر جامِ شہادت نوش کرنے کا جذبہ اُن اہل ایمان کے دلوں میں کس قدر موجزن تھا۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ کے شعلے سرد پڑ گئے تو میں ان مسلمانوں میں شامل تھا جو گھاٹی سے باہر آئے تھے۔میں نے دیکھا کہ مشرکین شہداء کا مُثلہ کرنے میں مصروف ہیں۔میں رُک گیا اتنی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک جو بھاری جسم کا ہونے کی وجہ سے وزنی زرّہ پہنے ہوا تھا۔شہیدوں کے درمیان میں سے اکڑ کر گزرتا ہوا کہہ رہا ہے کہ مسلمان کٹی ہوئی بکریوں کی مانند ڈھیر ہو گئے ہیں۔دوسری طرف ایک مسلمان زرّہ اور خود پہنے اس مشرک کے انتظار میں تھا۔میں بھی چند قدم ہٹ کر اس مشرک کے پیچھے چل پڑا۔کچھ دور چل کر اپنی نظروں سے مسلمان اور مشرک کا موازنہ کرنے لگا میرے اندازے کے مطابق مشرک جسم اور ساز و سامان کے اعتبار سے مسلمان کی نسبت بہتر تھا۔آخر کار جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو مسلمان نے مشرک پر ایسی قوت سے تلوار ماری کہ وہ پاؤں تک کاٹتی گئی اور یوں مشرک دو ٹکڑے ہو گیا۔مسلمان نے اپنا چہرہ کھولا اور کہا اے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مشرک کا کیسا انجام رہا وہ مسلمان حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(از:البدایۃ والنہایۃ جلد4 صفحہ17)

جنگ کے خاتمہ پر چند مومن عورتیں بھی میدانِ جہاد میں شامل ہو گئیں۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُمِّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ پنڈلی کی پازیب تک کپڑے اوپر چڑھائے اپنی پیٹھ پر پانی کا مشکیزہ اٹھا کر لا رہی تھیں اور مسلمانوں کو پلاتی تھیں زخمیوں کے منہ میں پانی انڈیل رہی تھیں۔

(از صحیح بُخاری جلد1 صفحہ403،جلد2 صفحہ581)

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے روز اُم سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے لئے مشکیزے پانی سے بھر بھر کر لا رہی تھیں۔ تاکہ زخمی مسلمانوں کی پیاس بجھا سکیں۔

(از: صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 403)

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب غزوۂ اُحد کے روز کچھ مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ میدان جنگ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں گھسنا چاہتے ہیں تو اس مسلمان خاتون نے ان لوگوں کے چہروں پر مٹی پھینکنا شروع کر دی اور فرمانے لگیں یہ سوت کاتنے کا تکلا لے لو اور اپنی تلواریں ہمارے حوالے کر دو۔ اہلِ عرب کے ہاں عورتیں زیادہ تر سوت کاتنے کا گھریلو کام کرتی تھیں اور اگر ضرب المثل کے طور پر کسی شخص کو اسکی بزدلی یا کمزوری کا احساس دلانا مقصود ہوتا تو یہی محاورہ استعمال کیا جاتا، لو چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ جاؤ اور ہتھیار ہمیں دے دو۔ اس مثال سے مردوں کو غیرت دلانا مقصود ہوتا۔

چنانچہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں میدانِ جنگ میں پہنچی اور زخمیوں کو پانی پلانے لگی۔ حبان بن عرقہ نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پانی پلاتے دیکھ کر اُن پر تیر چلایا جس سے ان کا پردہ کھل گیا۔ اس پر اللہ کے اس دشمن نے زوردار قہقہہ لگایا۔ یہ بات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بہت گراں گزری آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر انی کے تیر عطا فرما کر حکم دیا کہ "اِس تیر کو اس مشرک پر چلاؤ"۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تیر چلایا جو سیدھا حبان کے حلق میں جا کر لگا جسکی ضرب سے وہ زمین پر گر گیا اور اس کا پردہ چاک ہو گیا اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اُمِ ایمن کا بدلہ چکا دیا"۔

(از: السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 22)

حضورِ اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی جنگی قیام گاہ میں آرام فرمانا

سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھاٹی یعنی اپنی جنگی قیام گاہ میں پہنچنے کے بعد کچھ دیر کیلئے آرام فرمانے کی غرض سے بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہادت کی خبر مدینہ میں بھی پہنچ چکی تھی اس خبر کو سنتے ہی

سب اخلاص شعار نہایت ہی بے تابی سے میدانِ اُحد کی طرف دوڑے حضور علیہ السلام کی لختِ جگر سیدہ طاہرہ حضرت فاطمہ خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عجلت میں حاضرِ خدمت ہوئیں۔ آکر دیکھا تو چہرۂ مبارک سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا دوسری طرف سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہراس سے اپنی ڈھال میں پانی بھر لائے (مہراس اُحد کے مقام پر ایک چشمہ تھا۔ عربی زبان میں اس پتھر کو جس میں گڑھا سا پڑا ہو اور کافی پانی اس میں جمع ہو مہراس کہتے ہیں)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ پانی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تاکہ نوش فرمائیں لیکن اس پانی سے قدرے ناگوار بو کو محسوس کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی کو نوش تو نہ فرمایا البتہ اس پانی سے چہرہ انور کو دھو لیا اور کچھ پانی سرِ اقدس پر ڈال لیا۔ اس حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ''اس شخص پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ انور کو خون آلود کیا''۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ85)

جناب سیدہ طیبہ طاہرہ لختِ جگر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت فاطمہ خاتون جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا چہرۂ انور سے خون دھو رہی تھیں۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال سے چہرۂ انور پر پانی ڈال رہے تھے لیکن خون پھر بھی بند نہیں ہو رہا تھا۔ جب دیکھا کہ خون پانی کی وجہ سے بڑھتا جا رہا ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک چٹائی کا ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ چہرۂ انور پر لگے ہوئے زخم مبارک پر لگائی جس سے خون رُک گیا۔

(از: صحیح بخاری جلد2 صفحہ584 روایت از حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیریں پانی لے کر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی نوش فرمایا پھر وضو کیا اور بیٹھ کر نماز عصر با جماعت ادا فرمائی۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ87)

مسئلہ

ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ اگر امام کسی شرعی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز کی امامت کرے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی اس کی اقتداء کریں گے۔ چاہے مقتدی معذور نہ بھی ہوں لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ امام اگر کسی شرعی عذر کی

بناء پر بیٹھ کر امامت کرائے تو مقتدیوں پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض شریف کے اوقات میں بیٹھ کر امامت فرمائی لیکن تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری فعل مبارک تھا۔ واللہ اعلم۔

ابوسُفیان کی لن ترانی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

مشرکین نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان پہاڑ پر چڑھ کر پکارا۔ اَنيِ القَومِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کوئی اسکی بات کا جواب نہ دے''۔ ابوسفیان نے تین بار یہی کلمات دہرائے۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

اصل میں ابوسفیان یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات علیہ السلام مسلمانوں میں موجود ہیں یا نہیں۔ جب اسکو اپنی پکار کا جواب نہ ملا تو اس نے پھر یہ آواز دی۔

(انیّ الوقم ابن الی قحافه) کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کوئی جواب نہ دے''۔ ابوسفیان نے تین دفعہ یہی کلمات دہرائے لیکن کوئی جواب نہ ملا اس نے پھر آواز دی:

(انیّ القوم ابن الخطاب) کیا تم میں عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود ہیں۔

ابوسفیان نے اس فقرہ کو بھی تین دفعہ دہرایا مگر جب اس کا بھی کوئی جواب نہ آیا تو خوش ہو کر اپنی قوم کو مخاطب ہوا اور کہا چلو ان تینوں سے تو فرصت ہوئی اگر ان میں سے کوئی زندہ ہوتا تو جواب ضرور دیتا۔ ابوسفیان نے ان تین ہستیوں کو ہی پکارا کیونکہ وہ اور اسکی قوم جانتی تھی کہ اسلام کا قیام ان ہی ہستیوں کے ذریعے ہے۔ ابوسفیان کے اس آخری جملہ پر سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قابو ہو گئے اور باآواز بلند فرمایا:

''اے خدا کے دشمن خدا کی قسم تو نے بالکل غلط کہا تیرے رنج والم کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے''

ابوسفیان نے یہ سن کر نعرہ لگایا: ''اعلیٰ ھُبُل'' ''اے ھُبل تو اونچا ہے بلند ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

''اللہُ اعلیٰ و اَجلّ''

ترجمہ: اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے۔

ابوسفیان نے پھر کہا:

''اِنَّ لَنَا العُزّٰی وَ لَا عُزّٰی لَکُم'' ہمارے پاس عزّیٰ ہے تمہارے پاس عزّیٰ نہیں۔

حضورِ اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''تم یہ جواب دو''۔

''اَللّٰہُ مَولٰینَا وَلاَ مَوْلٰی لَکُم''

ترجمہ: اللہ ہمارا آقا والی اور معین مددگار ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ اور آقا نہیں۔

ابوسفیان نے پھر کہا:

''یَوْمَ بِیَوْم. بَدَرُ وَ الْعَرَب سَجَال''

''یہ دن بدر کے دن کا جواب ہے لہٰذا ہم اور تم برابر ہو گئے اور لڑائی ڈولوں کی مانند ہے کبھی اوپر اور کبھی نیچے''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

''لَا سَوَاء قَتْلَا نَا فِی الْجَنَّۃَ وَّقَتلَا کُمْ فِی النَّار.''

ترجمہ: ''ہم اور تم برابر نہیں ہمارے مقتولین جنت میں اور تمہارے مقتولین جہنم میں''۔

(از: صحیح بخاری باب غزوہ اُحد راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زرقانی جلد 2 صفحہ 37، فتح الباری جلد 7 صفحہ 272 از حافظ ابن حجر)

اس گفتگو کے بعد ابوسفیان نے کہا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے قریب آئیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاؤ دیکھو کیا کہتا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کے قریب گئے۔ ابوسفیان نے پوچھا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ہم نے قتل کر دیا ہے (نعوذ باللہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

''خدا کی قسم ہرگز نہیں اور البتہ تحقیق وہ تیرے کلام کو اس وقت سُن رہے ہیں''۔

ابوسفیان بولا تم میرے نزدیک ابن قمیہ سے زیادہ سچے اور نیک ہو۔ اسکے بعد ابوسفیان نے کہا:

''ہمارے آدمیوں کے ہاتھوں تمہارے مقتولین کا مثلہ ہوا۔ خدا کی قسم میں اس فعل سے نہ راضی ہوں اور نہ ہی ناراض، نہ تو میں نے اپنے آدمیوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے نہ ہی ان کو ایسا کرنے سے منع کیا ہے''

پھر چلتے چلتے للکار کر بولا آیندہ سال بدر میں پھر تم لوگوں سے مقابلہ ہوگا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو حکم دیا:
''کہہ دو ٹھیک ہے۔اب یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے رہی''

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 24)

ابوسفیان کے تعاقب کا حکم

جب مشرکین واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ''مشرکین وابوسفیان کا تعاقب کرو اور یاد رکھو آج کے بعد یہ مشرکین پھر کبھی بھی اسلام پر کسی قسم کی فتح حاصل نہیں کرسکیں گے۔اگر مشرکین اونٹوں پر سوار ہوں اور اپنے گھوڑوں کو پہلو میں رکھیں تو سمجھ لینا ان کا ارادہ مکہ واپس جانے کا ہے لیکن اگر مشرکین گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو پہلو میں رکھا تو سمجھ لینا کہ یہ لوگ مدینہ پر حملہ کریں گے اور اگر مشرکین نے مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا تو میں مدینہ پہنچ کر ان سے دو دو ہاتھ کروں گا''۔اس حکم کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کا پیچھا کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ مشرکین اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑوں کو پہلو میں رکھے واپسی کا سفر اختیار کر چکے ہیں۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 94)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب مشرکین واپسی کے ارادے سے روانہ ہوئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا کہ ''کون ہے جو مشرکین کا پیچھا کرے اور یہ دیکھے کہ ان لوگوں کا ارادہ کہاں جانے کا ہے'' یہ فرمان سنتے ہی فوراً ستر (70) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جماعت اس مقصد کے لئے روانہ ہوگئی۔اس جماعت میں سیدنا ابوبکر وحضرت زبیر وسعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شامل تھے۔

(از: صحیح بخاری صفحہ 583)

فتح الباری جلد 7 صفحہ 347 پر صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعاقب میں جانا تحریر کیا گیا ہے۔

شہداءاورزخمیوں کی خبرگیری کاحکم

مشرکین مکہ کی واپسی کے بعد مسلمانوں کوحکم ملا کہ اپنے تمام شہداء اور زخمیوں کی خبر گیری کی جائے تمام مسلمان اس مقصد کے لئے میدانِ جنگ میں پھیل گئے تاکہ شہداء وزخمیوں کوتلاش کرسکیں۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

جنگ کے اختتام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوحکم دیا کہ ''سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتلاش کرو جب وہ مل جائیں تو میرے بدری محبّ ومخلص درگاہ کومیرا یہ پیغام پہنچا دو'': پھرفرمایا:

''حضرت سعد بن ربیع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کومیرا اسلام کہنا اور یہ پوچھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس وقت خودکوکیسا پاتے ہو''

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ڈھونڈتا ہوا جب حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو ابھی ان میں ظاہری حیات کی کچھ رمق باقی تھی۔ان کے جسم پر نیزے تیراورتلوار کے ستر (70) زخم موجود تھے۔میں نے ان کودیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا جسے سُن کر حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرا اسلام ہو اور تم پر بھی۔میرا یہ پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دینا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس وقت جنّت کی خوشبوسونگھ رہا ہوں۔اوراے زید میری قوم تک میرا یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ اے قومِ انصار اگر تم میں سے ایک آنکھ بھی ہلتی رہی اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گیا تو یاد رکھنا اللہ کے ہاں تمہارا کوئی بھی عذر قبول نہ ہوگا۔یہ الفاظ ادافرمائے اورروح جسمِ عنصری سے پرواز کرگئی۔''

(از: مستدرک ابن حاکم، زادالمعاد جلد2 صفحہ96)

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

غزوۂ اُحد کے روز جنگ شروع ہونے سے قبل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طرف بُلا کر تنہائی میں کہا کہ آؤ ہم دونوں مل کر الگ بیٹھ جائیں اور اللہ کریم سے دُعا مانگیں جب میں دعا مانگوں تو میرے ساتھ تم بھی آمین کہنا اور جب تم دعا مانگو گے تو تمہارے ساتھ میں بھی آمین کہوں گا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں ایک گوشہ میں الگ ہو کر بیٹھ گئے۔

''اوّل میں نے اللہ سے دعا مانگی یا اللہ آج کے دن میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو شجاع دلیر اور نہایت ہی غضبناک ہو کچھ دیر ہم دونوں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں اسکے بعد اے اللہ مجھے اس پر فتح عطا فرمانا یہاں تک کہ میں اسکو قتل کر کے اس کا سامان چھینوں''۔ میری اس دعا پر حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آمین۔

پھر حضرت عبد اللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا مانگی:

''اے اللہ آج میرا مقابلہ ایسے شخص کے ساتھ ہو کہ جو نہایت جرّی اور دلیر اور غضبناک ہو۔ میں محض تیری رضا کے لئے اس دشمن کے ساتھ قتال کروں وہ مجھ سے جنگ کرے بالآخر وہ دشمن مجھے قتل کر دے میری ناک اور کان کاٹ دے پھر جب میں اے میرے اللہ تیرے حضور حاضر ہوں اور تو دریافت فرمائے کہ اے عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ تیرے کان اور ناک کہاں گئے اس پر میں عرض کروں اے میرے اللہ میرے خالق و مالک تیرے اور تیرے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راستے میں۔ اس پر اے اللہ تو فرمادے اے عبد اللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو نے سچ کہا''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں انکی دعا میری دعا سے کہیں بہتر تھی شام کو جب انکی لاش مبارکہ کو دیکھا تو کان اور ناک کٹی ہوئی تھی۔

(از: معجم طبرانی۔ دلائل ابی نعیم روایت از: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(تاریخِ طبری جلد 2 ، زرقانی جلد 2 صفحہ 51 ، مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 225)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابی تھے غزوۂ اُحد میں مشرکین کے خلاف قتال کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تو کافروں نے ان کے جسم کے ساتھ مُثلہ کیا۔جب انکی لاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لاکر رکھی تو میں نے اپنے والد کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر دیکھنا چاہا تاکہ زیارتِ پدر سے مستفید ہوسکوں لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مجھے ایسا کرنے سے منع کردیا کیونکہ کافروں نے لاش مبارک کے ساتھ مثلہ کر کے اسکو بُری طرح مسخ کردیا تھا اور ساتھیوں کا خیال تھا کہ مجھے والدِ گرامی کی لاش اس حالت میں دیکھ کر سخت تکلیف ہوگی۔مگر میں نے دوبارہ لاش کا چہرا دیکھنے کی کوشش کی تو صحابہ نے پھر منع کردیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمادی۔

میرے والد ماجد کی سگی ہمشیرہ میری پھوپھی جان حضرت فاطمہ بنت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھائی کا چہرہ دیکھ کر بہت رونے لگیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''روتی کیوں ہو تیرے بھائی پر تو فرشتے برابر سایہ کئے ہوئے ہیں۔یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا''۔

(از صحیح بخاری کتاب الجنائز صفحہ 166، کتاب الجہاد صفحہ 395
بروایت: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا ''اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں کیا ہوا کیوں غمگین ہو'' عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہوئے اہل وعیال پر قرضے کا بار پیچھے چھوڑ گئے جسکی وجہ سے غمگین وشکستہ ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں تجھے ایک خوشخبری سناؤں'' میں نے عرض کیا ضرور فرمائیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے کسی سے کبھی کلام نہیں فرمایا مگر پسِ پردہ مگر اللہ نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور فرمایا اے میرے بندے اپنی کوئی تمنا میرے سامنے پیش کر تمہارے والد نے عرض کیا اے پروردگار میری یہی آرزو

ہے کہ پھر زندہ ہوں پھر تیری راہ میں دوبارہ مارا جاؤں اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا میرے حکم کے خلاف ہے۔''

اس پر قرآن کریم فرقانِ حمید کی یہ آیت نازل ہوئی: (سورۃ آل عمران آیت 169)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا''

(سورۃ آلِ عمران رواہ الترمذی کتاب التفسیر، فتح الباری جلد 6 صفحہ 25 روایت از: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے بیٹے حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں اسلام کی راہ میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔

غزوۂ اُحد سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے سخت افسوس ہے کہ میں غزوۂ بدر میں شریک ہو کر شہادت کی سعادت حاصل کرنے سے رہ گیا کیونکہ اس وقت میرے اور میرے بیٹے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی جس میں قرعہ بیٹے کے نام نکل آیا اور یوں وہ شہادت کی سعادت سے سرفراز ہوا۔

آج شب میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے نہایت حسین وجمیل شکل ہے۔ جنت کے باغات میں نہروں کے کنارے سیر وتفریح کرتا پھر رہا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا ہے اے ابا جان! تم بھی یہیں آجاؤ دونوں مل کر جنت میں ایک ساتھ رہیں گے۔ اے ابا جان میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا تھا میں نے اس کو بالکل حق پایا ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب میری یہ شدید خواہش ہے کہ میں اپنے بیٹے کی رفاقت اختیار کروں۔ گو میں بوڑھا ہو گیا ہوں ہڈیوں میں کمزوری کی وجہ سے چلنے پھرنے کی طاقت بھی پہلے جیسی نہیں رہی لیکن میری شدید تمنا ہے کہ کسی طرح اپنے رب سے جلد جا ملوں۔ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ کریم مجھے شہادت نصیب فرمائے تاکہ میں جنت میں اپنے بیٹے سے بھی جا ملوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خثیمہ کیلئے دعا فرمائی۔ جو فوراً ہی درگاہِ خداوندی میں قبول ہوئی۔

حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے اور مشرکین سے قتال کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے صدقے حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خواہش کو پورا کرنے میں کامیاب رہے۔

(از: زادالمعاد جلد2 صفحہ 94، مدارج النبوت جلد2 صفحہ 227)

حضرت اُصیرم عمرو بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

غزوۂ اُحد میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک سے جب زخمیوں اور شہداء کی تلاش کا کام جاری تھا تو لوگوں نے حضرت عمرو بن ثابت جن کا لقب اُصیرم تھا۔ سخت ترین زخمی حالات میں دیکھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین انکو زخمی حالت میں دیکھ کر حیران رہ گئے اسکی وجہ یہ تھی کہ جب بھی ان کو اسلام کی دعوت دی جاتی وہ قبول نہ کرتے اب اُحد کے روز ان کو زخمی حالت میں میدانِ جنگ میں پڑا دیکھنا یقیناً تعجب کی بات تھی لوگوں نے ان سے پوچھا اے اصیرم تمہیں کون سی چیز یہاں لے آئی۔ انہوں نے جواب دیا مجھے یہاں اپنی قوم کی حمایت کھینچ کر نہیں لائی بلکہ میں تو اسلام کی حقانیت اور رغبت کے تحت یہاں آیا ہوں۔

اُصیرم نے جواب میں یہ بھی کہا کہ اُحد کے روز اللہ کریم نے میرے دل میں حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی محبت ڈال دی چنانچہ میں گھر سے سیدھا میدانِ جنگ میں آیا اور مشرکین کے ساتھ قتال کیا اور اس حالت کو پہنچا ہوں۔ میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا یہ الفاظ ادا کئے اور جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لوگوں نے اُصیرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ کا ذکر حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ ''یقیناً وہ جنتی ہے''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں پہنچ گیا پھر جواب دیتے وہ عمرو بن ثابت (اُصیرم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کیونکہ جب وہ اسلام لائے تو سیدھے غزوۂ اُحد میں شریک جہاد تھے اور اس جہاد میں کسی نماز کا وقت ہی نہیں آیا کہ وہ شہید ہو گئے۔

(از: زادالمعاد جلد2 صفحہ 96، سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ 90، مدارج النبوت جلد2 صفحہ 230)

قزمان شہیدِ قوم کی خُودکشی

غزوۂ اُحد کے زخمیوں میں قزمان بھی شامل تھا۔ اُحد کے روز یہ شخص اس قدر دلیری اور شجاعت سے لڑا کہ مشرکین کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس نے آٹھ یا نو مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ قزمان ایک جری، شجاع اور نہایت ہی بہادر آدمی تھا۔

حقیقت میں یہ شخص منافق تھا اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اسکے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ "قزمان دوزخی ہے"۔ اُحد کے روز قزمان لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو گیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اسکی شجاعت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے جنگ کے خاتمہ پر اس کو اٹھا کر بنی ظفر کے مکان میں لے آئے۔ بعض مسلمانوں نے اس سے کہا اے قزمان تجھے بشارت ہو اس نے کہا کس بات کی بشارت دے رہے ہو بخدا میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اتنی دلیری سے نہیں لڑا بلکہ میں تو قومی غیرت اور روایات کو برقرار رکھنے کے لئے اسقدر دلیری سے میدانِ جنگ میں لڑتا رہا۔ جب اسکے زخموں کی تکلیف برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے ایک تیر لے کر اسکی نوک سے اپنے ہاتھوں کی رگوں کو قطع کر دیا اور یوں کثرت سے خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ مر گیا۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اسکی اطلاع دی گئی تو ارشاد فرمایا "میں اعلان کرتا ہوں کہ میں واقعی ہی اللہ کا رسول ہوں اور میری بات ہمیشہ سچ ہوتی ہے"۔ یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ قزمان نے خودکشی کر لی اور اسلام کی تعلیمات واحکام کے مطابق خودکشی کی موت حرام ہے اور خودکشی کرنے والا دوزخی ہے۔ یہاں سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ شہادت صرف اسی طریقہ سے میسر آتی ہے جب انسان اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جان دے اگر کوئی اپنی جان محض قوم یا وطن کی خاطر قربان کرے تو وہ شہید نہیں ہوتا۔

(از: تاریخِ طبری جلد 1، زادالمعاد جلد 2 صفحہ 97، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 88)

مُخیریق یہودی

غزوۂ اُحد کے مقتولین میں بنو ثعلبہ کا ایک یہودی بھی تھا جس کا نام مُخیریق تھا۔ غزوۂ احد سے قبل جب جنگ ناگزیر ہو گئی تو اس نے اپنی قوم سے کہا اے اہلِ یہود تم لوگوں پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد کرنا فرض ہے۔ اس لئے چلو اور انکی مدد کرو۔ یہود کہنے لگے کہ آج سبت (سنیچر) کا دن ہے جس میں قتال کی اجازت نہیں۔ مُخیریق نے کہا

میں سینچر کی پرواہ نہیں کرتا اور تم لوگوں کیلئے بھی کوئی سبت نہیں۔اس نے جب دیکھا کہ اہلِ قوم میرا ساتھ دینے کو تیار نہیں تو اپنی تلوار سنبھالی جنگ کا دیگر ساز وسامان ساتھ لیا اور اپنی قوم کو وصیت کی کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو میرا باقی سارا مال محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لئے ہے وہ جس طرح چاہیں اس کو استعمال کریں۔ اسکے بعد میدانِ جنگ میں پہنچا اور مشرکین کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا۔ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسکی موت کی خبر ملی تو فرمایا "مُخیریق یہود میں سب سے بڑا یہودی تھا"۔

(از: تاریخِ طبری، سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 88، 89)

شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تدفین

غزوۂ اُحد میں ستّر (70) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید ہوئے جن میں چار مہاجرین اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہداءِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تدفین کا حکم دیا۔ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنے شہداء کو مدینہ منتقل کر لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اپنے شہدا کو واپس لا کر انکی شہادت گاہوں میں دفن کریں۔ نیز یہ بھی حکم دیا کہ شہداء کے ہتھیار وڈھال اتار لئے جائیں تاکہ انہیں غسل دیئے بغیر جس حالت میں وہ ہیں اسی حالت میں دفن کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہداء کا معائنہ فرما کر ارشاد فرمایا "اے لوگو میں ان شہداء کے حق میں گواہ رہوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی کیا جاتا ہے شہید کیا جاتا ہے اُسے اللہ قیامت کے روز اسی حالت میں اٹھائے گا کہ اُسکے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ رنگ تو اس کا خون جیسا ہی ہوگا۔ لیکن اُس خون میں سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی"۔

(از: سیرتِ النبی الکامل ابن ہشام جلد 2 صفحہ 82)

مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ جب انکی تجہیز وتکفین کی جانے لگی تو افلاس کی وجہ سے اتنا کپڑا بھی میسر نہ تھا کہ شہداء کی مکمل پردہ پوشی کی جاسکتی۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب دفنایا گیا تو کفن کی چادر اسقدر چھوٹی تھی کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں کو ڈھانکا جاتا تو سر مبارک کھل جاتا آخر کار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو ڈھانک دیا جائے اور پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال کر ڈھانک دیا جائے"۔

(از: صحیح بخاری غزوہ احد جلد 2 صفحہ 584)

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا آخر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مذکورہ طریقے سے ڈھانکا گیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دریافت فرماتے جاتے کہ شہداء میں کون کون حافظِ قرآن ہے۔ جو شہید حافظِ قرآن تھے انکو الگ الگ قبروں میں دفن کیا گیا پھر جو جو شہید دنیا کی ظاہری زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ نہایت پیار ومحبت رکھتے تھے انکو اکٹھا یعنی دو دو یا تین تین کو بھی اکٹھا دفن کیا گیا۔ جیسے حضرت حمزہ اور حضرت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دفن کیا گیا حضرت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ڈھونڈ کر حکم کے مطابق اکٹھا کیا گیا۔ کیونکہ یہ دونوں دنیا میں ایک دوسرے کے مخلص دوست تھے۔ جس شخص کو سب سے زیادہ قرآنِ کریم یاد ہوتا اسکو قبلہ رُخ لحد میں آگے کی طرف رکھتے اور ارشاد فرماتے۔

اَيُّهُمْ اَكْثَرَ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدٍ قَدَّمَهٗ فِى اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ" عَلٰى هٰؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَ لَمْ يُغَسَّلُوْا

''قیامت کے روز میں ان لوگوں کے حق میں شہادت دوں گا''

(از: صحیح بخاری باب غزوہ احد، تاریخِ طبری، سیرۃ ابن ہشام)

(البدایۃ والنہایۃ جلد2 صفحہ584)

(مسند امام احمد، مشکوٰۃ جلد1 صفحہ 140) وغیرہ

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد اور انکی کیفیّت

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش دیکھی تو بہت غمگین ہوئے۔ حضرت حمزہ کی ہمشیرہ اور سرکار علیہ السلام کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میدانِ جنگ میں آئیں انہیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ہیں وہ اپنے بھائی کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ مگر حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ ''اپنی والدہ کو واپس لے جائیں کیونکہ وہ اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھ نہ لیں''۔ مشرکین نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مُثلہ اس حد تک کر دیا تھا کہ لاش مبارک کی شناخت بھی دشوار ہو گئی تھی اس لئے حضور علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ بہن بھائی کو اس حالت میں نہ دیکھ سکے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھے معلوم ہے میرے بھائی شہادت پا چکے

ہیں اور مشرکین نے اُن کا مثلہ کیا ہے یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہوا ہے اس لئے ہم اللہ کی رضا کے ساتھ پوری طرح راضی ہیں۔ میں اپنے بھائی کا جسم اطہر دیکھ کر ثواب کی غرض سے ضرور صبر کروں گی۔ اسکے بعد اپنے بھائی کی لاش کے پاس تشریف لائیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی۔

(از: تاریخِ طبری)

اسکے بعد حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اکٹھا ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

حضرت فاطمہ بنتِ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کیفیّت

جب لشکرِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت مدینہ منورہ واپس پہنچا تو راستے میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ لشکرِ اسلام جوق در جوق آرہا ہے۔ انہوں نے لشکر میں اپنے والدِ گرامی کو بہت تلاش کیا لیکن وہ نظر نہ آئے آخر انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میرے والد گرامی کہاں ہیں؟

پورے لشکر میں ان کو تلاش کیا ہے لیکن نظر نہیں آئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دِل بھر آیا جواب میں فرمایا آپ کے والدِ گرامی سرکارِ مدینہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہیں۔ جب آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزدیک تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے والد پھر بھی نظر نہ آئے تو انہوں نے آگے بڑھ کر سرکارِ دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدِ گرامی کہاں ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں تمہارا باپ ہوں''۔ عرض کی حضور اس بات سے بوئے خون آتی ہے یہ کہتے ہی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ تمام ساتھیوں کی آنکھیں بھی پُر نم ہوگئیں۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدِ گرامی کی شہادت کی کیفیت ارشاد فرمائیں۔ ''فرمایا بیٹا اگر میں تمہارے والد کی شہادت کا حال بیان کروں تو تمہارے دِل کو اس واقعہ کے برداشت کی طاقت نہیں ہوگی''۔

یہ سُن کر تمام لوگوں پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی پھر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھیوں سمیت شہرِ مدینہ میں داخل ہوئے۔

حضرت حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملاقات

لشکرِ اسلام جب مدینہ منورہ کو واپس آرہا تھا تو راستے میں دیگر صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرح حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ملاقات ہوئی۔ انکو ان کے والد حضرت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنائی یہ خبر سن کر انہوں نے اِنَّـا لِلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَيـهِ رَاجِعُون پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ پھر ان کو اُن کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی سُن کر اِنَّـا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُون پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ پھر انہیں ان کے ماموں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ یہ خبر سن کر اِنَّـا لِلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَيهِ رَاجِعُون پڑھی اور ماموں جان کے لئے دعاء مغفرت کی۔ اسکے بعد ان کے شوہر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو تڑپ کر چیخ اُٹھیں اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''عورت کے لئے اس کا شوہر ایک خاص مقام رکھتا ہے''۔

(از: سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 98)

بنو دینار کی ایک خاتون کا حال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو دینار کی ایک خاتون کے پاس سے گزرے اس عظیم خاتون کا شوہر، بھائی اور باپ تینوں غزوۂ اُحد میں مشرکینِ مکہ کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ جب اس خاتون کو ان تینوں کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو فرمانے لگیں مجھے یہ بتاؤ کہ سرکارِ دو عالم علیہ السلام کا کیا حال مبارک ہے۔ کسی نے جواب دیا اے عظیم خاتون اُمِ فلاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت سے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے جیسا تم چاہتی ہو وہ ویسے ہی ہیں۔ اس پر وہ خاتون بولیں میں خود رُخِ انور کی زیارت کرنا چاہتی ہوں تا کہ اس سعادتِ دارین سے مستفید ہوسکوں۔ لوگوں نے اشارے سے اس خاتون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتلایا۔ چہرۂ انور پر نظر پڑتے ہی فوراً پکار اُٹھیں:

''كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَل''

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 99، تاریخ طبری حصہ اوّل)

اُمِ سعد بن مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال

راستے میں حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دوڑتی ہوئی آئیں۔اس وقت حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کی لگام تھامے آگے آگے چل رہے تھے۔اپنی والدہ کو آتے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی یہ میری والدہ ہیں۔حضور انور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"اے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیری والدہ کو مبارک ہو" پھر والدۂ سعد کے استقبال کے لئے ٹھہر گئے۔جب وہ قریب آگئیں تو نبی علیہ السلام نے ان کے بیٹے حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر کلماتِ تعزیت ارشاد فرمائے اور والدہ کو تسلی وصبر کی تلقین فرمائی۔

اُمِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کو سلامتی کی حالت میں دیکھ لیا ہے اب میرے لئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے اُحد کے لئے دُعا مانگی اور فرمایا"اے اُم سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم خوش ہو جاؤ اور تمام شہداء کے گھر والوں کو خوشخبری یہ سنا دو کہ ان کے تمام شہداء جنت میں ہیں اور ان کے تمام گھر والوں کے لئے خداوندِ قدّوس نے شفاعت قبول کر لی ہے"۔یہ سن کر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے برحق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء کے پسماندگان کے لئے بھی دُعا فرمائیں تا کہ ان کو تسلی وصبر نصیب ہو یہ سُن کر فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔"اے اللہ شہداء کے پسماندگان کے دلوں کا غم دور کر ان کو اس مصیبت کا جو کہ اُن پر آن پڑی ہے بہترین بدلہ عطا فرما۔ان پسماندگان کی بہترین دیکھ بھال اور حفاظت فرما"۔

(از: سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 47)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے دُعا

غزوۂ اُحد کے روز جب مشرکین میدانِ جنگ سے واپس چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا"اپنی صفیں سیدھی کر لو میں خداوندِ کریم سے دُعا مانگنا چاہتا ہوں"۔تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صفیں درست کیں تو رسول اللہ علیہ السلام نے یہ دُعا فرمائی:۔

''اے میرے اللہ تمام حمد وتعریفیں تیرے لئے ہی ہیں۔اے اللہ تو جس چیز کو کشادہ کردے اسکو کوئی تنگ نہیں کرسکتا۔اور جس چیز کو تنگ کردے اسکو کوئی کشادہ نہیں کرسکتا۔جس شخص کو تو گمراہ کردے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جس شخص کو تو ہدایت دے اسکو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔جس چیز کو تو روک دے اسکو کوئی نہیں دے سکتا اور جو چیز تو دیدے اسکو کوئی روک نہیں سکتا۔جس چیز کو تو دور کردے اسکو کوئی قریب نہیں کر سکتا اور جس چیز کو تو قریب کردے اسکو کوئی دور نہیں کرسکتا۔اے اللہ! ہم پر اپنی نعمتیں، برکتیں، فضل وکرم اور رزق کشادہ کردے۔اے اللہ میں تجھ سے ہمیشہ برقرار رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ! جو کچھ تو نے ہمیں دیا ہے اور جو نہیں دیا ان دونوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔اے اللہ! ہمارے ایمان کو خوشنما اور محبوب بنادے کفر، فسق اور نافرمانی کو ہمارے لئے ناگوار اور ناپسندیدہ بنادے۔اے اللہ! ہمیں مسلمان ہی زندہ رکھ اور ہمارا خاتمہ بھی اسلام پر ہی کر۔تمام فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھتے ہوئے صالحین رکھ۔ اے اللہ! تو ان کافروں کو مار ان پر سختی اور عذاب کر جو تیرے پیغمبروں کو تنگ کرتے جھٹلاتے اور لوگوں کو تیری راہ سے روکتے ہیں۔اے اللہ! ان کافروں کو بھی ختم کر جن کو کتاب دی گئی تھی لیکن وہ اسکو چھوڑ بیٹھے ہیں۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے تعزیت فرمائی اور ان کو خبر دی کہ اللہ کریم کے ہاں اُن کے لئے اجروثواب مقرر کیا گیا ہے۔

(از: بخاری کتاب الادب المفرد، مسند احمد جلد 3 صفحہ 324)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 230)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منوّرہ واپسی

اُسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرِ شام مدینہ منورہ پہنچ گئے یہ شنبہ 7 شوال 3 ہجری کا واقعہ ہے۔(ابن ہشام کے مطابق غزوہ اُحد نصف شوال کو شنبہ کے روز ہوا یعنی 15 شوال 3 ہجری بمطابق 31 مارچ 625 عیسوی) جب انصار کے محلّہ سے گزر رہے تھے تو انصار کے شہداء کے گھروں سے عورتوں کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔صرف حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ایسا تھا جہاں سے رونے کی آواز نہ آرہی تھی۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رونے والی کوئی نہیں ہے''۔ جب انصار نے یہ بات سُنی تو اپنی عورتوں سے کہا کہ پہلے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جا کر اُن کے لئے روئیں اسکے

بعد اپنے گھروں میں اپنے شہداء پر گریہ کرنا۔ انصار کی عورتیں مغرب اور عشاء کے درمیان حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر آئیں اور آدھی رات تک اُن پر روتی رہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھر پر آرام فرما رہے تھے۔ دریافت فرمایا کہ "یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں"۔ عرض کیا گیا انصار کی عورتیں سرکار علیہ السلام کے چچا پر رو رہی ہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ عورتیں اس طرح گریہ زاری کریں" اور ان عورتوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا "یہ گریہ زاری ہرگز ہرگز جائز نہیں" اور سختی سے اس امر کو منع فرمایا۔

(از: معارج النبوت، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 228، صحیح بخاری کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھر پہنچ کر اپنی تلوار حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیتے ہوئے فرمایا "بیٹی اس تلوار پر سے خون صاف کردو خدا کی قسم یہ تلوار آج میرے لئے بہت مفید ثابت ہوئی"۔

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیتے ہوئے فرمایا میری تلوار پر لگا ہوا خون بھی دھودو۔ کیونکہ یہ آج میرے لئے میدانِ جنگ میں بہت صحیح ثابت ہوئی ہے۔ اس گفتگو کو سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم نے آج صرف اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بے لاگ جنگ کی ہے تو تمہارے ساتھ سہل بن حنیف اور ابو دجانہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی صرف اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہی بے لاگ جنگ لڑی ہے"۔

(از: تاریخِ طبری جلد 1، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 100، وغیرہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار (ترجمہ)

روایات میں آتا ہے کہ جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ الزّہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی تلوار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس پر لگا خون صاف کردو تو اس موقع پر یہ اشعار بھی ارشاد فرمائے: ترجمہ:

"اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یہ تلوار لو جس سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ ہی میں بزدل اور نکما ہوں۔ قسم ہے میری جان کی میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی محبت اور اپنے ربّ کی اطاعت میں لڑا ہوں جو اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے۔ اس حال میں کہ تلوار میرے ہاتھ میں روشن ستارے کی طرح تھی جسے میں پھرا رہا تھا اور اس سے میں کندھوں اور پسلیوں کو قطع کر رہا تھا۔ میں اسی طرح شمشیر زنی کرتا رہا یہاں تک کہ میرے ربّ نے ان کی

جماعت کو پراگندہ کر دیا اور ہم نے ہر حلیم شخص کے دِل کو دشمن کے قتل سے ٹھنڈا کر دیا۔''

(از: تاریخِ طبری)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ اُحد کے موقع پر وہ شجاعت حاصل کی جسکی مثال تاریخ عالم میں ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔

شہدائے اُحد کے فضائل

اللہ کی راہ میں دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرنیوالے شہیدوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد اور خداوند کریم کا وعدہ انعامات متعدد بار ارشاد ہوا ہے لیکن فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہدائے اُحد کے بارے میں بالخصوص فرمایا کہ ''جب اُن شہداء نے دوسرے عالم میں انتقال فرمایا تو حق تعالیٰ نے اُن کی ارواح کو سبز پرندوں کی صورت دی اور ہر روز یہ سبز پرندے بہشت کی نہروں کے کناروں پر آتے ہیں ان سے پانی پیتے ہیں۔ بہشت کے میوے کھاتے اور بہشت کے محلات اور باغوں میں پرواز کرتے ہیں۔ ان کاموں سے جب فارغ ہو جاتے ہیں تو رات کو ساقِ عرش سے لٹکنے والی نورانی قندیلوں کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ جب ان کو اللہ کریم کی طرف سے یہ تمام نعمتیں میسّر آتی ہیں تو وہ حق تعالیٰ کی مناجات کرتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ کون ہے جو ہمارا یہ پیغام ہمارے ان بھائیوں تک پہنچائے جو دنیا میں زندگی کے دِن بسر کر رہے ہیں ان لوگوں کو ہمارے بارے میں ملنے والی نعمتوں کا حال بتائے اور اُن ہمارے بھائیوں کو بتائے کہ وہ اپنی دنیوی حیات کو غنیمت خیال کریں غزوات اور جہاد میں سب سے پہلے داخل ہوں، شامل ہوں تاکہ وہ ہمارے بھائی بھی ان نعمتوں کے حقدار ٹھہریں جو دنیا میں رہتے ہوئے ان لذّتوں راحتوں و نعمتوں سے ناواقف ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یہ کام میں کروں گا پس پھر یہ آیت نازل فرمائی'': (سورۃ آل عمران آیت 169 تا 170)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ

يَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم''۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''خداوند تعالیٰ ان شہداء پر اپنی تجلی فرماتا ہے اور کہتا ہے اے شہداء و جاں نثارو جو کچھ چاہتے ہو مجھ سے طلب کرو شہداء عرض کریں گے اے ہمارے خالق و مالک ہماری یہ خواہش ہے کہ ہماری ارواح کو پھر جسموں میں بھیجا جائے پھر ہمیں دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم تیری راہ میں دوبارہ شہید ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس رُوح کو ہم قبض کر لیتے ہیں اُسے پھر دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجتے''۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہر مومن کے لئے بشارت ہے کہ اسکی روح بہشت میں ہوتی ہے۔ جہاں وہ پھرتی ہے۔ جو کچھ وہاں ہے اُسے نصرت و سرور کے ساتھ دیکھتی ہے۔ جو کچھ اس شہید رُوح کے عزّت و اکرام کے لئے بہشت میں تیار کیا گیا ہے اس کا مشاہدہ کرتی ہے''۔

(از: مسند امام احمد فی مواہب لدنیہ روایت از: حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 231)

اِسی طرح ایک اور حدیث صحیح میں آتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مومن کی روح ایک طائر ہے۔ جو بہشت کے درختوں سے کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ اسے واپس اسکے جسد کی طرف لاتا ہے۔ اس دن جب اس مومن کو دوبارہ اٹھاتا ہے'' اس حدیث سے مومن کی روح کا پرندوں کی صورت میں اور شہیدوں کی روح کا سبز پرندوں کی صورت میں آنا ثابت ہے۔ اس حدیث کو آئمہ اربعہ اور ارباب مذہب میں سے تین حضرات نے بیان کیا ہے یعنی امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انہوں نے امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 331)

شہداء اُحد کے فضائل کے ذکر میں روایت آتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء اُحد کی

قبروں کی زیارت فرمائی اور فرمایا کہ ”اے خدا تعالیٰ جو کہ لائق پرستش ہے تیرا یہ بندہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری رضا کی طلب میں شہید ہوئی تھی“۔اس کے بعد فرمایا ”جو کوئی ان شہداء کی زیارت کرتا ہے ان کو سلام پہنچا تا ہے یہ اس کا جواب دیتے ہیں اور قیامت تک ایسا ہی ہوگا“۔

(روایت از حضرت ابی فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یہ بھی منقول ہے کہ جب فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے اُحد کی زیارت کو تشریف لے جاتے تو فرماتے:

” اَلسَّلامُ عَلَیْکُم بِمَا صَبَرتُم فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ“

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طریقے پر عمل فرماتے رہے۔

حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک دفعہ میں صحرائے اُحد سے گزری تو میں نے کہا السلامُ علیکم یا عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو جواباً میں نے آواز سُنی:

”عَلَیْکَ السَّلاَمُ وَ رَحْمَۃُاللہ وَ بَرَکَاتُہٗ“

(روایت از: حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حدیث میں آتا ہے کہ تقریباً پانچ سال بعد یعنی وصال سے دو یا تین سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ اُحد سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی ایسے پُر درد کلمات ارشاد فرمائے جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے کوئی زندوں سے رخصت ہو رہا ہے۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا:

”اے مسلمانو تم سے یہ خوف نہیں کہ پھر مشرک بن جاؤ گے لیکن مجھے ڈر ہے کہ دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔“

(از: صحیح بخاری باب غزوۂ اُحد)

عطاف بن خالد مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کے لئے گیا میرے ساتھ صرف دو غلام تھے جو میری حفاظت کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ میں نے یہ سُن رکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ شہدائے اُحد کو سلام کیا کرو کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ میں نے ان شہداء کو سلام کیا جواب بھی سنا اور یہ بھی سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہیں پہچانتے ہیں۔ یہ سُن کر میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا میں فوراً اپنی سواری پر بیٹھا اور واپس روانہ ہوا اس طرح شہدائے اُحد کے بارے میں اور بہت سی روایات کتب سیر میں مذکور

ہیں جن میں ان کے فضائل کا ذکر آیا ہے۔

روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ چھیالیس سال کے عرصہ کے بعد بعض شہداء اُحد کی قبروں کو کھولا گیا تو وہ بالکل اسی طرح تروتازہ تھے اس طرح محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے پھولوں کے غنچے ہوتے ہیں۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آج ہی دفن کئے گئے ہوں۔ ان شہداء میں بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے جب اُن کے ہاتھ زخموں سے ہٹائے گئے تو تازہ خون زخموں سے بہنا شروع ہو گیا۔ جب اُن کے ہاتھوں کو چھوڑتے تو واپس اپنے زخموں پر رکھ لیتے۔

شہدائے اُحد کے بارے میں صحاح ستہ کی کتابوں ابو داؤد، نسائی اور ترمذی میں روایت پائی جاتی ہے جس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب انہوں نے اُحد کی جانب نہر کھدوائی تو کھدائی کے دوران بعض شہداء کی قبریں نہر میں آ گئیں۔ ان کے جسم یوں تروتازہ تھے جیسے کوئی زندہ انسان سویا ہوا ہو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اور بعض روایات کے مطابق ایک دوسرے شہید اُحد) کے پاؤں پر کدال لگی تو اس میں سے خون پھوٹ نکلا یہ ان شہداء کے 46 سال بعد کا واقعہ ہے۔ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس وقت زندہ تھے اور انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ عینی شاہدین کے مطابق قبروں میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور تمام شہداء کے جسم یوں تروتازہ تھے جیسے آج ہی دفن کئے گئے ہوں۔ شہداء کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔

(از: امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ فی مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 233)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معذرت

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ اُحد سے ہفتے کے روز مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اسی روز یعنی 7 شوال 3 ھ کو منادی نے اعلان کیا کہ مُسلمان مشرکینِ مکہ کے تعاقب کے لئے تیار ہو جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ جو مسلمان غزوہ اُحد میں شریک نہیں ہوا تھا وہ اس تعاقب میں شامل نہیں ہو سکتا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری سات بہنیں ہیں۔ غزوۂ اُحد میں شریک ہونے سے پہلے میرے والد گرامی نے مجھ سے کہا اے بیٹا یہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ جوان بیٹیوں کو اکیلا چھوڑ کر جنگ میں شرکت کے لئے چلے جائیں اس لئے میرا یہ حکم ہے کہ تم اپنی

بہنوں کی حفاظت کے لئے گھر پر ہی رہو اور میں لشکرِ اسلام کے ہمراہ جہاد میں شرکت کے لئے جاؤں گا اس وجہ سے میں غزوۂ احد میں شریک نہ ہوسکا۔ میری آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست ہے کہ مشرکین کے تعاقب میں جانے والے مجاہدین کے ہمراہ جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرمادی۔

اہلِ سیر کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے ساتھ چلنے کی اجازت طلب کی مگر حضور علیہ السلام نے اسکو اجازت نہ دی۔

اہلِ حقّ کی مراجعت مدینہ

عائشہ بنتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولیٰ ابوالسائب سے مروی ہے کہ بنی عبدالاشہل کے ایک ایسے شخص نے جو کہ غزوہ اُحد میں شریک تھا یوں بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی دونوں غزوۂ احد میں شریک تھے۔ ہم دونوں زخمی ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مدینہ میں حاضر ہوئے جب رات کو مؤذن نے مشرکین کے تعاقب کا اعلان کیا تو ہم نے سوچا کہ یہ بات نہایت ہی غیر مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہم مجاہدین کے ساتھ شامل نہ ہوں کیونکہ ہم دونوں کسی بھی غزوۂ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے الگ نہیں ہونا چاہتے تھے ہمارے پاس سواری کے لئے کوئی جانور بھی نہ تھا سخت زخمی تھے لیکن پھر بھی مجاہدین کے ہمراہ چل پڑے۔ میں کیونکہ اپنے بھائی کے مقابلے میں کم زخمی تھا اس لئے جب چلتے چلتے میرا بھائی زخموں کی شدید درد کی وجہ سے بیٹھ جاتا تو میں اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کچھ دور لے جاتا جب وہ سانس بحال کر لیتا تو پھر پیدل چلنے لگتا۔ اسی طرح ہم دونوں چلتے چلتے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں مسلمان مجاہدین پہنچ چکے تھے۔ یہ مقامِ مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور تھا جس کا نام حمراء الاسد تھا۔ یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین دن یعنی دوشنبہ، سہ شنبہ اور چہار شنبہ تک قیام پذیر رہے اور پھر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

(از: تاریخِ طبری جلد اوّل)

غزوہ حمراء الاسد 8 شوال 3ھ

میدانِ اُحد سے واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساری رات مدینہ منورہ میں اسی جنگ سے پیدا ہونے والے حالات کے بارے میں غور وخوض میں بسر فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ اندیشہ تھا کہ

مشرکین جنگِ اُحد میں یکسر تبدیل ہونے والے حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہیں دوبارہ مدینہ منورہ پر حملہ نہ کر دیں۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ صبح کو مشرکین کے لشکر کا تعاقب کرنا ضروری ہے۔ اس فیصلہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اعلان کر دو کہ ''دشمن کے تعاقب کے لئے چلنا ہے'' اور مزید ارشاد فرمایا کہ ''یہ بھی اعلان کر دینا کہ جو شخص ہمارے ساتھ غزوۂ احد میں شریک نہیں تھا اسکو ساتھ چلنے کی اجازت نہیں ہے''۔ تمام اہلِ سیر کا بیان ہے کہ باوجود اسکے کہ تمام مسلمان زخموں سے چور غم سے نڈھال اور سخت تھکے ہوئے تھے لیکن پھر بھی حکم سنتے ہی سرِ تسلیم خم کیا اور دشمن کے تعاقب کے لئے تیار ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما کر جھنڈا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ واللہ اعلم۔

نظام العمل کے مطابق حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور آٹھ میل چل کر مقام حمراء الاسد پر خیمہ زن ہوئے۔

مُعبد الخزاعی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات

حمراء الاسد میں قیام کے دوران معبد الخزاعی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قبیلہ بنو خزاعہ میں مسلمان اور مشرک دونوں شامل تھے۔ لیکن یہ قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیر خواہ اور خاص ہمراز تھا۔ یہ لوگ ایک معاہدہ کے تحت مسلمانوں کے حلیف تھے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنی کسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ گو معبد ابھی تک مشرک تھا لیکن اسی خاص تعلق کی بنا پر بھی حاضرِ خدمت ہو کر عرض پرداز ہوا۔

''بخدا جو زک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو پہنچی ہے اس سے ہمیں بہت سخت دکھ و رنج پہنچا ہے۔ ہمارے دِل تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کریم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشرکین پر غلبہ عطا فرمائے۔''

ان ہمدردانہ خیالات کو سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معبد الخزاعی کو فرمایا کہ ''وہ ابوسفیان کے پاس جا کر اسکی حوصلہ شکنی کرے''۔ معبد الخزاعی اسکے بعد رخصت ہوا اور روحاء میں ابوسفیان سے ملا۔ اس وقت قریش

پلٹ کر مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنے کو تیار ہو رہے تھے۔قریش کا خیال تھا کہ میدانِ اُحد میں گو ہم نے مسلمانوں کے بہت سے ساتھیوں کو شہید کر دیا ہے مگر ہم لوگ مکمل طور پر مسلمانوں کی طاقت کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے موقع اچھا ہے ہمیں چاہیئے کہ دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کا مکمل خاتمہ کر دیں۔

مُعبد الخزاعی اور ابوسفیان کی گفتگو

معبد الخزاعی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہو کر مقامِ روحاء میں ابوسفیان سے ملا تو ابوسفیان نے معبد کو دیکھتے ہی کہا کیا خبر ہے۔معبد نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایسی زبردست جمعیت کے ساتھ تمہارے تعاقب میں آرہے ہیں جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی۔مسلمان تم لوگوں پر سخت برہم ہیں وہ لوگ جو غزوہ اُحد میں شرکت نہیں کر سکے تھے وہ بھی اب لشکرِ اسلام میں شریک ہو چکے ہیں۔وہ لوگ اپنی پہلی کوتاہی پر سخت نادم ہیں اور اب اسقدر شدید عداوت اور انتقام کا جذبہ لئے ہوئے ہیں کہ ایسا جذبہ وجوش میں نے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں ہے۔میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس جگہ سے کوچ بھی نہ کرنے پاؤ گے کہ وہ لوگ تمہیں آگھیر لیں گے۔ابوسفیان نے جواباً کہا کہ ہم لوگ تو دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا مکمل فیصلہ کر چکے ہیں تاکہ مسلمانوں کی ساری قوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔معبد نے کہا میں تمہیں اس ارادے سے روکتا ہوں جو کچھ میں دیکھ کر آرہا ہوں اسکی روشنی میں میرا مشورہ یہی ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے کعبہ کو لوٹ جاؤ ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔معبد نے کہا میں نے لشکرِ اسلام کو دیکھ کر اُن کے جذبہ انتقام سے متاثر ہو کر چند شعر کہے ہیں۔پھر اس نے وہ اشعار سُنائے جن میں مسلمانوں کی شجاعت دلیری اور بسالت کو بیان کیا تھا ابوسفیان کو معبد نے یہ اشعار سنائے جن میں مسلمانوں کی شجاعت اور جذبہ انتقام کا سن کر اپنے لشکر سمیت فوراً رُخ تبدیل کر کے مکہ کو روانہ ہو گئے۔

معبد کے چند شعروں کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

"افواج کے شور وغل سے قریب تھا کہ میری اونٹنی خوفزدہ ہو کر گر جائے۔جب زمین پر گروہ در گروہ گھوڑوں کا سیلاب اُمڈ آیا یہ گھوڑے جنگ کے وقت اپنے ان سواروں کو نہایت تیزی سے لے جانے والے تھے جو لمبے قد والے شریف شیروں کی طرح ہیں نہتے اور غیر مسلح نہیں بلکہ ہتھیاروں سے لیس ہیں یہ دیکھ کر میں بڑی تیزی سے دوڑا اس وقت زمین مجھے ہلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی جب یہ مسلح اور دراز قامت شیر کبھی شکست نہ کھانے والے سردار کی معیت

میں آگے بڑھے۔ میں قریشیوں کو بلکہ ہر صاحب عقل اور ہوش مند آدمی کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر سے ڈراتا ہوں جو حقیر وقصیر لوگوں کا لشکر نہیں اور جس چیز سے میں ڈرا رہا ہوں اسے صرف زبانی جمع خرچ نہ سمجھا جائے''۔

معبد الخزاعی کی اس اطلاع کے علاوہ جب قریش دوبارہ حملہ کرنے کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے تو قریش میں سے ہی ایک ذمہ دار سردار صفوان بن امیہ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا اے اہلِ قریش ایسا نہ کرنا مجھے اندیشہ ہے جو مسلمان غزوہ اُحد میں شریک نہیں ہوئے تھے اس دفعہ وہ بھی تمہارے خلاف اکٹھے ہو جائیں گے اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ واپس چلو اگر تم لوگوں نے مدینہ پر حملہ کیا تو اس قدر سخت مصیبت میں ہو جاؤ گے کہ بچنا مشکل ہو جائے گا۔

ابوسفیان کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پیغام

قریش ابھی مقامِ روحاء ہی میں خیمہ زن تھے کہ اچانک قبیلہ عبد القیس کا ایک تجارتی قافلہ ان لوگوں کے پاس سے گزرا ابوسفیان نے اہل قافلہ سے کہا کہ تم لوگ مدینہ کی طرف جا رہے ہو اگر میرا ایک پیغام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچا دو تو میں تمہیں اسکے بدلہ میں مکہ پہنچ کر عکافہ کے بازار میں اس قدر کشمش دوں گا جتنی تمہاری یہ اونٹنی اٹھا سکے گی۔ اہلِ قافلہ نے کہا بہت اچھا ہم تمہارا یہ پیغام پہنچا دیں گے ابوسفیان نے مزید یہ بھی کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ ہم مسلمانوں کا مکمل استیصال کرنے کے لئے مکمل تیاری کر چکے تھے۔ جب یہ قافلہ عبد القیس مقام حمراء الاسد کے قریب آیا تو ان لوگوں نے ابوسفیان کا یہ پیغام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا۔ یہ پیغام سن کر مسلمانوں کے حوصلے اور بلند ہو گئے اور انہوں نے کہا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

ترجمہ: ''اللہ ہمارے لئے کافی ہے جو کہ بہترین کارساز ہے''

اس واقعہ کی قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ خبر دیتی ہے: سورۃ آل عمران آیت 173۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ: ''وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور

بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین روز تک حمراء الاسد میں قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ ابھی مسلمان اسی مقام پر خیمہ زن تھے کہ ابوعزہ جمحی گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ یہ ابوعزہ جمحی وہی شخص ہے جسکو غزوۂ بدر میں گرفتار کیا گیا لیکن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی مجھے چھوڑ دیں میری بہت سی بچیاں ہیں جن کا میرے علاوہ کوئی نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کسی سے تعاون نہیں کرے گا۔ لیکن اس نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے خلاف اشعار لکھ کر لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جس کا ذکر غزوۂ اُحد کے باب میں گزر چکا ہے۔ گرفتاری کے بعد اس نے دوبارہ جان بخشی کی التجا کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو قتل کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الْمُؤمِن لَا يُلْدَغُ فِيْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ اِضْرِبْ عُنُقَهٗ يَا عَاصِمُ بِن ثَابِتْ

”مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا عاصم بن ثابت! اس کی گردن تلوار سے اڑا دو“

چنانچہ اسکو قتل کر دیا گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو خداوند کریم نے یہ آیت نازل فرمائی: سورۃ آل عمران آیت 172۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ: ”جن لوگوں نے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات کو مانا بعد اسکے کہ اُن کو زخم پہنچ چکا تھا تو ایسے نیکوکار لوگوں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم ہے۔“

گو مذکورہ غزوہ حمراء الاسد کا ذکر ایک مستقل نام سے کیا جاتا ہے لیکن اصل میں یہ کوئی مستقل غزوہ نہ تھا بلکہ غزوہ اُحد کے ضمن میں سے ہی ایک کڑی تھی۔

مذکورہ بالا واقعات جن کتب سے اخذ کئے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

(از: صحیح بخاری صفحہ 345)

(تاریخِ طبری جلد 1)
(زادالمعاد جلد2 صفحہ91 تا108)
(فتح الباری جلد7 صفحہ287)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ48)
(زرقانی جلد2 صفحہ59)
(مدارج النبوت جلد2 صفحہ235)
(الوفاءباحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

غزوہ اُحد میں نُصرت وہزیمت کا تجزیہ

گزشتہ اوراق میں ہم غزوہ اُحد کے اسباب وواقعات پر تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ اب اس غزوہ کے نتائج کے بارے میں گفتگو کرنا اشد ضروری ہے تاکہ دلائل کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ آیا غزوۂ اُحد میں انجام کار مسلمانوں کو نصرت حاصل ہوئی یا شکست سے دوچار ہونا پڑا ویسے تو اہلِ سِیر نے اس سلسلہ میں بڑی لمبی چوڑی بحثیں کی ہوئی ہیں جن کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ اگر حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو بغیر کسی شک وشبہ کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جنگ کے آخری لمحات میں مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں پر وقتی برتری ضرور حاصل تھی میدان جنگ ان لوگوں کے ہاتھ رہا۔ مسلمانوں کو کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا اور مسلمانوں کا کم از کم ایک گروہ تو شکست کھا کر بھاگ گیا۔ مشرکین میدان جنگ میں چھا گئے مذکورہ تمام واقعات کے باوجود بہت سے امور ایسے ہیں جن پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو ہم اسے مشرکین کی فتح سے ہرگز تعبیر نہیں کر سکتے ذیل میں ان اُمور پر روشنی ڈالتے ہوئے ہم یوں وضاحت کریں گے۔

1: تاریخی حقائق اس بات پر شاہد ہیں کہ مشرکین مکہ کا لشکر مسلمانوں کے کیمپ (لشکر گاہ) پر قابض نہیں ہوسکا تھا جو کہ فتح کا جزولاینفک ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی کسی لشکر کو شکست ہوئی تو فاتح لشکر مفتوح کے فوجی پڑاؤ پر ضرور قابض ہوا۔ جب کہ یہاں ایسی کوئی صورت نہ تھی۔

2: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر نے جنگ کے آخری مراحل میں مشرکین کے اچانک درّہ کی جانب سے حملہ کرنے کے بعد سخت افراتفری کی حالت میں بھی فرار کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا بلکہ وہ انتہائی

دلیری سے لڑتے ہوئے اپنے آقا و مولا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اور آخری دم تک ثابت قدمی سے مصروف جہاد رہے۔

3: مشرکین گو اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمانوں کا بھاری جانی نقصان کرنے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن کسی ایک مسلمان کو بھی قیدی بنانے میں کامیاب نہ ہوئے اور نہ ہی مشرکین مسلمانوں سے کسی قسم کا بھی مالِ غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے جو کہ بصورتِ فتح لازمی امر ہے۔

4: جنگ کے پہلے مرحلے (راؤنڈ) میں مشرکین مکہ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر میدانِ جنگ چھوڑ کر ہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسرے مرحلے (راؤنڈ) میں خالد بن ولید کے اچانک حملہ سے گو مسلمانوں کو کافی زک اٹھانی پڑی لیکن مشرکین تیسرے مرحلے (راؤنڈ) کے لئے ہمت نہ کر سکے جبکہ مسلمانوں کا لشکر اپنے کیمپ (لشکر گاہ) میں ہی موجود تھا یہ بات اس چیز کا عیاں ثبوت ہے کہ غزوہ اُحد میں انجام کار نہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور نہ ہی کفارِ مکہ کو فتح حاصل ہوئی بلکہ معاملہ فتح وشکست کے درمیان ہی رہا۔

5: مشرکین مکہ نے میدانِ اُحد میں جنگ کے بعد ایک دو دن یا تین دن قیام نہیں کیا بلکہ جنگ کے خاتمہ کے فوراً بعد واپسی کی راہ اختیار کی جب کہ اس وقت کے دستور کے مطابق فاتح لشکر میدان جنگ میں تین دن تک ضرور قیام کرتا تھا اور یہ فتح کی نہایت ضروری نشانی خیال کی جاتی تھی۔

6: مشرکین جنگ کے اختتام پر فوراً واپس ہوئے انہیں بچے قید کرنے یا مال لوٹنے کے لئے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ جبکہ شہر میدان جنگ سے بہت ہی کم فاصلے پر تھا اور اس وقت کے دستور کے مطابق فاتح لشکر کا مفتوح لشکر کے شہر کو لوٹنا مردوں عورتوں کو قید وقتل کرنا طرّہ امتیاز خیال کیا جاتا تھا۔ دوسرا شہر مدینہ مشرکین کے لئے کھلا اور خالی پڑا تھا اور انہیں روکنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

7: اگر غور سے سب حالات کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشرکین کو خالد بن ولید کے اچانک حملہ کی وجہ سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کو وقتی طور پر سخت قسم کی زک پہنچا دی۔ اگر انہیں کلی طور پر فتح حاصل ہوئی ہوتی تو یہ لشکر جنگی نقطہ نظر سے لشکرِ اسلام کو مکمل قتل اور جنگی اسیر بنا لیتا مگر تاریخ اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ مشرکین کا مسلح فوجی گروہ لشکرِ اسلام کو اس قسم کا مکمل نقصان پہنچانے میں ناکام رہا اور لشکر اسلام ان کا سخت نرغہ توڑ کر نکل گیا گو انکو کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا یہ نقصان شکست کا ثبوت نہیں

ہے کیونکہ اکثر جنگوں میں مکمل فتح حاصل کرنے والے لشکروں کو بھی اس قسم کا تو کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ جانی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

8: غزوۂ اُحد کے اختتام پر ابوسفیان کا مشرکین کے لشکر کو اس قدر عجلت میں میدان جنگ سے واپس لے جانا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اسکو خطرہ تھا کہ اگر جنگ کا تیسرا مرحلہ شروع ہو گیا تو اس کا لشکر سخت تباہی و بربادی سے دوچار ہو جائے گا ہمارے اس مؤقف کی تائید ابوسفیان کے اس عمل سے بھی ہوتی ہے جو اس نے غزوہ حمراء الاسد میں اختیار کرتے ہوئے مکہ کی طرف لشکر سمیت کوچ کے ساتھ کی۔

9: مذکورہ واقعات وحقائق کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ غزوہ اُحد میں کسی ایک فریق کی شکست اور دوسرے کی فتح کو ثابت کرنے کی بجائے اسے منفصل جنگ کہہ سکتے ہیں۔جس میں دونوں فریقوں نے کامیابی وناکامی سے اپنا اپنا حصّہ حاصل کیا پھر ہر دو فریق نے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے اور اپنی اپنی جنگی لشکر گاہوں یعنی کیمپوں کو دشمن کے قبضہ کے لئے چھوڑے بغیر لڑائی سے دامن کشی اختیار کرلی ایسی جنگ کو ہی جنگِ غیر منفصل کہتے ہیں۔

10: قرآن کریم فرقانِ حمید میں اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد کے غیر منفصل ہونے کے طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے: سورۃ آل عمران آیات 139 تا 140

وَلَا تَهِنُوا وَ
لَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِنْ
يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ
الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾

ترجمہ: ''مشرکین (قوم) کے تعاقب میں سستی نہ کرو۔اور غم نہ کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔اگر تمہیں تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔''

مذکورہ آیت مبارکہ پر غور کرنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ کریم نے اس آیت میں دونوں لشکروں

کو ایک دوسرے سے تشبیہہ دی ہے جس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ غزوہ اُحد سے دونوں فریق اس حالت میں واپس ہوئے کہ کوئی بھی ایک دوسرے پر غالب نہ تھا اس طرح ان صاحبِ سیر کے سوالوں کا مکمل جواب قرآن و حقائق کی روشنی میں رقم کر دیا گیا جو غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں اپنی زندگیاں برباد کرتے رہتے ہیں دُعا ہے اللہ کریم ان لوگوں کو حق بات کہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

غزوہ اُحد پر قرآن کریم کا تبصرہ

غزوہ اُحد کے بعد خداوند تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن کریم میں اس معرکے کے ایک ایک مرحلے پر روشنی ڈالتے ہوئے ان اسباب کی نشاندہی کی ہے جسکے نتیجہ میں مسلمانوں کو اس عظیم خسارے سے دوچار ہونا پڑا۔ قرآن مجید میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ اس طرح کے فیصلہ کن موقعوں پر اہل ایمان اور خیرِ امّت جس کو بلند اور اہم مقاصد کے حصول کے لئے بنایا گیا اسکے لحاظ سے ان ایمان والوں کے الگ گروہوں میں کیا کیا کمزوریاں رہ گئی ہیں۔ نیز یہ بھی بتایا گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مُبارک نہ ماننے اور ہمّت ہار دینے کا کیا انجام ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرماتے ہوئے ان کی حقیقت کو بے نقاب کیا۔ اہل ایمان کو ان منافقین کے اصل چہرے دکھائے ان لوگوں کے دلوں میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف چھپی ہوئی عداوت، بغض کا پردہ فاش کیا تا کہ یہ لوگ اہل یہود کے ساتھ مل کر سادہ لوح مسلمانوں میں جو وہم و وسوسے اور غلط بہکاوے (پروپیگنڈہ) اور جھوٹے مخالفانہ مفروضات پھیلاتے رہتے تھے اس کا مستقبل میں علاج کیا جا سکے اور آئندہ اہل حق ان لوگوں سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام حکمتوں، مقاصد اور اسرار وعمل کی طرف کھل کر اشارہ فرمایا جو اس غزوہ کا اصل مقصد اور حاصل تھا قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ پکے اور کچے، جھوٹے، سچے، مخلص و منافق صادق و کاذب کا فرق ایسا واضح اور روشن ہو جائے کہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

غزوہ اُحد کے سلسلے میں سورہ آلِ عمران کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں سب سے پہلے معرکہ غزوہ اُحد کے ابتدائی مراحل کا ذکر فرمایا گیا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 121۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ
تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢١﴾

ترجمہ ''اور یاد کرواے محبوب جب تم اپنے گھر سے نکل کر میدانِ جنگ (اُحد) میں گئے اور وہاں مومنین کو جگہ جگہ قتال کے لئے مقرر کر رہے تھے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔''

پھر ارشاد ہوا سورۃ آل عمران آیت 152

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ
اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ
فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ
ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَ
اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٢﴾

ترجمہ: ''اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم اللہ کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک جب تم کچھ بزدلی کرنے لگے اور آپس میں جھگڑنے لگے حکم عدولی کی اسکے بعد اللہ نے تمہاری محبوب چیز یعنی فتح تم کو دکھادی تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض خالص آخرت کے طلب گار تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا تاکہ تمہارا امتحان کرے اور تمہاری اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے صاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔''

پھر آگے ارشاد ہوا: سورۃ آل عمران آیت 140

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ۙ

ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ مومنین مخلصین کو ممتاز کر دے اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

پھر یوں ارشاد باری تعالیٰ ہوا: سورۃ آل عمران آیت 141۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾

ترجمہ: ''اورتا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کامیل کچیل صاف کردے اور کافروں کو مٹادے''

اسی سورۃ کے آخر میں معرکہ غزوہ اُحد کے نتائج اور حکمت عظیم کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے جامع ارشاد فرمایا: سورۃ آل عمران آیت 179۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٩﴾

ترجمہ: ''ایسانہیں ہوسکتا کہ اللہ مومنین کواسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم لوگ ہو یہاں تک کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کردے۔ اور ایسانہیں ہوسکتا کہ اللہ آپ کو غیب پر مطلع کردے لیکن وہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے پس اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لائے اور تقوی اختیار کیا تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے۔''

اس آیت مبارکہ کو تلاوت کرنے کے بعد جو بات کُھل کر ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ہمیشہ ہی فتح ہوتی رہے ہر معرکہ میں ظفر اور کامرانی ان دوستوں کے قدم چومتی رہے تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں دوستوں کے پاک نفوس سرکشی اور غرور کی طرف راغب نہ ہو جائیں اس لئے مناسب یہی خیال کیا کہ کبھی راحت وآرام اور کبھی تکلیف وایلام اور کبھی سختی وترقی سے بھی انکو دوچار کیا جائے تاکہ مشکل وقت میں ہر قسم کے حالات کو برداشت کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم فرقان حمید میں فرمایا: سورۃ آل عمران آیات 122 تا128، 135 تا137، 139

ترجمہ: ''جب تم میں سے دوگروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے (وہ ثابت قدم رہے) اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے ۔ اور بے شک اللہ نے تمہاری مدد کی بدر میں جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو۔ اور جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا یہ تمہیں کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لیے اور

اس لیے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے۔ اس لیے کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔ یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔ اور وہ لوگ جب وہ سخت برائی کی کوئی بات کر بیٹھتے ہیں (کسی معصیت کا ارتکاب کرکے) اپنے آپ پر ظلم کرگزرتے ہیں تو وہ (آگاہ ہوکر) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا ان کے گناہوں کو کون معاف کرسکتا ہے؟ اور وہ جان بوجھ کر (غلط عمل پر) اصرار نہیں کرتے۔ انہیں لوگوں کی جزا ان کے رب کی جانب سے عفوو درگزر ہے اور وہ بہشت میں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے اچھا اجر ہے۔ جو مصیبتیں تم پر آتی ہیں ان کی وجہ سے کمزور نہ بنو اور نہ ان کا غم کرو اور غالب تم ہی رہو اگر تم ایمان والے ہو۔"

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: سورۃ آل عمران آیات 142، 144، 145

ترجمہ: کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے ابھی اللہ نے تمہارے نمازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی۔ سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو عطا کریں۔"

اللہ تعالیٰ جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: سورۃ آل عمران آیات 146 تا 151، 152 تا 162

ترجمہ: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔"

"اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں ان کافروں پر مدد دے"۔

"تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا (دشمنوں پر غالب کرکے) اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔" "اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹا پھیر دیں گے۔ پھر تم ناکام ہو کر پلٹو گے"۔

"بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار"۔ اور کافروں کے دلوں میں ہم تمہارا رعب پیدا کردیں گے اس

لیے کہ انہوں نے ایسی چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ ان (کفار) کی جگہ جہنم ہے اور وہ ان ظالموں کے لیے بری جگہ ہے"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے: سورۃ آل عمران آیات 153، 154، 156، 157، 157 تا 179۔

ترجمہ: "اور وہ وقت یاد کرو جب تم (میدان جنگ سے) بھاگے جاتے تھے اور کوئی ایک دوسرے کو مڑ کر نہ دیکھتا تھا۔ اور رسول تمہارے پیچھے تمہیں بلا رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے اسکی پاداش میں تمہیں رنج پر رنج دیا تاکہ اس حادثے سے عبرت پکڑو۔ اس چیز پر غم نہ کرو جو ہاتھ سے نکل جائے نہ اس مصیبت پر غم کرو جو تم پر نازل ہو جائے"۔ پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت اس حالت سے مطمئن ہو گئی لیکن تم میں ایک دوسرا گروہ تھا جسے اس وقت بھی اپنی جانوں کی پڑی تھی۔ اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان۔ اس گروہ کے لوگ کہتے تھے جو کچھ ہوا اس میں ہمارے بس کی کیا بات تھی۔ اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے کہہ دو ساری باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں ہے وہ تم پر ظاہر نہیں کرتے ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس معاملے میں ہمارے لیے (فتح و کامرانی میں سے) کچھ ہوتا تو میدان جنگ میں نہ مارے جاتے۔ اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ اگر تم گھروں کے اندر بھی بیٹھے ہوتے جب بھی جن کے لیے مارا جانا تھا وہ گھر سے باہر نکلتے اور مارے جانے کی جگہ پہنچ کر رہتے۔ اللہ کو منظور تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں چھپا ہوا ہے اس کے لیے تمہیں آزمائش میں ڈالے اور جو کدورتیں تمہارے دل میں پیدا ہو گئی تھیں انہیں پاک وصاف کر دے اور اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو انسان کے دل میں پوشیدہ ہوتا ہے"۔ اے ایمان والو کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اس لیے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللہ ہی زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارے کام دیکھ رہا ہے"۔

"اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی رحمت اور بخشش ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔" "اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ، بہر صورت تمہیں خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ "پھر اللہ ہی کی رحمت کے سبب (اے نبی) تو ان سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہے اور اگر تند خو اور سخت دل والا ہوتا تو وہ ضرور گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں"۔ "اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔"

''اور کسی نبی پر گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔'' ''تو کیا جو شخص اللہ کی رضا کا تابع ہے اس شخص جیسا ہے جو خدا کے غُصّے کا مستوجب ہے اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم واپسی کی بری جگہ ہے۔'' ''ان لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے ہیں اور اللہ ان سب کے اعمال اچھی طرح دیکھنے والا ہے۔'' ''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔'' کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دوگنا تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم (اے محبوب) فرمادو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔'' ''اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں (اُحد میں) وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی''۔ ''اور اس لئے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کُھلے کُفر سے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں (یعنی نفاق)''۔ ''وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں (یعنی شہدائے اُحد کے بارے میں) کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہا مانتے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ جہاد میں نہ جاتے) تو نہ مارے جاتے تم فرمادو تو اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو۔'' ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔'' ''شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے (اور دنیا میں وہ ایمان وتقویٰ پر ہیں۔ شہید ہوں گے جب تو ان کے ساتھ ملیں گے) کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم''۔ ''خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔'' ''وہ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔'' ''وہ جن سے لوگوں نے کہا (یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے) کہ لوگوں نے (یعنی ابوسفیان وغیرہ مشرکین نے) تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز''۔

''چنانچہ یہ لوگ اللہ کے فضل ونعمت کے ساتھ اس طور پر واپس ہوئے کہ انہیں کوئی گزند نہ پہنچا اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔'' ''اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہی ہے جو

اپنے دوستوں (پیروکاروں) سے تمہیں ڈراتا ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اس سے نہ ڈرو صرف اللہ سے ڈرو۔" "اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر کی طرف بڑی تیزی سے دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کو کوئی حصّہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔" "وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا ہرگز کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" "اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو انہیں ہم ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلّت کا عذاب ہے۔" "اللہ مسلمانوں کو اس حالت پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو (اے کلمہ گویان اسلام) جب تک جدا نہ کردے گندے کو (یعنی منافق کو) ستھرے سے (مومن مخلص سے) اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے (تو ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سیّد انبیاء سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کے علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے) تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔"

اسمائے گرامی شہدائے اُحد (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین)

مستند کتب سیر سے ستّر (70) شہدائے اُحد کے جو اسمائے گرامی میسر آسکے ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:
غزوہ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہو کر جن مہاجر مسلمانوں نے شہادت پائی ان کے نام یہ ہیں:

1. حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اسد اللہ واسد رسولہٗ، انہیں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے شہید کیا۔ یہ قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے۔
2. عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جحش۔ ان کا تعلق قریش کی شاخ بنی امیہ بن عبدشمس سے تھا۔ (آپ علیہ السلام کے پھوپھی زاد بھائی تھے)
3. مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر انہیں ابن قمئہ لیثی نے شہید کیا ان کا تعلق قریش کی شاخ بنی عبدالدار بن قصی سے تھا۔ احد کے غزوہ کے علمبردار تھے۔

4. شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عثمان ان کا تعلق قریش کی ایک اور شاخ بنی مخزوم بن یقظہ سے تھا(شدید زخمی ہوئے غزوہ کے ایک دن بعد مدینہ منورہ میں شہادت پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے)۔

مندرجہ بالا چار قریشی مہاجر ہیں

جو انصاری شہید ہوئے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

5. عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معاذ بن نعمان۔ ان کا تعلق قبیلہ اوس کے بنی عبدالاشہل سے تھا۔(حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے)

6. حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن انس بن رافع (بنی عبدالاشہل قبیلہ اوس)

7. عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زیاد بن سکن۔(بنی عبدالاشہل قبیلہ اوس) رسول کریم علیہ السلام کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی آخری وقت اپنے گال رسول کریم علیہ السلام کے قدموں پر رکھ دیئے اور کہا یہی میری تمنا تھی)

ابن ہشام نے کہا ابن رافع بن امراء القیس۔ نیز کہا جاتا ہے کہ سکْن کاف کے سکون کے ساتھ ہے یعنی سکن

8. سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت بن وقش (قبیلہ اوس بنو عبدالاشہل)

9. عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت بن وقش (وہ جنتی جس نے کوئی نماز پڑھی نہ روزہ رکھا) (قبیلہ اوس بنو عبدالاشہل)

ابن اسحاق نے کہا عاصم بن عمر بن قتادہ کے بیان کے مطابق ان دونوں کا باپ ثابت بھی غزوۂ اُحد میں شہید ہوا۔

10. ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بڑھاپے کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے مگر جوش جہاد اور جذبۂ شہادت سے سرشار شریک جنگ ہو کر شہادت پائی)

11. رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے (قبیلہ اوس بنو عبدالاشہل)

12. حسیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جابر۔ انہیں یمان بھی کہا جاتا تھا اور یہ حذیفہ کے باپ ہیں انہیں نادانستہ مسلمانوں ہی نے شہید کر دیا تھا۔ (قبیلہ اوس بنوعبدالاشہل)
13. صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیظی (قبیلہ اوس بنوعبدالاشہل)
14. حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیظی (قبیلہ اوس بنوعبدالاشہل)
15. عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سہل (قبیلہ اوس بنوعبدالاشہل)
16. حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اوس بن معاذ (یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معاذ کے بھتیجے تھے اور 28 سال کی عمر میں شہید ہوئے (قبیلہ اوس بنوعبدالاشہل)
17. ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اوس (بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن زعوراء بن جشم بن عبدالاشہل (قبیلہ اوس بنوعبدالاشہل)
18. عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن تیہان (اور بروایت ابن ہشام عتیک بن تیہان) (بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شرکت فرمائی قبیلہ اوس بنوعبدالاشہل)
19. حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یزید بن تیم (ایاس۔ عبید اور حبیب تینوں کا تعلق اہل راتح سے ہے جو مدینہ کے قریب ایک گڑھی میں مقیم ہیں) (قبیلہ اوس)

کل تین آدمی

20. یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خاطب بن امیہ بن رافع (بنی ظفر قبیلہ اوس)
21. ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن قیس بن زید (بنی ضبیعہ)
22. حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی عامر (بن عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس)۔ (بنی ضبیعہ قبیلہ اوس، ان کا خطاب غسیل الملائکہ تھا کیونکہ انہیں شہید ہونے کے بعد فرشتوں نے غسل دیا تھا) انہیں شداد بن الود بن شعوت لیثی نے شہید کیا تھا (ابن ہشام نے یوں بیان کیا قیس بن زید بن ضبیعہ اور مالک بن امیہ بن ضبیعہ، قبیلہ بنی ضبیعہ کے دو آدمی شہید ہوئے)۔
23. انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قتادہ (بنی عبید بن زید قبیلہ اوس)

24. ابو حیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف، سعد بن خثیمہ کے ماں جائے بھائی) (بن عمرو بن ثابت۔ بدری صحابی قبیلہ اوس)

ابن ہشام نے کہا، ابو حیہ بن عمرو بن ثابت

25. عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جبیر بن نعمان رماۃ (تیر اندازوں کے امیر تھے) (بنی ثعلبہ) (قبیلہ اوس)

بنی ثعلبہ کے دو مندرجہ بالا شہداء

26. خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو سعد بن خثیمہ (بنو اسلم بن امراء القیس بن مالک بن الاوس قبیلہ اوس)

27. عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سلمہ (بنی عجلان قبیلہ بنوخزرج کے حلیف تھے قبیلہ بلی سے تعلق رکھتے تھے)

28. سبیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حاطب بن حارث بن قیس بن حبشہ بن معاویہ بن مالک (قبیلہ اوس۔ بدری صحابی تھے)

ابن ہشام نے بتایا سویبق بن حارث بن حاطب بن ہیشہ

29. عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس بروایت ابن ہشام عمرو بن قیس بن زید بن سواد (بنو سواد بن مالک بن غنی از بنی نجار قبیلہ خزرج)

30. قیس بن عمرو بن قیس۔ یہ عمرو بن قیس کے بیٹے تھے (قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار)

31. ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن زید (بروایت ابن اسحاق بنی نجار کے حلیف تھے اور خود قبیلہ اشجع سے تھے)

32. عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مخلد بن حارث (قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھے)

33. ابو ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن علقمہ بن عمرو بن ثقف بن مالک بن مبذول (بنی مبذول قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار)

34. عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مطرب بن علقمہ بن عمرو (بنی مبذول قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار)

35. اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت بن المنذر (بنی عمرو بن مالک) (قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار)

بروایت ابن ہشام اوس بن ثابت، حسان بن ثابت کے بھائی ہیں

36. انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (بنی عدی بن نجار سے) ابن ہشام نے کہا ہے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن النضر حضرت انس بن مالک کے چچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں
37. قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر (بنی مازن بن النجار)
38. کیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنی مازن بن نجار کے غلام)
39. سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حارث بن ثعلبہ بن کعب النجاری (بنی دینار بن النجار)
40. نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد عمرو بن مسعود بن کعب النجاری (بنی دینار)
41. خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید ابوزہیر (قبیلہ خزرج بنی حارث بن خزرج) (ان حضرت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں ام کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئیں)
42. سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الربیع بن عمرو بن ابوزہیر (قبیلہ خزرج بنی حارث) (خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الربیع ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے تھے)۔
43. اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب (بنی حارث قبیلہ خزرج)
44. مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن الابجر (ابوسعید خدری کے والد بنو الابجر یعنی بنوخدرہ قبیلہ خزرج)

ابن ہشام کہتے ہیں، ابوسعید خدری کا نام سنان تھا اور کہا جاتا ہے کہ سعد تھا۔

45. سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سوید بن قیس بن عامر بن عباد بن الابجر (بنوالجبر قبیلہ خزرج)
46. عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید (بنوالجبر قبیلہ خزرج)
47. ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ (بنوساعدہ قبیلہ خزرج)
48. ثقف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن فردہ بن البدلی (بنوساعدہ قبیلہ بنوخزرج)

49. عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ بن وقش بن ثعلبہ بن طریف (بنوطریف قبیلہ خزرج کے سردار سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبادہ کا خاندان)

50. ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن کعب، یہ بنوطریف کے حلیف بنوجہینہ کے قبیلے سے ہیں۔

51. نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ (بنوعوف قبیلہ خزرج)

52. عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن العجلان (بنوعوف قبیلہ خزرج۔ بیعت عقبہ میں شرکت کی۔سب سے کم عمر صحابی تھے)

53. نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک بن ثعلبہ بن فہر بن غنم بن سالم (بنوعوف قبیلہ خزرج۔غزوہ بدر میں شرکت کی)

54. مجذّر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زیاد (بنوعوف قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔قبیلہ بلی سے تعلق تھا۔بدری صحابی تھے)

55. عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حسحاس بن عمرو بن عمارہ (بدری صحابہ میں سے ہیں۔قبیلہ بلی سے تھے۔قبیلہ خزرج کے حلیف تھے)

یہ پانچ افراد بنوعوف قبیلہ خزرج کے ہیں جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے
(نعمان بن مالک، مجذر اور عبادہ بن حسحاس کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا)

56. رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن نوفل بن عبداللہ (بنوحبلی قبیلہ خزرج)

57. عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام (بنوسلمہ قبیلہ خزرج)

58. عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جموح بن زید بن حرام (قبیلہ خزرج بنوسلمہ) (انہیں اور عبداللہ بن عمرو بن حرام کو ایک قبر میں دفن کیا گیا)۔

59. خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام (بنوسلمہ کے قبیلہ خزرج۔حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جموح کے بیٹے تھے)

60. ابوایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ عمرو بن جموح (بڑی بے جگری سے لڑے اور شہادت پائی)

61. سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن حدیدہ (بنوسواد قبیلہ خزرج۔ بیعت عقبہ میں شرکت فرمائی اور غزوہ بدر میں شامل ہونے کی سعادت حاصل فرمائی)

.62 عنترہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ سلیم بن عمرو بن حدیدہ یہ سلیم بن عمرو کے مولیٰ ہیں (بنی سلیم بن منصور کی شاخ بنی ذکوان میں سے تھے۔ بدری صحابی تھے)

.63 سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس بن ابو کعب بن قین (بنوسواد قبیلہ خزرج۔ بدری صحابی ہونے کی سعادت حاصل کی ہے)

64 ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد (بنو زُریق بن عامر قبیلہ خزرج۔ اہل مدینہ میں سے سب سے پہلے اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زرارہ نجاری خزرجی اور ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت عقبہ میں اسلام قبول کیا)

.65 عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معلّٰی بن لوذان (بنوزریق بن عامر)

ابن ہشام نے کہا عبید بن معلّٰی قبیلہ بنی حبیب سے ہیں

ابن اسحاق نے کہا غزوہ اُحد میں جو مہاجر وانصار شہید ہوئے ان کی تعداد 65 تھی

ابن ہشام نے کہا کل شہداء ستر (70) تھے۔ ان میں سے جن کا ذکر ابن اسحاق نے نہیں کیا ان کے نام یہ ہیں:

.66 مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن غیلہ (بنومزینہ جو قبیلہ خزرج کے حلیف تھے)

67 حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عدِیّ بن خَرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ (بنوخطمہ) خطمہ کا نام عبداللہ بن جُشم بن مالک بن اوس تھا

.68 مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ایاس (خزرج کی شاخ بنوسواد بن مالک)

69 ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عدِیّ (قبیلہ خزرج کی شاخ بنوعمرو بن مالک بن نجار)

70 عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ایاس (قبیلہ خزرج کی شاخ بنوسالم بن عوف)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غزوۂ اُحد پہ اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ اُحد کے موقع پر مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

حضرت حسان بن ثابت کے اشعار

ذَكَرْتَ الْقُرُوْمَ الصَّيْدَ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ وَلَسْتَ لِزُوْرٍ قُلْتَهُ بِمُصِيْبِ

ترجمہ: تونے (اے ابوسفیان) آل ہاشم کے نرشکاریوں کا ذکر کیا ہے۔ بے شک تو نے غلط نہیں کیا، سچ بولا ہے تیری یہ بات بھی ٹھیک نہیں ہوسکتی (تجھے کوئی سچا نہیں مان سکتا)

أَتَعْجَبُ أَنْ أَقْصَدْتَ حَمْزَةَ مِنْهُمُ نَجِيبًا وَقَدْ سَمَّيْتَهُ بِنَجِيبِ

ترجمہ: کیا تو اس بات پر اکڑتا ہے کہ آل ہاشم میں سے حمزہ جیسے نجیب کو نجیب کہتے ہوئے قتل کیا۔

أَلَمْ يَقْتُلُوا عَمْرًا وَعُتْبَةَ وَابْنَهُ وَشَيْبَةَ وَالْحَجَّاجَ وَابْنَ حَبِيبِ

فَخَرْتُمْ بِاللِّوَاءِ وَشَرُّ فَخْرٍ لِوَاءٌ حِينَ رُدَّ إِلَى صُؤَابِ

ترجمہ: تم نے اپنے جھنڈے پر فخر کیا ہے حالانکہ تمہارا یہ فخر سب سے بدتر فخر ہے کیونکہ یہ جھنڈا آخر میں صواب غلام جیسے آدمی کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔

جَعَلْتُمْ فَخْرَكُمْ فِيهِ بِعَبْدٍ وَأَلْأَمُ مَنْ يَطَا عَفَرَ التُّرَابِ

ترجمہ: جھنڈے کے بارے میں تم نے یہ فخر ایک غلام کے بل پر کیا ہے جس کی ماں کا حال یہ ہے کہ اسے بھورے رنگ کا شخص روندا کرتا ہے (بنوابوطلحہ کی طرف اشارہ ہے)

ظَنَنْتُمْ وَالسَّفِيهُ لَهُ ظُنُونٌ وَمَا إِنْ ذَاكَ مِنْ أَمْرِ الصَّوَابِ

ترجمہ: تم نے گمان کرلیا اور احمقوں کا گزارا گمانوں ہی پر ہے اور ظاہر ہے کہ گمان درستی سے دور ہی ہوتا ہے۔

بِأَنَّ جِلَادَنَا يَوْمَ الْتَقَيْنَا بِمَكَّةَ بَيْعُكُمْ حُمْرَ الْعِيَابِ

ترجمہ: کہ جس روز ہمارے تمہارے درمیان (غزوہ اُحد میں) مڈبھیڑ ہوئی (تمہارا گمان) یہ تھا کہ تم ہمارے کھالوں کو مکہ میں تجارتی سامان رکھنے کے لیے لال تھیلے بنا کر بیچ رہے تھے۔

أَقَرَّ الْعَيْنَ أَنْ عُصِبَتْ يَدَاهُ وَمَا إِنْ تُعْصَبَانِ عَلَى خِضَابِ

ترجمہ: اس کے ہاتھ سرخ دیکھ کر آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہوتی تھی اور یہ سرخی رنگ کی نہ تھی۔

إِذَا اللهِ جَازَى مَعْشَرًا بِفَعَالِهِمْ وَضَرَّهُمُ الرَّحْمٰنُ رَبُّ الْمَشَارِقِ
فَأَخْزَاكَ رَبِّي يَا عُتَيْبَ بْنَ مَالِكٍ وَلَقَّاكَ قَبْلَ الْمَوْتِ إِحْدَى الصَّوَاعِقِ

ترجمہ: جس وقت اللہ تعالیٰ کسی (گمراہ) طبقے کو ان کے اعمال کی جزاوسزا کا فیصلہ سنائے اور جس وقت مشرقوں (مشارق) کا پروردگار (رحمن) انہیں نقصان میں ڈال دے اس وقت اے عتبہ بن مالک میرا پروردگار تجھے

خوب ذلیل و رسوا کرے اور موت سے پہلے تجھے کوئی نہ کوئی استغفار کراؤں۔

سُقْتُمْ كِنَانَةَ جَهْلاً مِنْ سَفَاهَتِكُمْ ... إِلَى الرَّسُولِ فَجُنْدُ اللهِ مُخْزِيهَا

ترجمہ: اپنی بیوقوفی اور سفاہت کی وجہ سے حقیقت حال کو نہ جان کر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں بنو کنانہ کو لائے اور نتیجہ آخرکار یہ ہوا کہ اللہ کے لشکر نے بنو کنانہ کو اچھی طرح ذلیل و رسوا کر دیا۔

أَوْرَدْتُمُوهَا حِيَاضَ الْمَوْتِ ضَاحِيَةً ... فَالنَّارُ مَوْعِدُهَا، وَالْقَتْلُ لَاقِيهَا

ترجمہ: تم درحقیقت انہیں صبح ہی صبح موت کے حوضوں پر لائے تھے پس ان کا مقام موعود جہنم بنا اور قتل نے ان کا استقبال کیا۔

جَمَعْتُمُوهَا أَحَابِيشًا بِلَا حَسَبٍ ... أَئِمَّةَ الْكُفْرِ غَرَّتْكُمْ طَوَاغِيهَا

ترجمہ: تم نے ذلیل احابیش کو جمع کیا تھا جن کا کوئی کردار نہیں ہوتا، کفر کے پیشواؤں میں جو متکبر و سرکش لوگ تھے انہیں نے تمہیں دھوکے میں ڈالا تھا۔

أَلَا اعْتَبَرْتُمْ بِخَيْلِ اللهِ إِذْ قَتَلَتْ ... أَهْلَ الْقَلِيبِ وَمَنْ أَلْقَيْنَهُ فِيهَا

ترجمہ: کیا تم نے اللہ کے شہسواروں سے عبرت حاصل نہیں کی جب انہوں نے جنگ بدر میں اہل کفر کو قتل کیا تھا اور ان لوگوں کو قتل کیا تھا جو بدر کے گڑھے میں ڈال دیئے گئے تھے۔

كَمْ مِنْ أَسِيرٍ فَكَكْنَاهُ بِلَا ثَمَنٍ ... وَجَزِّ نَاصِيَةٍ كُنَّا مَوَالِيهَا

ترجمہ: کتنے ہی قیدی تھے جنہیں ہم نے بغیر کسی قیمت کے رہا کر دیا اور ہم نے ان کی پیشانی تک کے بال نہ کاٹے، ان پر ہمارا بڑا احسان تھا۔

ذَهَبَتْ يَا ابْنَ الزِّبَعْرَى وَقْعَةٌ ... كَانَ مِنَّا الْفَضْلُ فِيهَا لَوْ عَدَلْ

وَلَقَدْ نِلْتُمْ وَنِلْنَا مِنْكُمْ ... وَكَذَاكَ الْحَرْبُ أَحْيَانًا دُوَلْ.

ترجمہ: ابن زبعری کے اوپر ایسی جنگ گزر گئی کہ اگر وہ ٹھیک ٹھیک ہوتی تو فتح و نصرت کی فضیلت ہمیں کو حاصل ہوتی مگر واقعہ یہ ہے کہ جو ہم سے تمہیں ملنا تھا وہ مل گیا اور جنگ میں تو کبھی ایسا ہوتا ہی ہے کہ جو تم سے ہمیں ملنا تھا وہ بھی مل گیا کہ وہ دونوں حریفوں میں پلٹا لیتی رہتی ہے۔

نَضَعُ الْاَسْيَافَ فِيْ اَكْتَافِهِمْ حَيْثُ نَهْوِيْ عَلَلًا بَعْدَ نَهَلْ

ترجمہ: ہم ان کے بازوؤں پر تلواریں چلا رہے تھے اور اسی طرح ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر ایک کے بعد ایک خون کی پیاس بجھا رہے تھے۔

نُخْرِجُ الْاَضْيَاحَ مِنْ اِسْتَاهِكُمْ كَسُلَاحِ النِّيْبِ يَاْكُلْنَ الْعَصَلْ

ترجمہ: ہم تمہاری سرینوں پر (تلواریں مار مار کر) گویا پانی ملا ہوا وہ دودھ نکال رہے تھے جو ان معمر اونٹنیوں کا سا ہوتا ہے جو نبات عصل کھاتی ہیں (ایک قسم کی گھاس جس کے کھانے سے دودھ میں سرخی آ جاتی ہے)۔

يَا مَيَّ قُوْمِيْ فَانْدُبَنْ بِسُحَيْرَةٍ شَجْوَ النَّوَائِحِ
كَالْحَامِلَاتِ الْوِقْرَ بِالـ ـثِّقَلِ الْمُلِحَّاتِ الدَّوَالِحِ
الْمُعْوِلَاتِ الْخَامِشَا تِ وُجُوْهَ حُرَّاتٍ صَحَائِحِ

ترجمہ: اے میری ماں! اُٹھ کھڑی ہو اور نوحہ کرنے والیوں کا سا غم واندوہ لے کر مقام سُحیرہ پر (مدینہ میں ایک کنوئیں کا نام) فریادوں سے لبریز نوحہ کر۔ ان عورتوں کی طرح نوحہ کر، جو بوجھ کو اور زبردست بوجھ کو پوری مشقت کے ساتھ اٹھا رہی ہوں۔ جو عورتیں منہ نوچ نوچ کر باآواز بلند نوحہ اور آہ و بکاء کر رہی ہیں، ان کے چہرے آزاد اور شریف عورتوں کے چہرے ہیں۔

وَكَاَنَّ سَيْلَ دُمُوْعِهَا الْاَ نْصَابُ تُخْضَبُ بِالذَّبَائِحِ

ترجمہ: اور ان کے آنسوؤں کا سیلاب گویا سنگ انصاب ہے، جو قربانی کے جانوروں کے خون سے رنگا جا رہا ہے۔

يَنْقُضْنَ اَشْعَارًا لَهُنَّ هُنَاكَ بَادِيَةَ الْمَسَائِحِ

ترجمہ: یہ نوحہ خواں عورتیں اس جگہ اپنے بال کھولے ہوئے تھیں ان کی مینڈھیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔

وَكَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْـ ـلٍ بِالضُّحٰى شُمْسٍ رَوَامِحِ

ترجمہ: اور وہ مینڈھیاں دن کی روشنی میں ان گھوڑوں کی دُموں کی مانند معلوم ہوتی تھیں، جو چاروں پاؤں کو چلا چلا بدک رہے ہوں۔

مِنْ بَيْنِ مَشْزُوْرٍ وَمَجْـ ـزُوْرٍ يُذَعْذَعُ بِالْبَوَارِحِ

ترجمہ: ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی مینڈھیاں یا تو سوکھے ہوئے گوشت کی طرح تھیں یا کٹے ہوئے گوشت کی طرح

جن پر تیز وتند ہوائیں چل رہی ہوں۔

يَبْكِينَ شَجْوًا مُسْلَبَا تٍ كَدَّ حَتْهُنَّ الْكَوَادِحْ

ترجمہ: ماتمی لباس پہنے وہ نہایت غم انگیز رونا رو رہی تھیں اور ان حادثات نے انہیں بالکل افسردہ کر دیا تھا۔

وَلَقَدْ اَصَابَ قُلُوبَهَا مَجَلٌ" لَهُ جُلَبٌ" قَوَارِحْ

ترجمہ: ان کے قلوب پر ایسے زخم لگے تھے جن کے گھاؤ بے حد تکلیف دہ تھے۔

اِذْ اَقْصَدَ الْحِدْثَانُ مَنْ كُنَّا نُرَجِّيْ اِذْ نُشَايِحْ

اَصْحَابَ اُحُدٍ غَالَهُمْ دَهْرٌ اَلَمَّ لَهُ جَوَارِحْ

مَنْ كَانَ فَارِسَنَا وَحَا مِيْنَا اِذَا بُعِثَ الْمَسَالِحْ

ترجمہ: یہ زخم اس وقت لگے، جب ان لوگوں پر حوادث ٹوٹ پڑے، جن کے متعلق ہم خود ہی سوچ کر اندیشہ کر رہے تھے کہ مبادا انہیں کوئی گزند پہنچ جائے، یعنی اصحابِ اُحد پر جنہیں زخمی کر دینے والے سخت پنجوں والے زمانے نے ہلاک کر دیا اور اس ہستی کو حادثہ پہنچا، جو ہمارا زبردست شہسوار تھا اور جو ایسے نازک وقت میں ہمارا محافظ و حامی ثابت ہوتا تھا، جب سرحدات پر مسلح سپاہیوں کو کسی خطرے کے وقت بھیجنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

يَا حَمْزَ، لَا وَاللّٰهِ لَا! اَنْسَاكَ مَا صُرَّ اللَّقَائِحْ

لِمُنَاخِ اَيْتَاهٍ وَاَضْيَافٍ وَاَرْمَلَةٍ تُلَامِحْ

وَلِمَا يَنُوبُ الدَّهْرُ فِي حَرْبٍ لِحَرْبٍ وَهِيَ لَاقِحْ

ترجمہ: اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! خدا کی قسم! اس وقت تک تمہیں نہ بھولوں گا، جب تک یتیموں، مہمانوں اور نیچی آنکھوں سے دیکھنے والے خستہ حالوں کے مقام پر دودھ دینے والی اونٹنیاں دوہی جائیں گی (یعنی کبھی نہ بھولوں گا) اور اس وقت تک نہ بھولوں گا جب تک یہ اونٹنیاں اس مقصد کے لیے دوہی جاتی رہیں گی، جسے زمانہ ایک جنگ میں دوسری جنگ کے لیے نوبت بہ نوبت لاتا ہے اور جنگ کا زور اور شرارہ بڑھتا بھی رہتا ہے (یعنی جنگ جن محرکات کی وجہ سے برپا ہوتی ہے وہ ہمیشہ پیدا ہوں گے اور اس بنا پر جنگ بھی نوع انسانی کی زندگی کے ہر دور میں قیامت تک ہوتی رہے گی)۔ مطلب یہ ہے کہ جنگیں ہمیشہ ہوتی رہیں گی اور جب تک جنگیں ہوتی رہیں گی، میں تمہیں فراموش نہ کروں گا، ہمیشہ یاد رکھوں گا۔

يَا فَارِسًا يَا مِدْرِهًا   يَا حَمْزَ قَدْ كُنْتَ الْمُسَامِحْ
عَنَّا شَدِيدَاتِ الْخُطُوبِ إِذَا يَنُوبُ لَهُنَّ فَادِحْ

ترجمہ: اے شہسوار! اے ہاتھ اور زبان سے قوم کی مدافعت کرنے والے اے حمزہ! تم ہی تھے جو سخت سے سخت حوادث کے مقابلے میں اس وقت ہماری طرف سے مدافعت کرتے تھے جب ان حوادث میں سب سے زیادہ بارگراں ڈالنے والا حادثہ بار بار حملہ آور ہوتا تھا۔

ذَكَّرْتَنِي أَسَدَ الرَّسُولِ   وَذَاكَ مِدْرَهُنَا الْمُنَافِحْ

ترجمہ: تُو نے اے شاعر! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس شیر کی یاد دلا دی، جو ہم سب کی ہر وقت مدافعت کرنے والا تھا۔

يَعْلُو الْقَمَاقِمَ جَهْرَةً   سَبْطَ الْيَدَيْنِ أَغَرَّ وَاضِحْ

ترجمہ: وہ (حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بڑے بڑے سرداروں پر ڈنکے کے چوٹ غلبہ اور تفوق حاصل کر لیتے تھے، کشادہ دست دماغ اور شگفتہ مزاج تھے۔

لَا طَائِشٌ رَعِشٌ وَلَا   ذُوْ عِلَّةٍ بِالْحِمْلِ آنِحْ

ترجمہ: وہ اوچھے اور ہلکے نہیں تھے، نہ ان میں کسی موقع پر ارتعاش (کپکپی) پیدا ہوتی تھی اور نہ ان میں کوئی کمزوری یا بیماری ہی تھی کہ بوجھ اُٹھاتے وقت پیٹ سے اونٹ کی طرح آواز نکلنے لگے۔

بَحْرٌ فَلَيْسَ يُغِبُّ جَا   رًا مِنْهُ سَيْبٌ أَوْ مُتَادِحْ

ترجمہ: وہ فیاضی کے سمندر تھے، ان کے پڑوسی کو جو عطائیں اور سہولتیں ان کی طرف سے ملتی تھیں، ان میں ناغہ تک نہیں ہوتا تھا۔

أَوْدَى شَبَابُ أُولِي الْحَفَا   ئِظِ وَالثَّقِيلُونَ الْمَرَاجِحْ

ترجمہ: حمیت وغیرت، غیظ وغضب کے نوجوان ہلاک ہو گئے اور وُہ لوگ ضائع ہو گئے جو بھاری بھر کم اور متحمل و بردبار تھے (یعنی دیگر شہدائے اُحد)۔

الْمُطْعِمُونَ إِذَا الْمَشَا   تِي مَا يُصَفِّقُهُنَّ نَاضِحْ
لَحْمَ الْجِلَادِ وَفَوْقَهُ   مِنْ شَحْمِهِ شُطَبٌ شَرَائِحْ

ترجمہ: اور وہ لوگ بھی ہم سے جدا ہو گئے، جو ایسے وقت میں، جب ایک بھوکا شخص بکریوں سے جو دودھ دوہتا تھا، وہ بھی اس کی ضرورت کے لیے کافی نہ ہوتا تھا (یعنی قلتِ غذا اور قحط کے عالم میں) بڑے بڑے موٹے تازے اونٹوں کا گوشت کاٹ کر لوگوں کو کھلایا کرتے تھے، ایسا بہترین گوشت، جس پر چربی کی دھاریاں صاف نظر آتی تھیں۔

لِيَدْفَعُوْا عَنْ جَارِهِمْ   مَا دَامَ ذُو الضِّغْنِ الْمُكَاشِحِ

ترجمہ: اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کی مدافعت ان کینہ پرور دشمنوں سے کر سکیں، جو ان کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کریں۔

لَهْفِي لِشُبَّانٍ رُزِئْنَا   هُمْ كَأَنَّهُمُ الْمَصَابِحُ

ترجمہ: ان نوجوانوں کا افسوس ہے جن کے جدا ہو جانے سے ہم مصیبت زدہ ہو گئے ہیں، وہ نوجوان ہمارے لیے چراغوں کی طرح تھے۔

شُمٌّ، بِطَارِقَةٌ غَطَا   رِفَةٌ، خَضَارِمَةٌ، مَسَامِحُ

ترجمہ: وہ نوجوان ناک والے اور باعزت تھے، امیر و رئیس تھے، سردار تھے، فیاض و سخی تھے اور نہایت کھرے لوگ تھے۔

أَلْمُشْتَرُوْنَ الْحَمْدَ بِالْأَ   مْوَالِ إِنَّ الْحَمْدَ رَابِحُ

ترجمہ: یہ نوجوان اپنے اموال کی بخشش سے تعریف و مدح حاصل کرتے تھے، کیونکہ لوگوں میں ہر دل عزیزی اور ان کی مدح و تعریف حاصل کر لینا اصل نفع ہے۔

وَالْجَامِزُوْنَ بِلُجْمِهِمْ   يَوْمًا إِذَا مَا صَاحَ صَائِحُ

ترجمہ: اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر میدان جنگ کے اندر ایسے نازک وقت میں کود جاتے تھے، جب لوگ گھبرا کر چیخنے چلانے لگتے تھے۔

مَنْ كَانَ يُرْمٰى بِالنَّوَا   قِرِ مِنْ زَمَانٍ غَيْرِ صَالِحِ

ترجمہ: افسوس وہ ہستی بھی حوادث کا شکار ہو گئی، جس پر فلک کج رفتار کی طرف سے حوادث کے تیر برسائے گئے۔

مَا إِنْ تَزَالُ رِكَابُهُ ... يَرْسِمْنَ فِي غُبْرٍ صَحَاصِحْ
رَاحَتْ تَبَارِي وَهُوَ فِي ... رَكْبٍ صُدُورُهُمْ رَوَاشِحْ
حَتَّى تَئُوبُ لَهُ الْمَعَا ... لِي لَيْسَ مِنْ فَوْزِ السَّفَائِحْ

ترجمہ: یہ وہ ہستی تھی کہ ایسے جنگجو سواروں کے ساتھ جن کے سینے جدوجہد کے باعث پسینے میں شرابور تھے، جب تک قمار کے منحوس تیروں کی کامیابی سے بچتے ہوئے بلندر تبے اس کے حصّے میں نہ آ جاتے اور اس کا مقصد پورا نہ ہو جاتا، اس وقت تک اس کے اونٹ غبار آلود چٹیل میدانِ جنگ میں مسلسل دوڑ دھوپ میں لگے رہتے "سفیح" قمار کے تیروں میں وہ تیر تھا، جس پر لکھا ہوا تھا کہ "کوئی حصّہ نہیں" جس کے نام یہ تیر نکلتا، وہ ناکام رہتا، گویا اس تیر سفیح کی کامیابی میں اس قمار باز کی ناکامی ہوتی ہے، جس کے نام یہ نکلتا ہے۔

يَا حَمْزَ قَدْ أَوْحَدْتَنِي ... كَالْعُودِ شَذَّبَهُ الْكَوَافِح

ترجمہ: اے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم نے ہمیں اس شاخ کی مانند اکیلا چھوڑ دیا، جسے کاٹنے والوں نے درخت سے کاٹ کر الگ کر دیا ہے۔

أَشْكُو إِلَيْكَ وَفَوْقَكَ ... التُّرْبُ الْمُكَوَّرُ وَالصَّفَائِحْ

مِنْ جَنْدَلٍ نُلْقِيهِ فَوْ ... قَكَ إِذْ أَجَادَ الضَّرْحَ ضَارِحْ
فِي وَاسِعٍ يَحْشُونَهُ ... بِالتُّرْبِ سَوَّتْهُ الْمَسَائِحْ

ترجمہ: اس کے باوجود تم پر تہہ بہ تہہ مٹی اور پتھروں کے چوڑے چوڑے تختے پڑے ہیں، میں تمہیں سے گلہ وشکوہ کرتا ہوں، افسوس! یہ مٹی ہم تم پر اس وقت ڈال رہے تھے، جب قبر کھودنے والے نے قبر تیار کر دی تھی۔ پھر تمہیں اس وسیع قبر میں دفنا کر لوگوں نے مٹی سے اسے بھر کر پہاڑوں سے برابر کر دیا۔

فَعَزَاؤُنَا أَنَّا نَقُولُ ... وَقَوْلُنَا بَرْحٌ بَوَارِحْ

ترجمہ: پس ہماری تعزیت یہی ہے کہ ہم اپنی بات کرتے رہیں، حالانکہ ہم جو بھی بات کریں گے، اس سے سامعین کے دل دردمند ہو جائیں گے۔

مَنْ كَانَ أَمْسَى وَهُوَ عَمَّا　　أَوْقَعَ الْحَدَثَانِ جَانِحٌ
فَلْيَأْتِنَا فَلْتَبْكِ عَيْنَاهُ　　لِهَلْكَانَا النَّوَافِحِ
أَلْقَائِلِيْنَ الْفَاعِلِيْنَ　　ذَوِي السَّمَاحَةِ وَالْمَلَاحِ

ترجمہ: حادثات نے جو واقعات رُونما کیے ہیں، ان سے پہلو تہی کر کے شام کو کون چلا گیا تھا؟ اب وُہ سب آئیں اور اپنی آنکھوں سے ہمارے ان مقتولین پر آنسو بہائیں، جو بھلائیاں کر کے پھولے نہیں سماتے تھے جو کچھ کہہ دیتے تھے، پورا کر کے دکھاتے تھے، جو جود وسخا میں یکتائے روزگار تھے اور جو ہر قسم کی قابلِ تعریف صفات کے حامل تھے۔

مَنْ لَايَزَالُ نَدَى يَدَيْهِ　　لَهُ طَوَالَ الدَّهْرِ مَائِحٌ

ترجمہ: یہ وہ لوگ تھے، جن کے ہاتھوں کے عطایا ضرورت مندوں کے لیے ہمیشہ جاری تھے۔

مقتولین قریش کے نام

شاخ بنوعبدالدار بنی قصی۔ علم بردار قریش میں سے

1. طلحہ بن ابی طلحہ۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار تھا اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا
2. ابوسعید بن ابوطلحہ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا بعض نے روایت کیا کہ سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔
3. عثمان بن ابوطلحہ۔ اسے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا
4. حارث بن طلحہ۔ اسے قزمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا جو بنوظفر کا حلیف تھا بعض نے کہا عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا۔
5. جلاس بن طلحہ۔ اسے عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا
6. کلاب بن طلحہ۔ اسے بنوظفر کے حلیف قزمان نے قتل کیا
7. جلاس بن طلحہ۔ اسے عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا
8. مسافع بن طلحہ
9. قاسط بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا

10. صواب، ابویزید کا حبشی غلام۔ اسے قزمان نے ہی قتل کیا

11. ارطاۃ بن عبد شرجیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔ اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

12. ابویزید بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا

13. سباع بن عبد العزیٰ بنو زہرہ کا حلیف۔ عبد العزیٰ کا نام عمرو بن نضلہ بن عنشان بن سلیم بن ملکان بن اقصیٰ (بنو خزاعہ) اسے حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

14. عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد (بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ)۔
اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا

15. ابوالحکم بن الاخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی (بنو زہرہ بن کلاب کا حلیف)
اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

16. ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح (بنو جمح بن عمرو)
اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا۔

17. عمرو بن عبد اللہ بن عمیرہ بن وہیب بن حذافہ بن جمح (قبیلہ جمح بن عمرو)
اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا۔

18. ابوامیہ بن ابوحذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

19. شیبہ بن مالک بن مضرب (بنو عامر)۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

20. عبیدہ بن جابر (بنو عامر) اس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔ بعض نے کہا قزمان نے قتل کیا۔

21. ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ (بنو مخزوم بن یقظہ) اسے قزمان نے قتل کیا

22. خالد بن الاعلم (حلیف بنی مخزوم) اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

23. ولید بن العاص بن ہشام بن مغیرہ (بنو مخزوم بن یقظہ)۔
اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

واقعات متفرقہ 3 ھ

اسی سال تین ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندِ ارجمند نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی 15 رمضان المبارک میں ولادت باسعادت ہوئی۔

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرمائی جو کہ غزوہ بدر میں بیوہ ہوگئی تھیں یہ ماہِ شعبان کا واقعہ ہے۔

اسی سال حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کیا۔

اسی سال ماہِ شوال میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

اسی سال وراثت کا حکم نازل ہوا اس سے پہلے وراثت میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا اُن کے حقوق کی بھی تفصیل فرمائی گئی۔

اب تک مشرکہ سے نکاح جائز تھا لیکن اسی سال اسکی بھی تحریم نازل ہوئی۔

غزوہ ذی امر

غزوہ بحران

غزوہ حمراء الاسود

سریہ زید بن حارثہ قردہ (نجد)

(از: طبری جلد 3 صفحہ 172، زرقانی جلد 2 صفحہ 61 وغیرہ)

4 ھ کے واقعات اور غزوات وسرایا

4 ھ کے واقعات

مشرکین مکہ جب جنگِ اُحد سے واپس نامراد لوٹے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے رہے کہ ہم نے زحمت بھی اٹھائی۔ لشکر جمع کیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر غلبہ بھی کیا۔ اور اُن کے بہت سے صحابہ کو قتل بھی کیا اور

پھر بھی نامکمل کام چھوڑ کر واپس آ گئے۔ اس لئے اس بارے میں سوچنے لگے کہ دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کریں۔ عکرمہ بن ابی جہل اس بارے میں ابوسفیان سے متفق تھا۔ لیکن صفوان بن امیہ کی رائے مخالف تھی۔ اُس نے کہا کہ ایسا کرنے سے تم مغلوب ہو جاؤ گے دوسری طرف مسلمانوں کے خلاف یہود، منافقین اور بدوؤں نے کھل کر عداوت کا مظاہرہ کیا اور ہر گروہ نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی کوشش کی۔ بلکہ انہوں نے یہ تصور کیا ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کا کام تمام کر دیں گے۔ چنانچہ اُحد کی جنگ کو ابھی دو مہینے بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ بنو اسد نے مدینے پر چھاپہ مارنے کی تیاری کی۔

عضل اور قارہ کی بدعہدی

اُحد سے واپسی کے بعد سفیان بن خالد جو کہ اشقیاء میں سے تھا عضل اور قارہ کے لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آیا کہ قریش کی تہنیت کرے۔ جو کہ اُحد سے غلبہ کی صورت میں واپس آئے تھے۔ جب یہ آیا تو اس نے سُنا کہ سلافہ بنت سعد جو طلحہ بن ابی طلحہ کی بیوی تھی۔ ابی طلحہ جنگِ اُحد میں کافروں کا علمبردار تھا۔ سلافہ کا خاوند اور دو بیٹے اُحد میں مارے گئے تھے اس لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو کوئی اسکے بیٹوں کے قاتل عاصم بن ثابت کا سر کاٹ لائے گا اس کو وہ ایک سو اونٹ انعام دے گی۔

سفیان بن خالد کو یہ لالچ ہوا کہ وہ اس عورت کا مقصد حاصل کرے۔ اور سو اونٹ اس کے ہاتھ لگیں۔ پس اس نے ایک منصوبہ بنایا۔ اور سات شریر آدمیوں کو مدینہ بھیجا۔ اور ان کو ہدایات دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جانا اور اظہارِ اسلام کرنا اور عرض کرنا کہ وہ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو اس غرض سے ہمارے ساتھ بھیجیں جو ہماری قوم کو شریعت کے احکام سکھائیں۔ شاید وہ سلافہ کے بیٹوں کے قاتلوں میں سے کسی کو تمہارے ساتھ بھیج دیں۔ جس سے ہمارا امُد عابر آئے گا۔

پس عضل اور قارہ کی قوم سے سات آدمی مدینہ میں آئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے قبیلہ سے ایک جماعت مسلمان ہو گئی، آپ اپنے صحابہ میں سے ایک جماعت ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ تا کہ وہ ہمیں قرآنِ پاک پڑھائیں اور شریعت کے احکام سکھائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ دس بلند مرتبہ آدمی بھیجے، جن میں عاصم، خبیب بن عدی، مرثد بن ابی مرثد غنوی، عبد اللہ بن طارق اور خالد بن ابی البکیر اور زید بن الدثنہ شامل تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔ پس ان دس آدمیوں نے اپنے ہتھیار لئے اور ان سات منافقوں

کے ساتھ چل پڑے۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر پہنچے جسے ھراۃ کہتے ہیں۔

عسفان اور مکہ کے درمیان ان سات منافقوں سے ایک آدمی جدا ہو کر سفیان بن خالد کے پاس آیا۔ اور عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کی آمد کی خبر دی۔ وہ ملعون ایک سو تیر انداز لے کر مسلمانوں پر آیا۔ صبح کا وقت تھا۔ جبکہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت ایک مقام پر اُترے جو رجیع کے قریب تھا اور مدینہ شریف سے جو کھجوریں ہمراہ لائے تھے۔ کھانے لگے، پھر پہاڑ کے اوپر چلے گئے۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو حالات کا احساس ہوا تو ایک ٹیلے پر پناہ لی۔ قبیلہ بنو ذبیان کی ایک عورت جو رجیع کی جائے آب کے پاس بکریاں چرا رہی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ اس میں کھجوریں پڑیں تھیں تو اس نے کہا خدا کی قسم یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں کیونکہ یثرب کی کھجوریں چھوٹی اور باریک ہوتی ہیں۔ اس علامت سے اس نے اندازہ لگایا، اس نے ڈھونڈنے والوں کو ساری علامات بتا دیں، اور وہ سارے کافر روانہ ہو پڑے۔ خالد بن ابی البکیر نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے ابو سلیمان تمہارے مہمانوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی تصدیق کی اور کافروں کے ساتھ لڑائی کی ترغیب دی۔

اور کہا۔ اے یارو، درجہ شہادت کے حصول کو غنیمت سمجھو اور دین کے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرو۔ جب کافروں نے دیکھا کہ مسلمان تو مارنے مرنے پر تلے ہوئے ہیں، تو نصیحت کرنا شروع کر دی کہ موت کے حوالے خود کو کیوں کرتے ہو۔ کیونکہ تمہیں ہمارے مقابلے کی طاقت نہیں ہے، حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے ہمیں موت کا کوئی خوف نہیں ہے، کیونکہ ہم دین کے باعث ہدایت پر ہیں، کافروں نے کہا اے عاصم اپنے آپ کو موت کے حوالے مت کرو ہم تمہیں امان دیتے ہیں، حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم کسی مشرک کی امان قبول نہیں کرتے ہیں، خدا سے میں نے عہد کیا ہے اور اس سے درخواست کی ہے کہ میں کسی کافر کے عضو کو مس نہیں کروں گا۔ اور کہا اے خداوندا! ہمارے حال کی خبر ہمارے پیغمبر کو فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اپنے رسول کو خبر دے دی جو کچھ کہ ان کو مصیبت آن پڑی تھی۔ یہ کہہ کر تیر اندازی شروع کر دی۔ جب حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیر ختم ہو گئے۔ تو نیزہ پکڑ لیا اور قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ اسکے بعد تلوار لے لی اور قبلہ رو ہو کر دعا کی۔ اور کہا اے خداوند! میں نے اوّل روز سے ہی تیرے دین کی حمایت کی ہے، اے خدا تو آخر روز میرے جسم کو کافروں سے محفوظ فرما۔ پس مشرکوں نے تیروں کی بارش کی اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

تین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت

مُرثد بن ابی مرثد، خالد بن البکیر اور عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو کہہ دیا تھا کہ ہم کسی مشرک کا عہد و پیمان کبھی قبول نہیں کریں گے۔ وہ دشمنوں سے لڑے اور مشرکین نے تینوں کو شہید کر دیا۔ زید بن الدثنۃ، خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق البتہ نرم پڑ گئے۔ انہوں نے زندگی کو ترجیح دی اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ان کو قید کر دیا پھر ان کو بیچنے مکہ چلے گئے۔ جب ظہران کے مقام پر پہنچے عبداللہ بن طارق نے اس ڈوری سے جس سے ان کے ہاتھ بندھے تھے اپنا ہاتھ نکال لیا اور پھر اپنی تلوار نکالی مگر حریف اُن سے دور جا ہٹا اور انہوں نے پتھروں سے اُن کو شہید کر دیا۔ خبیب اور زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر وہ مکہ آئے اور دونوں کو فروخت کر دیا۔

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کی حفاظت

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد ہذیل کا فر کا ارادہ تھا کہ ان کا سر سلافہ بنت سعد بن شہید کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے۔ کیونکہ جب اس کا بیٹا اُحد میں مارا گیا اس نے نذر مانی تھی کہ اگر کبھی عاصم کا سر اسکو مل گیا تو وہ اسکے کاسئہ سر میں شراب پیئے گی۔ مگر شہد کی مکھیوں نے ہذیل کا فر کو اس سے روکا اور وہ اسکے اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کے درمیان حائل ہو گئیں۔ ہذیل نے سوچا اس وقت اسکو یوں شام تک چھوڑ دو۔ جب یہ چلی جائیں گی ہم پھر اسکے سر کو آ کر کاٹ لیں گے۔ مگر خدا کی قدرت یہ ہوئی کہ اس وادی میں ایسا سیلاب آیا کہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو بہا لے گیا۔ اس کے لیے یہ روایت بھی منقول ہے کہ جب یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوئی کہ شہد کی مکھیوں نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کی حفاظت کی ہے۔ اور کافر ان کے سر کو نہیں لے سکے تو انہوں نے فرمایا کیا خدا کی قدرت ہے کہ اس نے اپنے مومن بندے کی اس طرح حفاظت کی۔ عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں نیت کی تھی کہ وہ کبھی نہ خود کسی مشرک کو مس کریں گے اور نہ اپنے آپ کو کسی مشرک کے ساتھ مَس ہونے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عہد کو برقرار رکھا جس طرح تاحیات ان کو مشرکوں سے بچایا اس طرح شہید ہونے کے بعد بھی ان کو نجس ہونے سے بچایا۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار اور شہادت

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کی بیٹی نے سو اونٹ کے عوض خریدا تا کہ حارث بن عامر کے بدلے میں جسے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ بدر میں قتل کیا تھا شہید کرے۔ اور ان کو قید کر دیا گیا اس وجہ سے کہ حرمت کے مہینے گزر جائیں۔

بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ میں قید تھے تو لوگوں نے ان کو دیکھا کہ خوشۂ انگور پکڑے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ مکہ میں اس وقت کسی بھی پھل کا موسم نہ تھا۔ وہ لوہے میں بندھے ہوئے قید تھے اور رزق تھا جو پروردگار نے ان پر ارزانی فرمایا تھا۔

تاریخ طبری میں ایک واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حارث کی بیٹیوں کے پاس مقیم تھے کہ انہوں نے ان میں سے کسی لڑکی سے عاریتاً اُسترا مانگ لیا اور اسے لڑائی کے لئے تیز کرنے لگے۔ اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ جو پاؤں پاؤں چل رہا تھا۔ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ اس نے جب اپنے بچہ کو ان کے پاس دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ استرا ان کے ہاتھ میں ہے وہ خوف زدہ ہو کر چلائی۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا تم کو اس بات کا خوف ہے کہ میں اس بچہ کو قتل کر دوں گا، ہرگز یہ خیال نہ کرنا بدعہدی ہمارا شعار نہیں۔

عرصہ کے بعد اس عورت نے کہا کہ میں نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر اسیر نہیں پایا۔

اور جب حرمت کے مہینے گزر گئے تو زمین حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھانسی پر چڑھا دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عدی بن مالک بن مجدعہ بن جُحجی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ قبیلہ اوس سے تھے) نے قریش سے التماس کی کہ ان کو چھوڑ دیں تا کہ دو رکعت نماز ادا کر لیں۔ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈالا اور انہوں نے التماس قبول کر لی۔ اور مقتولوں میں سے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ سُنّت یادگار رہ گئی۔ اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات نہ ہوتی کہ وہ کہتے کہ خبیب نے موت کے ڈر سے نماز لمبی کر لی ہے۔ اور آپ نے چند بیت کہے: جن کا مضمون یہ ہے:

"کہ مجھے کوئی خوف نہ ہے مارے جانے کا جبکہ میں مسلمانی کی حالت میں مر رہا ہوں، جیسا کہ خدا تعالیٰ کی

راہ میں خدا کی رضا کے لئے مارا جارہا ہوں اور خدا تعالیٰ چاہے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے ٹکڑوں پر بھی برکت دے سکتا ہے۔''

پس کافروں پر نفرت کی نگاہ ڈالی اور دعا کی:

''اے خداوند! ان کافروں کو گن لے اور ان کو علیحدہ علیحدہ جان سے مار اور ان میں کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ۔''

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آن کی دعا قبول فرمائی اس کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھانسی پر چڑھایا اور وہاں پر موجود حاضرین کی اکثریت تھوڑے عرصے بعد ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوگئی۔

کافروں نے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے، کہ تیری بجائے اس پھانسی پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے اور تم اپنے گھر میں خوش باش ہوتے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک میں کانٹا بھی لگے اور اپنے گھر پر رہوں۔ اس وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ میں یہاں سوائے دشمنوں کے کسی کو نہیں دیکھتا ہوں۔ اور دوستوں میں سے کوئی بھی یہاں نہیں ہے۔ جو میرا پیغام تیرے حبیب تک پہنچا دے۔ اے خداوندا میرا اسلام ان تک پہنچا دے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تھا۔ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علامت ظاہر ہوئی۔ بعد ازاں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''خبیب کو قریش نے شہید کر دیا ہے اور یہ جبریل علیہ السلام آئے ہیں اور ان کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں''۔

عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور جاسوس قریش کے یہاں بھیجا میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹکٹکی کے پاس آیا۔ مجھے پاسبانوں کا بھی خوف تھا مگر میں نے اس پر چڑھ کر خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھول دیا ان کی لاش زمین پر گر پڑی میں فوراً ہی اتر آیا مگر جب میں نے دیکھا تو وہاں اس کا کوئی نشان تک موجود نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ زمین کھا گئی چنانچہ آج تک اُن کی لاش کا پتہ نہیں ہے۔

(بحوالہ تاریخ طبری صفحہ 256)

حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

اہلِ کفار نے حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ لے جا کر صفوان بن امیہ کے ہاتھوں پچاس

اونٹوں کے عوض فروخت کر دیا۔ تاکہ صفوان بن امیہ اپنے باپ کے بدلے جس کو انہوں نے میدانِ غزوہ بدر میں قتل کیا تھا قتل کریں۔ یہ مکہ معظّمہ میں ماہِ ذی قعدہ میں لائے گئے تھے۔ ان کو حرمت کے مہینے گزرنے تک قید رکھا گیا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بیاضیہ سے تھے) کو پھانسی کے پاس لایا گیا تو انہوں نے بھی حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح نماز ادا کی۔ اور جو کچھ انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا وہی کچھ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اور جو کچھ انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا وہی کچھ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روش پر شہید ہو گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صفوان بن امیہ کے نسطاس نامی غلام نے شہید کیا۔

ابوجعفر نے بیان کیا ہے کہ زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ تنعیم روانہ کیا اور قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر نکلا۔ بہت سے قریش تماشہ کے لئے ان کے پاس جمع ہو گئے۔ ان میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔ جب زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لیے آگے کیا گیا۔ ابوسفیان نے ان سے کہا میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ اس وقت یہاں بجائے تمہارے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوتے اور ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے گھر بیوی بچوں میں ہوتے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خدا کی قسم! میں ہرگز اس بات کو نہیں چاہتا کہ جہاں اب وہ ہیں وہاں بھی ان کو کوئی گزند پہنچے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں اس جواب کو سُن کر ابوسفیان کہنے لگا۔ میں نے آج تک لوگوں میں باہم دگر ایسی محبت نہیں دیکھی جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے رفیقوں کو اُن کے ساتھ ہے اسکے بعد نسطاس نے ان کو شہید کر دیا۔

عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہم

سیرتِ ابن ہشام سے یہ واقعہ منقول ہے کہ 4ھ ماہِ محرم کی پانچ تاریخ کو یہ خبر ملی تھی کہ سفیان بن خالد ہذلی (جس کا ذکر واقعہ رجیع میں گزر چکا ہے) مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے عرفہ میں مقیم ہو کر فوج جمع کر رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسکے خلاف کاروائی کے لیے عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے 18 روز باہر رہ کر 23 محرم الحرام کو واپس تشریف

لائے وہ خالد کو قتل کر کے اس کا سر بھی ہمراہ لائے تھے۔
جب خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر انہوں نے یہ سر آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں ایک عصا مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ "یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی رہے گا"۔ چنانچہ جب (74ھ میں) ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ یہ عصا بھی ان کے ساتھ ان کے کفن میں لپیٹ دیا جائے۔

سریہ ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنگِ اُحد کے بعد مسلمانوں کے خلاف سب سے پہلے بنو اسد بن خزیمہ کا قبیلہ اٹھا۔ اس کے متعلق مدینے میں یہ اطلاع پہنچی کہ خویلد کے دو بیٹے طلیحہ اور سلمہ اپنی قوم اور اپنے اطاعت شعاروں کو لے کر بنو اسد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے کی دعوت دیتے پھر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوری طور پر ڈیڑھ سو انصار و مہاجرین کا ایک دستہ تیار فرمایا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم دے کر سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا۔

حضرت ابو سلمہ نے بنو اسد کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی ان پر اس قدر اچانک حملہ کیا کہ وہ بھاگ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ مسلمانوں نے ان کے اونٹ اور بکریوں پر قبضہ کر لیا اور سالم و غانم مدینہ واپس آ گئے انہیں دو بدو جنگ بھی نہیں لڑنا پڑی۔

یہ سریہ محرم 4ھ کا چاند نمودار ہونے پر روانہ کیا گیا تھا۔ واپسی کے بعد حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک زخم جو انہیں اُحد میں لگا تھا پھوٹ پڑا اور اس وجہ سے وہ جلد ہی وفات پا گئے۔

4ھ میں ہونے والے واقعات

عضل اور قارہ کی بدعہدی۔
تین صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی شہادت۔
حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کی حفاظت۔
حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفتاری۔

حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت۔
حضرت عمر بن امیہ الضمری ابن مالک کا قتل۔
بنی الدیل کے چرواہے کا قتل،
قریش کے جاسوس کی گرفتاری،
حضرت عمرو بن امیہ کی واپسی،
حضرت زینب بنتِ خزیمہ کا نکاح،
چالیس مبلّغین صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، بئر معونہ کا واقعہ، عمر بن امیہ کی گرفتاری اور رہائی۔
بنی عامر کے دو افراد کا قتل، آیاتِ قرآنی، بنونضیر کی جلاوطنی، اسباب، ترک وطن کا حکم،
خیبر کو روانگی، حضرت حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت، آیۂ صلوٰۃ الخوف کا نزول،
نمازِ قصر کا حکم، جیش السّویق،
حضرت اُمِ سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح،

4 ہجری میں رونما ہونیوالے غزوات اور سرایا کا بیان

عرب کے تمام قبائل ابتداء سے ہی اہل حق کے سخت خلاف تھے البتہ ایک دو قبیلے ایسے بھی تھے جو مسلمانوں سے دوستی رکھتے تھے۔ مخالف قبائل کی سخت مخالفت کی سب سے بڑی وجہ بُت پرستی تھی۔ یہ قبائل بت پرستی کو دینِ حق خیال کرتے ہوئے بڑی سختی سے اپنے نظریات پر قائم تھے جبکہ اسلام آیا ہی بت پرستی، فسق و فجور کو مٹانے کے لئے تھا۔ بُت پرستی میں قریش سب سے زیادہ پیش پیش تھے ان لوگوں کا دوسرے قبائل پر بڑا اثر تھا اور اسکی وجہ کعبہ کے متولّی ہونا تھا۔ ہر سال کیونکہ گردونواح کے قبائل ایامِ حج میں مکہ مکرمہ اکٹھے ہوتے تھے اس لئے یہ تمام قبائل مکمل طور پر اہلِ قریش کے زیراثر تھے۔ ہر سال قریش حج کے ایام میں ان قبائل کے زائرین کو اسلام کے خلاف اکساتے رہتے اور اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتے کہ قبائل عرب اسلام کو ختم کرنے میں ان کا عملی ساتھ دیں۔

دوسرا اکثر قبائل عرب کا پیشہ لوٹ مار، قتل و غارت گری تھا اور اسلام ان افعالِ بد سے قولی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر سختی سے باز رہنے پر زور دیتا ہے۔ قبائل عرب یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر اہلِ اسلام اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تو ان کا ذریعہ معاش ہی ختم ہو جائے گا ان وجوہات کی بناء پر اکثر قبائلِ عرب اسلام دشمنی پر کمر بستہ تھے۔ قریش

اور مسلمانوں کے پہلے ٹکراؤ یعنی غزوۂ بدر میں قریش کی ذلّت آمیز شکست کے بعد یہ قبائل وقتی طور پر مسلمانوں کے رعب اور ہیبت سے اپنی اپنی کمین گاہوں میں خاموش بیٹھ گئے تھے لیکن غزوۂ اُحد کی وجہ سے مسلمانوں کی ساکھ کو بہت نقصان پہنچا۔

اہلِ عرب خاص طور پر یہودی، بدو اور منافقین کھُل کر اسلام دشمنی وعداوت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ اطراف سے اہلِ حق کے سروں پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے۔ قبائل عرب اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ ان کو یقین ہو گیا اب ہم مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینے کی اہلیت (پوزیشن) میں آگئے ہیں۔ اُن حالات کو سامنے رکھتے ہوئے قبائلِ عرب نے کھلم کھلا مسلمانوں کے ساتھ عملی شرارتیں شروع کر دیں۔ غزوہ اُحد کو رونما ہوئے ابھی دو ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ بنو اسد نے مدینہ منورہ پر چھاپہ مارنے کا عزم کر لیا۔ پھر ماہِ صفر 4ھ ہی میں عضل اور قارہ کے قبائل نے ایسی مکار اور ذلیل چال چلی جس کے نتیجہ میں دس جید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید ہوئے۔

پھر بنو عامر کی دغا بازی اور وعدہ شکنی کے نتیجہ میں اسی ماہ ستّر صحابہ مزید شہید کئے گئے اس حادثہ کو بئیر معونہ (نجد) کہا جاتا ہے۔ اس حادثہ کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر سخت رنج ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک ہر روز نمازِ فجر کے بعد ان دھوکے باز قاتل قبائل بنو لحیان، رعل، ذکوان اور عصیّہ کے لئے بددعا کرتے رہے جنہوں نے ستّر (70) شریف النفس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ظالمانہ طریقے سے شہید کیا۔

دشمنوں کے حوصلے اس حد تک بڑھ گئے کہ انہوں نے خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید تک کرنے کی ناپاک کوشش بھی کی۔ یہ تو آقائے کل فخرِ رسل ہادیٔ برحق حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا تدبر، بردباری، حوصلہ، جوانمردی، علم ودانش اور حکمتِ بالغہ تھی جس نے مختصر سے وقت میں ان تمام خطرات کا رُخ پھیر کر اغیار پر مسلمانوں کا وہ رعب اور ہیبت قائم فرما دی جس نے کائنات کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے زیر کر لیا۔

اب ہم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمتِ بالغہ پر مبنی اقدامات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے تمام واقعات کا الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔

سریہ حضرت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ عرب کے اکثر قبائل مسلمانوں کے خلاف تو پہلے سے ہی تھے لیکن غزوہ اُحد کے بعد اس مخالفت میں شدت پیدا ہو گئی سب سے پہلے بنو اسد بن خزیمہ کا قبیلہ اٹھا۔ یکم محرم الحرام

4ھ کو مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع دی گئی کہ بنو اسد خزیمہ کا قبیلہ جو کہ فید کے کوہستانی علاقہ قطن میں رہتا تھا اس کے سردار خویلد کے دو بیٹے طلیحہ اور سلمہ اپنی قوم اور طرفداروں کو ساتھ ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کے لئے آرہے ہیں۔

(از ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 35)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ڈیڑھ سو انصار و مہاجرین کا ایک دستہ تیار کیا اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ نگرانی اس دستے کو اپنا علم عطا فرما کر ان دونوں بھائیوں کی طرف روانہ کیا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالاسد مخزومی القرشی نے بنو اسد کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیا وہ لوگ اس اچانک حملے سے گھبرا کر ادھر ادھر بھاگ گئے مسلمانوں کے ہاتھ بہت سے بکریاں اور اونٹ آئے اور یوں مسلمان بغیر جنگ لڑے یہ مالِ غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس آئے۔ اس مالِ غنیمت کا خمس نکالا گیا جسکے بعد ہر شخص کے حصہ میں سات سات اونٹ اور بکریاں آئیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 61، زاد المعاد جلد 2 صفحہ 108)

حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ 4ھ

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے قتل کے لئے روانہ کیا۔ اسکی وجہ واقعہ رجیع تھا جب عضل اور قارہ نے اہلِ حق کے ساتھ سخت بدعہدی کا ارتکاب کرتے ہوئے انکو شہید کر دیا تھا اور حضرت خبیب وحضرت زید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو قیدی بنا کر اہلِ قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا اس واقعہ کی خبر جب مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تو آپ علیہ السلام نے حضرت عمرو بن امیہ اور ایک اور انصاری (سلمہ بن اسلم) کو ابوسفیان کے قتل پر مامور فرما کر مکہ روانہ کیا۔ خود حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی المتوفی 60ھ مدینہ منورہ۔ آپ سے 20 احادیث مروی ہیں) اس واقعہ کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا انصاری ساتھی اس مقصد کی تکمیل کے لئے روانہ ہوئے انصاری ساتھی کے پاس سواری کے لئے کوئی چیز نہ تھی دوسرا ان کے پاؤں میں بھی کچھ تکلیف تھی چنانچہ سفر میں زیادہ تر میں نے اپنا سواری کا اونٹ ان کے حوالے ہی رکھا جب ہم بطن آئے تو ہم نے درّے کے صحن میں اپنا اونٹ باندھ دیا اور خود پیدل درے کے اندر داخل ہوئے۔ میں نے اپنے

ساتھی انصاری سے کہا کہ میں ابوسفیان کے گھر داخل ہوکر اسکو قتل کرنے کی کوشش کروں گا تم میرے ساتھ ابوسفیان کے گھر تک چلو اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو مجھے میرے حال پر چھوڑ کر میری سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہو جانا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا واقعہ بیان کر دینا۔ میں کیونکہ اسی علاقہ میں پیدا ہوا اور جوان ہوا ہوں اس لئے ہر راستے سے اچھی طرح واقف ہوں میں کسی نہ کسی طریقے سے مدینہ طیبہ پہنچ جاؤں گا۔ میرے پاس ایک نہایت تیز دھار چھری تھی جو میں نے پہلے ہی تیار کر رکھی تھی تا کہ اگر کسی دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو اسکو ختم کر سکوں۔ میرے ساتھی نے کہا بہتر یہ ہوگا کہ پہلے ہم کعبہ مکرمہ کا طواف کریں اس کے بعد ابوسفیان کے قتل کا منصوبہ بنائیں گے۔ گفتگو کرتے ہوئے ہم کعبہ شریف میں پہنچ گئے۔ دو رکعت نماز ادا کی سات مرتبہ طواف کیا اور کعبۃ المکرمہ سے نکل کر ابو سفیان کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں قریش کی ایک مجلس سے ہمارا گزر ہوا ہم بچ کر نکلنا چاہتے تھے مگر اچانک اس مجلس میں سے ایک شخص نے مجھے پہچان لیا اور چلا کر کہا پکڑو یہ عمرو بن امیہ ہے اور یقیناً یہ کسی اچھے ارادے سے یہاں نہیں آیا اب ہر طرف سے اہل مکہ ہماری طرف لپکے اور کہنے لگے قسم ہے اسکی جسکے نام کی قسم کھائی جاتی ہے۔ عمرو بن امیہ کی نیت ٹھیک نہیں اسکو جانے نہ دیا جائے۔

ہم بہت تیز دوڑے میں نے اپنے ساتھی سے کہا تم اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤ۔ اس طرح ہم تیز دوڑتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک غار میں گھس گئے اور رات اسی غار میں بسر کی جب قریش نے دیکھا کہ ہم ان کی پکڑ سے دور چلے گئے ہیں تو وہ لوگ واپسی کے لئے مڑے۔

قتل ابنِ مالک

غار میں داخل ہو کر ہم نے پتھروں کی ایک دیوار اپنے سامنے بنائی اور میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اب ہمیں کچھ عرصہ اس غار میں ہی چھپا رہنا پڑے گا۔ کیونکہ اہلِ قریش آج رات اور کل سارا دن شام تک ہمیں تلاش کرنے کے بعد واپس جائیں گے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ عثمان بن مالک اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا غار کی طرف آرہا ہے۔ جب وہ غار کے منہ پر آکر کھڑا ہو گیا تو میں چپکے سے باہر آیا اور ابن مالک کی چھاتی میں اپنی تیز دھار چھری گھونپ دی اس نے ایسی زبردست چیخ ماری جس کو سن کر قریش دوڑتے ہوئے اسکی طرف آئے میں فوراً غار میں داخل ہو کر چھپ گیا اہلِ مکہ اسکے قریب آئے اس میں کچھ جان باقی تھی انہوں نے پوچھا تمہیں کس نے مارا ہے ابنِ مالک نے کہا عمرو بن امیہ نے یہ کہتے ہی اسکی جان نکل گئی اور وہ ہمارا پتہ اپنے ساتھیوں کو نہ بتا سکا اہلِ مکہ بولے ہم پہلے ہی

جانتے تھے عمرو بن امیہ کسی نیک ارادے سے نہیں آیا اسکے بعد بجائے اس کے کہ وہ ہماری تلاش جاری رکھتے انہوں نے اپنے ساتھی کی لاش اٹھائی اور واپس مکہ مکرمہ لوٹ گئے یوں اللہ کریم کے فضل سے ہم دونوں اُن مشرکین سے محفوظ رہے۔

(از: تاریخِ طبری جلد 1)

بنی الدّیل کے چرواہے کا قتل

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی انصاری کو صبح ہوتے ہی اپنے اونٹ پر مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا تا کہ وہ اکیلا سواری پر جلد از جلد مدینہ پہنچ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام حالات سے باخبر کر دے۔ اسکے بعد میں خود پیدل مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ غلیل صخیان نامی مقام پر پہنچ کر ایک غار میں چھپ گیا تا کہ کچھ دیر آرام کر سکوں۔ دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی صورت میں اپنے دفاع کے لئے کمان اور تیر میرے پاس موجود تھے۔ کچھ دیر بعد بنی الدّیل کا ایک دراز قد شخص بکریاں چراتا ہوا اس طرف آیا مجھے غار میں بیٹھا دیکھ کر میرے پاس آ گیا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو میں نے جواب دیا کہ میرا تعلق بنی بکر سے ہے کہنے لگا بہت خوب میں بھی اسی قبیلے کی شاخ بنی الدّیل سے تعلق رکھتا ہوں وہ کچھ دیر میرے پاس بیٹھا رہا پھر اس نے بانسری پر ایک گیت شروع کر دیا جس کا ترجمہ یوں ہے:

''جب تک میری زندگی ہے میں کبھی مسلمان نہیں ہوں گا اور نہ ہی اب مسلمان ہوں''

یہ گیت سن کر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اس شخص کو ضرور قتل کروں گا گیت گانے کے بعد وہ شخص میرے قریب ہی لیٹ کر سو گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اسکی آنکھ میں اپنی کمان کا ایک سرا رکھ کر اس قدر زور سے دبایا کہ کمان اسکی گدی سے پار ہو گئی میں نے اپنے پورے جسم کا دباؤ اسوقت تک برقرار رکھا جب تک کہ وہ اعرابی چرواہا ٹھنڈا نہ ہو گیا۔ اُس اعرابی کو قتل کرنے کے فوراً بعد غار سے باہر آیا اور بستی کی طرف چل دیا بستی قریب ہی تھی وہاں پہنچ کر ضروری سامان حاصل کیا اور پھر پے در پے منازل طے کرتا ہوا رکوبہ سے گزر کر نقیع پہنچا یہاں مجھے مکے کے دو جاسوس مل گئے میں نے ان لوگوں کو پہچان لیا اور کہا گرفتاری دے دو ورنہ قتل ہو جاؤ گے، میری بات سن کر انکار میں کہنے لگے ہم تیرے قیدی ہوں گے میں نے فوراً ہی ایک کو تیر مارا جو موقعہ پر ہی ہلاک ہو گیا دوسرا اسقدر خوف زدہ ہوا کہ مجھے گرفتاری پیش کر دی میں نے اپنی کمان کے تار سے اسکی مشکیں باندھ لیں اور اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

خدمت میں پیش کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینہ منورہ میں واپسی

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو میرا گزر چند انصار بزرگوں کے سامنے سے ہوا۔ انہوں نے مجھے پہچان کر فرمایا دیکھو یہ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آ گئے ہیں۔ انصار بزرگوں کی یہ بات سُن کر چند لڑکے بھاگ کر مجھ سے پہلے ہی سرکار دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میرے آنے کی اطلاع دی۔ جب میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس قدر تبسم فرمایا کہ آپ علیہ السلام کے سامنے والے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ میں نے تمام حالات خدمتِ اقدس میں پیش کئے سن کر میری بہت تعریف کی اور میرے لئے دعاء خیر بھی کی۔

(از: تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 259)

سریہ بئیرِ معونہ (نجد) صفر 4ھ یعنی سریہ منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(نجد والوں کو دعوت اسلام اور ستر (70) میں سے 69 قراء صحابہ کرام کی شہادت)

سریہ بئیر معونہ غزوۂ اُحد کے بعد پیش آیا۔ یہ قصّہ ہجرتِ مدینہ منورہ سے چھتیس (36) ماہ بعد 4ھ ماہِ صفر میں رونما ہوا۔

اصحابِ سیر لکھتے ہیں کہ اس واقعہ یا سریہ کو سریہ المنذر بن عمرو اور سریہ الطرز بھی کہا جاتا ہے۔ سریہ رجیع اور سریہ بئیر معونہ ایک ہی ماہ میں پیش آئے۔

حادثۂ بئیر معونہ حادثہ رجیع سے کہیں زیادہ غمناک اور سنگین تھا جسکے بعد کفار مکہ وعرب کی گندی ذہنیت اور اسلام دشمنی بالکل کھل کر سامنے آ گئی۔

اصحاب سیر رقمطراز ہیں کہ ماہِ صفر 4ھ میں ابو براء عامر بن مالک بن جعفر عامری کلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دو اونٹ اور دو گھوڑے خدمتِ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کئے۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہدیہ قبول نہ فرمایا اور ابو براء بن مالک کو اسلام لانے کی دعوت دی لیکن اُس نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ ہی قبول کرنے سے انکار کیا۔

ابو براء عامر بن مالک کہنے لگا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مجھے آپ کا یہ کام اچھا دکھائی دیتا ہے پھر مزید کہنے لگا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے اصحاب سے کچھ آدمی میرے ساتھ نجد والوں کی طرف بھیجیں جوان کو اسلام کی طرف بلائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوتِ حق کو قبول کرلیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا" مجھے خطرہ ہے کہ کہیں نجد والے ان کو قتل نہ کردیں" ابو براء عامر بن مالک بولا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے ساتھیوں کی طرف سے کسی قسم کا اندیشہ اور خدشہ اپنے دِل میں نہ لائیں آپ کے تمام ساتھی میری پناہ میں ہوں گے میں ان ساتھیوں کو اپنے علاقہ میں رکھوں گا اور کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ اُن سے کوئی تعرض کرے یہ ابو براء عامر بن مالک اپنے علاقہ میں جوملا عب الائسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا اور اسکی بہادری ضرب المثل خیال کی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ستر (70) آدمیوں کو اسکے ہمراہ روانہ کیا۔

اصحاب سیر کی اکثریت کے نزدیک ستر (70) قراء کی روایت درست خیال کی جاتی ہے اور پھر اس تعداد کا ذکر حدیث شریف میں بھی ستر (70) ہے۔

(روایت از ابن اسحاق)

یہ ستّر (70) کے ستّر صحابہ کرام قراء تھے۔

حضرت منذر بن عمرو ساعدی خزرجی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے دستے کا امیر مقرر فرمایا۔ حضرت منذر بن عمرو ساعدی خزرجی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علاقہ میں "معتق للموت" (موت کے لئے آزاد کردہ) کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ اکابر صحابہ میں سے تھے یہ بنوساعدہ کے نقیب تھے۔ سجدۂ سہو کے متعلق حدیث انہی سے روایت شدہ ہے جو کہ حدیث کی مشہور کتاب دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے۔ یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو ادا فرمایا تھا۔

ستّر (70) قراء کی یہ جماعت نہایت ہی مقدس اور پاکیزہ صحابہ کی جماعت تھی۔ یہ لوگ دن بھر جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے ان کو شام کے وقت فروخت کرکے اصحابِ صُفّہ اور دیگر فقراء کے لئے کھانے کا بندوبست کرتے ہر روز پانی اور ایندھن ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں میں پہنچاتے، رات کے وقت نماز ادا کرتے ذکرو فقر و قرآن خوانی میں مشغول رہتے۔ ان ستر (70) قراء قرآن حضرات میں سے چند کے نام درج کئے جاتے ہیں جو اصحابِ سیر کے ہاں سے دستیاب ہوسکے ہیں۔

1۔ حضرت حارث بن الصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2۔ حضرت بنی عدی بن النجار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4۔ حضرت عروہ بن اسماء بن صلت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5۔ حضرت نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6۔ حضرت الخزامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8۔ حضرت منذر بن عمرو ساعدی خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جو کہ امیر دستہ تھے رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

9. حضرت کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10. حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11. منذر بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان مسلمانوں میں انصار اصحابہ کی اکثریت تھی جبکہ مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی شامل تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجد اور بنی عامر کے رؤساء کے نام ایک خط مبارک تحریر فرما کر امیر دستہ کے حوالے کیا۔

واقعہ بیرٔ معونہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ قافلہ اہل حق مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔دن کے وقت سفر جاری رکھتے اور رات کے وقت خداوند کریم کے حضور مناجات ونوافل کے لئے کھڑے ہو جاتے اس طرح چلتے چلتے معونہ کے کنویں پر جا پہنچے۔اسی نسبت سے آس پاس کا علاقہ بھی بیرٔ معونہ کہلاتا تھا۔یہ کنواں بنو عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان پتھریلی زمین میں واقع ہے۔یہ جگہ بنو عامر کی نسبت بنی سلیم کے علاقہ سے قریب تر ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس کنویں کے قریب پڑاؤ ڈالا اور اپنے اونٹ عمرو بن امیہ ضمری اور حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے کئے تا کہ وہ ان جانوروں کو چراگاہ میں لے جا کر اُن کے چارے کا بندوبست کرسکیں۔پھر اُم سلیم کے بھائی حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط

مبارک دے کر دشمنِ خدا عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہمراہ جانے والے دوساتھیوں کو ٹھہرنے کا کہا اور ہدایت کی کہ اگر مجھے امان دی گئی تو تم لوگ بھی میرے پاس آجانا اور اگر اُس نے مجھے قتل کر دیا تو تم لوگ واپس جا کر دوسرے ساتھیوں کو خبر کر دینا۔

(روایت از صحیح بخاری شریف، زرقانی جلد2 صفحہ 74)

حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس اندر تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تم مجھے امان دیتے ہو تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک تم تک پہنچا دوں۔

گفتگو کے دوران عامر بن طفیل لعین نے اپنے ساتھی کو جو کہ حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پُشت کے پیچھے نیزہ لے کر کھڑا تھا اشارہ کیا اس ظالم نے اس قدر زور سے وہ نیزہ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر مارا کہ نیزہ جسم مبارک کے آر پار ہو گیا۔ حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خون دیکھ کر فرمایا:

"اَللّٰہُ اَکْبَر فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃ"

یعنی میں نے اپنا مقصود پالیا جو کہ امتثالِ حکمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور درجہ شہادت کا حصول ہے۔ (اللہ اکبر، کعبہ کے ربّ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) اسکے بعد عامر بن طفیل نے اپنے اہل قبیلہ بنی عامر کو دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے قتل پر اکسایا ان سے مدد مانگی۔ لیکن بنی عامر نے عامر بن طفیل کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارا چچا ابو براء اور ہمارا سردار مسلمانوں کو پناہ دینے کا وعدہ کر چکے ہیں اس لئے ہم اس سلسلے میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔

ضروری وضاحت

یہ عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر الکلابی العامری اسلام نہیں لایا تھا بلکہ کافر ہی مرا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے بھی ایک صحابی کا نام عامر بن طفیل اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جبکہ یہ کافر عامر کلابی عامری کہلاتا ہے۔

(زرقانی جلد2 صفحہ 76)

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کے اسلام لانے میں اختلاف ہے ایک گروہ اصحابِ سیر اسے صحابی شمار کرتا ہے جبکہ ایک گروہ اسکے اسلام لانے کا قائل نہیں۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ صحیح صورت یہ ہے کہ ابو براء اسلام نہیں لایا تھا۔
امام ابن حجر عسقلانی الاصابہ میں فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے ابو براء کا اسلام لانا ثابت ہو۔

البتہ امام زرقانی عمرو بن شیبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں اور وہ بنی عامر کے بزرگوں سے نقل کرتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بنی جعفر اور بنی بکر کے پچیس آدمی حاضر ہوئے جن میں ابو براء عامر بن مالک بھی تھے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ "میں نے ضحاک بن سفیان کو تمہارا حاکم مقرر کر دیا ہے" اور ابو براء عامر بن مالک سے فرمایا کہ "تم بنی جعفر پر حاکم ہو" اور ضحاک بن سفیان سے فرمایا کہ "اسکے ساتھ ہمدردی اور بھلائی کرنا"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ مسلمان ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے تھے۔

(زرقانی جلد 2 صفحہ 75)

عامر بن طفیل نے بنی عامر سے مایوس ہوکر بنوسلیم کو مدد کے لئے پکارا۔ بنوسلیم کے تین قبیلے عُصیّہ، رعل اور ذکوان، عامر بن طفیل کی مدد کو تیار ہو گئے ان لوگوں نے آگے بڑھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا محاصرہ کرلیا۔ اہل حق کو چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی شروع کردی۔ اہلِ حق نے جب اپنے آپ کو گرداب بلا میں مستغرق دیکھا تو بارگاہِ ایزدی میں التجا کی کہ اے ربّ کائنات ہماری اس حالت کی خبر ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ "تمہارے یار مصیبت میں ہیں۔ اور انہون نے خداوند تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ ہماری خبر ہمارے دوسرے بھائیوں کو پہنچادے۔ اے اللہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو بھی ہم سے راضی ہوجا"۔

مسلمانوں کی اس جماعت نے کافروں کے ساتھ قتال شروع کردیا یہاں تک کہ باری باری سارے اہلِ حق شہید ہو گئے صرف حضرت کعب بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچے۔ ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی مگر جسم زخموں سے اسقدر چھلنی ہو گیا تھا کہ کافر انکو مردہ خیال کرتے ہوئے چھوڑ گئے تھے۔ یہ بعد میں ہوش میں آئے اور مدینہ منورہ پہنچے یہ مدت تک زندہ رہے اور پھر غزوہ خندق میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

ستّر (70) صحابہ کی اس جماعت میں سے دو صحابی حضرت منذر بن عقبہ اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی

اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بیئر معونہ سے کچھ دور چراگاہ میں اونٹ چرا رہے تھے وہ جانوروں کو لے کر لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے لشکر گاہ کے اوپر ہوا میں پرندوں کو اُڑتے دیکھا ہر سمت سخت گرد و غبار اٹھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ دونوں گھبرا گئے اور کہا کوئی بات ضرور ہوئی ہے۔ جب لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو کافروں کے سواروں کو بلندی پر کھڑا دیکھا دوسری طرف تمام اہلِ حق خون میں نہائے ہوئے بسترِ شہادت پر سو رہے تھے۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مدینہ منورہ واپس چل کر اس دردناک واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیں۔ اس پر حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا خبر تو مدینہ پہنچ ہی جائے گی۔ شہادت کا یہ موقع کیوں چھوڑیں۔ اسکے بعد دونوں کافروں کے ٹڈی دل پر حملہ آور ہوئے دو کافروں کو واصلِ جہنم کیا کافر اب کیوں کہ جنگ ختم کر چکے تھے اس لئے انہوں نے ان دونوں کو گرفتار کرنے پر ہی اکتفا کیا لیکن حالتِ گرفتاری میں بھی حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید دو کافروں کو قتل کر دیا اور یوں لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری گرفتار ہو چکے تھے لیکن جب کفار کو علم ہوا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو عامر بن طفیل نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے مانی ہوئی اس نذر کو کہ میں ایک غلام آزاد کروں گی کو پورا کیا۔ اور انہوں نے آزاد کر دیا۔

(زرقانی جلد 2 صفحہ 77، تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 261، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 246) وغیرہ

سریہ یا واقعہ بیئر معونہ میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہ بھی شامل تھے۔ جب ان کو شہید کر دیا گیا تو ان کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا خود عامر بن طفیل نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

”کہ تم میں وہ کون شخص ہے جو قتل ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کا جنازہ آسمان اور زمین کے درمیان اٹھایا گیا یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا۔“

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جو کہ ہمارے فاضلوں میں سے تھے۔ وہ اولین مسلمانوں میں سے ہیں۔

(از: تاریخِ طبری جلد 3 صفحہ 35، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 246)

یہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کے بھائی یعنی آپ کے ماموں کے غلام تھے۔ ہر وقت ان کی خدمت بجالاتے بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے انکو خرید کر آزاد کر دیا اور یہ ہمیشہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام تھے سفرِ ہجرت میں تیسرے ساتھی تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دارِ ارقم میں تشریف لانے سے بھی پہلے ایمان لا چکے تھے۔

کس قدر تعجب اور بدبختی کی بات ہے کہ عامر بن طفیل شقی القلب ایسی ظاہری کرامت دیکھ کر بھی اپنی حرکت پر توبہ کر کے مسلمان نہ ہوا۔

جبار بن سلمی جو کہ بنی کلاب سے تھا وہ بھی کافروں کے لشکر میں شامل تھا بیان کرتا ہے کہ جب میں نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیزہ مارا جو کہ جسم کے پار ہو گیا تو میں نے سنا مقتول کہہ رہا ہے: ''فـــزت واللہ'' خدا کی قسم میں مراد کو پہنچ گیا۔

پھر میں نے دیکھا ان کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی جو کہ آسمان و زمین کے درمیان معلق رہی اور پھر زمین پر رکھ دی گئی۔

(روایت از: صحیح بُخاری شریف، مدارج النبوت)

بعد میں جبار بن سلمی نے حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آ کر یہ واقعہ بیان کیا اور اس فقرہ کا مطلب پوچھا حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا اس فقرہ کا مطلب یہ تھا کہ اس نے جنّت کو پالیا۔ یہ سن کر جبار بن سلمی مسلمان ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(از: الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 223)

سُبحان اللہ سعادت مندوں کا یہ حال ہے کہ حقیقت معلوم ہوتے ہی نور اسلام دل میں آ گیا لیکن اس بدبخت عامر بن طفیل پر اس واقعہ کو چشم ظاہری سے دیکھ کر بھی کوئی اثر نہ ہوا بلکہ شقاوت وعناد کا مادہ اور زیادہ ہو گیا۔

منقول ہے کہ ضحاک بن سفیان نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ایک خط ارسال کیا جس میں جبار بن سلمی کے اسلام لانے کی خبر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ملائکہ نے خود حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جُثّہ دفن کر دیا تھا اور ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں لے گئے''۔ امام قسطلانی، واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ زمین نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اندر پوشیدہ کر لیا اور یوں مشرکین ان کی لاش مبارکہ کو نہ دیکھ سکے۔

بنی عامر کے دو افراد کا قتل 4ھ

واقعہ بیئرِ معونہ کے بعد مشرکین نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال کاٹ کر ان کو مدینہ منورہ کی طرف جانے کی اجازت دے دی تا کہ اس واقعہ کی خبر اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دیں۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چل کر جب قناۃ کی چڑھائی پر مقام قرقرہ آئے اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھ گئے دوسری طرف سے بنو عامر کے دو مشرک بھی اسی وقت ان کے پاس آ کر آرام کی غرض سے درخت کے نیچے بیٹھ گئے ان دونوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پروانہ راہداری اور پیمانِ حفاظت تھا لیکن حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پروانے سے بے خبر تھے۔ جب وہ دونوں مشرک آرام سے بیٹھ گئے تو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا تعلق بنو عامر سے ہے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ جب وہ دونوں مشرک سو گئے تو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار نکال کر ان دونوں کو قتل کر دیا اور دل میں خیال کیا کہ میں نے بنو عامر سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے قتل کا کچھ بدلہ تو لے لیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی ساری کارروائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کی جسے سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تو نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کر دیا جو مجھ سے پناہ کا پروانہ حاصل کر چکے تھے اب مجھے لازماً ان کی دیت ادا کرنی ہے''۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیت اکٹھا کرنے میں مشغول ہوئے اور دیت کے سلسلہ میں ہی چند برگزیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ہمراہ لے کر بنو نضیر کے ہاں تشریف لے گئے اس طرح یہ مسئلہ دیت ہی اصل میں غزوہ بنو نضیر کا سبب بنا جسکی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(از: صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 584 تا 586)
(سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 182 تا 188)
(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 109 تا 110)
(تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 262)
(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 246)
(فتح الباری جلد 7 صفحہ 254) وغیرہ

ربیعہ بن ابو براء کا عامر بن الطفیل پر حملہ 4ھ

واقعہ بیئر معونہ کے بعد حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو براء کے خاندان کو عامر بن طفیل کے خلاف عہد شکنی کے انتقام کے لئے چند اشعار لکھ کر بھیجے جن میں ابو براء کا مسلمانوں کو امان دینا اور عامر بن طفیل کا اس عہد امان کو توڑنے کا ذکر تھا ابو براء کے بیٹے ربیعہ بن ابو براء نے جب یہ اشعار پڑھے تو عامر کی عہد شکنی پر برانگیختہ ہو کر مجلس میں نیزہ لے کر عامر بن طفیل پر حملہ کر دیا۔ اتفاق سے نیزہ مڑ گیا اور عامر قتل ہونے سے بچ گیا مگر شدید زخمی ہو گیا۔ عامر نے وصیّت کی کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو اپنی اس توہین کا بدلہ لینے کے لئے جو مناسب سمجھوں گا اس پر عمل کروں گا۔ اگر میں مر گیا تو میری موت کا بدلہ ربیعہ سے نہ لیا جائے کیونکہ میں اپنی جان اپنے چچا کے لئے دے رہا ہوں۔

عامر اس حملے سے آنے والے زخموں کے اچھا ہونے کی وجہ سے بچ تو گیا مگر بعد ازاں طاعون کی ایسی بیماری جو اونٹوں کو ہوا کرتی ہے اس میں مبتلا ہوا کہ آخر کار گھوڑے کی سواری کرتے ہوئے گر کر مر گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب واقعہ رجیع اور قصّہ بیئر معونہ کی خبر ملی جو کہ چند روز میں آگے پیچھے ہی پیش آئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان المناک واقعات کا اس قدر رنج ہوا جتنا کہ تمام عمر کبھی نہ ہوا۔

جن لوگوں اور قبائل نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ یہ غیر انسانی وغیر اخلاقی سلوک کیا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک ہر روز نمازِ فجر کے بعد ان لوگوں کے لئے بددعا فرماتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو بیئر معونہ پر شہید کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر تیس روز تک بددعا کرتے رہے۔

ہر روز نمازِ فجر کے بعد رعل، ذکوان، الحیان اور عُصیّہ پر بددعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ عُصیّہ نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معصیت کی۔

اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں اپنے نبی پر قرآن کریم میں نازل کیا جو بعد میں منسوخ ہو گیا وہ قرآنِ کریم میں یہ تھا ''ہماری قوم کو یہ بتلا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں''

اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ معمول ترک کر دیا۔

(از: صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 586 تا 588)

غزوہ بنی نضیر 4ھ ربیع الاوّل شریف اور بنی نضیر کی جلاوطنی

تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہودی اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے اور ہیں۔ یہ لوگ مردِ میدان نہ تھے بلکہ اپنی خراب ذہنیت کی وجہ سے ہمیشہ زیرِ زمین مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے یہی وجہ ہے کہ یہود جنگ کی بجائے کینے اور عداوت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اہل اسلام کے ساتھ تحریری معاہدے کے باوجود ان کو اذیت دینے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور تدبیریں کرتے تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب مسلمانوں نے بنو قینقاع کو جلاوطن کیا اور ایک شریر یہودی کعب بن اشرف کو جہنم رسید کیا گیا دوسری طرف غزوہ بدر میں قریش کی تنی ہوئی گردنیں مسلمانوں نے خم کر دیں اور یوں اہل قریش کو تاریخ کی عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

مذکورہ واقعات کے بعد یہودیوں کی سازشوں میں بہت کمی آگئی اور لوگ مسلمانوں کی طاقت و رعب سے بڑی حد تک دب گئے یہودی مسلمانوں کے خوف سے دب کر بالکل خاموش ہوگئے۔ مگر غزوہ اُحد کے بعد قریش کی وقتی معمولی سی کامیابی کے بعد ان لوگوں کی جرأت دوبارہ پلٹ آئی اور ان یہودیوں نے کھلم کھلا مسلمانوں کیساتھ عداوت و بدعہدی کا سلوک کرنا شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے منافقین اور مشرکینِ مکہ کے ساتھ مل کر زیرِ زمین مسلمانوں کے خلاف سازباز شروع کر دی۔

(از: سنن ابی داؤد باب خبر النفیر شرح عون المعبود جلد3 صفحہ 116 تا 117)

اہل یہود کی ان تمام پس پردہ سازشوں اور سازبازیوں کا گو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا لیکن آپ نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق ان تمام سازشوں کو صبر سے کام لیتے ہوئے نظرانداز فرمانے کی حکمت عملی پر عمل فرمایا۔ لیکن جب یہود کی جرأت حد سے بڑھ گئی اور اسی اثنا میں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں غلطی سے قبیلہ عامر کے دو آدمیوں کے قتل کا واقعہ پیش آیا مقتولین کا خون بہا اور دیت واجب الادا تھی جس کا ایک حصہ معاہدہ کی رو سے یہود بنی نضیر پر بھی واجب الادا تھا اس رقم کے مطالبہ کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے ان لوگوں نے اپنی گندی ذہنیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اللہ کریم نے یہودیوں کے اس منصوبہ کی اطلاع پہلے ہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کر دی جسکے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کے خلاف جہاد کا اعلان فرما دیا اس پورے واقعہ کی تفصیل یوں ہے:

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیرٔ معونہ سے واپس مدینہ منورہ لوٹ رہے تھے تو راستے میں بنی عامر کے دو مشرک ساتھ ہوئے۔ مقام قناۃ پر پہنچ کر ایک باغ میں یہ لوگ اکٹھے ٹھہرے جب یہ دونوں مشرک دوپہر کو سو گئے تو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ستّر (70) مسلمانوں کی دھوکے سے شہادت کا انتقام لینے کے لئے ان دونوں کو قتل کر دیا حالانکہ ان لوگوں کے پاس سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے امن کا پروانہ موجود تھا لیکن حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پروانے کا علم نہ تھا مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے یہ سارا قصّہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیا جسکو سُن کر آپ نے فرمایا کہ ''ان لوگوں کو تو ہم نے امان دے رکھی تھی اس لئے اب ہمارے لئے مقتولین کے ورثاء کو دیت دینا ضروری ہے'' اور یوں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دیت روانہ فرمائی۔

(از: فتح الباری جلد7 صفحہ254)

بنی نضیر کیونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے معاہدہ کی رو سے دیت کا کچھ حصّہ ان کی طرف بھی بنتا تھا۔ دیت کا یہ واجب الادا حصہ لینے کی غرض سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسید بن حضیر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، بنونضیر کے ہاں تشریف لیجانے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بالا خانے کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ بنونضیر نے بظاہر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی آمد کا نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور ہر قسم اعانت و شراکت کا مکمل یقین دلایا وعدہ کیا مگر سازشی ذہنیت کے عین مطابق یحیٰی بن اخطب یہودی کی سرکردگی میں درپردہ یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص بالا خانہ کی چھت پر چڑھ کر ایک بھاری پتھر گرادے تا کہ خاکم بدھن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس بالا خانہ کی دیوار کے ساتھ آرام فرمارہے تھے اس پتھر کے نیچے دب جائیں۔

پتھر گرانے کی ناپاک حرکت کے لئے ایک یہودی عمرو بن حجاش بن کعب کو مقرر کیا گیا۔ جب یہودی اس ناپاک حرکت کی سازش کررہے تھے تو انہی میں سے ایک یہودی سلام بن اشکم نے کہا:

ترجمہ: ''اے اہل قبیلہ ایسا ہرگز نہ کرو خدا کی قسم اس کا ربّ اسکو خبر کردے گا نیز ایسا کرنا بدعہدی بھی ہے۔''

بنونضیر کی سازش کے مطابق جیسے ہی عمرو بن حجاش بالا خانہ کے کوٹھے پر چڑھا تا کہ پتھر گرا سکے اُسی وقت جبریل امین علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کی ناپاک سازش سے

مطلع کر دیا۔ حضور علیہ السلام فوراً اُٹھے اور مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً اٹھ آنے کا سبب بتایا۔ یہود کو جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلے جانے کا علم ہوا تو وہ سب بہت ہی نادم و پریشان ہوئے۔

کنانۃ بن حویرا یہودی نے اپنے اہل قبیلہ سے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں سے کیوں اُٹھ کر چلے گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں خدا کی قسم ان کو تمہاری اسی سازش و غداری کا علم ہو گیا تھا اور یاد رکھو بخدا وہ اللہ کے رسول ہیں۔

بنونضیر سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنونضیر کے پاس روانہ کیا۔ اور اُن کے ہاتھ بنونضیر کو یہ تنبیہہ کی کہ تم لوگ بمع اہل وعیال دس روز کے اس باضابطہ آگاہی کے مطابق مدینہ منورہ سے چلے جاؤ کیونکہ تم لوگوں نے بدعہدی کی ہے اس لئے اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے اگر دس دن کے بعد تمہارا کوئی شخص مدینہ منورہ میں پایا گیا تو اسکو قتل کر دیا جائے گا۔

بنونضیر جو کہ فطرتی اعتبار سے سازشی بدعہد اور سرکش تھے اس تنبیہہ (نوٹس) کو وصول کرنے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اب ہمیں یہ علاقہ چھوڑنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارا نظر نہیں آتا اسی اثناء میں سردار المنافقین عبداللہ بن ابی نے بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کو خفیہ پیغام ارسال کیا کہ تم لوگ مسلمانوں سے ہرگز نہ ڈرنا اور اپنی جگہ پر ڈٹے رہو میرے دو ہزار جنگی ماہر جوان تمہاری حفاظت کے لئے تیار ہیں جو مشکل وقت پر ہر اعتبار سے تمہاری مدد کریں گے تم لوگ ہرگز مت گھبراؤ اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی جلاوطن ہوں گے گویا ہمارا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے۔ دوسرا جنگ کی صُورت میں بنوغطفان اور بنوقریظہ جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہاری مدد کو تیار ہیں۔ اس کے علاوہ بنو نضیر کی سرکشی کا ایک اہم سبب ان کے نہایت مضبوط قلعے بھی تھے جن میں وہ لوگ رہتے اور ان کا خیال تھا کہ ان قلعوں کو فتح کرنا آسان نہیں ہے۔

الغرض ان وجوہات کی بنا پر جن میں عبداللہ بن ابی کی مدد کا لالچ سرِ فہرست تھا۔ بنونضیر نے مسلمانوں کے ساتھ لڑیں گے کا فیصلہ کر لیا۔

قرآنِ کریم میں آتا ہے: (سورہ حشر: 2)

هُوَ الَّذِيٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

ترجمہ: ''تم نے دیکھا منافق اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم نکلو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کوئی لڑا تو ہم بھی تمہاری مدد کو آئیں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔''

اس موقع پر بنونضیر نے ایک اور غداری اور سازش کی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تین آدمی اپنے ہمراہ لا کر ہمارے تین عالموں سے گفتگو کریں اگر ہمارے عالم آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے لیکن اندرونی طور پر اپنے یہودی علماء کو یہ ہدایت کر دی کہ تم لوگ اپنے کپڑوں میں خنجر چھپا کر لے جانا اور موقع ملتے ہی حملہ کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دینا ادھر بذریعہ وحی اللہ کریم نے حضور علیہ السلام کو یہود کی اس عیاری وسازش سے باخبر کر دیا اور یوں ملاقات سے پہلے ہی یہود کی سازش بے نقاب ہوگئی۔

(از: فتح الباری جلد 7)

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنونضیر مقابلہ کے لئے تیار ہیں تو آپ علیہ السلام نے ان نازک حالات میں بھی جبکہ اہل حق اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے تھے سارا عرب مسلمانوں کے خلاف تھا مسلمانوں کے دو تبلیغی وفود نہایت بے دردی سے تہ تیغ کئے جا چکے تھے ادھر بنونضیر بھی اس قدر طاقتور تھے کہ ان کا ہتھیار ڈالنا آسان نہ تھا۔ مختصراً ہر طرف حالات اہل حق کے خلاف تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے خلاف اعلان جہاد فرمایا آپ علیہ السلام اور دیگر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اللہ اکبر کہہ کر جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا انتظام سونپ کر بنونضیر کی طرف کوچ فرمایا اس دفعہ مسلمانوں کی طرف سے علم برداری کا فرض

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا۔ اور یوں مجاہدین کے اس لشکر نے بنونضیر کا محاصرہ کرلیا۔

بنونضیر اپنے اپنے قلعوں میں جن کو وہ نہایت ہی مضبوط اور ناقابلِ تسخیر خیال کرتے تھے قلعہ بند ہوکر مسلمانوں پر فصیل سے تیر اور پتھر برساتے رہے ان کو امید قوی تھی کہ سردار المنافقین عبداللہ بن ابی اور بنوقریظہ والے ان کی مدد کو آئیں گے لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ بنوقریظہ مسلمانوں کے ساتھ کیئے ہوئے وعدہ پر قائم رہے اور منافقین اعلانیہ اسلام کے مقابلہ میں نہیں آسکتے تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ روز تک بنونضیر کا محاصرہ جاری رکھا قلعہ کے گرد بنونضیر کے نخلستان یہود کے لئے سپر کا کام دے رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان درختوں میں سے چند خاص درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمتر قسم کی کھجوروں کے درخت کاٹتے تھے۔ روض الانف میں تحریر ہے کہ تمام درخت نہیں کاٹے گئے تھے بلکہ صرف ایک خاص قسم کی کھجور جسکو لیسنۃ کہتے تھے ان کو ہی کاٹا گیا تھا کیونکہ اس کھجور کا پھل اہل عرب کی خاص خوراک نہ تھی قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے:۔

سورۃ الحشر آیت 5۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا جنہیں اپنے تنوں پر کھڑا رہنے دیا وہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا اور ایسا اس لئے کیا گیا تا کہ اللہ ان فاسقوں کو رسوا کرے''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشعار کہے:

ترجمہ: ''بنی لوئی کے سرداروں کے لئے یہ معمولی بات تھی کہ بویرہ میں آگ کے شعلے بلند ہوں (بویرہ بنونضیر کے نخلستان کا نام ہے)۔''

بنونضیر مسلمانوں کے اس محاصرہ کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کرسکے بعض مؤرخین کے نزدیک یہ محاصرہ چھ روز اور اکثر کے نزدیک پندرہ روز تک جاری رہا بہر حال پندرہ روز کے بعد یہود کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انہوں نے کہا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کے مطابق مدینہ منورہ چھوڑنے کو تیار ہیں۔

آخر کار اس شرط پر کہ بنونضیر اسلحہ کے علاوہ جس قدر سامان ساتھ لے جاسکتے ہیں ان کو اجازت ہے۔ یہاں

بھی یہود نے مال کی حرص اور لالچ میں مکانات کے دروازے اور چوکھٹ تک اکھاڑ لئے اور جہاں تک ممکن ہوسکا اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ بعض یہودیوں نے تو چھت کی کڑیاں اور دیواروں کی کھونٹیاں بھی اکھاڑ کر لادلیں۔ اسکے بعد اپنی عورتوں اور بچوں کو سوار کیا اور یوں چھ سو اونٹوں کا یہ قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوا بعض صاحبِ سیر کے نزدیک یہود اس طریقہ سے جلاوطن ہوئے کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے شادی پر جارہے ہیں۔ قافلے کے ہمراہ گانا اور سازبج رہا تھا اور یہ لوگ یوں مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ چونکہ ان سے غداری اور بدعہدی واقع ہوئی تھی اس کی سزا میں ان کو جلاوطنی کا حکم دیا گیا تھا اور چونکہ یہ سب حکم الٰہی سے ہے اس لیے اس میں گفتگو کا دامن تنگ ہے اور اتنا بھی جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ مشرکوں اور مفسدوں کے قتل میں نکتہ وحکمت کے طور پر بیان ہوا ہے۔ ورنہ اصل بنیاد حکم الٰہی ہے خواہ وہ قتل میں ہو یا جلاوطنی میں۔

یہود کے پیشتر اکابر مثلاً حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق وغیرہ نے خیبر کا رُخ کیا۔ جہاں اہلِ خیبر نے ان لوگوں کا اس قدر احترام کیا کہ ان کو خیبر کے رؤسا میں شمار کرلیا گیا۔

(از: تاریخ طبری)

یہود کی ایک جماعت مُلک شام روانہ ہوئی۔ صرف دو آدمیوں یعنی یاسین بن عمرو اور ابوسعید بن وہب نے اسلام قبول کرلیا۔ چنانچہ ان کے مال کو ہاتھ تک نہ لگایا گیا۔

غزوہ بنونضیر میں شرط کے مطابق یہود کے ہتھیاروں میں پچاس زرہیں، پچاس خود، اور تین سو چالیس تلواریں اہلِ حق کے قبضہ میں آئیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے مال اسباب کو مہاجرین میں تقسیم فرمایا تاکہ انصار سے مہاجرین کا بوجھ ہلکا ہوسکے۔ گو یہ سارا مال واسباب خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق تھا۔ آپ کو مکمل اختیار تھا کہ سب کچھ اپنے ذاتی استعمال کے لئے رکھتے یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے مالِ غنیمت کی طرح ان اموال کا خمس نہیں نکالا کیونکہ اس مال کو اللہ نے آپ کے لئے بطور فیئ دیا تھا۔ مسلمانوں نے یہ مال اونٹ گھوڑے دوڑا کر بزورِ شمشیر نہیں کیا تھا۔ فیئ کفار کا وہ مال ہوتا ہے جو بغیر جنگ کے ہاتھ آجائے اور انصار وغنیمت وہ مال ہے جو جنگ وقتال کے ذریعہ ہاتھ آئے۔ یہ اصطلاح ارباب سیر کے درمیان خاص ہے۔ فیئ (فے) کا تمام مال خاص حضور علیہ السلام ہی کی ملکیت ہوتا ہے اور خمس وقسمت کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے اموال، فدک وغیرہ کو اپنے اور اپنے اہل وعیال و متعلقین اور مسلمانوں کی ضرورتوں پر خرچ فرمایا۔

لہٰذا حضور علیہ السلام نے اپنے اختیار خاص سے سارا مال مہاجرین میں تقسیم فرما دیا، البتہ دو انصاری صحابہ یعنی حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہل بن حنیف رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو کچھ مال عطا فرمایا کیونکہ مالی اعتبار سے وہ دونوں بہت کمزور وغریب تھے اور اسلحہ میں سے شمشیر ابن ابی الحقیق جو نہایت عمدہ ونفیس تھی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمائی۔ اسکے بعد زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اپنے ذاتی استعمال کے لئے رکھ لیا جس سے آیندہ اپنے اور اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے سال بھر کا خرچہ نکلتا رہتا تھا۔ اسکے علاوہ اگر کچھ بچ جاتا تو اس مال کو جہاد کے لئے ہتھیاروں گھوڑوں کی خریداری وغیرہ کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق یہ مال واسباب تقسیم کرنے سے قبل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اکٹھا کر کے خُطبہ مُبارک میں ارشاد فرمایا:

حمد وثنا کے بعد فرمایا ''اے گروہِ انصار تم لوگوں نے مہاجرین پر بہت احسانات کیے ہیں'' باری باری اُن احسانات اور حُسنِ سلوک کو سراہا بعد ازاں ارشاد فرمایا ''اے انصار اگر چاہو تو میں اُموال بنی نضیر کو مہاجرین اور تم لوگوں میں برابر تقسیم کر دیتا ہوں اور مہاجرین حسبِ سابقہ تمہارے شریک حال وزندگی رہیں اور اگر تم چاہو تو یہ اموال فقط مہاجرین میں تقسیم کر دوں تا کہ یہ لوگ تمہارے گھر بار خالی کر دیں اور اپنی اپنی جگہ سکونت اختیار کر لیں''۔ یہ ارشاد سُن کر انصار کے رئیس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور پھر باقی انصار نے اس کی تائید میں جواباً عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ سارا مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقط مہاجرین میں تقسیم فرما دیں ہم نہایت مسرّت سے ایسا کرنے پر بھی خوش ہیں کیونکہ وہ حضرات دین کی خاطر اس کی محبت میں خانماں برباد ہو کر اور اپنا مال واسباب لٹا کر اور اپنے عزیز واقارب اور قبیلوں سے بچھڑ کر مفلسی اور غربت کی زندگی گزار رہے ہیں اور ان مہاجرین کو بدستور سابق ہمارے گھروں میں ہی متمکن و مستقر رہنے دیجئے کیونکہ ہمارے گھروں میں خیر وجمعیت اور روشنی انہیں کے وجود کی برکت سے ہے۔ جب ان دو نیک بخت رؤسائے انصار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ عرض کیا تو باقی سب انصار نے بھی ان کا اتباع اختیار کیا۔ یہ جواب سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت خوش ہوئے اور انصار کو دعا دی۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الانصَارَ وَ اَبْنَاءَ الانصَارِ وَ اَبْنَاءِ الْاَنصَارِ

''اے اللہ انصار پر اور انصار کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر رحمت نازل فرما''

اسکے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے مخاطب ہوکر یوں ارشاد فرمایا:

''اے گروہِ انصار اللہ تم کو جزائے خیر دے خدا کی قسم ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ غنوی شاعر نے کہا ہے:

ترجمہ

''اللہ تعالیٰ جعفر کو جزائے خیر دے کہ جب ہمارا قدم پھسلا اور اسکی لغزش ہوئی تو ہماری اعانت اور خبر گیری سے اکتائے نہیں۔ بالفرض اگر ہماری ماں کو یہ صورت پیش آتی تو شاید وہ بھی اکتا جاتی۔''

اللہ کریم نے غزوہ بنی نضیر کے متعلق قرآن کریم فرقان حمید میں پوری سورۃ حشر نازل فرمائی جس میں بنونضیر کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچتے ہوئے منافقین کے طرزِ عمل اور ان کی اندرونی سازش کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔ اس سورہ میں مال فیئے کے احکام بیان فرماتے ہوئے مہاجرین وانصار کی تعریف فرمائی ہے۔ اس میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ جنگی نقطۂ نظر سے اگر دشمن کے پھل دار درخت کاٹنے کی ضرورت بھی پیش آجائے تو انکو کاٹنے کی اجازت ہے اور ان درختوں کو آگ لگا دینا بھی جائز ہے۔

اس سورت میں اہل ایمان کو تقویٰ اور آخرت کی تیاری کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ آخر میں خداوند کریم نے اپنی حمد وثناء بیان فرما کر سورۃ کو ختم کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سورۃ حشر کو سورۂ بنی النضیر کہا کرتے تھے۔

از: زرقانی صفحہ 80 تا 86،
فتح الباری جلد 7 صفحہ 254 تا 255،
ابن ہشام جلد 2 صفحہ 190 تا 192
زادالمعاد جلد 2 صفحہ 71 تا 110،
البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 74 تا 80،
صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 574 تا 575، تاریخِ طبری

واقعاتِ متفرقہ 4ھ

تحریم خمر (یعنی شراب کی حرمت) کا حکم بھی اسی غزوہ میں نازل ہوا۔

(از: ابن اسحاقؒ)

وفات حضرت عبداللہ بن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4ھ میں حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسے یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

علماء محققین فرماتے ہیں کہ ایک مرغ نے حضرت عبداللہ کی آنکھ میں چونچ ماردی جسکی وجہ سے بیمار ہوگئے اور اسی بیماری کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہوگئے۔

(از: مدارج النبوت جلد2 صفحہ 254)

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال

4ھ میں ہی حضرت فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ ابوطالب اور والدہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب نے وصال پایا۔ جب حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وقتِ وصال قریب آیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب وہ وفات پا جائیں تو مجھے اطلاع کرنا''۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع دی گئی ارشاد فرمایا ''انکو جنت البقیع میں دفن کیا جائے'' جب قبر تیار کی گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بقیع میں تشریف لے گئے قبر میں اتر کر لحد کو اپنے دست مبارک سے بنایا اور قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ اسکے بعد چار تکبیر نماز بھی پڑھی۔ پھر حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کیا گیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبدالمطلب کی بھتیجی بھی تھیں آغاز اسلام میں ہی مسلمان ہوگئیں گو ان کے شوہر (ابوطالب) ایمان نہ لائے۔ حضرت علی، حضرت جعفر طیار، طلاب اور حضرت عقیل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور بیٹیوں کے نام حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جمانہ، اور ربطہ تھے۔ یعنی یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن سے ہاشمی اولاد

پیدا ہوئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (عہد خلافت 99ھ- 101ھ) سے منقول ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی قبر میں داخل نہ ہوئے مگر پانچ شخصوں کے۔ تین عورتوں کی قبروں میں اور دو مردوں کی۔ ایک سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر میں اور چار مدینہ میں۔ چنانچہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لڑکا تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی اس کی قبر میں داخل ہوئے اور تیسرے عبداللہ مزنی جنہیں ذوالبجادین کہتے ہیں اور چوتھے اُم رومان جو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ تھیں اور پانچویں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر میں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی شخص ضغطۂ قبر یعنی قبر کی سختی سے مامون نہیں سوائے فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ کیا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نہیں جو کہ آپ علیہ السلام کے فرزندِ ارجمند تھے فرمایا کہ ''نہیں بلکہ ابراہیم بھی نہیں جو اُن سے بھی کم عمر میں فوت ہوئے تھے''۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص خبر لے کر آیا کہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا وفات پا گئی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' اٹھو تا کہ میں اپنی والدہ کی طرف جاؤں''۔ اسکے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور صحابہ بھی آپ کے ہمراہ اُٹھے سب نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چلنے لگے جب حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر پہنچے تو اپنے جسم مبارک سے اپنا پیراہن مبارک اتار کر گھر کے اندر بھیجا اور فرمایا غسل کے بعد اسکو کفن کے ساتھ شامل کر لینا۔ جب جنازہ باہر لایا گیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازے کا ایک پایہ اپنے کندھے مبارک پر اٹھایا اور یوں تمام راستہ کبھی جنازے کے آگے اور کبھی پچھلے پایہ کو اٹھاتے گئے جب قبر کے مقام پر پہنچے تو لحد میں اتر گئے تلاوت کی اور پھر باہر تشریف لے آئے اور فرمایا انکو اندر لے آؤ ''بِسْمِ اللهِ وَ عَلٰى اِسْمَ اللهِ''۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازے کے ساتھ آپ علیہ السلام نے دو عمل ایسے فرمائے ہیں جو اس سے پہلے کسی اور جنازے کے ساتھ نہیں فرمائے آپ علیہ السلام نے اپنی قمیض کفن کے لئے عطا فرمائی اور پھر لحد میں اتر گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشادفرمایا کہ ”میں نے اپنی قمیض کوان کالباس اس لئے بنایا کہ اللہ کریم انکودوزخ کی آگ سے محفوظ رکھےاور یہ آگ ان کے جسم کومس نہ کرےاور لحد میں اس لئے اترا کہ خداوندکریم انکی قبرکووسعت عطافرمائے“۔

(روایت از: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”حضرت ابوطالب کے بعد حضرت فاطمہ بنت اسدرضی اللہ تعالیٰ عنہاکے سوا کوئی ایسی ہستی نہ تھی جو میرے ساتھ نیکوکار ہوتی۔ میں نے ان کو اپنا پیراہن پہنایا تا کہ مقام بہشت ان کے نصیب میں ہوجائے۔قبر میں اس لئے اترا کہ قبر میں مصیبت وبلاء سے خلاصی پائیں“۔

(روایت از: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

جب فاطمہ بنتِ اسدرضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئیں تو سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب تشریف لائے اوران کے سرہانے بیٹھ کرفرماتے تھے۔”یاامّی بعدامّی“ اوران کی تعریف فرمائی پھرانکواپنا کرتہ کفن کے لئے عطافرمایا اسکے بعد حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عمر بن خطاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ ”ان کے لئے قبر کھودیں“ پھرلحدشریف کواپنے دستِ مبارک سے ہموار کیا اپنے ہاتھوں سے مٹی کو باہر نکالا فارغ ہوکرخودلحد میں اترے پھر چار تکبیر پڑھیں اور جسم کولحد میں اتارا۔حضرت عباس اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

(روایت از: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی شخص کی قبر میں نہیں اترے سوائے پانچ افراد کے جن میں تین عورتیں اور دومردان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ شریف میں اور دوسری چار مدینہ منورہ میں جن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہ بیٹے بھی تھے جنہوں نے سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تربیت پائی تھی۔حضرت فاطمہ بنتِ اسدرضی اللہ تعالیٰ عنہا انہی لوگوں میں سے ایک تھیں۔

(از: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، مدارج النبوت جلد2 صفحہ255)

وفات حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

4ھ میں ہی سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ اُمّ المومنین حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کاوصال ہوا۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مُبارک

4ھ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سابقہ شوہر ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گیا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شرفِ زوجیت بخشا۔ (حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ساتھ ایمان لائے تھے)

ولادتِ مبارکہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4ھ ماہِ شعبان کی چوتھی تاریخ کو ریحانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ دیدہ بتول امام شہید سعید ابوعبداللہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

غزوہ بدر موعود (غزوہ بدر صغریٰ) (بدر ثالثہ)

(شعبان 4 ہجری)

4ھ میں ہی غزوۂ بدر موعود واقع ہوا اسکو غزوہ صُغریٰ بھی کہتے ہیں۔ غزوہ بدر موعود کا سبب یہ تھا کہ غزوہ اُحد کے بعد قریشِ مکہ کے سردار ابوسفیان نے مسلمانوں کو کہا تھا کہ آئندہ سال تمہارے ساتھ مقامِ بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو جواب میں فرمایا انشاء اللہ۔

(از: بیضاوی شریف)

اگلے موعودہ سال میں ابوسفیان جنگ کا سامان، اسباب وغیرہ اکٹھا کرنے میں مشغول ہوگیا اس نے قریشِ مکہ کو جنگ کے لئے تیار کیا اور عمل میں ابوسفیان نے جلدی کی تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ابوسفیان ڈر گیا ہے اور جنگ کے لئے نہیں نکل سکا۔

نعیم بن مسعود جو کہ مدینہ منورہ سے مکہ آچکا تھا اُس نے اہلِ قریش کو مسلمانوں کے لشکر کی شان وشوکت اور

سامانِ جنگ کے بارے میں مطلع کیا اور کہا کہ مدینہ منورہ لشکرِ اسلام سے یوں پُر ہے جیسے کہ رُمّان ہے (رُمّان ایسے انار کو کہتے ہیں جو دانوں سے پُر ہوتا ہے) یہ خبر سُن کر ابوسفیان نے اس سے ملاقات کی اور بتایا کہ میں جنگِ اُحد کے بعد مسلمانوں سے وعدہ کر آیا تھا کہ اگلے سال مقامِ بدر پر پھر ملاقات کریں گے لیکن اس سال سخت قحط کی وجہ سے شہر میں کھانے پینے کی کمی ہے اور خشک سالی کی وجہ سے صحرا میں خوراک کا نشان بھی نہیں اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ تم مدینہ شریف جا کر کسی تدبیر سے مسلمانوں کو مقامِ بدر میں آنے سے روک دو تا کہ انکی طرف سے وعدہ خلافی ہو اس کام کے بدلے میں تمہیں بیس سہ سالہ عمر کے اونٹ دوں گا۔ نعیم بن مسعود ابوسفیان کی طرف سے ملنے والے اونٹوں کے لالچ میں مدینہ منورہ جانے کو تیار ہو گیا۔ اس نے اپنا سر منڈایا تا کہ اس طرح دکھائی دے کہ وہ عمرہ سے واپس آرہا ہے۔

تفسیر کشاف سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نعیم بن مسعود عمرہ کے لئے ہی گیا تھا۔ بہرحال مدینہ منورہ پہنچ کر اس نے لشکرِ اسلام کو قریش کے لشکر کی شان وشوکت اور تیاریوں کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ قریش کا لشکر مکہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ مزید برآں یہ مشورہ دیا کہ مصلحت اسی میں نظر آتی ہے کہ مسلمان مدینہ منورہ سے باہر نہ جائیں کیونکہ اگر قریش سے جنگ ہوئی تو میرے خیال میں تم میں سے کوئی بھی وہاں سے زندہ سلامت نہ نکل سکے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو فرار کا راستہ اختیار کریں گے۔ مسلمانوں نے اس لالچی شخص کو سچا خیال کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے باہر نکلنے سے گریز کیا اور بظاہر حالت ایسی نظر آنے لگی کہ کوئی شخص بھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے گا۔ سرکارِ دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ خبر ملی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین قریش کی طاقت سے خوفزدہ ہیں اور کوئی بھی مدینہ منورہ سے باہر نکلنے پر تیار نہیں اسی اثناء میں سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حاضر خدمت ہوئے اور اس طرح کی گزارشات خدمتِ اقدس میں کیں جن کو سُن کر نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا "قسم ہے اس خالق ارض وسماء کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں جنگ کے لئے ضرور نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک شخص بھی نہ ہو"۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا تو تمام مسلمان خوش ہو گئے اور ان کے دلوں سے شیطان نے جو وسوسہ پیدا کیا تھا نکل گیا ان کے باطن میں قوت پیدا ہو گئی۔ اور یوں تمام مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکرِ اسلام کا جھنڈا عطا کیا اور یوں ایک ہزار پانچ سو (1500) بہادر مجاہدین کو

اپنے جلو میں لے کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ مسلمانوں نے اس دفعہ کافی مالِ تجارت بھی ہمراہ لیا تھا یہ لشکر مجاہدین مقامِ بدر میں آ کر اترا وہاں آٹھ روز تک قیام کیا اس دوران ان کا مال بہت اچھے داموں فروخت ہوا یہاں تک کہ ایک درہم کے بدلے مسلمانوں نے دو دو درہم نفع حاصل کیا ان آٹھ روز کے دوران قریش کے لشکر کا دور دور تک نام ونشان نظر نہیں آتا تھا لہٰذا آٹھ روز کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکرِ اسلام کو ہمراہ لے کر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یوں قریش کے ساتھ ملاقات وقتال کی نوبت نہ آئی اور وہ لوگ وعدہ خلافی کے مرتکب ثابت ہوئے۔

اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (سورۃ آل عمران آیت 173)

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ: ''وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ کفار تمہارے برخلاف جمع ہو چکے ہیں تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے کتنا اچھا کارساز ہے پھر وہ خدا کی نعمت وفضل کے ساتھ لوٹے اور انہیں کوئی برائی نہ چھوئی''۔

کُتب سِیَر میں مذکور ہے کہ ابوسفیان دو ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر مکہ سے بدر کی طرف روانہ ہوا اسکے ہمراہ پچاس گھوڑے بھی تھے۔ مگر یہ لوگ مکّہ سے سات آٹھ میل دور مقام مـر الظهـران سے ہی واپس مکّہ لوٹ گئے اور بہانہ یہ کیا کہ خشک سالی کی وجہ سے انسانوں اور جانوروں کے کھانے کی کوئی چیز دستیاب نہیں جبکہ حقیقت یہ تھی کہ قریش کے دلوں پر لشکرِ اسلام کا رعب اور خوف بیٹھ چکا تھا۔

صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے پوچھا کہ تم لشکر کو ساتھ لے کر واپس مکہ جا رہے ہو تم یہ کیا حرکت کر رہے ہو تم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن تو نے یہ وعدہ توڑ کر مسلمانوں کو ہم پر دلیر کر دیا ہے۔ اہلِ مکہ اس سفر کو جیش السویق کہتے ہیں۔ کیونکہ لشکرِ قریش کو کھانے کے لئے کچھ نہ مل سکا اور اسی وجہ سے یہ لوگ ابوسفیان کو طعنے مارتے تھے کہ کیا تو نے ہمیں اپنے ساتھ گھروں سے اس لئے نکالا تھا کہ ہم ستوؤں پر گذارا کریں۔

مختصراً اس واقعہ سے اہلِ قریش بہت ذلیل ورسوا ہوئے جبکہ اللہ کریم نے مسلمانوں کو مزید عزّت وشوکت عطا فرمائی اور ان کی شان میں قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی۔

غزوہ بدر موعود کے موقع پر کہے گئے اشعار میں سے چند اشعار کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''قریشیو! شام کی نہروں کی طرف جانے کا اب خیال چھوڑ دو۔ راستے میں وہ تلواریں موجود ہیں۔ جوان حاملہ اونٹنیوں کے منہ کی طرح ہیں جو اداک کے درخت کھاتی ہیں اور یہ تلواریں ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو اللہ کے راستے میں اپنے گھر بار چھوڑ چکے ہیں۔ اے قاصد جب ریتلی زمین کے نشیبی علاقے میں تیرا گزر ہو تو قریش سے صاف کہہ دینا کہ اب ان کے لیے یہاں کوئی راستہ نہیں''

غزوہ بدر موعود یعنی بدر الآخرہ کے سلسلے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ: ''ہم نے ابوسفیان سے بدر میں لڑنے کا وعدہ کیا تھا مگر ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے وعدے اور عہد میں سچا ثابت نہ ہوسکا اور اسے پورا نہ کرسکا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو (ابوسفیان) وعدہ پورا کرتا ہمارے ہاتھ آجاتا تو اقربا کو کھوکر اور مایوس مذموم ہوکر واپس جاتا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے لیے سر تسلیم ختم کردیا ہے وہ رات کی تاریکیوں میں ہمارے لیے ایک روشن ستارہ ہیں ہم اپنے میں سے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پلہ نہیں ٹھہراسکتے''۔

(ابنِ ہشام جلد2 صفحہ209،210،243،244)

کُتبِ یہود کے مطابق زنا کی سزا کا حُکم

4ھ میں ہی زنا کا واقعہ پیش آیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کی سزا کا کتب یہود کے مطابق ہی اعلان فرما کر اس پر عمل کروایا۔

اسی سال ایک مرد نے ایک یہودی عورت سے زنا کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے لئے اپنی شریعت مبارکہ کے مطابق رجم کی سزا سُنائی زنا کرنے والا مرد اور عورت بظاہر ذمی تھے انہوں نے کہا کہ تورات میں زانی اور زانیہ دونوں کیلئے یہ سزا مقرر ہے کہ ان کے منہ کالے کردیے جائیں اور دونوں کو ایک شتر پر سوار کرکے شہر میں گھمایا جائے۔ یہ سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ان لوگوں نے جھوٹ بولا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سنّتِ محمدی اور تورات میں زنا کی سزا میں موافقت ہے نا کہ اختلاف''۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ جو اسلام لانے سے پہلے اکابر یہود میں شمار کیے جاتے تھے

انہوں نے اس یہودی جوڑے کو جھوٹا کہا اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ "تورات لائیں" تو رات لائی گئی اور ایک یہودی پڑھنے لگا جب وہ رجم کی آیت پر پہنچا تو اس نے آیت پر ہاتھ رکھدیا اور یوں آیت کو چھپا لیا تو آیت رجم ظاہر ہوگئی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ آیت پڑھی اور پھر حکم کے مطابق اُس زانی کو سنگسار کیا گیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تورات سیکھنا

4ھ میں واقعہ رجم کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ "تورات کی عبارت سیکھیں۔ تاکہ یہود سے خط وکتابت کرنے اور ان کے مکاتیب میں تحریف وتبدیلی کا سامنا نہ کرنا پڑے"۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق تورات کا علم سیکھنا شروع کیا اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ کرم وخصوصی توجہ مبارکہ سے پندرہ یوم کے اندر ہی علم تورات سیکھ لیا۔

(از: روضۃ الاحباب)

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تم تورات کا علم سیکھو کیونکہ جب کوئی خط یا تحریر یہود ہماری طرف لکھتے ہیں تو اس تحریر کو پڑھنے کے لئے کسی یہودی کی مدد لینا پڑتی ہے اور جب ہم کچھ تحریر کروانا چاہتے ہیں تو پھر بھی کسی یہودی کی ہی مدد لینا پڑتی ہے۔ اس طریقے سے ہم مطمئن نہیں اور نہ ہی ہمیں یہود کے لکھنے پڑھنے پر اعتماد ہے۔ تمہارے تورات کے علم سیکھنے سے ہم مطمئن ہوکر یہود کے مکر سے امن میں ہوجائیں گے۔ اس طرح بحکمِ سرورِ کائنات حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ دن کے قلیل عرصہ میں تورات کا علم مکمل سیکھ لیا۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 333، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 258)

طعمہ بن ابیرق کی چوری کا واقعہ

4ھ میں بنی ظفر کے طعمہ بن ابیرق کی چوری کا واقعہ پیش آیا۔ اس شخص نے حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے انکی زرّہ چرالی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے پڑوسی تھے یہ کسی بہانے سے ان

کے گھر گیااور زرّہ اٹھا کر آٹے کے تھیلے میں رکھ لی اور خاموشی سے باہر آ گیا آٹے کے تھیلے میں سوراخ تھے جب یہ باہر آیا تو ان سوراخوں میں سے آٹا باہر گرنے لگا۔طعمہ نے سمجھا کہ چوری کا راز کھل جائے گا اس نے فوراُ وہ تھیلہ زید بن السمین یہودی کے گھر میں پھینک دیا۔

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ وہ آٹے کا تھیلا زرّہ سمیت اس یہودی کے پاس بطورِ امانت رکھوادیا۔ دوسرے روز حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زرہ کی تلاش میں اس یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں اپنی زرّہ پالی۔زید نے کہا کہ اس زرّہ کو میرے پاس پہنچانے کا عمل طعمہ کا ہے وہ اسے میرے گھر پھینک گیا تھا یا یہ کہ میرے پاس بطورِ امانت رکھ گیا تھا۔یہودیوں کی ایک جماعت نے زید کے اس بیان پر گواہی دی۔چنانچہ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید دونوں طعمہ کے پاس اُس کے گھر گئے اور اس سے پوچھا کہ کیا یہ تیری حرکت تھی کہ زرّہ چوری کرنے کے بعد زید کے گھر میں پھینک دی یا اس کے پاس بطورِ امانت رکھ دی طعمہ نے یہ سن کر صاف انکار کر دیا اس پر طعمہ کے اہلِ قوم جو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ زمانہ جاہلیت میں چوری کیا کرتا تھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طعمہ کی بے گناہی پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس تہمت سے بری ہے اصل میں یہ گناہ زید یہودی کا ہے۔ان لوگوں کا خیال تھا کہ طعمہ کیونکہ مسلمان ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرفداری فرمائیں گے۔اس موقعہ پر قرآن کریم میں سورۃ النساء آیت 105 نازل ہوئی جس میں یہودی کا بے قصور اور طعمہ کا قصوروار ہونا بیان کیا گیا۔(سورۃ النساء آیت 105)

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ
بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: ''بے شک ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی تا کہ لوگوں کے درمیان جو اللہ آپ کو دکھائے فیصلہ فرمائیں''۔

آیت مبارکہ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوری کے ثبوت کے بعد طعمہ کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔طعمہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھاگ گیا اور مکہ میں جا کر پناہ لی۔طعمہ نے اپنی عادت کے تحت مکہ میں بھی چوری کی جس کا اہلِ مکہ کو علم ہو گیا اور یوں مکہ والوں نے طعمہ کو قتل کر دیا۔ایک اور روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ طعمہ مکہ سے بھی بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔اسکے بعد سفر کے دوران کشتی میں کسی کی جیب مار لی

لوگوں کو علم ہو گیا اور انہوں نے طعمہ کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا اور یوں وہ مر گیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوری کرنا ایک عادت ہے جو انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی چاہے اسکی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ خداوند کریم اہلِ ایمان کو ان بری عادتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 259)

شراب سے اجتناب کا حکم (تحریم شراب)

مشہور قول کے مطابق اسی سال یعنی 4ھ میں اجتنابِ شراب کا حکم نازل ہوا۔ ایک اور قول میں یہ حکم 6ھ کو نازل ہوا۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ یہ حکم 8ھ میں نازل ہوا بعض صاحبِ سیر نے 8ھ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ لیکن کیونکہ مشہور قول 4ھ کا ہی ہے۔ اس لئے ہم اجتنابِ شراب کے حکم کو اسی سال میں لکھ رہے ہیں۔ (واللہ اعلم)

روایات میں آتا ہے کہ شراب کے بارے میں جو پہلی آیت نازل ہوئی وہ یہ تھی: (سورۃ النحل آیت 67)۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ

ترجمہ: ''اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق۔ بے شک اس میں نشانی ہے عقل والوں کو''

اس آیت میں شراب پینے پر کیونکہ پابندی کا ذکر نہ تھا اس لئے لوگ شراب پینے میں بدستور مشغول رہے۔ لیکن بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو کمال عقل وفراست سے آراستہ تھے ان مفاسد کے باعث جو شراب سے مرتب ہوتے ہیں شراب بالکل ہی نہیں پیتے تھے۔ مثلاً سیدنا حضرت ابو بکر صدیق وسیدنا عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین زمانہ جاہلیت اور دورِ اسلام میں بھی شراب نہیں پیتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ (سورۃ البقرا آیت 219)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ
قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ
مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

ترجمہ: ''اے محبوب تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرما دو ان دونوں میں بہت بڑا گناہ اور

لوگوں کے منافع ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان دونوں کے منافع سے بہت بڑا ہے''۔

اس آیت کا نزول ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ'' آیت اجتناب شراب کا مقدمہ و آغاز ہے''۔اس آیت کے نزول کے بعد بعض صحابہ نے شراب پینا بالکل چھوڑ دیا اور کہا کیونکہ اس آیت میں اس چیز کا کثرت سے ذکر ہے جو اسم کبیر ہے لہٰذا اسکو ترک کر دینا ہی بہتر ہے لیکن صحابہ کا ایک گروہ اسے کبھی کبھار استعمال کرتا رہا کیونکہ ان کے نزدیک اسکے استعمال میں فائدہ تھا۔

ایک روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت کی اس دعوت کے بعد شراب پی گئی اور مہمان مدہوشی کی حدتک پہنچ گئے۔جب شام کی نماز کا وقت ہوا تو پیش امام نے سورۃ یَآاَیُّھَا الْکَافِرُوْن پڑھی کلمہ لا کی طرح کے ساتھ جو کہ اس میں واقع ہے۔پس اسکے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: (سورۃ النساء آیت 43)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا
مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ
وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ
الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا
صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَفُوًّا غَفُوْرًا ۞

ترجمہ: ''اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے''۔

اس آیت کے نزول کے بعد بعض صحابہ نے کہا کہ جو چیز نماز کے ترک کا باعث ہو جسکو استعمال کرنے سے نماز ادا نہ ہو وہ چیز استعمال کرنا اب کیسے جائز ہے لہٰذا انہوں نے شراب پینا بالکل ترک کر دیا صحابہ کی ایک دوسری جماعت شراب اس حساب اور وقت کا اندازہ لگا کر پیتے تھے کہ جس سے نماز کے وقت میں حرج واقع نہ ہو اور وہ لوگ

مستی میں بھی نہ ہوں۔

انہی ایام میں ایک انصاری نے دعوت کی اوراونٹ کا گوشت بھونا بعد میں شراب پی گئی۔لوگ شراب سے اس قدر مست ہوگئے کہ ایک دوسرے پرفقرے چست کرنے لگے ایک دوسرے کی ہجو پرمبنی اشعار پڑھنے لگے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قصیدہ لکھا جس میں انصار کی ہجواوراپنی تعریف بیان کی۔محفل میں سے ایک آدمی نے اونٹ کے کوہان کی ہڈی پکڑ کر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پراس زور سے ماری کہ ان کا سر زخمی ہوگیا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اوراس انصاری کی شکایت کی۔جب اس حال کی خبر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے دوبارہ دعا کرنا شروع کی:

''اَللّٰھُمَّ بَینَ لَنا بَیانًا شَافِیًا فِی الُخَمرِ''

تواسی وقت قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی:(سورۃ المائدہ آیات 90،91)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والوشراب اور جواءاور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے''۔

اس آیت کریمہ میں تحریم خمر(شراب کا حرام قرار دیا جانا) کے سلسلے میں بڑی تاکید اور مبالغہ ہے جو کہ دس دلیلوں پر مشتمل ہے۔جیسا کہ علماء نے بیان کیا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے بازاروں میں اعلان کردیا گیا کہ خبردار آگاہ ہوجاؤ کہ''آج سے شراب حرام کردی گئی ہے''۔اہلِ ایمان نے فوراً شراب پینا بند کردیا اور جس جس گھر میں شراب کے مٹکے تھے وہ باہر گلیوں میں پھینک دیئے گئے مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔اس سلسلے میں بے شمار احادیث موجود ہیں جن سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔پس

اس طرح اس دن سے لے کر قیامت تک مسلمانوں کے لئے شراب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دی جا چکی ہے اور اسکو اُمّ الخبائث کہا گیا ہے۔

غزوہ ذات الرقاع (غطفان نجد) جمادی الاولیٰ 4 ہجری (ستمبر 635ء)

بنونضیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الاول اور جمادی الاولیٰ 4 ہجری کے چند ابتدائی ایام مدینہ منورہ میں ہی گزارے پھر قبیلہ بنومحارب اور بنوثعلبہ۔ قبیلہ غطفان کی شاخوں کے ساتھ جنگ کے ارادے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کا رخ فرمایا اور مدینہ پر ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حسب بیان ابن ہشام حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ آپ نے مدینہ سے چل کر نخل میں ڈیرے ڈالے جو نجد میں غطفان کا ایک گاؤں ہے اسے غزوہ اعاجیب، غزوہ محارب اور غزوہ بنی ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

اسے ''ذات الرقاع'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس غزوے کے وقت جھنڈوں میں پیوند لگائے گئے تھے (رقاع پیوندوں کو کہتے ہیں اور رقعہ پیوند کو) ایک قول یہ ہے کہ اس موضع میں ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا تیسرا قول یہ ہے کہ جس پہاڑ پر ڈیرے ڈالے گئے تھے اسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس غزوے میں مسلمانوں کے پاؤں پتھروں پر چلنے کے باعث زخمی ہو گئے تھے اور اس لیے انہوں نے ''رقاع'' یعنی کپڑے کے ٹکڑوں سے پاؤں باندھ لیے تھے۔ یہاں قبیلہ غطفان کی بہت بڑی شاخ سے سابقہ پڑا اور دونوں فریق ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئے تھے گو جنگ کی نوبت نہ آئی مگر ایک دوسرے سے خوف واندیشہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوٰۃ خوف ادا فرمائی پھر جمعیت واپس ہوگئی۔

ابن ہشام نے کہا ہے کہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں ہم سے عبدالوارث بن سعید تنوری نے جس کی کنیت ابوعبیدہ تھی علی الترتیب یونس بن عبید، حسن بن ابوالحسن، جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ کے واسطے سے یہ روایت بیان کی کہ (پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا اس وقت دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے پر متعین رہا اور اسے بعد میں آخری دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔

ابن ہشام نے کہا اور عبدالوارث نے علی الترتیب اور ابوالزبیر نے جابر بن عبداللہ کے واسطے سے یوں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (نماز خوف پڑھاتے وقت) ہماری دو صفیں بنائیں اور ہم سب نے رکوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی کیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس

وقت (صرف) پہلی صف نے ساتھ سجدہ کیا جب صف اول نے سجدہ سے سر اٹھایا تو اس کے متصل آخری صف نے بذات خود سجدہ کیا۔ پھر پہلی صف پیچھے ہٹ گئی آخری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی کی جگہ کھڑی ہوگئی۔ (دوسری رکعت کے لیے) سب نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکوع کیا۔ بعدازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دوسری رکعت کا) سجدہ کیا تو جو صف آپ علیہ السلام کے پاس تھی اس نے بھی سجدہ کیا جب سجدے سے سر اٹھایا تو پہلی صف والوں نے (جو پہلی رکعت میں آگے اور اب دوسری رکعت میں پیچھے ہو گئے تھے) بذات خود سجدہ کیا اس کے بعد باقی دونوں رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو رکوع کے ساتھ پڑھائیں اور اب ہر صف نے بذات خود دو دو سجدے کیے۔ ابن ہشام نے کہا ہمیں عبیدہ عبدالوارث تنوری نے علی الترتیب بہ واسطہ ایوب و نافع بن عمرو کی روایت پہنچی ہے فرمایا (نماز خوف میں) امام کھڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک گروہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ دوسرا گروہ دشمن کے مقابل کھڑا رہتا ہے۔ امام پہلے گروہ کو رکوع و سجود کے ساتھ ایک رکعت پڑھاتا ہے پھر یہ گروہ پیچھے ہٹ کر دشمن کے مقابل جا کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا گروہ آجاتا ہے اسے امام ایک رکعت رکوع و سجود کے ساتھ پڑھا دیتا ہے۔ پھر ہر گروہ ایک ایک رکعت بذات خود پڑھ لیتا ہے اس طرح دونوں گروہوں کی نماز کی ایک رکعت امام کے ساتھ ہوتی ہے اور دوسری رکعت وہ بذات خود پڑھ لیتے ہیں۔

ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عمرو بن عبید نے بواسطہ حسن، جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ غطفان اور محارب کی قوم کے غورث ابن حرث نے اپنی قوم سے کہا میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) قتل کرتا ہوں پھر غورث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے تلوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں تھی۔ غورث نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تلوار دکھایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اچھا'' فرما کر تلوار دے دی وہ تلوار چاندی سے مزین تھی پھر غورث نے تلوار لے کر گھمانی شروع کر دی اس کا ارادہ تھا کہ آپ علیہ السلام پر ضرب لگائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حوصلہ پست کر دیا۔ بولا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں'' غورث نے کہا اس کے باوجود نہیں ڈرتے کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں ہرگز نہیں۔ خدا مجھے بچائے گا''۔ اس کے بعد غورث نے تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس کر دی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (سورۃ المائدہ آیت 11)

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿11﴾

ترجمہ: ''اور وہ لوگو جنہوں نے ایمان قبول کیا ہے تم اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو جو تم پر اس وقت ہوا تھا جب ایک جماعت نے تمہاری طرف دست اندازی کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا ہاتھ روک دیا (پکڑ لیا) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مومنین تو خدا پر ہی بھروسہ کرتے ہیں''۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مقام نخل میں غزوہ ذات الرقاع کے لیے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے ایک کمزور اونٹ پر بیٹھ گیا تھا جب آپ واپس تشریف لا رہے تھے تو میرے ساتھی آگے نکلتے جا رہے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آلیا اور فرمایا ''جابر جابر تمہیں کیا ہو گیا''؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا۔ فرمایا ''انخہ'' ''اسے بٹھاؤ'' میں نے اونٹ کو بٹھا دیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنا اونٹ بٹھا دیا۔ پھر فرمایا ''اپنے ہاتھ کی یہ چھڑی تو مجھے دینا یا کسی درخت کی ایک چھڑی کاٹ لاؤ'' میں نے حکم کی تعمیل کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھڑی لے کر اس سے میرے اونٹ کو کئی مرتبہ کونچا۔ پھر فرمایا ''اب اس پر سوار ہو جاؤ''۔

میں سوار ہو گیا اور اب جو چلے تو قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول برحق بنا کر مبعوث فرمایا۔ میرا اونٹ آپ علیہ السلام کے ناقے کے برابر چل رہا تھا۔ دوران گفتگو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اُحد میں میرے باپ شہید ہو گئے تھے انہوں نے سات لڑکیاں چھوڑیں تو میں نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا ہے جو ان لڑکیوں کی مانگ چوٹی کرتی ہے۔ مدینہ پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا ''جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) '' کو ساتھ لے جاؤ اور اسے ایک اوقیہ سونا دے دو'' میں (جابر) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گیا اور انہوں نے مجھے ایک اوقیہ سونا دیا بلکہ کچھ زیادہ ہی دے دیا۔ آگے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ اوقیہ سونا میرے پاس برابر بڑھتا رہا اور میرے مکان میں رہا اب وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو کل لوٹ لیا گیا۔ اس سے مراد واقعہ حرّہ ہے۔ واقعہ

حرّہ یہ ہے کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ (60ھ-64ھ) کی بیعت توڑ کر مروان بن حکم حاکم مدینہ اور بنوامیہ کو نکال دیا۔ تھا عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسیل ملائکہ (حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں غزوہ اُحد میں شہید ہونے پر ملائکہ نے غسل دیا تھا) کو امیر مقرر کرلیا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو فوج دے کر بھیجا جس نے مدینہ میں نہایت خوفناک تشدد کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے۔ وہ مدینہ کی گلیوں میں شہیدوں سے ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوف زدہ کیا وہ برباد ہو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ تھا کہ ''جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اس نے مجھے خوفزدہ کیا'' لوگ ان پر حملہ کر کے قتل کر دینے کے درپے تھے مروان نے انہیں اپنے گھر میں پناہ دے کر بچایا۔

ابن ہشام نے تحریر کیا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے میرے چچا صدقہ بن یسار نے بواسطہ عقیل بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ روایت نقل کی ہے۔ جب ہم غزوہ ذات الرقاع گئے تھے کسی نے ایک مشرک کی بیوی کو مار ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات الرقاع سے واپس تشریف لا رہے تھے تو اس عورت کے شوہر نے عہد کرلیا کہ وہ اس وقت تک نہ بیٹھے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کا خون نہ بہائے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے لگ گیا۔ آپ علیہ السلام ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے اور فرمایا ''آج رات میری حفاظت کے لیے کون تیار ہے'' تو مہاجرین میں سے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انصار میں سے عبادہ بن بشر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لیا اور رات کے پہلے حصے کی ذمہ داری انصاری نے اور پچھلے حصہ کی ذمہ داری مہاجر نے آپس میں تعین کرلی۔ چنانچہ فریضہ کے تعین کی گفتگو کے بعد مہاجر صحابی سو گیا اور انصاری اس غرض سے نماز پڑھنے لگا کہ نیند نہ آئے اب وہ شخص (عورت کا شوہر) آیا اور دیکھا کہ یہاں ایک آدمی (انصاری) موجود ہے تو سمجھ گیا یہ اس جماعت کا پاسبان ہے''۔ پھر اس شخص نے تیر پھینکا جو انصاری کو لگا انصاری نے اسے بدن سے کھینچ کر رکھ دیا اور ویسے کا ویسا ہی کھڑا رہا (نماز پڑھتا رہا) مقتولہ کے شوہر نے پھر دوسرا تیر پھینکا اور وہ بھی جا کر لگا مگر پھر انصاری نے اسے بھی بدن سے کھینچ کر رکھ دیا اور حسب سابق کھڑا نماز پڑھتا رہا۔ تیسری بار تیر پھینکا یہ بھی انصاری کے بدن میں جا گھسا مگر اسے بھی انصاری نے نکال کر رکھ دیا۔ اتنے میں نماز سے فراغت ہوئی انصاری نے اپنے ساتھی (مہاجر صحابی) کو جگایا اور کہا اٹھو میں زخمی ہو کر اپنی جگہ ڈھیر ہو گیا ہوں''۔

مہاجر اچھل کر میرے پاس پہنچا مقتولہ کے شوہر نے دونوں کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ پتہ چل گیا ہے کہ میں کس ارادے سے آیا ہوں۔ چنانچہ وہ بھاگ گیا۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ مہاجر نے انصاری کو اس طرح

لہولہان دیکھا تو کہا سبحان اللہ تم نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ جگا لیا۔ انصاری نے جواب دیا میں ایک سورۃ کے پڑھنے میں مصروف تھا اور پسند نہ کیا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے بیچ میں چھوڑ دوں جب اس کی تیراندازی کا تسلسل ہی قائم ہو گیا تو رکوع وسجود کر کے میں نے تمہیں مطلع کیا۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فریضہ ہے اسے کہیں ضائع نہ کر دوں تو میں سورۃ ختم کر لینے سے پیشتر کبھی نہ رکتا اگرچہ میری جان ہی پر آ بنتی۔ بعض اہل سیر نے روایت کی کہ وہ اس وقت سورۃ الکہف پڑھ رہے تھے۔

ابن اسحاق نے کہا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ ذات الرقاع کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو وہاں بقیہ جمادی الاولیٰ نیز جمادی الاخریٰ اور پورے دو مہینے قیام فرمایا۔

غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاوّل 5ھ (اگست 627ء)

غزوہ دومۃ الجندل اُن غزوات میں سے ایک ہے جس میں کسی خون ریزی کے بغیر اہلِ حق کامیاب و کامران واپس آئے۔ ہم گذشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابی اور قریش مکہ کی عبرت ناک شکست کی وجہ سے ہر سو امن وامان قائم ہو چکا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کی آخری سرحدوں تک اسلام کی سربلندی کیلئے توجہ فرمانے کے لئے فارغ ہو چکے تھے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت کی اہمیت کے پیش نظر حالات پر مکمل قابو پانے کے لئے اور غلبہ اسلام قائم فرمانے کے لئے توجہ دی تاکہ دوست دشمن سب اسکو اچھی طرح محسوس کر لیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر صغریٰ کے بعد چھ ماہ تک مدینہ منورہ میں مکمل آرام فرمایا اسی اثناء میں اطلاع ملی کہ ملکِ شام کے قریب دومۃ الجندل کے گرد آباد قبائل نے ہر آنے جانے والے قافلے پر ڈاکے ڈالنا شروع کر دیئے ہیں۔ یہ قبائل اہل قافلہ کا مال لوٹ لیتے ہیں اور انکو جان تک سے مارنے میں بھی دریغ نہیں کرتے گویا ان لوگوں نے ہر طرف عجیب افراتفری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ بھی اطلاع دی گئی کہ اب یہ قبائل مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں ایک بڑی جمعیت اکٹھی کر لی گئی ہے گو یہ سب لوگ ہیں بدّو ہیں لیکن تعداد کے اعتبار سے ایک جم غفیر ہے۔

یہ خبر سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قبائل کی سرکوبی کا ارادہ فرمایا اور اہل حق کو تیاری کا حکم

دیا۔ اپنے پیچھے مدینہ منورہ میں حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرما کر ایک ہزار مجاہدین کو ہمراہ لے کر دومۃ الجندل کی طرف کوچ فرمایا۔ اور راستہ بتانے کے لئے بنوعذرہ کے مذکور نامی ایک شخص کی خدمات حاصل کیں اور یوں 25 ربیع الاول 5ھ کو مجاہدین کا یہ لشکر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیرِ قیادت مقام دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوا۔

اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسی حکمتِ عملی اختیار فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو ہمراہیوں کے ساتھ سفر فرماتے اور صبح کے وقت کسی پوشیدہ محفوظ مقام پر آرام فرماتے ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کو لشکرِ اسلام کے آنے کی بالکل خبر نہ ہو سکے اور یوں بے خبری میں لشکرِ کفار پر حملہ کر کے اسکو ایک عبرتناک شکست سے دوچار کر سکیں۔ یہاں سے مسئلہ معلوم ہوا کہ جنگ کے دوران یا جنگ پر روانہ ہوتے وقت خود کو دشمن کی نگاہ سے پوشیدہ رکھ کر اس پر اچانک حملہ کر دینا شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق یقینی طور پر جائز ہے۔ اور ایسا کرنا تعلیماتِ اسلامی کے مطابق ناجائز نہیں بلکہ کسی شک وشبہ کے بغیر جائز بلکہ سنت بھی ہے۔

جب لشکرِ اسلام دشمنانِ اسلام کی کمین گاہوں کے نزدیک پہنچا تو پتہ چلا کہ دشمن باہر نکل گیا ہے صرف دشمن کے مال مویشی اور ان کی حفاظت کرنے والے چرواہے کمین گاہ میں موجود ہیں۔ مسلمانوں نے ان چرواہوں پر ہلہ بول دیا ان میں سے کچھ تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور چند وہاں سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ دوسری طرف اہل دومۃ الجندل جب لشکرِ حق کی آمد سے باخبر ہوئے تو جس کے جدھر سینگ سمائے بھاگ گیا۔ جب مسلمان دومۃ الجندل کے میدان میں اُترے تو وہاں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس میدان میں چند روز قیام فرمایا اور ان ایام میں کئی دستے ادھر ادھر روانہ فرمائے تاکہ اچھی طرح اطمینان کر لیں کہ دشمن کہیں دوسری جگہ گھات میں تو نہیں بیٹھا ہوا لیکن چند روز کی تلاش بسیار کے باوجود دشمن کا کوئی آدمی ہاتھ نہ آیا۔ آخر کار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلا جدال وقتال بیس ربیع الثانی کو مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔
(از: طبقاتِ ابن سعد جلد 2 صفحہ 44، زرقانی جلد 2 صفحہ 95)

نوٹ:۔

دومۃ الجندل سعودی عرب کے صوبہ جوف ملک اردن کی سرحد کے قریب ایک قدیم شہر ہے جو کہ مدینہ منورہ سے تقریباً ایک ہزار (1000) کلومیٹر اور قدیم ایام میں پندرہ دن کا راستہ ہے جبکہ اس مقام سے ملک شام کے دارالحکومت دمشق تک پانچ دن کا راستہ ہے۔ دومۃ الجندل کا تاریخی شہر تبوک سے چار سو (400) کلومیٹر دور شمال

مشرق میں واقع ہے۔ روایت ہے کہ جنگ صفین میں جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی تھی۔ اس جنگ کے بعد دو حَکَم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحکیم کے لیے اسی مقام پر جمع ہوئے تھے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 95)

غزوہ مریسیع یا غزوہ بنی المصطلق 2 شعبان بروز پیر 5ھ

قبیلہ بنوخزاعہ قریش کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ اس قبیلے کا ایک خاندان بنوالمصطلق کہلاتا تھا۔ یہ خاندان مدینہ منورہ سے نو (9) منزل یعنی 90 میل کی دوری پر آباد تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنوجذیمہ بن کعب یعنی بنو مصطلق سے تھا۔ حارث بن ابی ضرار اس خاندان کا سردار تھا۔ اسلام دشمنی میں یہ ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔ حارث بن ابی ضرار نے بعض اردگرد کے قبائل عرب کو دعوت دی کہ سب متحد ہو کر سرکارِ دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف اعلانِ جنگ کریں۔ اس طرح حارث بن ابی ضرار نے اپنے خاندان اور دیگر قبائل کو ساتھ ملا کر بہت سی فوج اکٹھی کر لی۔ بعض اصحاب سیر نے نام حرث بن ضرار تحریر کیا ہے۔

جب سرکارِ دوعالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس اجتماع کا علم ہوا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مزید تحقیق کی غرض سے حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور یہ بھی اجازت عطا فرمائی کہ وقت کے تقاضا کے مطابق جس طرح مناسب خیال کریں۔ حارث بن ابی ضرار سے گفتگو فرمائیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور حارث بن ابی ضرار کے پاس پہنچ گئے اس سے گفتگو کی اور فرمایا میرے علم میں آیا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے ہو اور اس سلسلے میں دیگر قبائل عرب کو بھی دعوت دے چکے ہو اگر یہ خبر درست ہے تو میں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں تنگ آ کر تمہارے ساتھ معاونت کا اعلان کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے خلاف تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہوں گا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ خیالات سُن کر حارث بن ضرار اور اسکے ساتھیوں نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت زیادہ عزّت کی اور ہر طرح انکی تکریم وتعظیم بجالائے۔ حارث بن ضرار نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین دلایا کہ جو خبر تم تک پہنچی ہے بالکل درست ہے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلاف جنگ کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اجازت دو تا کہ میں اپنے ہم خیال

آدمی اکٹھے کروں اور جنگ کی مکمل تیاری کرنے کے بعد تم لوگوں کے ساتھ آ کر شامل ہو جاؤں۔
حارث بن ابی ضرار اور اسکے ساتھیوں نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی اور یوں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور تمام حالات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیئے۔ تمام حالات سن لینے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدین کو تیار ہونے کا حکم فرمایا حکم مبارک کو سنتے ہی مجاہدینِ اسلام فوراً تیار ہو گئے۔ اور یوں 2 شعبان بروز پیر 5ھ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات سو (700) مجاہدین کے اس لشکر کو لے کر مدینہ منورہ سے بنی المصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور لشکرِ اسلام کا علم سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا۔ اس لشکر میں مہاجرین کے پاس تیس (30) گھوڑے جبکہ انصار کے پاس بیس (20) گھوڑے تھے اور یوں لشکرِ اسلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیرِ قیادت روانہ ہوا۔
روایت میں آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ جبکہ انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کے مقدمہ پر متعین فرمایا۔ اس لشکر میں ایک خاص بات یہ تھی جو اس سے پہلے کبھی بھی لشکرِ اسلام میں دیکھنے کو نہ آئی یعنی اس دفعہ اہلِ حق کے ساتھ بہت سے منافقین بھی شامل ہو گئے جن کا مقصد صرف اور صرف دنیوی لالچ اور مالِ غنیمت کا حصول تھا۔
اس غزوہ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ لیا۔
جب لشکرِ اسلام بنی المصطلق کی طرف بڑھ رہا تھا تو راستے میں مجاہدین نے کافروں کا ایک جاسوس گرفتار کیا۔ اُس جاسوس سے کفار کے لشکر کی بابت دریافت کیا گیا پہلے تو وہ جاسوس لشکر کے سلسلہ میں کچھ بتانے سے انکار کرتا رہا لیکن مجاہدین کے سخت طریقہ تفتیش کے سامنے سچ بولنے پر مجبور ہو گیا اور سب کچھ سچ سچ اگل دیا۔ بعد میں جاسوس کا جُرم ثابت ہونے پر قانون کے مطابق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جاسوس کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 262)

لشکرِ اسلام کی آمد کی خبر حارث کو پہنچی تو وہ مسلمانوں کی اس اچانک یلغار سے بدحواس ہو گیا بنی المصطلق اور

دیگر قبائل جو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سُن کر سخت گھبرا گئے اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا یوں ارد گرد سے اکٹھا ہونے والا اجتماع چشمِ زدن میں منتشر ہو گیا۔ ہر ایک اپنے اپنے گھر کو واپس چلا گیا۔ یوں صرف بنی المصطلق ہی اکیلے رہ گئے۔

(از بخاری شریف جلد 1 صفحہ 345)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدید کے اطراف میں ساحل کے قریب چاہِ مریسیع پر نزول فرمایا۔ اسلامی لشکر کی آمد پر مریسیع میں آباد لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے اپنے لشکر کو ترتیب دیا اور میدانِ جنگ میں پہنچ گئے دونوں اطراف سے صفیں درست کی گئیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو آوازیں دے کر فرمایا اے کفار اگر تم کلمہ شریف پڑھ لو تو تمہارا خون اور اموال سب محفوظ رہیں گے کفار نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ کُفّار نے صف آرائی کے بعد مسلمانوں پر جم کر تیر برسانے شروع کر دیے اور کافی دیر تک اسی عمل پر ڈٹے رہے ابتداء میں مسلمانوں نے پورے زور کے ساتھ دشمن کو جواب نہ دیا لیکن کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب دیکھا کہ دشمن مسلسل تیر برساتا جا رہا ہے تو اہلِ حق نے یکبارگی شدّت سے حملہ کیا پہلے ہی حملہ میں دشمنوں کا علمبردار مارا گیا اسکے بعد دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اُن کے دس آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار کر لئے گئے۔ گرفتار ہونے والوں کی تعداد چھ سو تھی مسلمانوں کی طرف سے ایک صحابی شہید ہوئے اصحاب سیر نے تحریر کیا ہے غزوہ بنی مصطلق میں دشمن کے ہاتھوں کوئی مسلمان شہید نہیں ہوا بلکہ ایک شخص کو ایک انصاری مسلمان نے غلطی سے قتل کر دیا تھا کیونکہ وہ اس کو دشمن کا آدمی سمجھے تھے ان کا نام ہشام ابن صبابہ تھا۔ اس کے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سو (100) اونٹ دیت ادا کی گئی۔ بعد میں وہ مرتد ہو کر مکہ مکرمہ چلا گیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے خون کو جائز قرار دیا اور اسی دن یہ ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس طرح تقریباً دو سو گھرانے قید ہوئے۔ جن میں بنی المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی شامل تھی۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا نعرہ ''یا منصور امت'' تھا جس کے ذریعے وہ رات کی تاریکی اور گھمسان کی جنگ میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ یہ جنگی نعرہ ایک طرح کی نیک فال تھی کہ دشمن کو ہلاکت اور انہیں غلبہ و فتح حاصل ہو گی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں پر اس وقت اچانک حملہ کیا جب وہ لوگ بالکل غافل تھے اور اُن کے جانور پانی پی رہے تھے۔

(روایت از: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحیح بخاری کتاب العتاق جلد 1 صفحہ 325)

(طبقاتِ ابن سعد جلد 2)

یہ غزوہ گذشتہ غزوات کی طرح جنگی نقطہ نظر سے گو اس قدر اہمیت کا حامل نہیں تھا لیکن اس غزوہ کے بعد چند واقعات ایسے رونما ہوئے جن کی وجہ سے اس غزوہ کو خاصی اہمیت حاصل ہوگئی۔

سنان بن برجہنی جو عمرو بن عوف خزرجی کا حلیف تھا اس کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر جہجاہ بن سعید غفاری کے ساتھ معمولی سا جھگڑا ہو گیا۔ ہوا یوں کہ پانی نکالتے وقت دونوں کے ڈول جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے کنویں میں گر پڑے۔ اُن میں سے ایک ڈول کنویں سے نکال لیا گیا۔ ڈول دیکھتے ہی سنان نے کہا کہ یہ ڈول میرا ہے۔ جبکہ جہجاہ نے کہا یہ ڈول میرا ہے۔ اس پر دونوں کے درمیان تکرار شروع ہو گئی اور پھر نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ جہجاہ نے سنان کے منہ پر مکّا مار دیا جسکے نتیجہ میں سنان کے منہ سے خون نکل آیا۔ سنان انصار کا حلیف تھا۔ اُس نے انصار کو اپنی مدد کے لئے پکارا دوسری طرف جہجاہ جو کہ مہاجرین کا حلیف تھا اُس نے مہاجرین سے فریاد کی۔

پس دونوں طرف سے جماعتیں اسلحہ پہن کر آ گئیں تا کہ جنگ کے ذریعے مسئلہ کا حل کیا جائے۔ قریب تھا کہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی عین اس وقت مہاجرین کے ایک گروہ نے سنان سے درخواست کی کہ وہ اپنے حق سے درگذر کرے۔ سنان نے اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے اپنے حق سے دست بردار ہونے کا اعلان کر دیا۔

سردار المنافقین عبداللہ بن اُبی جو اس لشکر میں شریک تھا جب اسکو اس واقعہ کی خبر ملی تو اسکی رگِ منافقت و عداوت پھڑکی۔ یہ شخص ایسا موقع کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ کہنے لگا اے انصار تم لوگوں نے یہ مصیبت خود اپنے سر پر مسلط کی ہے۔ مہاجرین کی یہ طاقت وقدرت جس پر انکو ناز ہے ہماری مدد سے ہی حاصل کر پائے ہیں اور اب ہماری مدد سے حاصل کی ہوئی طاقت ہمارے خلاف ہی استعمال کرتے ہوئے ہم سے ایسا سلوک کر رہے ہیں۔ اس نے کہا اے انصار اگر تم مہاجرین سے دستگیری کا ہاتھ اٹھا لو تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔ پھر کہنے لگا خدا کی قسم جب مدینہ واپس گئے تو "اعز" والا ذلّت والے کو باہر نکال دے گا۔ کیونکہ بہر حال ذلیل تر کو عزیز تر ہی باہر نکالے گا۔

اس واقعہ میں عزّت والے سے مراد وہ اپنی ناپاک ذات مراد لیتا تھا اور اذّل سے اسکی مراد سرکارِ دوعالم صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مقدسہ تھی۔ (نعوذ باللہ) یہاں یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ ''اعز'' سے وہ خوداوراپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرر ہاہوجبکہ اذّل سے مرادسرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ساتھی مراد ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشادفرمایا: (سورۃ المنافقون آیت 8)

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨﴾

ترجمہ: ''کہتے ہیں کہ ہم مدینہ پھر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔ اور عزت تو اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں''۔

روایت میں آتا ہے کہ جس محفل میں سردار المنافقین عبداللہ بن ابی نے یہ نازیبا کلمات کہے اُس محفل میں حضرت زید بن ارقم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر جو کچھ عبداللہ بن ابی سے سُنا تھا۔ حضور کے گوش گزار کردیا۔ اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی دربار رسالت میں موجود تھے۔ پوری بات سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا۔ ''شاید زید کو سننے میں کچھ غلطی لگی ہے''۔ اس پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالکل سچ ہے۔ اب سردار المنافقین کی یہ سرکشی والی بات پورے لشکر میں پھیل گئی۔ جسکو سن کر انصار نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرزنش کی اور کہا کہ تو نے ناحق ایک غلط بات کو قوم کے سردار کے سر لگا کر جھوٹ بولا ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے یہ بات اُس سے بالکل ایسے ہی سُنی تھی جس طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی ہے اور میں امیدِ قوی رکھتا ہوں کہ اللہ کریم اس سلسلہ میں اپنے پیارے حبیب علیہ السلام پر وحی نازل فرمائے گا۔ یہ بات سُن لینے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں اس منافق کا سر کاٹ کر آپ علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دوں تا کہ آیندہ کسی کو ایسی گستاخی کرنے کی ہمت نہ ہوسکے۔ یہ سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا ''اے عمر اگر میں نے تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی تو لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خود ہی اپنے ساتھیوں کو مروا

دیتے ہیں''۔

اس ارشاد کے بعد حکم دیا کہ فوراً مدینہ منورہ کی طرف واپس کوچ کیا جائے۔ اس وقت گو موسم کوچ کے اعتبار سے مناسب نہ تھا۔ شدید گرم ہوا چل رہی تھی اسی حالت میں کوچ کا حکم دینے میں یہ مصلحت تھی کہ اہلِ لشکر اس بات کو مزید موضوع گفتگو نہ بنائیں۔ اور دوسرا اُن کے دلوں میں اس بات کا اثر ختم ہو جائے۔ کوچ کا حکم سنتے ہی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا وجہ ہے کہ اسقدر شدید موسم میں کوچ کا حکم فرما دیا ہے۔ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''کیا تم نے وہ بات نہیں سُنی جو تمہارے عبداللہ بن اُبی نے کہی ہے''۔ اسکے جواب میں حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا آپ علیہ السلام یہ چاہتے ہیں اس ذلیل انسان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا جائے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی عزّت والے ہیں جبکہ وہ ذلیل ہے عزّت تو صرف اللہ اسکے رسول علیہ السلام اور مومنوں کے لئے ہی ہے۔ پھر یہ بھی عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر مہربانی فرماتے ہوئے درگذر فرمائیں۔ یہ بدبخت ایسی گفتگو صرف بغض اور حسد کی وجہ سے کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ منورہ آمد سے قبل سارے مدینہ والوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ریاستِ مدینہ کی حکومت کا تاج اسکے سر پر پہنائیں گے۔ مگر حقیقت میں ایسا نہ ہو سکا۔ جس وجہ سے وہ اس قسم کی ذلیل گفتگو کرتا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اطمینان دلایا کہ ''اسے قتل کرنے کی بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا''۔ بعد میں عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھا کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ارشاد مبارک کو عملی جامہ پہنایا اور ساتھ ہی اپنے پیراہن مبارک کو اس کا کفن بنایا۔ اس دریائے کرم کے بہاؤ کا اندازہ انسانی عقل کے احاطہ سے ہی باہر ہے۔

(تاریخِ طبری، ابن سعد اور صحیح بخاری وغیرہ کے مختلف ابواب میں مذکورہ حقیقت کا ذکر موجود ہے)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب یہ گفتگو فرما رہے تھے تو اس محفل سے چند انصار اُٹھ کر اس منافق کے پاس گئے اور اسکو کہا کہ اگر تو نے یہ بات کہی ہے تو ہمارے ساتھ چل کر رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معافی مانگ لے تیری عاقبت سنور جائے گی اور یُوں تو عذابِ جہنم سے بچ جائیگا اور اگر تو نے یہ کلمات نہیں کہے تو چل کر اپنی صفائی پیش کر قسم اٹھا لیکن یاد رہے قسم جھوٹی ہرگز نہ اٹھانا ورنہ تمہاری مذمّت میں اللہ کریم قرآن کریم میں آیت نازل فرما کر تجھے ذلیل ورسوا کر دے گا۔ اس گفتگو کے بعد سردار المنافقین عبداللہ بن ابی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا اور جھوٹی قسم اٹھا کر کہا کہ زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جو باتیں آپ علیہ السلام کی خدمت میں کہی ہیں میں نے اُن میں سے کوئی بات بھی نہیں کی۔ زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سب جھوٹی باتیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچائی ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ خزرج المتوفی 68ھ کوفہ۔90 حدیثیں روایت کی ہیں) فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسم اور انکار کا سُن کر مجھے سخت دِلی صدمہ اور رنج ہوا لیکن میرے پروردگار نے میری لاج رکھتے ہوئے قرآن کریم میں سورۃ نازل فرمائی۔ اس نزولِ وحی کے بعد رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خدمتِ اقدس میں طلب فرما کر ارشاد فرمایا ''اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تجھے بشارت ہو کہ اللہ کریم نے تمہاری تصدیق فرماتے ہوئے اس منافق کی تکذیب کی ہے اور سورہ منافقون نازل فرمائی ہے''۔

(از: مدارج النبوت جلد2 صفحہ265، شرف النبی جلد1، وغیرہ)

روایت میں آتا ہے کہ عبداللہ بن ابی سردار المنافقین کا بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکا سچا مخلص محبّ اور جاں نثارِ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جب اسکو اپنے باپ کی اس ذلیل حرکت کا پتہ چلا تو وہ اس سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے راستے پر کھڑا ہو گیا۔ جب عبداللہ بن ابی اس راستے سے گزر کر مدینہ منورہ میں داخل ہونے لگا تو اس نے اپنے باپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا اے بد بخت انسان تو نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو میری برداشت سے باہر ہیں جب تک تو خود اقرار نہیں کرے گا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی معزز ترین اور افضل ترین ہستی ہیں اور تو کائنات کا ذلیل ترین و رسوا شخص ہے میں تمہیں مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا اور یاد رکھ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت عطا نہیں فرمائیں گے تو شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ باپ نے اقرار کیا میں ذلیل و رسوا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ترین ہیں۔

اسی اثناء میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے آپ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ محبّ صادق حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باپ کو شہر میں داخل ہونے سے روک رہا ہے تو فرمایا ''اسے چھوڑ دو'' تب بیٹے نے باپ کو چھوڑا اور یوں سردار المنافقین عبداللہ بن ابی شہر میں داخل ہو سکا۔

(از: حافظ عسقلانی فتح الباری سورۃ المنافقین)

غزوہ بنی مصطلق کے بعد واپسی پر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھی صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو شدید ہوا جو کہ نہایت ہی بدبودار تھی چلنے لگی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سمجھے کسی دشمن نے حملہ کردیا ہے اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''گھبراؤ مت مدینہ منورہ ہر آفت سے محفوظ ہے کیونکہ یہاں کا کوئی ایک پتھر بھی ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک فرشتہ رحمت نہ کھڑا ہو یہ شدید بدبودار ہوا اس لئے چل رہی ہے کہ ایک منافق زید بن رفاعہ مرگیا ہے''۔ یہ زید بن رفاعہ، عبداللہ بن ابی کا عزیز دوست تھا جس کے مرنے کا سردار المنافقین کو سخت رنج ہوا جب یہ لشکرِ عظیم مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ زید بن رفاعہ منافق آج ہی مرا ہے۔

(راوی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ از: صحیح مسلم شریف مذکورہ خصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 236)

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق میں اس قبیلے کے دوسو گھرانے قیدی ہوئے ان قیدیوں میں بنی المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ بھی تھیں۔

ابنِ اسحاق اور بعض کتبِ حدیث میں بھی ذکر آتا ہے کہ قیدی مَرد اور عورتوں کو لونڈی غلام بنا کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں تقسیم کردیا گیا تھا۔ حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصّہ میں آئیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جویریہ کو 9 اوقیہ سونے کے عوض مکاتبہ بنا دیا۔ (مکاتبہ کا معنٰی ہے کہ اگر اتنی مقدار میں رقم ادا کریں تو اسکو آزاد کردیا جائیگا)۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو 65 سال کی عمر میں 50ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا) کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ ادا کرنے کے بعد آزاد ہوجائیں۔ چنانچہ وہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بنی المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں میرے قید ہوجانے کا حال آپ سے پوشیدہ نہیں لونڈی وغلام کی تقسیم کے وقت میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصّہ میں آئی ہوں انہوں نے میری درخواست پر مجھے اپنی مکاتبہ بنالیا ہے اب اس اسیری کے حال میں میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ ادا کرنے کے بعد آزادی حاصل کرسکوں اس رقم کی ادائیگی کے سلسلے میں آپ سے امداد لینے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوئی ہوں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گفتگو سن کر فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''کیا تو چاہتی ہے کہ تیرے ساتھ مکاتبہ کی رقم ادا کرنے سے بہتر سلوک کیا جائے''۔ حضرت جویریہ نے عرض کیا فرمائیں وہ کیا طریقہ ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کتابت کی واجب الادا رقم میں ادا کر دیتا ہوں اور آزاد ہونے کے بعد تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں''۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مجھے یہ بات منظور ہے۔

(از: رواہ ابوداؤد فی کتاب العتاق)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کتابت کی رقم ادا کرنے کے لئے مدد کے واسطے دستِ سوال دراز کرنا اس امر کا ثبوت تھا کہ وہ آزاد ہونا چاہتی تھیں اب جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتابت کی رقم ادا کرنے کے بعد آزادی حاصل کرنے کی شکل میں اپنے حرم شریف میں داخل کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو اسکو قبول کر لینا یقیناً حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوش بختی کا عیاں ثبوت تھا کیونکہ حرم پاک میں شامل ہو کر جو رفعت، عظمت اور درجات کی بلندی حاصل ہوئی احاطہ قلم سے باہر ہے۔ یہی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ایک قیدی کی حیثیت سے تھیں تمام مومنوں کی ماں (اُمّ المومنین) جیسے عظیم الشان عہدے پر سرفراز ہوئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کر رہی تھیں اتفاقاً ان کے والد بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں قبیلہ بنی المصطلق کا سردار ہوں۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری بیٹی کنیز بن کر زندگی بسر کرے اس لئے گذارش کرتا ہوں کہ میری بیٹی کو آزاد کر دیا جائے اسکے عوض میں بے شمار اونٹ بطور کتابت ادا کرنے کو تیار ہوں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کیا یہ بات بہتر نہ ہوگی کہ اس معاملہ کو خود حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے وہ جو مناسب خیال کریں فیصلہ کر لیں''۔ حارث نے کہا بیٹی تیرا معاملہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے اب تو بتا تیرا کیا فیصلہ ہے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔

(روایت از: ابن مندہ سندہ صحیح والاصابہ جلد 4 صفحہ 268)

سیدنا حضرت عبداللہ بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد

حارث کو جب علم ہوا کہ انکی بیٹی جویریہ مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئی ہے تو وہ اپنی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کرانے کی غرض سے بہت سے اونٹ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تا کہ ان اونٹوں کی شکل میں فدیہ ادا کر کے اپنی بیٹی کو آزاد کروالیں۔ راستے میں دو نہایت ہی قیمتی وعمدہ اونٹ ایک گھاٹی میں چھپا دیئے تا کہ واپسی پر ان اونٹوں کو حاصل کرنے کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس جا سکوں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اونٹ آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ علیہ السلام نے میری بیٹی کو گرفتار کرلیا ہے یہ اونٹ فدیہ قبول فرما کر میری بیٹی کو آزاد کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اے حارث بن ابی ضرار وہ دو اونٹ گھاٹی میں کیوں چھپا آئے ہو"۔ یہ سُن کر حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً کہا:

"اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہ"

یعنی کلمہ شریف پڑھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اونٹ چھپانے کا اللہ اور میرے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا اس بات سے آپ کو اللہ کریم نے باخبر کردیا ہے جو کہ نبوت کی ہی شان ہے۔

(روایت از: طبقات ابن سعد، حافظ ابن حجر عسقلانی، از: اصابہ روایت ابن مندہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کرانے کے بعد اپنی زوجیت میں لے لیا اور یوں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرمِ نبی میں داخل ہوکر امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے عظیم رشتہ میں داخل ہوگئیں۔ اُدھر جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو علم ہوا کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رشتہ زوجیت میں منسلک ہوگئی ہیں تو انہوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا اور کہا کہ اس قبیلے والے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامادی رشتہ دار بن گئے ہیں اس لئے ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ اس رشتہ سے تعلق رکھنے والے ہمارے قیدی رہیں۔

(سبحان اللہ) کیا جاں نثاری اور خدمت کے جذبہ کی عملی مثال ہے۔ اُمّ المومنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں برکت والی نہیں دیکھا جسکے صدقے صرف ایک دن میں دوسو گھرانے قید سے آزاد ہوئے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبداللہ بن حارث نے بھی کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام کی لازوال دولت حاصل کرلی۔

(از: ابوداؤدو کتاب العتاق جلد 2 صفحہ 92)

واقعہ اِفک 5ھ

5ھ میں ہی غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر واقعہ افک پیش آیا۔ افک کے معنی کذب یعنی جھوٹ بولنے کے ہیں۔ بعض کے نزدیک افک سے مراد بہتان کے ہیں۔ یہ لفظ کذب پھیرنے اور واپس کرنے کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ افک کا ذکر بخاری شریف میں بہت سے مقامات پر مذکور ہے۔ یہاں ہم بخاری شریف کے حوالے سے اس واقعہ کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔

امام زہری سند کے ساتھ حضرت عروہ رضی تعالیٰ اللہ عنہ (بن زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ المتوفی 95ھ مدینہ منورہ) اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی سفر پر تشریف لے جانے سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں قرعہ اندازی فرماتے جس کے نام قرعہ نکل آتا اسکو ہمراہی کا شرف بخشتے اس دفعہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر بھی خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں قرعہ اندازی فرمائی اور قرعہ میرے نام پر نکلا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اس سفر میں ہمراہی ہونے کا شرف بخشا۔"

بخاری شریف میں اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ملتا ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ افک قرآن کریم میں پردہ کے بارے میں آیت نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ آیتِ پردہ نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے سفر کے دوران خصوصی ہودج تیار فرماتے جسکے چاروں طرف پردے لٹکائے جاتے دورانِ سفر اس ہودج کو اونٹ کی پشت پر باندھ دیا جاتا ہودج کو اونٹ پر باندھتے وقت یا زمین پر اتارتے وقت پردے اُسی طرح لٹکے رہتے تھے یعنی پردوں کو ہٹایا نہیں جاتا تھا۔ اس سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھی خصوصی ہودج تیار کیا گیا تھا جس میں بیٹھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر کرتی تھیں۔

غزوہ کے بعد مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے دوران شہر مقدسہ سے کچھ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمراہیوں کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے ایک مقام پر قیام فرمایا۔ اس مقام کا نام اہل سیر نے مقام "صلصل" تحریر کیا ہے جو کہ مدینہ منورہ کے قریب ہی واقع ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہودج اونٹ سے اتار کر

نیچے زمین پر رکھ دیا گیا تاکہ آپ بھی آرام فرما سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت ہی کوچ کا حکم فرما دیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے ہودج سے نکل کر قضائے حاجت کے لئے اکیلی ہی چلی گئی فراغت کے بعد اپنی جائے قیام پر واپس آئی تو میں نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرا تو قیمتی ہار جو میں زیب گلو کیئے ہوئے تھی موجود نہ تھا۔ مجھے فوراً علم ہو گیا کہ میرا ہار اسی جگہ ٹوٹ کر گر گیا ہے جہاں میں قضائے حاجت کے لئے گئی تھی۔ میں جلداُسی مقام کی طرف لوٹ گئی اور ہار کی تلاش شروع کر دی کافی دیر تلاش کے بعد تمام نگینوں کو اکٹھا کرنے میں کامیابی ہوئی۔ ہار کے ٹوٹے ہوئے نگینوں کو اکٹھا کرنے میں بہت وقت لگ گیا۔ ادھر قافلہ کوچ کے لئے تیار تھا۔ ہودج کے پردے حسبِ دستور نیچے لٹک رہے تھے جن لوگوں کی ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھنے کی فرض منصبی تھی انہوں نے یہی خیال کرتے ہوئے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہودج میں ہی تشریف فرما ہیں۔ ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھا اور اسکو مستحکم کر دیا۔

اس زمانے میں عورتیں دبلی پتلی سبک اور ہلکی ہوا کرتی تھیں اور پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو بہت ہی ہلکی اور دبلی پتلی تھیں۔ اس لئے ہودج اٹھانے والے یہ محسوس ہی نہ کر سکے کہ آیا اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہودج میں ہیں یا نہیں۔ ہودج کو اونٹ پر مستحکم کرنے کے بعد وہ اونٹ لے کر قافلہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب ہار تلاش کرنے کے بعد واپس اُس جگہ آئیں جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا تو دیکھا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ جس کو پکارا جاتا یا بلایا جاتا۔ آپ یہ خیال کر کے کہ جب قافلے والوں کو میری غیر حاضری کا علم ہو گا تو وہ تلاش کرتے ہوئے اسی مقام پر واپس آئیں گے اُسی جگہ بیٹھ گئیں بیٹھے بیٹھے نیند کا غلبہ ہوا تو آپ چادر اوڑھ کر سو گئیں۔ کچھ دیر بعد حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہمیشہ لشکرِ اسلام کے پیچھے کچھ فاصلہ پر سفر کیا کرتے تھے کیونکہ ان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام پر مقرر کر رکھا تھا کہ اگر قافلے کے کوچ کے بعد کسی ہم سفر کی کوئی چیز غلطی سے گر پڑے یا بھول جائے تو وہ اس چیز کو اٹھا کر سفر کے اختتام پر مالک کے سپرد کرے اس جگہ پر جب پہنچے اُس وقت سپیدہ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ انہوں نے قافلے کی سابقہ جائے رہائش پر کسی کو چادر اوڑھے لیٹے دیکھا اُدھر سوتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹ گئی تھی جب حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب پہنچے اور چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو فوراً پہچان لیا کہ یہ تو اُمّ المومنین سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہچاننے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے سیدہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا ہوا تھا۔ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھتے ہی کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ''پڑھا۔ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ پڑھنا اس امر کی نشاندہی تھی کہ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صحرا میں قافلے کے بغیر اکیلے پیچھے رہ جانا بہت بڑی مصیبت اور غیر معمولی واقعہ تھا جسکی وجہ سے مسلمانوں کا کسی مصیبت میں گرفتار ہونا یا اس واقعہ کی وجہ سے مسلمانوں کا کسی آفت میں پھنس جانے کا اندیشہ تھا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ گمان گزرا کہ شاید اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال پا چکی ہیں اس لئے انہوں نے کلمہ استرجاع ادا کیا۔

بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلمہ استرجاع سن کر جاگ گئیں اور اٹھ کر فوراً اپنا چہرہ مبارک ڈھانپا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''خدا کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہ کی اور نہ ہی ان کی زبان سے سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے میں نے کچھ اور سنا۔''

اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمہ استرجاع پڑھا کہ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیدار ہو جائیں اور خطاب وکلام کی نوبت ہی نہ آئے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بغیر خطاب وکلام کے امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیدار ہو گئیں۔ اسکے بعد حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اپنا اونٹ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب لائے اسکو نیچے بٹھا دیا اور خود پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تا کہ سوار ہو جائیں جب اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر سوار ہو گئیں تو مہار پکڑ کر روانہ ہوئے۔ اور عین دو پہر کے وقت لشکر میں جا پہنچے۔ لشکر گاہ میں داخلے کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سردار المنافقین اور اسکے منافق گروہ کے قریب سے گزریں ان بدبختوں نے دیکھتے ہی اپنی کذاب زبانیں دراز کیں اور ہلاک ہو گئے جن کو ہلاک ہونا تھا۔

(روایت از: ابن اسحاق)

واقعہ افک میں سب سے زیادہ بکواس ولن ترانی کرنے والا سردار المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول تھا جو مدینہ منورہ پہنچ کر ہر جگہ اور ہر وقت اس واقعہ کا چرچا اور اشاعت کرتا پھرتا اس بدبخت نے اپنی طرف سے عجیب وغریب بے ہودہ باتیں اس واقعہ میں شامل کر دیں اور جگہ جگہ ان کو بیان کرتا پھرتا سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ چند مسلمان بھی اس منافق گروہ کی باتوں میں آ کر ان لوگوں کے ہم نوا و ہم خیال ہو گئے جن میں حسان بن ثابت، مسطع بن اثاثہ جو سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ کی بیٹی کے بیٹے بھی تھے۔ حمنہ بنتِ جحش جو سیدہ زینب بنتِ جحش

اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ تھیں۔ان کے علاوہ چند اور لوگ بھی اس واقعہ میں شامل ہو گئے جن کا نام کُتبِ سیر میں مذکور نہیں ہیں۔اس سلسلے میں جن لوگوں نے حصّہ لیا انکی تعداد دس سے چالیس تھی اور ان کو عصبہ کہا جاتا ہے۔
(اس حدیث کو حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے)

اللہ کریم نے قرآن پاک میں یوں ذکر فرمایا ہے۔(سورۃ النور آیت 11)

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ‌ؕ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّـكُمۡ‌ؕ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ؕ لِكُلِّ امۡرِىۡٓءٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ‌ۚ وَالَّذِىۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ‏ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: ’’بے شک جن لوگوں نے افک میں حصّہ لیا (بڑا بہتان لائے) وہ تم میں سے عصبہ ہیں۔اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔(کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر جزا دے گا اور حضرت اُم المومنین کی شان اور ان کی برأت ظاہر فرمائے گا) ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا (یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول منافق) اسکے لیے بڑا عذاب ہے‘‘۔

علماءِ سیر نے تحریر کیا ہے کہ سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور بیماری کافی طویل ہو گئی تقریباً ایک ماہ تک بیماری میں مبتلا رہی ان ایام میں یہ واقعہ عوام میں بہت مشہور ہو چکا تھا جس کا مجھے علم نہ تھا۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج مبارک بھی ان ایام میں تبدیل ہو چکا تھا آپ علیہ السلام گھر میں تشریف لاتے اور دوسرے گھر والوں سے میرا حال دریافت فرما کر تشریف لے جاتے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سلوک کو میں نے بڑی شدّت سے محسوس کیا کیونکہ اس سے پہلے ہمیشہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود میری خبر گیری فرمایا کرتے تھے جبکہ اس دفعہ عادت کے مطابق آپ علیہ السلام کا لطف وکرم ومہربانی نہ تھی میں حیرت کی وجہ سے مزید کمزور اور بیمار ہو گئی کیونکہ اس بے پروائی کی مجھے بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی۔اس دوران سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی عمل مبارک رہا کہ گھر تشریف لاتے اور سنّت مبارکہ کے مطابق اہلِ گھرانہ کو السلامُ علیکم کہتے اور پھر فرماتے کہ ’’اس عورت کا کیا حال ہے‘‘۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ فرماتے ’’تمہاری بیماری کا کیا حال ہے‘‘ بس اس قدر ارشاد فرما کر واپس تشریف لے جاتے۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عدم توجہ سے میرا دل ٹوٹ جاتا پھر آہستہ آہستہ بیماری کی

وجہ سے میں نہایت ہی کمزور ہو گئی۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 275)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہی ایام میں ایک رات میں امّ مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت مسطح (عوف) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبدمناف بن قصی قریشی کی والدہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قریبی رشتہ دار تھیں۔ عوف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے) کو ہمراہ لے کر گھر سے باہر جنگل کی طرف قضائے حاجت کے لئے گئی۔ عرب کا یہ قدیم دستور تھا کہ لوگ گھروں میں بیت الخلاء نہیں بناتے تھے تاکہ اندرونِ گھر بدبو سے محفوظ رہ سکیں اس لئے سب لوگ قضائے حاجت کے لئے باہر جنگل میں جاتے تھے۔ میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اُمّ مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ واپس آ رہی تھی کہ راستے میں اُمِ مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور وہ یکدم بولی اے مسطح تو ہلاک ہو اور منہ کے بل گرے یہ کلمہ سُن کر میں نے کہا اے اُمِ مسطح تو اس شخص کو بُرا بھلا کہہ رہی ہے جو اہلِ بدر میں سے ہے ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ جو شخص اوّل مہاجرین میں سے ہے۔ اُمِ مسطح بولیں اے بھولی بھالی لڑکی کیا تجھے علم نہیں کہ مسطح کیا کہتا پھرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ اس پر اُمِ مسطح نے وہ باتیں مجھے بتائیں جنہیں سُن کر مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سر کو غبار سا چڑھ گیا ہے۔ میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی۔ ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ قصّہ سنتے ہی لرزہ سے بخار چڑھ گیا۔

(روایت از: سعید بن منصور۔ مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 271)

ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُمِ مسطح سے یہ قصّہ سنا تو ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بلا اختیار ان کا دِل چاہا کہ خود کو کسی کنویں میں جا کر گرا دوں۔

(روایت از: معجم طبرانی باسناد صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہے)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بغیر قضائے حاجت کے ہی واپس تشریف لے آئی تھیں۔ جبکہ مذکورہ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ قضائے حاجت سے واپسی پر اُم مسطح نے یہ قصہ سنایا۔

تاریخی حقائق اور روایات صحیحہ اور صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری روایت میں ابہام وشک پایا جاتا ہے اس لئے پہلی روایت ہی درست وصحیح ہے۔

(از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 354)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر تشریف لائیں تھوڑی دیر بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں رونق افروز ہوئے اور فرمایا ''مریضہ کا کیا حال ہے'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گزارش کی کہ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت عنایت فرمائیں اجازت طلب کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ والدین کے گھر جا کر اس واقعہ کی تحقیقات کرسکوں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو والدین کے گھر جانے کی اجازت عطا فرما دی۔ والدین کے گھر پہنچ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ اے امّاں جان یہ کس طرح کی باتیں میں نے سُنی ہیں جو لوگ میرے بارے میں کہتے پھرتے ہیں۔ والدہ نے جواب دیا اے بیٹی حوصلہ رکھو تمہارا معاملہ عنقریب درست ہو جائے گا۔ غم مت کرو خدا کی قسم کسی آدمی کے پاس اس طرح کی عورت نہ ہوگی۔ جو کہ خوبصورت، نیک سیرت، بزرگ اور بلند مرتبہ والی ہو اس کا مرد اُس سے محبت کرتا ہو اور وہ اپنے مرد سے محبت کرتی ہو یہاں تک کہ اپنی جان بھی مرد کے لئے قربان کرتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ لوگ قِسم قِسم کی باتیں اور شرارتیں اُسکے بارے میں مشہور کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

(روایت از: صحیح بخاری شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ آیا میرے والدِ گرامی کو بھی اس قصّہ کا علم ہے؟ ماں نے کہا ہاں۔

(روایت از: ابن ہشامؒ)

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی والدہ سے دریافت کیا اے ماں اللہ تیری مغفرت کرے لوگوں میں تو اس قصّہ کا چرچا ہے لیکن آپ نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ یہ کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو نکل آئے اور پھر چیخیں نکل گئیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر والی منزل میں تلاوت قرآن کریم فرما رہے تھے۔ چیخیں سُن کر نیچے تشریف لے آئے اور اہلیہ سے دریافت کیا کہ کیا ہوا ہے انہوں نے جواب دیا بیٹی کو قصّہ کی خبر ہوگئی ہے یہ سُن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ مجھے اس قدر سردی محسوس ہوئی کہ والدہ نے سارے گھر کے کپڑے مجھ پر ڈال دیے لیکن لرزہ اسقدر شدید تھا کہ رُکنے کا نام نہیں لیتا تھا ساری رات اس طرح گزر گئی ایک لمحہ کے لئے بھی آنسو نہ تھمے۔

(روایت از: ابنِ اسحٰق)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عائشہ مت رو، صبر کرو اور انتظار کرو دیکھو اللہ کریم کی طرف سے کیا حکم آتا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بگڑتی ہوئی صحت کی وجہ سے پریشان رہتے اور اکثر اوقات گھر کے اندر ہی مضطرب بیٹھے رہتے انہی ایام میں اس خاص مسئلہ کے سلسلہ میں وحی نازل ہونے میں کافی تاخیر ہوگئی۔ ایک روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ تاکہ ان حضرات سے حالات کے سلسلہ میں وضاحت مِل سکے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کے اہل بیت ہیں جو آپ علیہ السلام کی شایانِ شان اور منصب نبوت و رسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عفت و عصمت کا ٹھکانا ان کی پاکدامنی تو سورج کی طرح عیاں ہے۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے آپ علیہ السلام کے اہلِ خانہ میں خیر و خوبی کے علاوہ کبھی کچھ دیکھا ہی نہیں ہے۔ اسکے علاوہ ان نیک ہستیوں میں کبھی کوئی بُری بات نہیں دیکھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ آپ اگر گھر کی باندی سے دریافت فرمائیں تو وہ سارے حالات عرض کر دے گی۔ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں پوچھنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ خادمہ، باندی یا لونڈی دوسرے لوگوں کی نسبت گھر کے حالات سے بہت زیادہ باخبر ہوتی ہے۔

(از: مدارک التنزیل جلد 3 صفحہ 135، فتح الباری جلد 8 صفحہ 387)

اس مشورہ کے بعد حضور پُرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باندی حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاضرِ خدمت ہونے کا حکم دیا جب وہ حاضر ہوئیں تو فرمایا ''اے بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر تو نے کوئی ذرا برابر بھی ایسی چیز دیکھی ہو جس سے تجھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کوئی تردّد یا شک و شبہ ہو تو بغیر خوف کے مجھے بتادے''۔

(روایت از: صحیح بخاری شریف)

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس خدا کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ اپنا محبوب بنا کر بھیجا ہے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات میں کوئی نقص،

عیب یا بُرائی نہیں دیکھی البتہ ایک چیز دیکھی ہے کہ وہ ایک چھوٹی سی لڑکی ہے جسکے بھولے پن کا یہ حال ہے کہ وہ آٹا گوندھ کر غافل ہو جاتی ہے اور بکری آ کر وہ گوندھا ہوا آٹا یا خمیر وغیرہ کھا جاتی ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ عرض کرنا چاہتی تھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قدر بھولی بھالی ہیں۔ وہ دنیا کی ان چالاکیوں کو کیا جانے گویا دوسرے لفظوں میں انہوں نے ثابت کیا کہ بدبخت لوگوں نے جو الزام ان کی ذات پر لگایا ہے بالکل جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔ اور بے ساختہ کہا ''سبحان اللہ خدا کی قسم جس طرح سنار کھرے (خالص) سونے کو جانتا ہے اسی طرح میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جانتی ہوں وہ بالکل بے عیب ہے۔''

بعض کتب میں علماء سیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مشاورت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کے جسمِ مبارک پر تو مکھی نہیں بیٹھ سکتی کیونکہ مکھی نجس ہے اور ہمیشہ گندگی پر بیٹھتی ہے جہاں سے غلاظت اسکے پاؤں پر لگ جاتی ہے اور وہ جب کسی دوسری جگہ پر بیٹھے تو اس جگہ کو بھی نجس کر دیتی ہے جب اللہ کریم کو یہ گوارا نہیں کہ مکھی آپ کے جسم اطہر پر بیٹھے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کریم نجاست آلود دیگر چیزوں سے آپ علیہ السلام کی نگہداشت وحفاظت نہ کرے۔

اسکے بعد حضور پُر نور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کے جسمِ اطہر کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا کہ کہیں کسی دوسرے کا پاؤں سایہ مبارک پر نہ پڑ جائے یا یہ سایہ اقدس کسی نجس جگہ وزمین پر نہ پڑے۔ جب خداوند کریم آپ کے سایہ مبارک کی اس قدر حفاظت فرماتا ہے تو بے شک آپ علیہ السلام کے حرم پاک کو بھی ہر قسم کے ناشائستہ افعال اور حرکات سے محفوظ رکھے گا۔

آخر میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ تعالیٰ اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ آپ علیہ السلام کے نعلین مقدسہ جو کہ ایک موقع پر ملوّث ہو گئے تھے اور دوران نماز آپ کے وہ نعلین آپکے پاؤں مُبارک میں تھے کہ اللہ کریم نے آپ کو خبر کر دی کہ ان نعلین کو اتار دیں اور پھر آپ علیہ السلام نے وہ نعلین اپنے پاؤں مقدسہ سے اتار کر نماز مکمل فرمائی۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہ بات سچ ہوتی تو اللہ کریم ضرور آپ علیہ السلام کو باخبر کر دیتا۔ آپ خاطر جمع رکھیں۔ انشاء اللہ عنقریب اللہ کریم آپ کو اصل حقیقت حال سے باخبر فرما دے گا۔ یہ باتیں سُن لینے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف

لے گئے وہاں منبر پر کھڑے ہوکر اللہ کی حمد وثنا کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور اسکے بعد عبداللہ بن اُبی کا ذکر کر کے فرمایا:

''اے مسلمانو! تم میں سے وہ کون ہے جو میری اس شخص کے خلاف مدد کرے جس نے مجھے اور میرے اہلِ بیت کو سخت ایذاء پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنے اہل سے سوائے نیکی اور پاکدامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور جس مرد کا نام وذکر (یعنی صفوان بن المعطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے سامنے لیا گیا ہے اس میں ہمیشہ نیکی اور خوش افعالی کو ہی میں نے دیکھا ہے''۔

(از: مشکوٰۃ شریف)

عبد اللہ بن ابی منافق کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک مکمل کیا تو قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ علیہ السلام کا ساتھ دیتا ہوں اور اس شخص سے انتقام لیتا ہوں۔ اگر وہ شخص بنو اوس سے ہے تو میں اسکی گردن کاٹ دیتا ہوں اور اگر وہ شخص ہمارے بھائیوں کے قبیلہ بنو خزرج سے ہے تو آپ حکم فرمائیں ہم اسکی تعمیل کریں گے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب سُن کر قبیلہ بنو خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے قبیلہ والوں کو ہی واقعہ افک کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں اس لئے جوش میں آ کر انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے کہا خدا کی قسم تم اسکو ہرگز قتل نہیں کرسکو گے۔

(روایت از: ابنِ اسحاق)

'اسکو' سے مراد وہ شخص تھا جس نے اس واقعہ افک کو مشہور کیا اور اس کا تعلق بنو خزرج سے تھا۔ 'تم اسکو قتل نہیں کر سکتے' سے مراد یہ تھی کہ ہم خود اس بد بخت انسان کو قتل کر کے اس کارِ خیر کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کریں گے۔

آفرین ہے کیا ہی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمندر ہے کراں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے سینوں میں موجزن تھا کہ دشمنِ دین کو ختم کرنے میں کسی خونی یا قبائلی رشتے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کے پیشِ نظر تو صرف عزّت وعظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنی زندگیاں قربان کرنا تھا۔ اسی گفتگو کے دوران حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے سعد

بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کومخاطت کرتے ہوئے کہا تم غلط کہتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمیں قتل کا حکم فرمائیں گے تو ہم لوگ ضرور اس پر عمل کریں گے چاہے وہ شخص بنوخزرج سے ہو یا اس کا تعلق کسی اور قبیلے سے ہو۔ یوں گفتگو میں کافی تیزی آ گئی قریب تھا کہ دونوں قبیلے ایک دوسرے کے ساتھ الجھ پڑتے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے اور دونوں قبائل کے لوگوں کو اس جھگڑے سے باز رکھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ یوں میرا یہ سارا دن بھی روتے ہی گزرا۔ آنسو تھے کہ تھمنے کو نہ آتے تھے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہ رونا میرا جگر پھاڑ دے گا۔ ساری رات بھی اِسی کیفیت میں بسر ہوئی میرے والدِ گرامی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں میرا یہ رونا جگر ہی نہ پھاڑ دے۔ صبح کے وقت میرے والدِ گرامی میرے قریب آ کر بیٹھ گئے میری اس کیفیت میں والد اور والدہ برابر کے شریک تھے۔

(روایت از: بخاری شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت جو کہ میری سہیلی یا دوست تھی صبح کے وقت ہمارے گھر آئی اور میرے ساتھ مل کر وہ بھی رونے لگی ہم سب گھر والے اسی حالت میں تھے کہ اچانک آقائے کائنات فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے آئے آپ علیہ السلام نے سلام کہا اور میرے قریب آ کر تشریف فرما ہوئے اس واقعہ کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی مرتبہ میرے اس قدر قریب تشریف فرما ہوئے جبکہ اس سے پہلے دور سے ہی حال دریافت فرمالیا کرتے تھے۔ واقعہ افک کو ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا اس دوران کوئی وحی بھی نازل نہیں ہوئی تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

”اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہارے بارے میں مجھ تک اس طرح کی باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تو ان باتوں سے بَری و پاک ہے تو عنقریب اللہ کریم تمہاری پاکیزگی کا اعلان کرے اور تجھے ضرور بَری کرے اور اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے یا تم سے کوئی چیز صادر ہوئی ہے تو خُدا سے معافی مانگو اور توبہ کرو تحقیق جب بندہ اللہ کریم کے حضور اعترافِ گناہ کے بعد معافی مانگتا ہے تو اللہ کریم ضرور اسکو بخش دیتا ہے اسکے گناہ معاف کر دیتا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کلام مبارک ختم کیا تو میری آنکھوں سے آنسو فوراً تھم گئے اور میری آنکھیں خشک ہو گئیں۔ میں نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیں والد گرامی نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم میری سمجھ

میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں اسکے بعد میں نے والدہ گرامی سے کہا انہوں نے وہی جواب دیا جو والد گرامی نے دیا تھا۔ پس میں نے خود جواباً عرض کیا میں ایک چھوٹی سی عمر کی لڑکی ہوں قرآن کا علم بھی ابھی زیادہ نہیں پڑھا۔ خدا کی قسم جو کچھ آپ علیہ السلام نے سنا ہے وہ آپ کے دلوں میں قرار پا چکا ہے۔ اور اگر میں کہوں کہ میں پاک ومنزّہ ہوں تو پھر بھی آپ میری تصدیق نہیں کریں گے۔ میری بات کا اعتبار نہیں کریں گے۔ اور اگر میں اس بات کا اعتراف کرلوں جس کو اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس فعل سے بَری ہوں تو تم یقین نہیں کرو گے پھر میں نے رو کر کہا خدا کی قسم میں اس چیز سے کبھی توبہ نہ کروں گی جس کو لوگوں نے میری طرف منسوب کیا ہے بس میں وہی کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حزن وغم کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام کا نام میری زبان پر نہ آسکا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے یعقوب علیہ السلام کا نام لیا یہ روایت بخاری میں موجود ہے جو سب سے زیادہ درست ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے بارے میں اور آپ علیہ السلام کے بارے میں کوئی مثال نہیں پاتی بجز اس مثل وکہاوت کے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ سورۃ یوسف آیت 18۔

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: ''اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے اب صبر جمیل ہی ہے اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے اس پر جو کچھ تم بیان کرتے ہو''

(از: صحیح بخاری شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسکے بعد میں نے اپنا منہ پھیر لیا اور تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ دِل کو سکون میسر آیا میں نے کہا میں پاک ہوں میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اللہ کریم نے مجھے پاک گردانا ہے اور وہ یقیناً میری پاکیزگی کی خبر جلد ہی دے گا۔ خدا کی قسم یہ بات تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ کریم کی طرف سے میری شان میں وحی نازل ہوگی جو قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی یعنی اس آیت کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی۔

میرے خیال میں میری شان اس سے بہت ہی کم تھی حقیر تھی کہ خداوند کریم میرے بارے میں کلام فرمائے۔ مگر میں یہ اُمید ضرور رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ رسولِ کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب کے ذریعے میری پاکدامنی کے بارے میں ضرور بتائے گا۔ اور یوں خواب کے ذریعے میری برأت بتا کر اس الزام سے آزاد فرمائے گا۔

نزولِ آیاتِ برأت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجلسِ شریف سے ابھی اُٹھے بھی نہیں تھے اور نہ ہی گھر کا کوئی فرد باہر گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وحی کی اتنی شدّت تھی کہ پیشانی مبارک پر پسینہ مبارک کے قطرے مروارید کے چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح گرنے لگے۔ جب آپ علیہ السلام پر وحی کا نزول شروع ہوا تو میں بالکل نہ گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بَری ہوں اور اللہ کریم مجھ پر ظلم نہیں فرمائے گا۔ دوسری طرف میرے والد اور والدہ کا یہ حال تھا کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں ان کی جان ہی نہ نکل جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھتے تو ان کو یہ خوف دامن گیر ہوتا کہ نہ جانے وحی کے کیا الفاظ نازل ہو رہے ہیں اگر وحی میری بیٹی کے خلاف نازل ہوئی تو قیامت تک یہ حکم نہیں ٹل سکے گا مگر جب میری طرف نگاہ ڈالتے میرے اطمینان وسکون کو دیکھ کر ان کو گونہ امید ہو جاتی۔ میرے علاوہ سارا گھر خوف ورجاء کی کیفیت سے دوچار تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کچھ دیر بعد وحی آسمانی کا نزول ختم ہوا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حالت کشادہ ہوئی سرکار علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے اپنے دست مبارک سے پیشانی اقدس سے نور کے قطروں کو صاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اور اس ارشادِ مُبارک کے جو پہلے الفاظ تھے وہ یوں فرمائے:

''اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم کو اللہ تعالیٰ بَری کرتا اور پاک گردانتا ہے۔''

حدیث شریف میں یوں آتا ہے:

''بشارت ہو تجھ کو اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اللہ تعالیٰ نے تیری برأت نازل کی ہے۔''

(از: صحیح بخاری شریف صفحہ 700، مدارج النبوت)

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدین نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھ اور سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکریہ ادا کر۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جا۔

قرآن کریم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت میں دس آیتیں نازل ہوئیں اور انہیں اس سورۃ کے نزول کا علم ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر شکر اور بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پاک گردانا جانا اور اُن کے حق میں قرآن کریم کی سورۃ کا نزول ہونا یہ سب کچھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے وسیلہ اور طفیل ہی سے تھا۔ اس واسطے اور وسیلہ کا شُکر ادا کرنا بھی واجب ہے۔

وہ جھوٹے اور منافق لوگ جنہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی ہستی پر جھوٹا بہتان لگایا تھا اُن کے منہ کالے ہوئے اور وہ لوگ ذلیل ہوئے۔ ازاں بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ سورۃ النور آیات 11 تا 20۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ وَ اَنَّ اللّٰہَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿٢٠﴾

ترجمہ آیات مقدسہ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور نہایت رحیم ہے۔

"تحقیق جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک جماعت (عصبہ) ہے تم اسکو اپنے لئے شر خیال نہ کرو بلکہ حقیقت میں وہ تمہارے لئے خیر ہے۔ ہر شخص کے لئے گناہ کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا اُس نے کمایا ہے اور جو اس طوفان کے بڑے حصے کا متولی بنا ہے اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ اس حکم کو سنتے ہی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے اور کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ۔ پس جب کہ یہ لوگ گواہ نہ لائے تو بس یہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو تم کو اس چیز میں کہ جس میں تم گفتگو کر رہے ہو سخت عذاب پہنچتا جبکہ تم اسکو اپنی زبانوں سے نقل کرتے ہو اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جسکی تم کو تحقیق نہیں اور تم اسکو آسان خیال کرتے ہو اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بُری بات ہے اور تم نے اس خبر کو سُنتے ہی یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے ایسی بات کا زبان پر لانا ہی زیب نہیں دیتا۔ تم کو یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ سُبحان اللہ یہ تو بہتان عظیم ہے اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرو گے اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے اور اللہ کریم علیم اور حکیم ہے تحقیق جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو نہ معلوم کیا مصیبت آتی"۔

(سورۃ النور آیات 11 تا 20)

فخرِ کونین آقائے کائنات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آیات برأت کی تلاوت فرما چکے تو

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے اپنی پیاری بیٹی کی عصمت، عظمت، طہارت و پاکیزگی کی شہادت فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے سُن لی جو کہ بذریعہ وحی الٰہی نازل ہوئی تھی تو انہوں نے اپنی طاہرہ بیٹی کی پیشانی مبارکہ پر بوسہ دیا بیٹی نے کہا اے والد گرامی آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ بے قصور سمجھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو انکی سچائی، حق گوئی و راست بازی کی وجہ سے دربارِ رسالت سے صدیق کا لقب مل چکا تھا۔ جن کے رگ و پے میں صدق اور راستی یوں سرایت کر چکی تھی جیسے خون، سچائی کے اس عظیم پیکر کو کسی قسم کی لالچ۔ دھوکہ، سختی کوئی حادثہ یا بڑے سے بڑا طوفان بھی صدق سے ذرہ بھر بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ بیٹی کا جواب سُن کر جو انہوں نے ارشاد فرمایا وہ تاریخ عالم میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اور اس جواب کو ہر مسلمان کو چاہئیے کہ اپنے دِل کی تختی پر کندہ کرنے کے بعد اس پر عمل کرے۔ فرمایا:

''کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے اور کونسی زمین مجھ کو اٹھالے اور تھامے جبکہ میں اپنی زبان سے وہ بات کہوں جس کا مجھ کو علم نہ ہو۔''

(روایت از: حافظ عسقلانی فی فتح الباری جلد 8 صفحہ 366، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 274)

خطابِ عام آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اسکے بعد سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے اور مجمع عام سے خطاب فرمایا۔ اپنے خطبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براَت میں نازل ہونے والی آیات تلاوت فرمائیں۔ جب آیات تلاوت فرما چکے تو ان لوگوں کو طلب فرمایا جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تھی حکم دیا کہ ان پر قذف کی حد جاری کی جاتی ہے۔ پھر ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگائے گئے جن لوگوں کو کوڑے لگوائے گئے انکی تعداد چار اور نام یہ تھے حضرت حسّان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ، حضرت حمنہ بنت جحش رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وعبد اللہ بن ابی مگر کچھ روایات میں عبد اللہ بن ابی کو کوڑے لگانے کا ذکر نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

کوڑے کھانے کے بعد یہ دو سادہ لوح مُسلمان اپنی غلطی سے تائب ہوئے۔

(از: مدارج النبوت وشرف النبی وغیرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اُمِ المومنین زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرے بارے میں دریافت فرمایا کہ ''تم اسکو کیسا جانتی ہو''۔ انہوں نے

جواب دیایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے کان اور آنکھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق کچھ سننے سے محفوظ رکھتی ہوں۔ جبکہ میں نے سُنا کچھ نہ ہو اور دیکھوں جبکہ میں نے کچھ دیکھا نہ ہو۔ خُداوند کریم کی قسم میں ان کے متعلق سوائے خیر وخوبی کے کچھ نہیں جانتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ وہی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) میں سے اکیلی مجھ سے برابری کیا کرتی تھیں۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں میرے حسن وجمال اور میری قدر ومنزلت کے مشابہ اپنے آپ کو بنا کر پیش کرتی تھیں۔ مگر اللہ کریم نے ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر حفاظت میں رکھا اسی لئے نہ تو انہوں نے کوئی بُری بات منہ سے نکالی اور نہ ہی حسد کیا۔ مگر ان کی بہن حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن سے میرے بارے میں لڑتی جھگڑتی تھیں تاکہ وہ میرے متعلق کچھ کہیں۔ پس وہ ہلاکت میں گرگئی اور ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگئی۔

(روایت حدیث از: حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت مذکور فی امام قسطلانی شارح بخاری شریف)

حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے میں نے بھی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت کی۔ تو سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اسکو بُرا مت کہو کیونکہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت خوانی میں مشرکین کی ہجو اور مذمت بیان کرتے ہیں۔

(راوی حدیث حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف مدارج النبوت میں تحریر کرتے ہیں کہ مجھے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت حیرت آتی ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ کریم حسان کی تائید فرماتا ہے روح القدس سے جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے مفاخرت اور مخاصمت کرتا ہے اسکے باوجود نہایت پر خطر بھنور میں پھنس گئے اور اپنے نفس و شیطان کے دھوکے میں آگئے۔"

غور کی بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روح القدس سے تائید پانے کے لئے مفاخرت کی حالت شرط تھی۔ ان کے تمام اعمال واحوال میں تائید شامل نہیں تھی۔ پس میرے خیال میں

فطرت شاعری نے ان کو اس مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 276)

اس واقعہ کے بعد حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ان کی تعریف میں بے شمار اشعار کہنے شروع کر دیئے لیکن ایسے قصور کی تلافی کیسے ممکن ہے جو حد سے بڑھا ہوا ہو ہاں البتہ توبہ اور شرمندگی ہو سکتی ہے۔ ان اشعار میں سے ایک شعر ہے جس کا مطلب کچھ یوں ہے۔ ''سیدہ عائشہ، عفیفہ، پاکدامن منزہ اور عقل وشعور میں ان کو کسی شک وشبہ سے مہتم کیا جانا ناممکن ہے۔ وہ بھوکی ہوتی ہیں کہ صبح ہو جاتی ہے ایسی عورتوں کے گوشت سے جو غفلت میں ہیں''۔ اس میں کسی کی چغلی نہ کھانے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ قرآن کریم میں چغلی کھانیوالے کے لئے حکم ہے۔ کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اکابر صحابہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بارگاہ میں آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں جبکہ ان کے خلاف قرآن کریم میں آیت موجود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نابینا ہونے سے بڑا عذاب کیا ہوگا یاد رہے واقعہ افک کے بعد جب سورۃ نور نازل ہوئی تو عذاب عظیم کے مطابق حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندھے ہو چکے تھے۔ یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے حق کی پہچان نہ کی۔ میں حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بارگاہ میں آنے کی اجازت اس لئے دیتی ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی ہجو بیان کرتے ہیں۔ قربان جائیں کیا ہی وسعت قلبی اور درگزر کی عملی مثال ہے کہ ایسے شخص سے جس نے ان کی پاکدامنی پر شک کیا مگر یہ ہیں کہ ہمیشہ خوش خلقی سے پیش آتی رہیں کیونکہ انکو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کائنات میں خدا کے علاوہ سب سے زیادہ عزیز تھی اور جو سرکار کی مدح اور سرکار کے دشمنوں کی ہجو بیان کرتا اسکو بھی معاف فرما دیا اور درگذر سے کام لیتیں۔ (سبحان اللہ)

(روایت از: حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکو یتیمی کی حالت میں قرابت اور محتاجی کیوجہ سے پالا تھا۔ آپ ان کی غم خواری فرماتے انکو کھانے پینے پہننے رہنے سہنے غرض زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی پوری پوری دیکھ بھال اور خدمت کرتے۔ جب عبد اللہ بن ابی لعین نے سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کی پاک ذات پر یہ بہتانِ عظیم لگایا تو حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس منافق کے ساتھ شریک ہو گئے۔

سورۃ نور کے نزول کے بعد شرعی حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسطح کا خرچ بند کر دیا اور فرمایا آئندہ تم پر کچھ خرچ نہیں کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(سورۃ النور آیت 22)

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: ''تم میں دین میں فضیلت کے حامل اور مال میں وسعت کے مالک قسم نہ اٹھایا کریں کہ اہل قرابت اور مساکین اور مہاجرین کی اعانت نہ کریں گے ان کو چاہیئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربانی کرنیوالا ہے۔''

سرکارِ دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے کہا یہ ہی حق ہے لہٰذا ہم اسی حکم کو اپناتے ہیں جسکو ہمارا حقیقی مالک پسند کرتا ہے۔ اسکے بعد حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقررہ خرچ بدستور جاری ہی نہ رکھا بلکہ اس میں اضافہ فرما دیا اور کہا خدا کی قسم میں آئندہ حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرچ کبھی بند نہ کروں گا۔

(از: صحیح بخاری، معجم طبرانی، فتح الباری ، مدارج النبوت)

مذکورہ آیات کے نازل کرنے سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہہ کرنا مقصود تھی تاکہ آپ مقام صدیقیت کے جس درجہ کمال پر فائز تھے وہاں سے باہر نہ نکلیں۔ کیونکہ صدیقیت اور محبوبیت وہ بلند درجات ہیں جن پر فائز ہونے کے بعد اس قسم کی چیزوں کو درگزر کرنا پڑتا ہے۔ گو حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبردست غلطی اور خطا کی وجہ سے شریعت محمدی کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ بند کر دینا جائز تھا مگر مقامِ صدیقیت یہ تقاضا کرتا تھا کہ برائی کا جواب بھلائی اور درگزر سے دیا جائے۔ اسی لئے آیت کے نازل ہونے پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ آیت پڑھ کر سنائی وہ خداوند کریم

کے اشارہ کو فوراً سمجھ گئے اور نہ صرف حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ بحال کیا بلکہ اسکو دوگنا کر دیا۔ حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی سُنی سنائی باتوں میں اپنی بھولی طبیعت کی وجہ سے آ گئے لیکن وہ کیونکہ اہلِ بدر میں سے تھے جن کے متعلق حکمِ خداوندی بھی نازل ہو چکا تھا اس لئے خداوندِ قدوس نے بدریت کے حق کی وجہ سے حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت فرمادی کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ تو اہلِ فضل میں سے ہیں اور ادھر مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلِ بدر میں سے اس لئے آپ اُنکا وظیفہ بند نہ کریں اس میں کسی قسم کی کمی نہ کریں اور مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو غلطی ہوگئی ہے اسکو معاف کر دیں اللہ کریم تمہاری غلطیاں معاف کرے گا۔ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی عیاں دلیل ہے اور اس سے بڑھ کر شان صدیقیت کیا ہوگی کہ اللہ کریم انکو اولوالفضل یعنی صاحبِ فضل فرمارہا ہے۔

اس آیت کے بعد پھر چند آیتیں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں۔

ارشادِ خداوندی ہے: (سورۃ النور آیات 23 تا 26)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: ”تحقیق جو لوگ ایسی پاکدامن اور بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ جن کو اس قسم کی باتوں کی خبر بھی نہیں اور ایمان والیاں ہیں ایسی تہمت لگانے والوں پر دنیا اور آخرت کی لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن اُن کے خلاف ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ لوگ یہ کام کرتے تھے اُس دن اللہ تعالیٰ انکو پوری سزا دے گا جو ان کو ملنی چاہیئے اور جان لیں گے کہ اللہ کریم حق ہے اور عدل اور حق کو ظاہر کرنے والا ہے۔ خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے اور پاک اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد، پاکیزہ

عورتوں کے لئے اور یہ گروہ اس چیز سے بالکل بَری اور پاک ہے کہ جولوگ ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں ان حضرات کے لئے منجانب اللہ مغفرت اور عمدہ روزی ہے۔''

قابلِ توجّہ نہایت اہم نکات

مذکورہ آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے بہت سے اہم نکات ہمارے سامنے آتے ہیں جن پر غور کرنے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی فضیلت اور بلند مقام کا پتہ چلتا ہے اسکے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔آپ کے تقویٰ اور درگذر کی عادت کریمہ کا عملی ثبوت ملتا ہے۔اوراسکے علاوہ خبیث مرد اور عورتوں کے بارے میں حکم کا پتہ چلتا ہے۔اب ہم ان اہم نکات کو ممکنہ طور پر تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔

(1) ان آیات کریمہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت ومنقبت ظاہر ہے اللہ کریم نے انکو برأت والی، ایمان والی، پاکدامن اور طیّبہ فرمایا۔آپ کو مغفرۃ اور رزق کریم دینے کا وعدہ کیا۔ان خوشخبریوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مغفرت کا قطعی اور یقینی ہونا اظہر من الشّمس ہے۔خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا خیال تھا کہ اللہ کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں میری برأت کے متعلق آگاہ فرمادے گا مگر مجھے یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ مالکِ کائنات میری برأت کے بارے میں قرآن کریم فرقانِ حمید میں آیتیں نازل فرمائے گا جن آیتوں کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ قیامت تک میری برأت کا مسجدوں، محرابوں، منبروں، خلوت خانوں غرض ہر پاک وصاف جگہ پر اعلان ہوتا رہے گا۔یاد رہے برأت کے متعلق دس آیتیں نازل ہوئیں اور یہ دس کا عدد، عدد کامل ہے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی، طہارت بے مثال اور حد درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔

(2) ان آیات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت واکملیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے خود خداوند کریم جس ہستی کو صاحبِ فضل وکمال کہے اسکے فضل وکمال میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اسی آیت کی روشنی میں چودہ طریقوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت ثابت کی ہے۔

(از: تفسیر کبیر)

(3) اسی واقعہ افک سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال صبر، درگزر اور نہایت بلند تقویٰ کا پتہ چلتا ہے۔ یہ واقعہ ایک ماہ سے زیادہ دیر تک چلتا رہا۔ تقویٰ اور صدیقیت کا اندازہ لگائیں کہ بغیر ثبوت بیٹی کی حمایت میں ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکلا۔ غم کی شدّت جب بہت زیادہ ہوئی تو صرف ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

ارشاد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ترجمہ:

''خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے حق میں زمانہ جاہلیت میں بھی کسی نے نہیں کہی۔ پھر جبکہ اللہ کریم نے ہم کو اسلام سے عزّت بخشی تو پھر اس کے بعد یہ کیسے ممکن ہے۔''

(روایت الطبرانی عن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ از: فتح الباری جلد 8 صفحہ 369)

(4) واقعہ افک اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مومنین و مخلص لوگوں کا ایمان اور اخلاص اور دوسری طرف منافقین کا نفاق منکشف ہو جائے جبکہ دوسری طرف منافقین کے نفاق میں زیادتی اور اضافہ ہو۔ اسکے لئے یہ بھی عیاں ہو جائے کہ کون کون سے لوگ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ خانہ کے ساتھ حُسنِ ظن رکھتے ہیں اور کون سُوءِ ظن؟

یاد رہے ازواجِ مطہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں بدگمانی کرنا اصل میں اللہ کے ساتھ ہی بدگمانی ہے۔

(از: حافظ ابن قیمؒ)

(5) اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم پاک کا مرتبہ و مقام لوگوں کے سامنے ظاہر فرمانا چاہتا تھا اس لئے زوجہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نزاہت و برأت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان دُرِّ افشاں سے نہیں کرائی بلکہ خود خداوند کریم نے ان کی برأت کا اعلان فرمایا۔ تاکہ قیامت تک جس جس جگہ قرآن کریم کی تلاوت ہوتی رہے وہاں وہاں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ کی برأت کا اعلان و ذکرِ خیر بھی ہوتا رہے۔ سبحان اللہ کیا ہی بلند مرتبہ و مقام سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیب ہوا۔

(6) مالکِ ارض وسماء خداوند قدوس کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اسکی طرف سے بھیجے ہوئے۔ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق طیّب طاہر کی ازواج مطہّرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کی شان میں کوئی منافق، بدبخت، بدزبان کسی قسم کا ناپاک لفظ اپنی گندی زبان سے ادا کرے اس لئے قرآن کریم میں بیس آیات نازل فرما کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کی عصمت شان عفت وطہارت پر قیامت تک کیلئے مہرحق لگادی اوران پاک ہستیوں کی عصمت، عفّت اور پاکیزگی پرشک کرنے والوں پراس درجہ زجر فرمائی کہ جوبُت پرستوں پر بھی نہیں فرمائی یہی وجہ ہے کہ علماء حق فرماتے ہیں کہ جوشخص ازواج مطہّرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے بارے میں ایک بھی نازیبا حرف اپنی زباں پر یا تحریر سے ادا کرے وہ منافق ہے اور اپنے ایمان کی فکر کرے۔

(7) آخر میں اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے جو اکثر کمزور ایمان لوگوں کے دِلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ نزول وحی میں اتنی تاخیر کا کیا سبب تھا اہل سیر فرماتے ہیں کہ اس تاخیر میں حکمت یہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام عبودیت کی مکمل تکمیل ہو جائے کہ جب مظلومانہ گریہ زاری اور عاجزانہ بے تابی واضطرابی بارگاہِ خُداوندقدوس میں حدکمال کو پہنچ جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک ماہ سے زائد ہر وقت روتے رہنا اور اللہ رب العزت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنے والوں کے قلوب وحی الٰہی کے انتظار میں یوں تڑپنے لگیں جیسے مچھلی پانی کے بغیر تڑپتی ہے تو اس وقت اللہ کریم بارانِ رحمت کا نزول فرما کران پیاسے دِلوں کی پیاس بجھا کرمُردہ دِلوں میں حیات جاں فزا بخشتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دیر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت نازل فرما کران کوبیش بہا خلعت سے سرفراز کیا۔اور یادرکھیں خداوندکریم کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے جس کوصرف وہی جانتا ہے اور مناسب موقع پر ہی اس کا اظہار فرماتا ہے۔ یہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ غم وغصّہ کی حالت میں حق کے مقابلہ میں قوم وقبیلہ کی حمایت وطرفداری جائز نہیں۔

(8) قرآنِ کریم کی ان آیات کے نزول کے بعد جوشخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے وہ اجماعِ امّت کے فیصلہ کے مطابق کافر اور مرتد ہے۔ کیونکہ وہ کھلم کھلا قرآنِ کریم کے حکم کا انکار کررہا ہے۔ اورقرآن کریم کی کسی بھی آیت کا انکار صریح کفر ہے۔

غزوہ احزاب یا خندق شوال 5ھ

(23 فروری 627ء کو شروع ہو کر 23 مارچ 627ء کو ختم ہوا)

غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔غزوۂ خندق کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے پہلی دفعہ مدینہ منورہ کے گرد خندق کھود کر شہر کا دفاع کیا۔خندق کندہ کا معرّب ہے اسکو غزوہ احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ دشمنی و عداوت کی وجہ سے قریش کے ساتھ یہود کے کئی قبائل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اس جنگ میں شریک ہوئے۔اور یہ تمام گروہ اکٹھے مل کر اہل حق پر حملہ آور ہوئے۔

تاریخ اسلام میں غزوہ خندق بہت اہمیت کا حامل ہے اس غزوہ کے بعد اصل میں دشمنانِ اسلام کی ہمّت طاقت وجرأت کافی حد تک کمزور ہوگئی تھی۔ایک سال سے زیادہ عرصہ کی شب وروز جنگی مہمات کے بعد جزیرۃ العرب پر سکون چھا گیا تھا ہر طرف امن سکون وراحت کا راج تھا۔مگر یہود جو اپنی بدفطرت ذہنیت خباثتوں سازشوں اور مکاریوں کی وجہ سے بدنام زمانہ قوم تھی اور ہے۔اپنی عیاریوں کی مُسلمانوں کے ہاتھوں سخت سزا اٹھا چکے تھے اور اب اپنی کمین گاہوں میں چھپے اپنے زخم چاٹ رہے تھے لیکن سازشی ذہنیت رکھنے کی وجہ سے ان کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا اور یہ لوگ آپس میں ہمہ وقت مُسلمانوں کو شکست دینے کے پروگرام یعنی لائحہ کار بناتے رہتے تھے۔

خیبر سے جلاوطن ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک یہ لوگ اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں مسلمانوں اور قریش کی فوجی مہمات میں کس کا پلڑا ابھاری رہتا ہے۔جب یہودیوں نے دیکھا کہ روز بروز حالات مُسلمانوں کے لئے سازگار ہوتے جا رہے ہیں تو اس ذلیل قوم نے مسلمانوں کے خلاف اپنی طرف سے ایک عظیم سازش تیار کی۔اس سازش کے تحت یہ لوگ مسلمانوں پر ایسی کاری ضرب لگانا چاہتے تھے جس سے مسلمانوں کا نام ونشان تک مٹ جائے (نعوذ باللہ)۔

یہ ڈرپوک اور سازشی قوم براہِ راست تو مسلمانوں سے ٹکر لینے کی ہمّت نہیں رکھتی تھی اس لئے انہوں نے ایک نہایت ہی خطرناک اور مکروہ سازش تیار کر کے اسکو عملی جامہ پہنانے کا پکا ارادہ کرلیا۔

کُتب سیر میں اس غزوہ کے وقوع میں اختلاف پایا جاتا ہے موسیٰ بن عقبہ کے مطابق یہ غزوہ 4ھ میں ظہور پذیر ہوا امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ابنِ اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوہ خندق 5ھ میں

ظہور پذیر ہوا۔تمام علماء سیر کا اسی پر اتفاق ہے کہ غزوہ خندق 5ھ میں ظہور پذیر ہوا۔تمام علماء سیر کا اسی پر اتفاق ہے کہ غزوہ خندق کی جنگ 5ھ میں لڑی گئی۔حافظ ذہبی،ابنِ سعد، واقدی وغیرہ اسی قول کوتحریر کرتے ہیں۔

ابن ہشام نے تحریر کیا ہے کہ ہم سے ابومحمد عبدالملک بن ہشام نے بواسطہ زیاد بن عبداللہ بکائی محمد بن اسحاق مطلبی کی یہ روایت نقل کی ہے۔محمد بن اسحاق مطلبی نے کہا۔''اس کے بعد شوال 5 ہجری میں غزوہ خندق پیش آیا''۔اپنی غیر موجودگی میں آپ علیہ السلام نے ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن مکتوم عمر بن قیس بن زائدہ بن اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عدی بن معیص بن عامر بن لوی القرشی) کو اپنا قائم مقام بنایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوہ خندق کے 4ھ میں رونما ہونے کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں''حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ اُحد کے دن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس غزوہ میں شامل ہونے کی اجازت طلب فرمائی۔اس وقت کیونکہ ان کی عمر چودہ سال تھی۔اس لئے نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غزوہ اُحد میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی۔پھر میں غزوہ خندق کے وقت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور غزوہ میں شامل ہونے کی اجازت طلب کی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمادی اُس وقت میری عمر پندرہ سال تھی''۔

(از: بخاری شریف)

غزوہ خندق غزوہ اُحد کے ایک سال بعد رونما ہوا۔اب دیکھیں غزوہ اُحد 3ھ میں رونما ہوا اور ایک سال بعد غزوہ خندق کا 4ھ میں واقع ہونا ہی صحیح ہے۔امام بخاری کی یہ دلیل پوری نہیں ہے جمہور آئمہ مغازی وعلماء سیر کے نزدیک غزوہ خندق کا 5ھ میں ہونا ہی حق ہے۔غزوۂ اُحد کے وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے چودہ سال کے نہ ہوئے بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہوا اور یوں غزوہ خندق کے وقت پندرہ سال کے ہوئے اس اعتبار سے غزوہ اُحد اور خندق کے درمیان دوسال کا فاصلہ ہوسکتا ہے۔

(از: علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ)

اس غزوہ کی تفصیل یوں ہے کہ بنونضیر جن کو بدعہدی کی وجہ سے فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا تھا اور یہ لوگ منتشر ہو کر کئی شہروں میں جا کر آباد ہوگئے۔ان میں سے جو لوگ خیبر جا کر آباد ہوئے انہوں نے کچھ عرصہ انتظار کے بعد اپنی بدفطرتی اور سازشی ومکروہ عادات کے مطابق مسلمانوں کے خلاف سازش تیار کی اور یوں بنی نضیر کے بیس سردار جن میں سلام بن ابی الحقیق، حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن الربیع، ہوذہ

ابن قیس وائلی اور ابوعمار وائلی سلام ابن مشکم ، کنانہ ابن ابوحقیق اور ابوعامر فاسق وغیرہ قابلِ ذکر ہیں مکہ مکرمہ گئے اور سردارانِ قریش سے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں ہمارا ساتھ دیں۔ قریش تو ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو تیار رہتے تھے۔ جب ابوسفیان کے ساتھ ان لوگوں کی ملاقات ہوئی تو وہ ان لوگوں کا ارادہ سُن کر خوش ہوگیا اور فوراً ان یہود کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگیا۔

یاد رہے گزشتہ اوراق میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ غزوہ اُحد سے واپسی پر ابوسفیان نے کہا تھا اے مسلمانو! آیندہ سال مقامِ بدر پر تمہارا ہمارا مقابلہ ہوگا۔ وہ یہ وعدہ کرنے کے بعد مکّہ مکرمہ واپس آ گیا۔ جب اگلے سال عہد پورا کرنے کا وقت آیا تو ابوسفیان راستے سے ہی یہ کہہ کر کہ قحط کا سخت زمانہ ہے واپس آ گیا اور کہا یہ زمانہ جنگ کے لئے مناسب نہیں اب وہ کسی قیمت پر یہ موقع ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتا تھا۔ ابوسفیان چاہتا تھا کہ اپنے گزشتہ عہد و پیمان جس کی وہ خلاف ورزی کر چکا تھا اس جنگ کے ذریعے وہ اپنی شہرت بھی بحال کر لے اور اپنی کہی ہوئی بات بھی پوری کرے۔

رؤساء یہود نے ابوسفیان بن حرب سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ عہد کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے خلاف تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے یہ سُن کر ابوسفیان نے کہا مرحبا بکم و اھلاً۔ اس سے زیادہ اور کیا اچھی بات ہوسکتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلاف دشمنی میں ہماری مدد کی جائے پھر وہ کعبہ کے پردے کے پاس آئے اور آپس میں عہد و پیمان کئے۔ ابوسفیان نے کہا اے گروہ یہود تم لوگ اہلِ کتاب ہو سچ سچ بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا جبکہ ہم خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہیں بڑی بڑی کوہانوں والے اونٹ ذبح کر کے بیت اللہ کی زیارت کو آئے ہوئے حاجیوں کو کھلاتے ہیں ان لوگوں کو پینے کے لئے پانی اور دودھ پیش کرتے ہیں۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو کہ ہمارے باپ دادا کرتے آ رہے ہیں دوسری طرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے نیا دین ایجاد کیا ہے جس میں نئی نئی باتیں ہیں وہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اُن کے نزدیک ہمارے باپ دادا جو کہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور کر رہے ہیں سب کے سب جاہل اور گمراہ و مشرک ہیں اب تم لوگ بتاؤ کہ ہم میں سے کس کا دین بہتر ہے یہ میں تم لوگوں سے اس لئے پوچھتا ہوں کہ تم اہل کتاب عالم اور احبار سے ہو۔

یہودی جو کہ اپنا دین وایمان سب کچھ بیچ دینے والی دھوکہ باز اور عیار قوم ہے جس کا نہ ضمیر ہے اور نہ ہی کوئی حمیت۔ ابوسفیان کی باتیں سُن کر کہنے لگے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے مقابلہ میں تم لوگ یعنی (بت پرست) راہِ راست پر ہیں۔ اسی موقع پر قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی جس میں ان بے ایمان یہودیوں کا پول کھول کر بیان کیا

گیا۔ سورۃ النساء آیات 51 تا 52۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾
اُولٰۤئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ
اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ: ''اے میرے حبیب کیا تم نے نہیں دیکھا ان کو جنہیں کتاب کا کچھ حصّہ ملا وہ بتوں پر ایمان لائے اور شیطان پر کفر کرنے والوں سے کہنے لگے کہ یہ راستہ ایمانداروں کے راستہ سے زیادہ سیدھا ہے۔ یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور جن پر اللہ لعنت کرے ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔''

قریش مکّہ کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کے بعد یہ یہودی وفد بنوغطفان کے پاس گیا۔ بنوغطفان قیس کا ایک قبیلہ ہے اس قبیلے کو لالچ دیا کہ خیبر کے نخلستان میں جس قدر کھجوریں پیدا ہوتی ہیں ہر سال اس کا نصف حصّہ اس قبیلے کو دیا کریں گے۔ خیبر کی کھجوریں نسل کے اعتبار سے بہت اعلیٰ تھیں یہ قبیلہ پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار رہتا تھا گزشتہ ابواب میں ذکر گزر چکا ہے کہ غزوہ معونہ کے موقع پر عامر رئیس قبیلہ نے مسلمانوں کو اسی غطفان کے حملہ کی دھمکی دی تھی۔ یہ لوگ اب فوراً ہی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے یہود اور قریش کے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہو گئے۔

(از: صحیح بخاری غزوۃ الرجیع)

بنو اسد غطفان کے حلیف تھے۔ غطفان نے انکو لکھ بھیجا کہ تم اپنی جمعیت لے کر ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ بنوسلیم سے قریش کی رشتہ داری تھی اس لئے قریش کی درخواست پر یہ لوگ بھی اس ٹڈی دل میں شامل ہونے کو تیار ہو گئے۔ بنوسعد کا قبیلہ یہود کا حلیف تھا اور یہود نے ان کو بھی اور قبیلہ اشجع کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے تیار کر لیا۔ اس طرح یہود کے حلیف قبائل نے عرب میں گھوم گھوم کر اپنی شاطر ذہنیت اور سخت اسلام دشمنی کی سیاست کے استعمال سے ایک لشکرِ گراں اکٹھا کر لیا تا کہ اس دفعہ مل کر مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا جائے (نعوذ باللہ)

اس طرح اس متحدہ لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی ابوسفیان جو کہ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ ساتھ لایا تھا اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ منتخب ہوا۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 301 باب غزوہ خندق)

قبائل کو اکٹھا کرنے کے بعد طے شدہ لائحہ کار (پروگرام) کے مطابق جنوب کی سمت سے قریش، کنانہ، اور تہامہ میں آباد دیگر حلیف قبائل نے مدینے کی طرف کوچ کیا جنکی تعداد چار ہزار تھی۔ جب یہ لشکر مرالظہر ان پہنچا تو بنو سلیم بھی اسکے ساتھ شامل ہو گئے۔ اُسی وقت مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل فزارہ، اسلم، غطفان، مرہ، اور اشجع نے کوچ کیا اور اس لشکر سے آ کر مل گئے۔

یہ لشکر تین مستقل فوجوں میں تقسیم تھا۔ غطفان کی ایک ہزار فوجیں عیینہ بن حصن فزاری کی کمان میں تھیں۔ جو عرب کا مشہور سردار تھا۔ بنو اسد طلیحہ ابن خویلد اسدی کے زیرِ کمان تھے۔ حارث بن عوف بن ابو حارثہ مُرّی جو بنو مُرّہ کی نمائندگی کر رہا تھا کے لشکر کی تعداد چار سو (400) تھی اور مسعود ابن رخیلہ جو بنو اشجع کی نمائندگی کر رہا تھا۔ بعض نے مسعود کی بجائے مسعر بن رخیلہ تحریر کیا ہے۔ قریش کی فوجیں ابوسفیان بن حرب کی زیرِ کمان تھیں۔ پھر ان تینوں مستقل فوجوں کا سپہ سالار کل ابوسُفیان بن حرب تھا۔ یہاں صرف تین مستقل فوجوں کے سرداروں کے نام درج کئے گئے ہیں۔ جبکہ کتب سیر میں ہر ایک قبیلے کے سردار کا الگ الگ نام بھی ملتا ہے قارئین کی دلچسپی اور تاریخ کا مطالعہ کرنے کا شوق رکھنے والے احباب کے لئے ان سرداروں کے نام بھی درج کئے جاتے ہیں۔ بنو سلیم کے لشکری سفیان بن عبد شمس کے زیرِ کمان تھے اور لشکر کی تعداد سات سو (700) تھی۔ قبیلہ اشجع کا سردار مسعود بن رخیلہ تھا۔ بنو مرّہ حارث بن عوف کے ماتحت تھے بنی اسد اور بنی اشجع وہ قبیلے تھے جن کی شرکت نے اس احزابی لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچا دی تھی وغیرہ وغیرہ۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 121، طبقاتِ ابن سعد جلد 1 صفحہ 27)

ان تمام قبائل نے ایک متحد لشکر کی شکل میں ایک مقررہ وقت پر مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا۔ اور چند یوم کے اندر ہی سارے مدینہ منورہ کے پاس دس ہزار کا یہ ٹڈی دل لشکر اکٹھا ہو گیا مورخین کے نزدیک اگر اس وقت سارے مدینہ منورہ کی آبادی جس میں بوڑھے، بچے، عورتیں مرد سب کو بھی شامل کیا جاتا تو شاید ان کی تعداد دس ہزار تک نہ پہنچتی۔ اگر کُفار اپنی اس ناپاک سازش میں کامیاب ہو جاتے اور اچانک مدینہ منورہ پر حملے کی سکیم یعنی جنگی منصوبہ بندی پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی تو عین ممکن تھا مسلمانوں کو بے خبری میں ناقابلِ تلافی نقصان اٹھانا پڑتا۔ مگر اہلِ

حق کی قیادت جس دور اندیش، معاملہ فہم، بیدار مغز اور چوکس ہستی کے ہاتھوں میں تھی۔ دُنیا ان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی مانند تھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظریں ہمیشہ حالات پر مرکوز رہتیں آپ علیہ السلام نے جاسوسی کا نظام اس قدر موثر اور مستحکم بنایا ہوا تھا کہ ہر آنے والے وقت اور مصیبت کا قبل از وقت ہی اندازہ فرما کر مناسب ترین اقدام فرما لیتے تھے۔ اس دفعہ بھی جب خیبر کے یہود قبیلہ کے لوگ گھوم پھر کر لوگوں کو اسلام کے خلاف اکسا کر متحد کر رہے تھے ان کی ساری حرکات کی مکمل خبر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ چکی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اطلاع ملتے ہی ہائی کمان یعنی مقتدر اصحاب کی مجلسِ شوریٰ منعقد کی اور مدینہ منورہ کے دفاع کے سلسلے میں ان سے مشورہ طلب فرمایا کافی غور وخوض کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجویز اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فارس سے حق کی تلاش میں نکلے تھے اور آخر کار دامنِ رحمت میں حق کی تلاش میں کامیاب ہوئے۔ کافی طویل عمر پائی تھی انہوں نے تجویز پیش کی میرے پرانے ملک فارس (ایران) میں جہاں عرصہ دراز سے قیصر و کسریٰ کے درمیان سخت معرکے ہوتے چلے آرہے تھے اہل فارس نے رُومیوں سے بچنے کے لئے ایک ایسا طریقہ جنگ اختیار کر لیا تھا جو دفاعی ہونے کے ساتھ ساتھ محفوظ اور دشمن کے لئے سخت مصیبت کا باعث بنتا تھا۔ یعنی اہلِ فارس اپنے شہروں اور قلعوں کے اردگرد گہری وکشادہ خندق کھود کر اس خندق کی تہہ میں لوہے کے کانٹے یا بانس تیر کی مانند تیز تراش کر زمین میں یُوں گاڑ دیتے کہ دشمن جب خندق پار کرنے کی کوشش کرتا تو اسکی سپاہ کا اکثر حصہ اس حکمت عملی اور دفاعی سپاہیوں کے تیر اور نیزوں کی بوچھاڑ میں خندق کے اندر گر کر لقمۂ اجل بن جاتا۔ یہاں کُفّار کا حملہ روکنے اور مدینہ منورہ کو محفوظ رکھنے کے لئے یہی تجویز پیش کی۔ عرب کے دستور اور حالات کے مطابق یہ ایک انوکھی اور منفرد تجویز تھی۔ جس پر پہلی دفعہ عمل کیا جانے والا تھا۔ خندق کھودنے کے فیصلہ کے بعد جن مقامات پر خندق کھودنے کی ضرورت تھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس جگہ خود تشریف لے گئے۔ سلع پہاڑ کی طرف مشرق کی طرف کھلے میدان میں خندق کھودنے کے کام کا آغاز ہوا کیونکہ مدینہ منورہ کے بعض پہلو عمارتوں اور بازار ہونے کی وجہ سے محفوظ تھے۔ اس طرح لشکرِ اسلام جسکی تعداد صرف تین ہزار تھی جس میں کل چھتیس (36) گھوڑے تھے سلع پہاڑ کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر سُرخ رنگ کا خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تجویز بڑی ہی باحکمت تھی۔ خندق کے طریقے سے اہلِ عرب واقف نہ تھے اس لئے یہ قوی امکان تھا کہ اس طریقہ سے مسلمانوں کو ہی فائدہ پہنچے گا۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 47، از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 283)

خندق کھودنے کی ابتداء

سب سے پہلے خندق کھودنے کی جگہ پر نشانات لگائے گئے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود خندق کی جگہ کی حدود قائم فرما کر خط کھینچا اور دس دس آدمیوں پر دس دس ہاتھ زمین تقسیم فرما دی جسکو انہیں کھودنا تھا۔ اسکے بعد خندق کھودنے کے ہتھیار مہیا کئے گئے۔

(از: فتح الباری جلد7 صفحہ305)

خندق کھودنے کا کام پُورے زور شور سے شروع ہوا خود سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ خندق کو اپنے دست مبارک سے کھودنے میں شریک تھے خندق اسقدر گہری کھودی گئی کہ زمین کی تری نکل آئی یعنی پہلی گیلی تہہ تک گہری خندق کھودی گئی۔ جس کی لمبائی 5539 میٹر اور چوڑائی 4.5 میٹر سے قدرے زیادہ تھی۔ اوسط گہرائی 3.25 میٹر رکھی گئی۔ خندق حرہ وبرہ سے حرہ واقم تک کھودی گئی اور سلع پہاڑ کا ایک حصہ انتظامی مرکز تھا جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکامات صادر فرما رہے تھے۔ جبل ذباب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ زن تھے وہاں مسجد ذوباب تعمیر ہوئی۔

(از: تاریخ طبری جلد3 صفحہ45)

کُتب سیر میں آتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ہی دس آدمیوں کے برابر کام کرلیا کرتے تھے اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے بعض کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ ہر روز کھدائی کا کام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی کے طور پر سرانجام دیں۔ اس موقع پر سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سَلْمَانُ مِنَ الْاَھْلِ الْبَیْتِ"

ترجمہ: "سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمارے اہل بیت سے ہے"۔

کتب سیر میں بعض مقامات پر مذکور ہے کہ کھدائی کے دوران کچھ عجیب واقعات بھی رونما ہوئے۔ قیس بن صعصعہ ایک بدنظر شخص تھا اسکی بدنظر لوگوں کو بہت جلد لگ جاتی تھی۔ قیس بن صَعصَعہ کی نظر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی اور بدنظری حق ہے (العین الحق) کے حکم کے مطابق حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ اور زمین پر گر پڑے۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا قیس بن صَعصَعہ کو وضو کرائیں پھر وضو کا

پانی ایک برتن میں جمع کریں۔ پھر وہ پانی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہادیں۔ پانی بہاتے وقت برتن کو ان کی پشت کی جانب سے ٹیڑھا کریں اس طرح کیا گیا تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً صحیح ہو گئے۔

خندق کی کھدائی کے دوران سخت سرد ہوا چلتی رہتی تھی لیکن یہ اہلِ حق خدا کے دین کی سربلندی کے لئے مکمل یکسوئی سے کھدائی میں مصروف رہتے کھدائی کے ہتھیار آلات یعنی کدال، پھاوڑہ، اور ہتھوڑا وغیرہ یہودی قبیلے بنی قریظہ سے مستعار لئے تھے۔ بنی قریظہ کی اس وقت مسلمانوں کے ساتھ صلح تھی۔ اور وہ اپنے وعدہ پر پابند تھے اور دیگر کفّار کا مدینہ منورہ پر حملہ ان لوگوں کو پسند نہ تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اپنے سروں اور کندھوں پر مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینکتے تھے ہر شخص کام میں مصروف تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران پیش آنے والے واقعات کے سلسلہ میں ہم گزشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ اپنے دست مبارکہ سے کام کرتے رہے اور آج بھی خندق کی کھدائی کے دوران تاجدار کائنات آقائے کل حضور پُرنور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر صحابہ کے ساتھ خندق کی کھدائی میں عملی شریک تھے تاکہ اُمّت کے لئے سُنت اور سبق بن جائے کہ وقت پڑنے پر آقا، غلام، حاکم ومحکوم ہر ایک کام کرے کسی کے ذہن میں تکبّر یا بڑائی کا خیال پیدا نہ ہو۔ کھدائی اور مٹی اٹھاتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک پر گرد اٹ گئی۔ جاڑے کی سخت سرد ترین راتیں تین تین دن کا فاقہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا سخت محنت سے کام کرنا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

ترجمہ حدیث: ”اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ پس مُہاجرین اور انصار کو بخش دے۔“

نیز آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ خَيْرُ الْاٰخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

ترجمہ: ”اے اللہ فائدہ تو آخرت ہی کا بہتر ہے۔ انصار اور مہاجرین میں برکت عطا فرما“۔

(از: صحیح بخاری روایت حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

علماء سیر کا خیال ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ وہ فاضل صحابہ اور شعراء سے تھے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ قول قبول کیا اور خود پڑھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مل کر یہ شعر پڑھتے تھے۔ اس شعر کے آخر پر یہ اضافہ بھی

موجود ہے۔

ترجمہ: ''اے اللہ عضل وقارہ اوراسکے مددگاروں پرلعنت کر۔ کیوں کہ انہوں نے ہم کو پتھروں کے بوجھ سے تکلیف دی ہے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس 72ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 305 احادیث مروی ہیں) فرماتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان دُرافشاں سے یہ کلمات سُنے:

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهِ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ صَلَّيْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قِيْنَا اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْ عَلَيْنَا وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبِيْنَا.

ترجمہ حدیث پاک:

''خدا کی قسم اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ اے اللہ ہم پرسکون اوراطمینان نازل فرما اورلڑائی کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ، ان لوگوں نے ہم پر بڑا ظلم کیا ہے یہ جب کبھی ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم کبھی اسکو قبول نہیں کرتے اورابینا ابینا کا لفظ جب آتا تو باربار بلند آواز سے فرماتے اور باربار یہ لفظ بلند آواز سے فرماتے تھے۔''

(از: صحیح بُخاری شریف غزوہ احزاب)

انصاراورمہاجرین نے جواب دیا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْ مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَابَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لئے جب تک کہ باقی رہیں محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے۔''

(از: بخاری شریف جلد 1 صفحہ 397)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

''سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خندق سے مٹی ڈھورہے ہیں یہاں تک کہ غُبار نے شِکم مبارک کی جلد ہی ڈھانپ دِی تھی۔ آپ علیہ السلام کے بال مبارک بہت زیادہ تھے۔ میں نے اسی حالت میں آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رجزیہ کلمات کہتے ہوئے سُنا۔ آپ علیہ السلام مٹی ڈھوتے جاتے اور اشعار کہتے جاتے تھے"۔

(یہ حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرب سے

چٹان کا ریزہ ریزہ ہو جانا

خندق کی کھدائی کے دوران سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کے بے شمار علامات ونشانات ظاہر ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے جس کا قصّہ یوں ہے۔ کھدائی کے دوران اچانک ایک سخت چٹان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو اس جگہ کو کھود رہے تھے اُن کے راستے میں حائل ہوگئی صحابہ نے کوشش کی مگر چٹان کو اسکی جگہ سے نہ ہٹا سکے۔ چٹان اسقدر سخت تھی کہ اس پر کوئی ہتھوڑا یا چھینی یا لوہا کاٹنے کا اوزار کام نہیں کرتی تھی۔ آخر کار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ پتھر کی ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی ہے وہ خندق کھودنے میں رکاوٹ بن گئی ہے سخت محنت کے باوجود ہم لوگ اسکو راستے سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوئے چٹان اسقدر سخت ہے کہ اس پر کوئی ہتھوڑا یا چھینی کارگر ثابت نہیں ہو رہی۔ یہ سُن کر فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے۔ حالت یہ تھی کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ اقدس پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھوڑا لیا اور چٹان پر مارا۔ اسی وقت وہ سخت ترین چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔

(یہ حدیث شریف باب غزوہ احزاب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تو دورانِ کھُدائی ایک سخت چٹان راستے میں حائل ہوگئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بہت کوشش کی کہ ہتھوڑوں یا دیگر اوزاروں کی مدد سے اُس چٹان کو اپنے راستے سے ہٹا دیں مگر کامیاب نہ ہو سکے آخر کار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی۔ آپ چٹان کے پاس تشریف لائے۔ بسم اللہ پڑھ کر ہتھوڑا چٹان پر مارا جس سے ایک تہائی چٹان ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھے شام کی چابیاں عطا کی گئیں۔ خُدا کی قسم اس ضرب

سے میں نے شام کے سُرخ محلات دیکھ لئے ہیں'' پھر دوسری ضرب لگائی تو چٹان کا دوسرا تہائی پتھر ٹوٹ کر بکھر گیا پھر فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' اللہ اکبر مجھے فارس کی چابیاں عطا کی گئیں میں نے مدائن کے قصر ابیض کے سفید کنگرے اسوقت دیکھ لئے ہیں''۔ پھر مدائن کے کنگروں کی علامات بیان فرمائیں تو سُن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی خُدا کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بیشک وہ کنگرے اسی طرح کے ہیں۔ اسکے بعد رسولِ کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری ضرب لگائی جسکی وجہ سے چٹان کا باقی پتھر بھی ریزہ ریزہ ہوگیا اس دفعہ ارشاد فرمایا'' اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں بھی عطا فرمادی ہیں۔ خُدا کی قسم جہاں میں اسوقت کھڑا ہوں یہاں سے صنعاء کے دروازے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں''۔

(یہ حدیث اسنادِ حسن کے ساتھ مسند احمد اور نسائی شریف میں موجود ہے
جس کو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے)
(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 305،304، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 285)
(شرف النبی جلد 1 صفحہ 270 وغیرہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دینا

خندق کی کُھدائی کے دوران حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ۔ قبیلہ خزرج عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ ایمان لائے۔ 94 سال کی عمر میں 74ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1540 احادیث روایت کی ہیں) نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے اندر سخت بھوک کے آثار دیکھے تو بکری کا ایک بچہ ذبح کیا۔ ان کی بیوی نے ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) جَو پیسے اور حاضر خدمت ہو کر بڑی رازداری کے ساتھ خدمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ آپ علیہ السلام اور چند صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میرے ہاں تشریف لائیں چنانچہ رحمت عالم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن کی تعداد ایک ہزار تھی ان کو ہمراہ لے کر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تمام صحابہ نے اس مٹھی بھر پسے ہوئے جَو سے تیار کردہ شکم سیر ہو کر کھانا کھایا جب

سب پیٹ بھر کر کھا چکے تو گوشت سے ہانڈی اُسی طرح بھری کی بھری موجود رہی اور جَو کا آٹا اُسی طرح اپنی حالت میں گوندھا پڑا رہا جس سے متواتر روٹیاں پکائی جاتی رہیں یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا بس یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم شِکم سیر ہو چکے۔سبحان اللہ کیا ہی افضل اعلےٰ طریقے سے خداوند کریم نے شانِ نبوت کی نشانی کو اہلِ حق پر ظاہر فرمایا۔

(از صحیح بخاری شریف جلد2 صفحہ 588،589)

مُسلمان پوری ہمّت و جان فشانی سے کھُدائی میں شب و روز مصروف تھے تو دوسری طرف سخت سردی میں متواتر کام کرنے کی وجہ سے ایسی سخت ترین بھوک برداشت کررہے تھے کہ اگر اس بھوک کا تصور ہی کرلیا جائے تو کلیجہ شق ہوکر رہ جائے۔اہلِ دِل اندازہ کریں کہ خندق کھودنے والوں کے پاس دو مٹھی جَو لایا جاتا تھا جس کو ایسی چکنائی میں کھانے کے لئے تیار کیا جاتا جس چکنائی سے بُو آتی تھی پھر کھانے کے لئے اہل خندق کو دیا جاتا۔لوگ سخت بھوکے ہوتے تھے اس کھانے کا ذائقہ حلق کے لئے ناخوشگوار ہوتا اور اس سے بدبو اٹھ رہی ہوتی تھی۔

(روایت از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی بخاری جلد2 صفحہ 588)

اہلِ خندق کے لئے جب بھوک برداشت سے بڑھ گئی تو اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ لئے تاکہ بھوک کی شدّت میں کچھ کمی ہوجائے۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھوک کا شکوہ کیا پھر اپنا شکم کھول کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دکھلایا جس پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا شکم اقدس کھول کر دکھلایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

سبحان اللہ آفرین جائیں ایثارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کائنات ارض وسما میں ایسی عملی تبلیغ کی مثال ملنا تو ایک طرف کسی بڑے سے بڑے مُفکر، عالم، مُدبر، مُصلح کی سوچ بھی نہیں جاسکتی۔ اللہ کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر لاتعداد درود وسلام بھیجتے ہوئے آپ علیہ السلام کے درجات بُلند فرمائے۔

(از جامع ترمذی ومشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 448)

نبوت کی ایک یہ بھی نشانی ظہور میں آئی کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج 65ھ میں حمص کے نواح میں بیران کے مقام پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرفداری کی بنا پر شہید کردیئے گئے۔عقبہ ثانیہ میں 170 انصار

کے ہمراہ جاکر بیعت کی تھی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 124 احادیث مروی ہیں) کی بہن ہاتھ میں چند کھجوریں لے کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزریں تاکہ اُس کے بھائی اور ماموں یہ کھجوریں کھا کر بھوک کی شدّت میں کمی کرسکیں جب رحمتِ عالم علیہ السلام کے قریب سے گزر رہی تھیں تو سرکار علیہ السلام نے دریافت فرمایا ''اے لڑکی تیرے ہاتھ میں کیا ہے'' جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چند کھجوریں ہیں جو والدہ نے بھائی، ماموں اور والد کے لئے ناشتہ میں بھیجی ہیں فرمایا ''یہ کھجوریں میرے پاس لاؤ'' لڑکی نے وہ کھجوریں خدمت اقدس میں پیش کردیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھجوریں ہاتھ مُبارک میں لے کر ایک کپڑا طلب فرمایا پھر وہ کھجوریں کپڑے پر پھیلا کر حکم دیا کہ ''تمام خندق کھودنے والے صحابہ کرام ر(ضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کو حاضر کیا جائے'' جب سب ساتھی حاضر ہوگئے تو ارشاد فرمایا ''آپ لوگوں کی دعوت ہے کھجوریں کھائیں'' سب اہل خندق جنکی تعداد ایک ہزار تھی نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں وہ لوگ کھجوریں کھاتے جاتے تھے تو ادھر کپڑے پر پڑی ہوئی کھجوریں تعداد میں بڑھتی جاتی تھیں یہاں تک کہ سب اہل خندق سیر ہو کر کھجوریں کھا کھا کر چلے گئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کنارے سے باہر گر رہی تھیں۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 218، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 286)

اہلِ سیر کے نزدیک 20 (بیس) اور بعض کے نزدیک جن میں واقدی شامل ہیں چوبیس (24) روز تک خندق کی کھُدائی کا کام جاری رہا۔جب آپ علیہ السلام خندق کھودنے میں مصروف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ علیہ السلام کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں سے تین یعنی حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں باقی سب ازواج بنی حارثہ کے محلّہ میں تھیں۔جب آپ علیہ السلام خندق کھودنے میں مشغول تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وہ لڑکے بھی آئے جو بالغ یا نابالغ تھے اور کھدائی میں مشغول تھے جب کھدائی کا کام مکمل ہوگیا تو ان لڑکوں میں سے ان کو جو پندرہ سال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے آپ علیہ السلام نے واپس ان کو گھروں میں بھجوادیا اور جو پندرہ سال کے ہوچکے تھے ان کو آپ علیہ السلام نے اجازت دے دی ایسے لڑکوں میں جن کو آپ علیہ السلام نے اجازت دے دی تھی عبداللہ بن عمر، زید ابن ثابت، ابوسعید خدری اور براء ابن عازب شامل تھے۔

امام نودی روضۃ الاحباب میں تحریر کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی پندرہ روز میں مکمل ہوئی۔کچھ کے نزدیک یہ کام ایک ماہ تک جاری رہا بہر حال جب خندق کی کھدائی کا کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو اُس سے چند روز بعد کُفار

بھی اپنے لشکر کے ساتھ حدودِ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ چونکہ مدینہ منورہ شمال کے علاوہ باقی تین اطراف سے محفوظ تھا یعنی باقی اطراف میں حرّے وغیرہ کی چٹانوں پہاڑیوں اور کھجور کے گنجان نخلستانوں سے گھرا ہوا تھا اور ایک طرف مدینہ منورہ کی آبادی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ماہر و تجربہ کار فوجی جرنیل یعنی سپہ سالار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ مدینہ منورہ پر شمال کے علاوہ حملہ ہو ہی نہیں سکتا اسی لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجویز کے مطابق سرکار علیہ السلام نے شمال کی سمت ہی خندق کھودنے کا حکم فرمایا باقی اطراف مذکورہ تفصیل کے مطابق قدرتی طور پر محفوظ تھیں۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 3 صفحہ 220،221)

حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلع کی پہاڑی کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی مستورات کو شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دیا گیا۔ حیی بن اخطب جو کہ قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا اسکو قبیلہ سمیت بدعہدی کی سزا کے طور پر سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ بدر کر دیا تھا اور یہ اپنے اہل قبیلہ میں سے کچھ کے ساتھ خیبر میں جا کر آباد ہو گیا تھا ابوسفیان کے اکسانے اور اپنی ذاتی عناد و سخت دشمنی کی بنا پر کعب بن اسد کے پاس گیا۔ یاد رہے یہ کعب بن اسد یہودی قبیلہ بنو قریظہ کا سردار تھا اور اس قبیلہ کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد و پیمان تھے جن پر ابھی تک کعب سختی سے عمل کر رہا تھا۔ کعب بن اسد نے گزشتہ عہد و پیمان کا پابند ہونے کی وجہ سے حیی بن اخطب کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ حیی بن اخطب نے کعب بن اسد کو قلعہ کا دروازہ کھولنے پر بار بار اصرار کیا مگر کعب بن اسد نے دروازہ بند کرتے ہوئے حیی بن اخطب کو گالی دیتے ہوئے کہا اے بدبخت ہم حضور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ عہد و پیمان کئے ہوئے ہیں۔ جن کو ہم کسی قیمت پر توڑ نہیں سکتے۔

حیی بن اخطب بار بار دروازہ کھولنے پر اصرار کرتا رہا اور اس نے کئی بہانے بنائے آخر میں کہنے لگا اے کعب بن اسد تو میری ضیافت کرنے سے گریز کرتا ہے اس لئے دروازہ کھولنے سے رُکا ہوا ہے اہلِ عرب کے ہاں بخل و خست سے بڑھ کر اور کوئی چیز زیادہ بُری خیال نہیں کی جاتی تھی اس لئے کعب پر حیی کی یہ بات گراں گزری اس نے دروازہ کھول دیا اور یوں حیی بن اخطب قلعہ میں داخل ہو کر کعب بن اسد کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گذشتہ اوراق میں ذِکر ہو چکا ہے کہ یہ حیی بن اخطب اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ تھا اس نے کعب بن اسد کو یقین دلایا کہ میں عرب کی متحدہ افواج کا ایک بحرِ بیکراں اپنے ہمراہ لایا ہوں جو چشم زدن میں مسلمانوں کو اپنے ساتھ خاک وخشت کی طرح بہالے جائے گا یہ موقع نہایت ہی سنہری ہے محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) سے بدلہ لینے کا اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا اس لئے ہمارا ساتھ دو ورنہ بعد میں ساری عمر افسوس کرتے رہو گے۔کعب بن اسد پھر بھی نہ مانا اور انکار کرتا رہا اُس نے کہا میں ایسی پاکباز ہستی کے ساتھ کس طرح بدعہدی کر سکتا ہوں۔جسکو میں نے ہمیشہ صادق العہد پایا ہے۔ایسے شخص سے عہد شکنی کرنا سخت ناانصافی اور مروّت کے خلاف ہے مگر حیی بن اخطب جو کہ نہایت چالاک چرب زبان اور صفت شیطان سے کم نہ تھا۔متواتر اپنی بات کو ہر زاویے سے دہراتا رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کعب بن اسد اسکی باتوں میں آکر عہد شکنی پر تیار ہو گیا۔

اُدھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حیی بن اخطب اور کعب بن اسد کے معاملہ کا علم ہوا تو حضور علیہ السلام نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے حضرت سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے سردار اور حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ خزرج کے سردار (بن ولیم بن حارثہ بن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا۔15ھ میں دمشق کے قریب حوازن میں وفات پائی) رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''اگر معاہدہ توڑنے کی خبر سچ ہوئی تو اس خبر کو واپس آکر مبہم الفاظ میں بیان کرنا تاکہ لوگوں میں بددلی نہ پھیلے اور اگر یہ افواہ غلط ہوئی تو اعلانیہ بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں''۔یہ دونوں بزرگ بنو قریظہ کے پاس گئے ان لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان یاد دلائے۔سُن کر کہنے لگے ہم نہیں جانتے معاہدہ کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کون ہیں۔

صحابہ کرام واپس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بنی قریظہ کی عہد شکنی کی تصدیق کر دی۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ140، زرقانی جلد2 صفحہ111، مدارج النبوت)

ایک طرف تمام قبائل عرب مُسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ کے مقامِ اُحد کے نواح میں جمع ہو رہے تھے۔ اور دوسری طرف اس موقع پر بنو قریظہ کی بدعہدی نے مزید مشکل پیدا کر دی۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر فرمایا:

''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيل''

ترجمہ: ''اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز''۔

اسکے باوجود کچھ کمزور دِل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس اچانک تبدیلی سے بہت خوفزدہ تھے۔

رعب اور دشمن کی تعداد کی وجہ سے ان لوگوں کی آنکھیں تحیّر زدہ تھیں۔ خداوند کریم قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے: سورۃ الاحزاب آیات 10، 11۔

إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾

ترجمہ: ''یاد کرو جب تم پر کفار آچڑھے اوپر کی جانب سے بھی اور نیچے کی جانب سے بھی اور تمہاری آنکھیں خیرہ ہوگئیں تھیں تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے۔ خنجروں میں تمہارے دِل اٹک گئے تھے اور اللہ کے بارے میں مختلف قسم کا گمان کرنے لگے۔ اس جگہ مسلمان (اہلِ ایمان) آزمائش میں ڈالے گئے اور انہیں اچھی طرح سے جھنجھوڑا اور ہلایا گیا۔''

(سورۃ الاحزاب آیات 10، 11)

منافق اور کمزور ایمان والے کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ ہم لوگ قیصر وکسریٰ کو فتح کریں گے ان کے خزانے ہمیں ملیں گے جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ ہم لوگ لاچار، کمزور اور مجبور ہوکر رہ گئے ہیں گویا ان لوگوں کے ایمان ہی ہاتھوں سے جارہا تھا۔ اس موقعہ پر مالک ارض وسماء نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ارشاد ہوا: سورۃ الاحزاب آیت 12۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾

ترجمہ: ''جب منافق اور جن لوگوں کے دِل میں بیماری ہے کہہ رہے تھے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ تو مکر فریب تھا۔''

(از: سورۃ الاحزاب آیت: 12)

یہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کو اخلاص کی کسوٹی پر پرکھا جارہا تھا کہ کون مخلص محبّ صادق اور کون کون نفاق کی لعنت میں مبتلا ہے۔ یوں مالک حقیقی کی طرف سے نازل کسوٹی نے بہت کم وقت میں ہی کھرا اور کھوٹا الگ کردکھایا۔ چنانچہ منافقین کے گروہ نے مختلف حیلے بہانے شروع کردیئے۔ کہنے

لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے گھر بالکل خالی پڑے ہیں ہمارے گھر دیواریں چھوٹی ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہیں اور دشمن کی زد میں ہیں۔ ہماری عورتیں اور بچے غیر محفوظ ہیں اس لئے ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم ان کی حفاظت کرسکیں کیونکہ ہمارے اہلِ خانہ کی ہمارے علاوہ حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہے ان لوگوں کے بارے میں اللہ کریم نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا: سورۃ الاحزاب آیت 13۔

وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾

ترجمہ: ''جب ان میں سے ایک گروہ نے یہ کہا کہ اے مدینہ (یثرب) کے باشندو! تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تمہارے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہیں۔ اس لئے واپس چلو اور ان میں سے ایک فریق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجازت مانگی ہمارے گھر بے حفاظت ہیں۔ حالانکہ وہ بے حفاظت نہیں تھے وہ تو صرف فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔''

(سورۃ الاحزاب آیۃ:13)

دوسری طرف اہلِ حق جن کے دِل اخلاص، ایمان، یقین، اور جاں نثاری کے جذبہ سے لبریز تھے ان خوش قسمت اہلِ ایمان کی حالت کو خداوند کریم نے اپنے پاک کلام میں یوں ارشاد فرمایا: سورۃ الاحزاب 22۔

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾

ترجمہ: ''اور جب اہل ایمان نے کفار کی فوجیں دیکھیں تو بے ساختہ یہ کہا یہ وہی ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے سچ کہا ہے اللہ اور اُس کے رسول نے اور اس سے ان لوگوں کے یقین ایمان اور اطاعت میں اور زیادتی ہوگئی۔''

(سورۃ الاحزاب آیۃ:22)

حقائق کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہود اور منافقین سب نے ہی اس لڑائی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بدعہدی کی تھی۔ مشرکین کا ٹڈی دل جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو وہ لوگ مدینہ منورہ اور اپنے درمیان ایک عریض خندق کو دیکھ کر ششدر و پریشان ہو گئے اب محاصرہ کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ تھا اس لئے خندق کی دوسری طرف خیمہ زن ہو کر محاصرہ کر لیا۔ مشرکین ان حالات سے سخت پریشان تھے کیونکہ گھر سے چلتے وقت جن جن جنگی نکتوں کو اُن لوگوں نے ذہنوں میں رکھ کر لڑائی کا منصوبہ بنایا تھا اُس میں خندق کا پیش آنا تو سرے سے شامل ہی نہ تھا اور شامل بھی کیسے ہو سکتا تھا جبکہ عرب میں نہ تو خندق کھود کر لڑنے کا رواج تھا اور نہ ہی ان لوگوں نے پہلے خندق دیکھی تھی۔ چنانچہ خندق کے قریب پہنچ کر یہ لوگ عجیب قسم کے کرب میں مبتلا ہو کر غیظ و غضب سے چکر لگاتے پھرتے تھے آخر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ خندق کا کوئی کمزور حصّہ تلاش کریں تا کہ اس طرف سے حملہ آور ہو کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گردو پیش پر مکمل نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ ہر طرف چوکس اہلِ حق تیروں کی بارش میں مشرکین کا استقبال کر رہے تھے۔ اس قدر سخت انتظامات کی وجہ سے مشرکین کو خندق کے قریب آنے کی جرأت نہ ہو سکی تا کہ وہ مٹی ڈال کر خندق کو عبور کر سکیں یا کود کر خندق سے اُس پار چلے جائیں۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو(300) مجاہدین کے ساتھ مدینہ منورہ کے مکانوں اور قلعوں کی حفاظت کے لئے روانہ کیا جن میں خواتین بوڑھے اور بچے رہائش پذیر تھے تا کہ مشرکین اگر اچانک کسی طرح عقب سے مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو ان کو روک کر خواتین بچے اور بوڑھوں کو ان سے محفوظ رکھا جا سکے۔

(از: مدارج النبوت جلد2 صفحہ288)

باختلاف رائے بیس یا چوبیس روز تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس 11ھ میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو احادیث مروی ہیں۔ قبیلہ اوس کی شاخ عبد الاشہل سے تھے) ایک جماعت کے ہمراہ سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیمہ شریف کی حفاظت پر معمور تھے مُشرکین نے خیمہ شریف کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کی لیکن جاں نثارانِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں اُن لوگوں کو خندق عبور کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اسلامی لشکر کی تعداد اہل سیر کے نزدیک تقریباً تین ہزار تھی۔ ابن اسحاق نے تعداد سات سو(700) بتائی ہے۔

محاصرہ نے جب طول کھینچا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ مُسلمان اندرونی اور بیرونی لحاظ سے دشمنوں منافقین اور یہودی مشرکین کے نرغہ میں آگئے ہیں محاصرہ کی شدّت اور سختی کی وجہ سے کہیں مُسلمان بشری تقاضا کے تحت گھبرا نہ جائیں۔ اس لئے یہ ارادہ فرمایا کہ عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف جو کہ قبائل غطفان کے قائد تھے ان سے مدینہ منورہ کے تہائی پھل دے کر صلح کر لی جائے تا کہ یہ لوگ ابوسفیان کا ساتھ چھوڑ دیں اور مُسلمانوں کو ان کے حصار سے نجات مِل جائے۔ چنانچہ سرکار دو عالم خاتم النبیین علیہ السلام نے اپنے اس ارادہ مقدسہ کا حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے اظہار فرمایا ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اگر ایسا حکم اللہ کی طرف سے ہے تو ہم اسکی تعمیل کے لئے حاضر ہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ محض اس لئے فرمایا ہے کہ ہماری تسلّی ہو اور آپ علیہ السلام کا دریائے شفقت ہم لوگوں کو اس سخت مصیبت میں دیکھ کر آسانی پیدا کرنے کے لئے جوش میں ہے۔ کیونکہ بحکم خداوندی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ ہم لوگوں کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جاتی ہے اس لئے آپ علیہ السلام یہ چاہتے ہیں کہ ہماری پریشانی دور ہو۔ یہ سُن کر سرکار علیہ السلام نے فرمایا'' خداوند کریم کی طرف سے تو ایسا کوئی حکم نہیں آیا۔ میں نے تو محض تمہاری خاطر ایسا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اہلِ عرب نے متحد ہو کر ایک کمان سے تم پر تیر اندازی شروع کی ہے اور میں اس طریقے سے اہلِ عرب کی اس اجتماعی قوت کو توڑ کر کمزور کرنا چاہتا ہوں''۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم اور یہ مشرک لوگ سب مل کر بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کا تصوّر بھی ہمارے دماغوں میں نہیں تھا اس وقت بھی ان ٹڈی دل افواج کے سورماؤں کی یہ مجال نہیں تھی کہ ہم سے ایک خرما بھی زبردستی حاصل کر سکیں ہاں البتہ مہمانی کے طور پر ہم سے لے سکتے تھے اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کی لازوال اور بے مثال نعمت عطا فرمائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم الشان رحیم وکریم ہستی کو ہم میں مبعوث فرما کر ابدی دولت سے سرفراز کیا ہے اور دینِ اسلام سے ہمیں عزّت وقوّت بخشی ہے اپنا مال خود ہم ان شر پسند مشرکین کو دے دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات ناممکن ہے خدا کی قسم انہیں اپنا مال دینے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے ہم ان لوگوں کو تلواروں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیں گے ان سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر گزریں ہم انشاء اللہ ثابت قدم رہیں گے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 141، تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 140)

تقریباً دو ہفتے کا عرصہ اسی محاصرے کی کیفیت میں گزر گیا مشرکین نے ہر ممکن کوشش کر لی کہ کسی نہ کسی طریقے سے خندق عبور کر لی جائے مگر مسلمانوں کی مستعدی، ہوشیاری، جذبہ ایمانی اور بلند حوصلوں کی وجہ سے یہ مشرکین کامیابی حاصل نہ کر سکے قریش کے سرداروں وشہسواروں کو یہ گوارہ نہ تھا کہ خندق کے پاس ڈیرے ڈالے محاصرے کے نتائج کے انتظار میں بے فائدہ پڑے رہیں۔ یہ بات اہلِ عرب اور خاص طور پر ان مشرکین کی عادت اور شان کے خلاف تھی۔ چنانچہ ان کی ایک جماعت جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابوجہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اس جماعت نے خندق کے اس حصہ سے گھوڑوں کو زبردست مہمیز لگائی جو قدرے کم چوڑا تھا اور یوں مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئے۔ ان سب میں سے زبردست اور سب سے زیادہ قوی و بہادر عمرو بن عبدود تھا یہ غزوہ بدر میں زخمی ہو کر واپس چلا گیا تھا اس وقت اس نے قسم کھائی تھی کہ میں سر میں تیل نہیں ڈالوں گا جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لے لوں۔ غزوہ خندق کے موقع پر عمرو بن عبدود کی عمر نوّے (90) سال تھی۔ ان لوگوں نے جب خندق کو گھوڑوں سمیت عبور کر لیا تو لوگ گھوڑوں پر خندق اور سلع کے درمیان میں چکر کاٹنے لگے ادھر سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند سواروں کے ہمراہ تشریف لائے اور جس مقام سے ان لوگوں نے گھوڑوں پر خندق کو عبور کیا تھا اس راستے کو قبضے میں لے کر واپسی کی راہ بند کر دی۔ یہ دیکھ کر عمرو بن عبدود نے مسلمانوں کو مبارزت کے لئے للکارا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے للکار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تیرے ساتھ میں مقابلہ کو تیار ہوں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقابلہ سے روکا اور فرمایا ''یہ عمرو بن عبدود ہے'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے۔ مگر جب عمرو نے دوبارہ للکارا اور کسی طرف سے آواز نہ آئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اسکی للکار کا جواب دیا۔ پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ عمرو بن عبدود ہے''۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر بیٹھ گئے مگر جب تیسری بار عمرو نے للکارا تو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جواب میں عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جانتا ہوں یہ عمرو بن عبدود ہے اس مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقابلہ کی اجازت عطا فرماتے ہوئے خود اپنے دستِ مبارک سے اپنی ذوالفقار تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرماتے ہوئے ان کے سر مبارک پر عمامہ باندھا۔

اب شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن عبدود جو کہ عرب کے ایک ہزار آدمیوں کے برابر طاقت

رکھتا تھا۔ مقابلہ کے لئے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ عمرو بن عبدود کا یہ مشہور قول تھا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے تو ان میں سے ایک بات کو ضرور قبول کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیا واقعی ہی یہ تیرا قول ہے عمرو بن عبدود نے کہا ہاں بے شک یہ میرا ہی قول ہے پھر ان دونوں کے درمیان درج ذیل گفتگو ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

عمرو بن عبدود نے جواب دیا ہرگز نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر دوسری دفعہ فرمایا اگر اسلام نہیں لاتے تو لڑائی سے واپس چلا جا۔

عمرو بن عبدود نے اس پر جواب دیا میں قریش کی خواتین کا طعنہ نہیں سُن سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی تو مجھ سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جا۔

عمرو بن عبدود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''مقابلہ کرلو'' والی بات پر ہنسا اور کہنے لگا مجھے ہرگز یہ اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی شخص کبھی مجھے ایسی درخواست بھی پیش کریگا پھر بولا تم ابھی کمسن ہو اپنے سے بڑے کو میرے مقابلے کے لئے بھیجو کیونکہ میں تمہارے قتل کو پسند نہیں کرتا۔

(از: زرقانی جلد 1)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا مگر میں تمہارے قتل کو پسند کرتا ہوں یہ سُن کر عمرو طیش میں آ گیا دوسری طرف کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل میدانِ جنگ میں لڑائی کے لئے تشریف لائے تھے اور عمرو گھوڑے پر سوار تھا اس لئے فوراً کود کر گھوڑے سے نیچے اترا تلوار نکالی اپنے گھوڑے کی کوچیں کاٹیں اس کے چہرے پر تلوار ماری اور آگے بڑھ کر شیر خدا سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کیا۔ جناب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وار کو سپر پر روکا لیکن تلوار ڈھال (سپر) میں گھس کر نکل آئی اور جناب امیر کی پیشانی مبارکہ کو زخمی کر دیا۔ گو زخم زیادہ گہرا نہ تھا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مبارکہ پر داغ چھوڑ گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالقرنین بھی کہتے تھے کیونکہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ ایک عمرو بن عبدود، دوسرا ابن ملجم۔

(از: قاموس)

عمرو بن عبدود اپنا وار کر چکا تھا جس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپر پر روکا اب جواب میں حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرپور وار کیا اور شیرِ خدا کی ذوالفقار اس مرتد جس کو اپنی طاقت پر سخت گھمنڈ و ناز تھا کا شانہ کاٹ کر نیچے اتر آئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جس سے اہلِ حق فوراً سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتح اور اس مرتد کو شکست دی اور وہ واصلِ جہنم ہو گیا۔ اسکے بعد ضرار اور ہبیرہ ابن ابو وہب نے حملہ کیا لیکن جب ذوالفقار والا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ آگے بڑھا تو بھاگنے میں عجلت کی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار کا تعاقب کیا ضرار نے مڑ کر وار کرنا چاہا لیکن رُک گیا اور کہا اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس احسان کو یاد رکھنا۔ ہبیرہ ابن وہب جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر تھا ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی اولاد بھی تھی یہ شخص کفر کی حالت ہی میں مرا۔

نوفل بن عبد اللہ گھوڑے پر سوار بھاگ کر خندق کو پھاندنا چاہتا تھا مگر خندق میں سر کے بَل گرا اور گردن ٹوٹنے سے واصلِ جہنم ہوا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب نوفل بن عبد اللہ خندق میں گرا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس پر تیر برسانے شروع کر دیئے یہ دیکھ کر کہنے لگا میں شریفانہ موت چاہتا ہوں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر خندق میں اُترے اور ذوالفقار سے اسکو ایسے مارا جیسے شریفوں کے شایان تھا۔

(از: ابن سعد اور خمیس)

نوفل بن عبد اللہ کی لاش حاصل کرنے کے لئے مشرکین نے دس ہزار درہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "وہ بھی خبیث تھا اور اسکی دیت بھی خبیث اور ناپاک ہے اس پر اور اسکی دیت پر بھی اللہ کی لعنت ہو نہ ہمیں دس ہزار درہم کی ضرورت ہے اور نہ ہی اسکی خبیث لاش کی" اور یوں بغیر کِسی معاوضہ کے اس خبیث نوفل بن عبد اللہ کی لاش مشرکین کے حوالے کر دی۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 114)

جس قدر دُکھ و مشقت غزوہ خندق میں سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برداشت کرنا پڑی کسی اور غزوہ میں نہ اٹھانا پڑی۔ گو غزوہ اُحد میں بھی بڑی سخت محنت، مشقت اور مشکل وقت در پیش رہا لیکن اس غزوہ کے مقابلہ میں کم تھا جس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اُحد میں مقابلہ صرف قریش کے ساتھ تھا جبکہ اس غزوہ میں عرب کے تمام قبائل اکٹھے ہو کر مسلمانوں کو ختم کرنے کے در پے تھے پھر غزوہ اُحد کی مشکلات صرف ایک روز کے لئے تھیں جبکہ اس غزوہ میں کئی روز سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

غزوہ خندق کے روز جب عمرو بن عبدودوغیرہ قتل ہوئے مشرکین نے مل کر اسقدر زوردار حملہ کیا جس کے نتیجہ میں سارا دن لڑائی ہوتی رہی ہر طرف سے تیر اور پتھروں کا متواتر استعمال یہ منظر پیش کر رہا تھا کہ جیسے گویا تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ سارا دن یہ تیروں کی بارش لگاتار ہوتی رہی اور کسی وقت بھی تھمنے میں نہ آتی تھی۔ مگر مسلمانوں نے ثابت قدمی اور ہمت سے ان تیروں اور پتھروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یوں مشرکین کی ہر کوشش ناکام بنادی۔ اس طرح کے سخت حملوں کی وجہ سے مسلمانوں اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض نمازیں بھی قضا ہو گئیں کیونکہ سخت اور متواتر تیراندازی کی وجہ سے اپنی جگہ تک سے ہٹنا ناممکن ہو گیا تھا۔

غزوۂ خندق کے روز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار ومشرکین کو سخت سست اور نکما کہتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج میں نے بڑی مشکل سے سورج کے ڈوبتے ڈوبتے نمازِ عصر ادا کی ہے۔ جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''واللہ میں نے تو ابھی نماز ہی نہیں پڑھی ہے''۔ اسکے بعد ہم لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بطحان میں اُترے۔ سرکار علیہ السلام نے وضو کیا پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز، عصر پڑھی یہ نماز سُورج غروب ہو جانے کے بعد ادا کی۔ پھر نماز مغرب پڑھی اور ہم لوگوں نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔

(صحیح بخاری شریف جلد2 صفحہ590 روایت از حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نماز کے قضا ہو جانے کا اسقدر صدمہ وملال تھا کہ آپ علیہ السلام نے کفار کیلئے بددعا فرمائی۔

قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَا اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَ هُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْ نَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ

ترجمہ حدیث مبارکہ: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ ان مشرکین کے لئے ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ کی ادائیگی سے محروم رکھا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔''

(بُخاری شریف جلد2 صفحہ590 راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

صاحبِ سیر تحریر کرتے ہیں کہ مشرکین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کی ادائیگی سے مصروف رکھا اور یہ سب کچھ غزوہ خندق کے روز پیش آیا۔

(از: مسند احمد جلد1 صفحہ277، مسند شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ صفحہ287)

حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان روایات کے درمیان تشریح کی یہ صورت ہے کہ غزوۂ خندق کا سلسلہ کیونکہ کئی روز تک جاری رہا جس میں مشرکین نے کئی بار زبردست حملے کئے۔ جنگ متواتر جاری رکھی اسلئے مذکورہ صورتوں میں کسی دن ایک صورت پیش آئی اور کسی دن دوسری یعنی یہ تمام نمازیں ایک دن میں ہی قضا نہیں ہوئی تھیں۔ خندق کے محاصرہ کے دوران دست بدست جنگ کی نوبت نہیں آئی بلکہ صرف تیراندازی ہی ہوتی رہی۔ صرف ایک یا دو دفعہ آمنے سامنے چند افراد کے درمیان جنگ ہوئی جیسے عمرو بن عبدود، نوفل بن عبد اللہ وغیرہ کا قتل البتہ تیراندازی کے نتیجہ میں فریقین کے چند افراد مارے گئے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے یعنی صرف چھ مسلمان شہید ہوئے جبکہ دس مشرک دوسری طرف مارے گئے۔ ان دس مشرکین میں سے ایک یا دو افراد تلوار سے قتل کئے گئے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا جو حضرت ابوسعید خدری کی چچازاد بہن تھیں۔ غزوہ خندق میں شدید زخمی ہوئے۔ غزوہ بنوقریظہ (5ھ) میں حکم بنائے گئے۔ فیصلہ دیا کہ ''جو لوگ لڑنے والے ہیں قتل کئے جائیں اولاد غلام بنائی جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے'' (چنانچہ اس کے بموجب اپنے سامنے 400 آدمی قتل کرائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ سن کر فرمایا ''تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی'' کچھ دنوں بعد غزوہ خندق ہی کے زخم کھل جانے (5ھ) سے شہادت پائی) کا واقعہ غزوہ خندق کے عظیم واقعات میں سے ایک ہے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک دن جبکہ میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تنگ اور چھوٹی سی زرہ پہنے جس سے ان کے ہاتھ اور پاؤں باہر تھے یاد رہے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمبے قد والے عظیم مرد تھے ان کو میدان کی طرف جاتے دیکھا انکی والدہ نے بیٹے کو دیکھ کر فرمایا جلدی جلدی جاؤ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی حفاظت کی خدمات سرانجام دو میں نے کہا اے اُمِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر سعد اس سے بڑی زرہ پہن لیتے تو وہ ان کے لئے بہتر رہتی میں یہ خطرہ محسوس کرتی ہوں کہ اگر کوئی تیر ان کی طرف آیا تو کہیں ان کے ہاتھوں پر نہ لگ جائے۔ اُمِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا اللہ کریم وہی حکم فرماتا ہے جو ہونا ہوتا ہے۔ اُدھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کے کنارے پر پہنچ گئے مشرکین کی طرف سے حبان نامی ایک مشرک اپنی فوج میں سے باہر نکلا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیر پھینکا اور ساتھ ہی یہ نعرہ لگایا میں عرقہ کا فرزند ہوں لو یہ تیر آیا ہے۔ حبان بن العرقہ کا پھینکا ہوا تیر سیدھا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کحل

رگ پر لگا (کحل وہ اہم ترین انسانی رگ ہے کہ اگر یہ کٹ جائے تو انسانی جسم کا سارا خون نکل جاتا ہے۔ اس رگ کو عرق الحیاۃ یا ہفت اندام بھی کہتے ہیں)۔ تیر کے لگنے سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رگ کحل بازو کی بڑی رگ کٹ گئی۔ زخمی ہونے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کریم سے دُعا کی یا اللہ تو جانتا ہے جس قوم نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیفیں پہنچائیں ان کو ان کے محبوب شہر سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے کس قدر عزیز ہے ان لوگوں کے خلاف لڑنے سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہیں یہ جنگ اپنے آخری مراحل میں پہنچ چکی ہے اگر تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مل کر ان لوگوں کیخلاف جہاد کر سکوں اور اگر تو نے لڑائی ختم کر دی ہے تو اس زخم کو جاری رکھ تاکہ میری موت شہادت کا سبب بن سکے مگر اے مالک ارض وسماء مجھے اتنی ہمّت ضرور عطا فرما دے کہ میں اپنی آنکھوں سے بنو قریظہ کا انجام اور عہد شکنی کو سزا دے سکوں۔ اس دُعاء کے بعد فوراً ان کی رگ سے خون نکلنا بند ہو گیا۔

(از: بخاری شریف جلد 2 صفحہ 591، از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 237، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 288)

(یہ حدیث بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے)

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو بنو نضیر کے سابقہ سردار حیی بن اخطب نے اہلِ عرب کی اجتماعی طاقت اور اپنے مذہبی وذاتی تعلقات کا حوالہ دے کر بڑی مشکل سے اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں سے بدعہدی کا اعلان کر دیں چنانچہ حیی بن اخطب جو کہ ابتدائی دور سے ہی اہلِ حق کے خلاف تھا آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور کعب کے ساتھ اس عہد کے ساتھ کہ اگر قریش محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ختم کیے بغیر واپس چلے گئے تو وہ بھی کعب کے ہمراہ اسکے قلعہ میں داخل ہو جائے گا یعنی پھر جو انجام کعب کا ہو گا وہ انجام حیی کا بھی ہو گا۔ اس طرح کعب بن اسد مسلمانوں کے ساتھ اپنا عہد توڑ کر مشرکین کے ساتھ عملی طور پر جنگ میں شریک ہو گیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خندق کی کھدائی کے بعد جب مشرکین کا ٹڈی دل مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گیا تو مسلمان عورتوں کو حفاظت کے لئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ان کے ذاتی فارع نامی قلعہ میں حفاظت کی غرض سے ٹھہرا دیا۔ یہ قلعہ بنو قریظہ کی آبادی سے بالکل قریب تھا ابتدائی ایام میں تو بنو قریظہ کیونکہ مسلمانوں کے ساتھی تھے اس لئے مستورات کو ان کی طرف سے خطرہ تو کیا بلکہ مکمل حفاظت کا فائدہ تھا

کیونکہ اہلِ عرب ایفائے عہد کے لئے ضرب المثل کے طور پر جانے جاتے ہیں لیکن جنگ شروع ہونے سے پہلے کعب بن اسد پورے قبیلہ کے ہمراہ اپنے عہد سے پھر گیا چندروز تک تو یہ بات عام مسلمانوں سے مخفی رہی لیکن بعد میں ہر ایک کو بنوقریظہ کی بدعہدی کا علم ہو گیا۔

اس طرح مستورات بھی ان لوگوں کی طرف سے ہوشیار اور چوکنا رہنے لگیں۔ ایک روز یہودیوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ مسلمانوں کی ساری نفری تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ خندق کی سمت مشرکین سے برسرِ پیکار ہے قلعہ پر حملے کا منصوبہ تیار کیا۔ چنانچہ اس غرض سے ایک یہودی کو سب سے پہلے حالات معلوم کرنے کے لئے قلعہ کی طرف بھیجا گیا وہ قلعہ کے اردگرد چکر لگا رہا تھا تاکہ اندر جانے کا راستہ تلاش کر سکے۔ اچانک سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس یہودی کو دیکھ لیا انہوں نے حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ نیچے اُتر کر اس یہودی کو قتل کر ڈالو۔ انہوں نے جواب دیا آپ کو علم ہے مجھے جو عارضہ ہو گیا ہے اسکی وجہ سے میں تو جنگ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

صاحبِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج والدہ حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں۔ دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر تھے۔ 120 سال کی عمر میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت (41ھ 60ھ) میں وفات پائی) واقعہ افک کے بعد بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔ حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر میں لڑنے کے قابل ہوتا تو اس وقت میدانِ جنگ میں مصروف پیکار ہوتا نا کہ یہاں موجود ہوتا اس لئے میں یہودی کو قتل کرنے سے معذور ہوں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور قلعہ سے باہر آ کر اس چوب کو اسقدر طاقت سے یہودی کے سر پر مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو کر جہنم رسید ہو گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قلعہ میں واپس تشریف لائیں اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جائیے یہودی کو تو میں نے ختم کر دیا ہے اب آپ اس کا سامان اور ہتھیار چھین لائیں چونکہ وہ مرد ہے اس لئے میں نے اسکے ہتھیار نہیں اتارے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا چھوڑیں مجھے اس یہودی کے ہتھیار اور سامان کی ضرورت نہیں ہے یہ سُن کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود دوبارہ نیچے تشریف لے گئیں یہودی کے ہتھیار حاصل کئے اور اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینک دیا جب دوسرے یہود کو اپنے ساتھی کے انجام کی خبر ہوئی تو وہ لوگ اپنے ارادے سے باز آ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ مستورات کی حفاظت کے لئے بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

مجاہدین مقرر کر رکھے ہیں۔

یہ یہود اس طرف تو دوبارہ آنے کی جرأت نہ کر سکے مگر دوسری طرف مشرکین کو برابر سامانِ رسد پہنچاتے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کی رسد کے بیس اونٹوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

(از: زرقانی بحوالہ طبری جلد2 صفحہ129، سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ228)

محاصرہ کی مدت میں جوں جوں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اہل محاصرہ اسی قدر روز بروز ہمت ہارتے جا رہے تھے ہر ذی شعور یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ دس ہزار انسانوں کے لئے رسد کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہ تھا جبکہ وہ لوگ اتنے دنوں کا انتظام کر کے نہیں آئے تھے اور نہ ہی ان لوگوں نے خندق کو اپنے جنگی منصوبہ میں شامل کیا تھا کرتے بھی کیسے خندق سے تو ان لوگوں کو زندگی میں پہلی بار واسطہ پڑا تھا۔

دوسرا سردی اس قدر شدید تھی کہ کھلے آسمان کے نیچے تیز ہوا میں شب و روز بسر کرنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک حالات نے کروٹ بدلی مشرکین ذلیل و رسوا ہو گئے۔ ان کی قوت ٹوٹ کر منتشر ہو گئی۔ ایسا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بنو غطفان کا ایک آدمی نعیم بن مسعود اشجعی غطفانی بارگاہ بے کس پناہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہوا اور کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اُس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مسلمان ہونے کی میری قوم کو خبر نہیں اس لئے مجھے حکم فرمائیں کہ میں کیا خدمت بجا لاؤں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم ایک تجربہ کار آدمی ہو بتاؤ ہمارے لئے کیا کر سکتے ہو'' اس نے عرض کی میں یہ چاہتا ہوں کہ مشرکین میں پھوٹ پیدا کر دوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بے شک کیونکہ لڑائی اصل میں نام ہی حیلہ، تدبیر اور تدبر کا ہے'' یہ سُن کر حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں سے بڑا میل جول تھا۔

نعیم بن مسعود نے بنو قریظہ کے ہاں پہنچ کر اہلِ قبیلہ سے کہا آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے آپ حضرات سے بے حد انس اور قلبی لگاؤ ہے ان لوگوں نے کہا بے شک تب نعیم بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم لوگوں نے اہلِ قریش کے ساتھ مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بدعہدی کی ہے جبکہ تم لوگوں کا معاملہ اہلِ قریش سے بالکل ہی مختلف ہے۔ تمہارا مال جائیداد گھر بار بال بچے سب مدینہ میں ہیں تم لوگ یہاں کے قدیم رہنے والے ہو اس جگہ کی مٹی ہوا پانی سب چیزوں سے تمہیں بے حد محبت ہے اسلئے تم لوگ یہ جگہ چھوڑ کر اور کہیں نہیں جا سکتے جبکہ دوسری طرف اہلِ قریش اور بنو غطفان مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ کرنے آئے ہیں ان لوگوں کا نہ

یہاں گھر بار ہے نہ جائیداد اور نہ ہی بال بچے اگر یہ لوگ جنگ میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکیں گے ورنہ یہ لوگ اپنا مال اسباب سمیٹ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے تم ان کا کیا کرلو گے جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تم لوگ یہیں ہی رہو گے اور پھر مسلمان جس طرح چاہیں گے تم لوگوں سے انتقام لیں گے۔ یہ گفتگو قریظہ کے لوگوں کی سمجھ میں آ گئی اور کہنے لگے کہ اب تم ہی بتاؤ ہم کیا کریں اس پر نعیم بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو مشورہ دیا کہ جب تک مشرکین اپنے کچھ آدمی تم لوگوں کو یرغمال کے طور پر نہ دیں تم لوگ جنگ میں ان کا ساتھ نہ دو۔ قریظہ نے کہا اے نعیم بن مسعود تمہارا مشورہ اور رائے نہایت ہی مناسب ہے اب ہم اس پر عمل کریں گے۔

قریظہ والوں کو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی طرح سمجھا کر قریش کے پاس تشریف لے گئے اور ان لوگوں سے کہا کہ جو محبت مجھے آپ لوگوں سے ہے اسکو تو آپ لوگ بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اہلِ قریش نے جواب دیا بالکل تمہاری محبت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں اس پر حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اہلِ قریش سُنو مجھے باخبر ذرائع سے علم ہوا ہے کہ بنو قریظہ نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے جو بدعہدی کی تھی وہ لوگ اس پر سخت نادم وشرمندہ ہیں، اور انہوں نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ لوگ تم سے کچھ آدمی یرغمال حاصل کر کے ان کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حوالے کر دیں گے اور اسکے بعد مسلمانوں سے اپنا معاملہ اور کی ہوئی بدعہدی کا تاوان ادا کرلیں گے۔ اس لئے میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ اگر یہود نے آپ لوگوں سے یرغمال طلب کیا تو ان کو کسی حال میں بھی یرغمال مت دینا پھر بنو غطفان کو بھی یہی مشورہ دیا اہلِ قریش اور بنو غطفان نے مل کر کہا کہ ہم ہرگز ہرگز یرغمال یہود کے حوالے نہیں کریں گے۔ چنانچہ مشرکین نے جمعہ اور ہفتے کی درمیانی رات کو اہلِ قریظہ کو پیغام بھیجا کہ ہم لوگوں کو محاصرہ کئے کئی روز گزر چکے ہیں ہمارا قیام بھی کسی مناسب جگہ پر نہیں ہے دوسری طرف ہمارے جانور گھوڑے اور اونٹ وغیرہ چارہ نہ ملنے کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہیں سخت سردی نے الگ پریشان کر رکھا ہے۔ اس لئے اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مدینہ منورہ کی طرف سے تم اور باہر کی طرف سے ہم مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر حملہ کر دیں۔ یہود نے مشرکین کو پیغام بھیجا کہ آج سنیچر (ہفتہ) کا دن ہے اور تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو جن لوگوں نے اس روز شریعت کے حکم کے خلاف جنگ کی وہ لوگ کس قدر دردناک عذاب میں مبتلا ہوئے اس کے علاوہ جب تک تم لوگ اپنے چند آدمی ہمیں بطور یرغمال نہیں دو گے ہم جنگ میں تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔

قاصد جب یہود کی طرف سے یہ پیغام لے کر آیا تو اہلِ قریش اور بنو غطفان نے کہا واللہ ابونعیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا تھا یہود نے تو ہمارے ساتھ بھی بدعہدی کی ہے۔

پھر مشرکین نے یہود کو پیغام بھیجا کہ و اللہ ہم آپ لوگوں کو اپنا کوئی آدمی یرغمال کے طور پر نہیں دیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ ہی نکل پڑو اور مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ہلہ بول دو یہ جواب سُن کر یہود نے کہا خُدا کی قسم حضرت نعیم (بن مسعود بن عامر بن اُنیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن بلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان) (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا تھا اس طرح دونوں فریقین کے درمیان پھوٹ پڑ گئی ان کا ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ گیا اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

(از: ابن ابی شیبہ کتاب المغازی، البدایۃ والنہایۃ ابنِ کثیر جلد 4 صفحہ 113)
(فتح الباری جلد 7، صفحہ 309، زرقانی جلد 2 صفحہ 117)
(تاریخِ طبری جلد 3 صفحہ 50، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 291)

محاصرے کو جس قدر طول ہوتا جاتا تھا محاصرہ کرنے والے ہمّت ہارتے جاتے تھے۔ پھر دس ہزار کے ٹڈی دل کو سامانِ رسد کی فراہمی ایک مسئلہ بنتی جارہی تھی۔ اس دوران اہل حق خداوند کریم سے دعا مانگ رہے تھے۔

ترجمہ دُعاء:

''اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کردے۔''

جنگِ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری تین روز یعنی پیر۔ منگل۔ بدھ یعنی چہار شنبہ (بدھ) کے روز ظہر اور عصر کے درمیان مسجد فتح میں تشریف فرما ہو کر لگاتار یہ دُعا فرمائی:

دُعا جناب رسولِ مقبول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ

ترجمہ: ''اے اللہ! کتاب (قرآن کریم) اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے، ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انہیں شکست دے اور ان کو لڑکھڑا دے اور ان پر ہمیں نُصرت عطا فرما۔''

(از: بخاری کتاب الجہاد جلد 1 صفحہ 114)

اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور کیوں نہ بخشا جبکہ خود کہہ رہا ہے نبی کے منہ سے جو نکلی وہ بات قبول ہو کر رہی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ۔ قبیلہ خزرج۔ التوفی

74ھ مدینہ منورہ۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 540 احادیث مروی ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت جب کوئی دعا مانگی وہ ضرور قبول ہوئی۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر وعصر کے درمیان مانگی جانیوالی دعا کی اہمیت بیان کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ کچھ مشائخ نے بھی یہی کہا ہے کہ چہارشنبہ (بدھ) کے دن ظہر اور عصر کے درمیان جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔اوران لوگوں نے یہ نظریہ جنگ خندق میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مبارکہ سے اخذ کیا ہے۔

(روایت از: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوتے ہی اللہ کریم نے سخت سردی کے موسم میں اس قدر تیز ہوا چلائی گویا کہ وہ ہواز بردست طوفان تھا جس نے خیموں کی طنابیں اکھاڑ دیں۔کھانے پینے کے لئے استعمال ہونے والے دیگچے چولہوں پر ہی الٹ گئے اور یوں اس ہوا نے کسی عظیم طاقت ور فوج سے زیادہ کام کیا جس سے لشکر کفار تلپٹ ہوگیا۔ان کے خیمے اکھڑ گئے اور حق تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت بھیجی جنہوں نے خیموں کی طنابیں کاٹ دیں اور ان میں آگ لگا دی اور ان کے دلوں میں ایسا خوف اور رعب ڈالا جس سے فرار کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھا۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اس بادِ صرصر کو عسکرِ الٰہیٰ کے نام سے یاد کیا ہے۔ارشاد خداوندی ہے: سورۃ الاحزاب آیت 9۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو اللہ کے اُس احسان کو یاد کرو جب کہ تم پر دشمن کی فوجیں آپڑیں تو ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھیں اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے''۔

(سورۃ الاحزاب: آیت 9)

اس آیت مبارکہ میں جَنُوداً لَّمْ تَرَوهَا سے مراد فرشتوں کی فوج ہے جس نے مشرکین کے دلوں پر سخت رعب اور خوف ڈال دیا اور مسلمانوں کے دلوں کو مزید مضبوط اور قوی بنا دیا اس طرح مشرکین کا دس ہزار نفوس پر مشتمل لشکر وہاں سے سراسیمہ ہوکر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔

اللہ کریم نے کافروں کو اُن کے غیظ وغضب کے ساتھ ہی واپس کر دیا اور ذرّہ برابر بھلائی بھی کسی کو حاصل نہ ہو سکی اور اللہ کریم نے اہلِ ایمان کی طرف سے لڑائی میں کفایت کی اور اللہ بڑا توانا اور بہت ہی غلبہ والا ہے۔

(از: زرقانی جلد 1 صفحہ 122)

بہر حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا مبارکہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے منہ کالے کئے محاصرے کی سختی، رسد کی قلت، یہود کی علیحدگی، سخت ترین سرد موسم اور سب سے بڑھ کر تیز ترین ہوائے طوفان نے مشرکین کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا ابو سفیان نے جو کہ اس لشکر کا سالارِ اعظم تھا اعلان کیا رسد ختم ہو چکی ہے۔ موسم نہایت ہی خراب اور ہمارے لئے جان لیوا ہے یہود نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اب یہاں پڑے رہ کر محاصرہ کرنا ناممکن اور بے کار ہے اپنی جانیں بچا کر واپسی کا سفر اختیار کرو پھر واپسی کے لئے طبل بجانے کا حکم دیا۔

بنو غطفان نے بھی ابو سفیان کے ساتھ ہی واپسی کا اعلان کر دیا۔ بنو قریظہ اپنے قلعوں میں واپس چلے گئے اور یوں تقریباً ایک ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد مدینہ منورہ کی فضا اس مشرکین کے ٹڈی دل سے غبار آلود ہونے کے بعد صاف ہوئی۔ قرآنِ کریم میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 25۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: ''اور خدا تعالیٰ نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان لوگوں کے ہاتھ کچھ نہ آیا اور مسلمانوں کو لڑنے کی نوبت ہی نہ آئی اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔''

ابنِ مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں جنگِ احزاب کی آخری رات بادِ صبا نے بادِ شمال سے کہا کہ آؤ ہم دونوں مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعانت کریں اس پر بادِ شمال نے بادِ صبا سے کہا کہ ایک آزاد اور اصیل و شریف عورت رات کے وقت نہیں چلتی۔ بادِ صبا نے کہا تجھ پر اللہ غضب فرمائے پھر اسکو عقیم (بانجھ) کر دیا جس ہوا نے طوفان کی شکل میں چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کی تھی وہ بادِ صبا تھی۔

قوم عاد کو جس ہوا نے ہلاک کیا تھا وہ بادِ شمال تھی۔ بادِ صبا ہوا ہے جو مطلع ثریا سے اٹھ کر بنات النعش تک چلا

کرتی ہے جب ہم نماز کے لئے قبلہ رو کھڑے ہوئے ہیں تو یہی بادِ صبا ہی اس وقت چلتی ہے۔ اس ہوا کا قاموس میں ذکر موجود ہے۔

(از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 293)

جس رات مشرکین میدانِ جنگ سے فرار ہوئے وہ رات نہایت ہی سرد تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور مشرکین کی جا کر خبر لاؤ وہ کس حال میں ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں، گوہر فشاں ہوئے لبِ رسول مقبول ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''البتہ تحقیق تو ہرگز گرفتار نہیں ہوگا'' پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی:

ترجمہ دُعاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

''اے اللہ اسکے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے حفاظت فرما۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دُعا کے بعد میرا سارا خوف دُور ہو گیا اور میں نہایت شان اور دلیری سے مشرکین کی کمین گاہ کی طرف جانے لگا اس موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوئی نئی بات نہ کرنا''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرکین کے لشکر میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ مشرکین و کفار پر سخت تیز ہوا کا طوفان مسلّط ہے جس نے دیگوں کے ڈھکنے اڑا دیئے۔ اور وہ اوندھے منہ زمین پر گری پڑی ہیں۔ دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے ہیں آگ بگولے بن کر دشمنوں کو ہانکتے ہوئے لے جا رہی ہے اونٹ اور گھوڑے لشکر میں بدحواسی کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگے پھر رہے ہیں۔ دشمنوں کے چہرے خاک آلود ہیں اور ان پر سنگریزوں کی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھا جو اپنے اونٹ پر سوار خیمے سے باہر آیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تیر کمان میں رکھ کر چاہا کہ ابوسفیان کا کام تمام کر دیں اور لوگوں کو اسکے شر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم فوراً یاد آ گیا کہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہ کرنا اس لئے تیر دوبارہ ترکش میں واپس ڈال لیا۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 118)

جب قریش کا لشکر واپس چلا گیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی اِسْحَاقَ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ حِیْنَ اَجْلَ الْاَحْزَابِ عَنْہُ الْاٰنَ نَغْزُوْھُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِیْرُ اِلَیْھِمْ

''ابونعیم نے سفیان اور انہوں نے ابی اسحاق اور انہوں نے سلیمان بن صرد سے حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب آج سے ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کافر ہم پر چڑھائی نہیں کر سکتے اب ہمارے لشکر اِن کُفّار پر حملہ کرنے کے لئے چلیں گے۔''

یعنی کفر اب اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ اب اس میں اتنی قوت ہی نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی اقدام کر سکے اور اب اِسلام اتنا قوی ہو گیا ہے کہ وہ کفر کے مقابلہ میں حملہ آور ہو گا۔

(از: بخاری شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن یمان حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان عبسی سو (100) سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ 36ھ میں مدائن (فارس) میں وفات پائی) فرماتے ہیں کہ جب میں دشمنوں کی کمین گاہ سے واپس آ رہا تھا تو راستے میں بیس سوار جنہوں نے اپنے سروں پر سفید عمامے باندھے ہوئے تھے ملے انہوں نے مجھے کہا ہمارے اور اپنے آقا و مولا علیہ السلام سے عرض کر دینا کہ اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لشکرِ کفار سے نجات عطا فرمائی۔ جب میں سرکار کی قیام گاہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرکار علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی عادتِ کریمہ تھی کہ جب کوئی اہم بات درپیش ہوتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے نزدیک آنے کا حکم دیا میں نزدیک حاضر ہوا تو مجھے فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے تبسّم فرمایا یہاں تک کہ دندان مبارک سے نور چمکنے لگا۔

صُبح کے وقت میدان جنگ کفار سے خالی پڑا ہوا تھا یوں اللہ کریم نے دشمن کو خیر کے حصول کا موقع دیئے بغیر اسکے غیظ و غضب سمیت واپس کر دیا۔ اللہ کریم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے لشکرِ حق کو عزّت بخشی اپنے بندوں کی مدد فرمائی اور اکیلے ہی اُس ٹڈی دل کو شکست دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لائے۔ واپسی پر زُبان مبارک سے یہ کلمات ارشاد فرما رہے تھے۔ ''کوئی نہیں الٰہی مگر اللہ سب تعریفیں اس کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (الخ)

(از بُخاری شریف)

اس جنگ میں مشرکین کے تین آدمی قتل ہوئے۔نوفل بن عبداللہ، عمرو بن عبدود، منبۃ بن عبید۔

شہدائے غزوۂ احزاب

غزوہ خندق میں چھ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 2۔ حضرت ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3۔ حضرت کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 4۔ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5۔ حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ 6۔ حضرت انس بن اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوۂ خندق اصل میں گزشتہ جنگوں کی طرح جانی و مالی نقصان کی جنگ نہ تھی گو اس جنگ میں چھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید اور تین مشرک بھی مارے گئے تھے۔لیکن جنگ کے مفہوم کے اعتبار سے جہاں اس قدر بڑا مشرکین کا متحدہ لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تھا اس جنگ کو مالی یا جانی نقصان کی جنگ نہیں کہا جا سکتا۔غزوہ خندق اصل میں اعصابی جنگ تھی جس میں گو کوئی خونریز معرکہ تو پیش نہ آیا لیکن اسقدر صبر آزما اور طویل محاصرہ کی جنگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں نہ پہلے رونما ہوئی اور نہ بعد میں۔تاریخ اسلام میں اس جنگ کے بعد مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے انکی شرارتوں میں واضح تبدیلی پیدا ہوگئی، اہلِ عرب پر یہ بات کھل کر عیاں ہوگئی کہ موجودہ حالات میں مشرکین عرب مسلمانوں کی اس تھوڑی سی نفری کو طاقت، سیاسی یا سماجی اعتبار سے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اس جنگ کے موقع پر اہل عرب کی سوچ اور عملی طاقت سے ہی باہر تھا۔یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ منورہ واپسی کے وقت ارشاد فرمایا تھا:

"اب ہم ان کفار پر چڑھائی کریں گے اور یہ ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے اور اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔"

جو لوگ مسلمانوں کی طرف سے جوابی حملے اور جہاد کے منکر ہیں انکو بخاری شریف کی اِس حدیث شریف کے ہر ہر لفظ پر غور کرنا چاہیئے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق سے واپسی پر مکہ پہنچ کر ابوسفیان اپنی قوم میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا اے اہلِ محفل تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہو جو مدینہ منورہ جا کر گھات میں بیٹھ جائے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بازار میں خرید و فروخت کے لئے آئیں یا جب تبلیغ دین میں مصروف ہوں تو انکو اچانک حملہ کر کے اُن سے ہمارا انتقام لے۔محفل میں سے ایک بدوی شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اگر تم میری اور میرے اہلِ خانہ کی تمام ذمہ داریاں پوری

کرتی ہے جب ہم نماز کے لئے قبلہ رو کھڑے ہوئے ہیں تو یہی بادِ صبا ہی اس وقت چلتی ہے۔ اس ہوا کا قاموس میں ذکر موجود ہے۔

(از: مدارج النبوت جلد2 صفحہ293)

جس رات مشرکین میدانِ جنگ سے فرار ہوئے وہ رات نہایت ہی سرد تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور مشرکین کی جا کر خبر لاؤ وہ کس حال میں ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں، گوہر فشاں ہوئے لبِ رسول مقبول ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "البتہ تحقیق تو ہرگز گرفتار نہیں ہوگا" پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی:

ترجمہ دُعاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

"اے اللہ اسکے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے حفاظت فرما۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دُعا کے بعد میرا سارا خوف دُور ہو گیا اور میں نہایت شان اور دلیری سے مشرکین کی کمین گاہ کی طرف جانے لگا اس موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوئی نئی بات نہ کرنا"۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرکین کے لشکر میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ مشرکین و کفار پر سخت تیز ہوا کا طوفان مسلّط ہے جس نے دیگوں کے ڈھکنے اڑا دیئے۔ اور وہ اوندھے منہ زمین پر گری پڑی ہیں۔ دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے ہیں آگ بگولے بن کر دشمنوں کو ہانکتے ہوئے لے جا رہی ہے اونٹ اور گھوڑے لشکر میں بدحواسی کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگے پھر رہے ہیں۔ دشمنوں کے چہرے خاک آلود ہیں اور ان پر سنگریزوں کی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھا جو اپنے اونٹ پر سوار خیمے سے باہر آیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تیر کمان میں رکھ کر چاہا کہ ابوسفیان کا کام تمام کر دیں اور لوگوں کو اسکے شر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم فوراً یاد آ گیا کہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہ کرنا اس لئے تیر دوبارہ ترکش میں واپس ڈال لیا۔

(از: زرقانی جلد2 صفحہ118)

جب قریش کا لشکر واپس چلا گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ اَجْلَى الاَحْزَابَ عَنْهُ الْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ

''ابو نعیم نے سفیان اور انہوں نے ابی اسحاق اور انہوں نے سلیمان بن صرد سے حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اب آج سے ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کافر ہم پر چڑھائی نہیں کر سکتے اب ہمارے لشکر اِن کُفّار پر حملہ کرنے کے لئے چلیں گے۔''

یعنی کفر اب اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ اب اس میں اتنی قوت ہی نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی اقدام کر سکے اور اب اِسلام اتنا قوی ہو گیا ہے کہ وہ کفر کے مقابلہ میں حملہ آور ہو گا۔

(از: بخاری شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن یمان حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان عبسی سو (100) سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔36ھ میں مدائن (فارس) میں وفات پائی) فرماتے ہیں کہ جب میں دشمنوں کی کمین گاہ سے واپس آ رہا تھا تو راستے میں بیس سوار جنہوں نے اپنے سروں پر سفید عمامے باندھے ہوئے تھے ملے انہوں نے مجھے کہا ہمارے اور اپنے آقا و مولا علیہ السلام سے عرض کر دینا کہ اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو لشکرِ کفار سے نجات عطا فرمائی۔ جب میں سرکار کی قیام گاہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرکار علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہی عادتِ کریمہ تھی کہ جب کوئی اہم بات درپیش ہوتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے نزدیک آنے کا حکم دیا میں نزدیک حاضر ہوا تو مجھے فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے تبسّم فرمایا یہاں تک کہ دندان مبارک سے نور چمکنے لگا۔

صُبح کے وقت میدان جنگ کفار سے خالی پڑا ہوا تھا یوں اللہ کریم نے دشمن کو خیر کے حصول کا موقع دیئے بغیر اسکے غیظ وغضب سمیت واپس کر دیا۔ اللہ کریم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے لشکر، حق کو عزّت بخشی اپنے بندوں کی مدد فرمائی اور اکیلے ہی اُس ٹڈی دل کو شکست دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لائے۔ واپسی پر زُبان مبارک سے یہ کلمات ارشاد فرما رہے تھے۔'' کوئی نہیں الٰہی مگر اللہ سب تعریفیں اس کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (الخ)

(از بُخاری شریف)

اس جنگ میں مشرکین کے تین آدمی قتل ہوئے۔نوفل بن عبد اللہ، عمرو بن عبدود، منبۃ بن عبید۔

شہدائے غزوۂ احزاب

غزوہ خندق میں چھ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 2۔حضرت ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3۔ حضرت کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 4۔حضرت عبد اللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5۔ حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ 6۔حضرت انس بن اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوۂ خندق اصل میں گزشتہ جنگوں کی طرح جانی و مالی نقصان کی جنگ نہ تھی گو اس جنگ میں چھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید اور تین مشرک بھی مارے گئے تھے۔لیکن جنگ کے مفہوم کے اعتبار سے جہاں اس قدر بڑا مشرکین کا متحدہ لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تھا اس جنگ کو مالی یا جانی نقصان کی جنگ نہیں کہا جاسکتا۔غزوہ خندق اصل میں اعصابی جنگ تھی جس میں گو کوئی خونریز معرکہ تو پیش نہ آیا لیکن اسقدر صبر آزما اور طویل محاصرہ کی جنگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات ظاہری میں نہ پہلے رونما ہوئی اور نہ بعد میں۔تاریخِ اسلام میں اس جنگ کے بعد مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے انکی شرارتوں میں واضح تبدیلی پیدا ہوگئی، اہلِ عرب پر یہ بات کھل کر عیاں ہوگئی کہ موجودہ حالات میں مشرکین عرب مسلمانوں کی اس تھوڑی سی نفری کو طاقت، سیاسی یا سماجی اعتبار سے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اس جنگ کے موقع پر اہل عرب کی سوچ اور عملی طاقت سے ہی باہر تھا۔یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ منورہ واپسی کے وقت ارشاد فرمایا تھا:

''اب ہم ان کفار پر چڑھائی کریں گے اور یہ ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے اور اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔''

جو لوگ مسلمانوں کی طرف سے جوابی حملے اور جہاد کے منکر ہیں انکو بخاری شریف کی اِس حدیث شریف کے ہر ہر لفظ پر غور کرنا چاہیئے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق سے واپسی پر مکہ پہنچ کر ابوسفیان اپنی قوم میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا اے اہلِ محفل تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہو جو مدینہ منورہ جا کر گھات میں بیٹھ جائے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بازار میں خرید و فروخت کے لئے آئیں یا جب تبلیغ دین میں مصروف ہوں تو انکو اچانک حملہ کر کے اُن سے ہمارا انتقام لے۔محفل میں سے ایک بدوی شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اگر تم میری اور میرے اہلِ خانہ کی تمام ذمہ داریاں پوری

کرنے کا وعدہ کرو تو یہ کام میں کر سکتا ہوں۔ میرے پاس ایک نہایت ہی خطرناک تیز دھار خنجر ہے جس کی مدد سے میں ان کا کام تمام کر دوں گا۔ ابوسفیان نے اس بدوی شخص کے خاندان کی کفالت کا وعدہ کیا اور ایک تیز رفتار اونٹ اور زادِ راہ اس بدوی شخص کو دے کر اس بدترین اور ذلیل ترین کام کو سرانجام دینے کے لئے روانہ کیا۔ سفر کرتا ہوا جب وہ بدوی مدینہ منورہ پہنچا تو اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی قبیلہ کی مسجد میں لوگوں کے درمیان تشریف فرما ان کو نصیحت فرما رہے تھے۔ وہ بدوی اس مسجد کے قریب پہنچا اور لوگوں کے درمیان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نصیحت کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا یہی ابن عبدالمطلب ہیں۔ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا ''ہاں میں ہی ابن عبدالمطلب ہوں'' یہ جواب سن کر وہ بدوی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف آیا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''یہ وہ آدمی ہے جو مکہ سے مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے آیا ہے'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس بدوی کو فوراً قابو کر لیا سرکار علیہ السلام نے اُس بدوی سے کہا کہ ''اب سچ ہی تجھ کو نجات دلا سکتا ہے''۔ بدوی نے ابوسفیان کا منصوبہ اور اسکے بارے میں پوری تفصیل بیان کر دی پوری تفصیل سُن لینے کے بعد حکم صادر فرماتے ہوئے ''اسکو معاف فرما دیا اور اس بدوی سے ارشاد فرمایا جاؤ جہاں تمہارا دِل چاہتا ہے تمہیں کوئی نہیں روکے گا'' یہ سُنتے ہی بدوی نے کہا:

''اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ''

پھر وہ یوں گویا ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے جس وقت آپ علیہ السلام کی شکل مبارکہ دیکھی میری عقل ہی جواب دے گئی۔ ہوش حواس جاتے رہے میں فوراً سمجھ گیا کہ ابوسفیان اور شیطان کی جنگ کے مقابل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محافظ یقیناً خدا تعالیٰ ہے وہ بدوی جب یہ گفتگو کر رہا تھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی گفتگو سن کر تبسّم فرما رہے تھے۔

(از مدارج النبوت شریف جلد 2 صفحہ 292)

غزوہ بنی قریظہ ذی قعدہ 5ھ

گزشتہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد ابتدائی ایاّم میں ہی یہود کے مشہور قبائل بنونضیر اور بنوقریظہ کے ساتھ معاہدہ کرلیا تھا اور یوں ان لوگوں کے مال و جان، مذہب، غرض ہر چیز میں انکو مکمل آزادی عطا فرمائی تھی کچھ عرصہ تو یہ دونوں قبائل اس معاہدہ پر کاربند رہے لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اہلِ قریش کے اکسانے اور مدد کرنے کے وعدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ قبائل بغاوت پر آمادہ ہوگئے اس پر بھی رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں سے تجدید معاہدہ کرنا چاہی مگر بنونضیر اس بات پر رضامند نہ ہوئے جسکے نتیجہ میں مدینہ منورہ سے جلاوطن کردیئے گئے لیکن بنوقریظہ نے عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے نئے سرے سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کرلیا جسکے نتیجہ میں انکو امن دے دیا گیا۔

(از: واقدی، البدایۃ والنہایۃ)

بنونضیر اور بنوقریظہ کے بارے میں حدیث شریف میں یوں آتا ہے: ترجمہ حدیث شریف:۔

''بنونضیر اور بنوقریظہ کے یہود نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے لڑائی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے بنونضیر کو جلاوطن کردیا اور بنوقریظہ کو رہنے دیا اور ان پر احسان کیا۔''

(راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مسلم شریف)

بعض اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ قریظہ اور نضیر حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں دو بھائی تھے جن کی اولاد بنی قریظہ اور بنی نضیر تھے۔

بنونضیر نے جلاوطنی کے بعد سرزمین کے مختلف مقامات پر آباد ہوکر نئے سرے سے زندگیاں شروع کردیں ان میں سے ایک گروہ خیبر میں جاکر آباد ہوگیا سردار قبیلہ حیی بن اخطب اور چند دوسرے رئیس جیسے ابورافع سلام بن ابی الحقیق وغیرہ بھی خیبر میں جاکر آباد ہوگئے یہ لوگ کیونکہ ہمیشہ سے ہی اہلِ حق کے سخت ترین مخالف تھے اس لئے ان لوگوں نے خیبر پہنچ کر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ خوب زور شور سے شروع کردیا مذکورہ لوگوں نے ہی دن رات ایک کرنے کے بعد عرب میں آباد تقریباً سب قبائل اور قریش کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے بعد مدینہ منورہ پر چڑھائی کردی جس کے نتیجہ میں جنگِ خندق یا احزاب ظہور پذیر ہوئی۔ حیی بن اخطب نے بنوقریظہ جو کہ مسلمانوں کے ساتھ تجدید عہد کے بعد اپنے معاہدہ پر قائم تھے۔ ان کو بھی طرح طرح کے لالچ اور مختلف طریقوں سے بہکا کر

مسلمانوں کے خلاف کر دیا جس کے نتیجہ میں بنو قریظہ نے بدعہدی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ کر جنگِ خندق میں مشرکین کا ساتھ دیتے ہوئے اہل حق کی عملی طور پر سخت مخالفت کی۔ خندق میں شکست کے بعد بنو قریظہ کا حساب صاف کرنا ضروری امر تھا۔

(از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 148، سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 146 وغیرہ)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جس روز جنگِ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے اسی روز نمازِ ظہر کے وقت جب آپ علیہ السلام ایک روایت کے مطابق سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں اپنے سرِ اقدس اور جسم مبارک سے گرد و غبار صاف کرنے کے بعد غسل میں مصروف تھے ابھی سر مبارک کا ایک حصہ ہی دھویا تھا کہ جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے دوسری روایت میں آتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب کبھی باہر سے سفر کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنی لختِ جگر سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اس موقعہ پر بھی سیدھے اپنی لختِ جگر کے گھر تشریف لے گئے بیٹی کی پیشانی مبارکہ پر بوسہ دیا اچانک گھر کے باہر سے ایک آدمی نے سلام پیش کیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باہر تشریف لائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں بھی دروازے کے پیچھے کھڑی ہوگئی میں نے دیکھا باہر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے ان کے چہرہ پر گرد و غبار پڑا ہوا تھا وہ ایک سفید اونٹ پر سواری کر کے آئے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی چادر مبارکہ سے ان کے سر سے گرد و غبار صاف کیا انہوں نے سرورِ کونین علیہ السلام سے چند باتیں کیں اور چلے گئے۔ جب سرکار علیہ السلام گھر میں تشریف لائے تو فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے اللہ کا حکم لیکر آئے تھے کہ فوراً ہی بنو قریظہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

(روایات منقولہ از: حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن) (واللہ اعلم)

ایک حدیث شریف میں یوں آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب جنگ غزوہ خندق سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے ہتھیار کھولے اور ابھی غسل فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں سرکار سرورِ کائنات علیہ السلام نے فرمایا ”ہاں ہتھیار کھول دیئے ہیں“۔ جبریل علیہ السلام نے پھر عرض کی فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ ہی وہ ابھی واپس ہوئے ہیں۔ اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ابھی ساتھیوں سمیت بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا ہے۔ خداوند کریم کی قسم میں بنو قریظہ کی طرف جا رہا ہوں اور وہاں جا کر ان کے قلعوں میں تباہی مچا دوں گا انہیں

پامال کردوں گا بنوقریظہ والوں کو ہلا کر رکھدوں گا۔

1۔ (از: زرقانی جلد2 صفحہ126)

2۔ (طبقات ابن سعد جلد2 صفحہ53)

3۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ 145)

4۔ (البدایۃ ولنہایۃ جلد4 صفحہ116)

5۔ (از: مدارج النبوت جلد2 صفحہ294)وغیرہ

حضرت جبریل علیہ السلام یہ کہہ کر فرشتوں کے جلو میں بنوقریظہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بنی غنم کی گلی میں جبریل علیہ السلام کی سواری سے گرد وغبار اڑتے ہوئے دیکھا۔ یہ غبار ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس غبار کو ابھی ابھی اٹھتے دیکھ رہا ہوں۔

(روایت از: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخاری شریف)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ منورہ میں منادی کردو کہ ''اے اہلِ حق کا گروہ اپنے ہتھیار سنبھالو اور بنی قریظہ کی طرف کوچ کرو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم پر سر تسلیم خم کرنیوالا ہے وہ بنوقریظہ میں پہنچنے سے پہلے نمازِ عصر ادا نہ کرے'' دوسری روایت میں یوں ہے کہ ''ہر مسلمان نمازِ عصر بنی قریظہ میں ہی جا کر ادا کرے گا''۔ اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا فرما کر قریظہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں نائب بنا کر خود تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے گھوڑے طیف پر سوار ہو کر مسلمانوں کو ہمراہ لیکر بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دائیں ہاتھ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آگے مہاجرین وانصار کے دیگر اکابرین چل دیئے تھے۔ اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی جس میں چھتیس گھوڑے بھی تھے راستے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا بعض نے کہا راستے میں ہی نمازِ عصر ادا کریں گے جبکہ نماز ادا کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ان لوگوں سے کہا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس فرمان کا یہ مطلب تھا کہ جلد از جلد نمازِ عصر تک بنوقریظہ پہنچ جائیں نہ کہ نماز ہی قضا کر دی جائے۔ چنانچہ بعض اہل حق نے بنوقریظہ پہنچ کر نماز عشاء کے بعد نماز عصر ادا کی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنوقریظہ پہنچ کر ''انا'' نامی کنویں پر قیام فرمایا۔ رات کو جب نماز عصر کی ادائیگی کا واقعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ارشاد

فرمایا ''دونوں گروہ ہی حق پر ہیں''۔ اس لئے کسی ایک کو بھی سست کہتے ہوئے ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

(از: صحیح بُخاری شریف)

یاد رہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے جن میں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ظاہری الفاظ مبارکہ کے مطابق بنو قریظہ پہنچ کر نماز عصر ادا فرمائی انکو بھی اجر ملا اور جن لوگوں نے راستے میں ہی نماز عصر کو وقتِ مقررہ پر ادا فرمایا ان کو بھی اجر و ثواب ملا لیکن مسئلہ کی رو سے جن لوگوں نے اجتہاد اور استنباط سے کام لیتے ہوئے نماز عصر وقت پر ادا کی انکو اجتہاد و استنباط کی وجہ سے دو فضیلتیں حاصل ہوئیں جبکہ جن لوگوں نے عشاء کے بعد نماز عصر ادا کی ان کو ایک فضیلت حاصل ہوئی۔ (واللہ اعلم)

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 316)

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو قریظہ کے قلعوں کے پاس علم ہاتھ میں لئے پہنچے تو یہودیوں نے کھلم کھلا سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان اقدس میں اپنی اپنی کمین گاہوں میں رہتے ہوئے گستاخانہ الفاظ استعمال کیے یہودیوں کا یہ جرم نا قابل معافی و درگزر تھا۔

(از: تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 114)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بنو قریظہ کا پچیس یوم تک محاصرہ کئے رکھا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات دن اہلِ قریظہ پر تیروں کی بارش کرتے رہتے تھے۔

(روایت از: ابنِ اسحاقؒ)

جب محاصرہ نہایت شدّت اختیار کر گیا۔ مسلمانوں نے محاصرہ میں شدید سختی پیدا کر دی تو بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اکابر یہود کو اکٹھا کیا اور ان لوگوں کے سامنے تین تجویزیں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے کوئی ایک تجویز منظور کر لو بچ جاؤ گے کیونکہ تم لوگوں پر یہ بات کھل کر عیاں ہو چکی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اللہ کے وہی برحق رسول ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں بار بار پڑھ چکے ہو لیکن ہٹ دھرمی اور ذاتی عناد کی وجہ سے اصل حقیقت کو ماننے سے انکار کر رہے ہو۔ کعب بن اسد نے جو تجاویز پیش کیں وہ یہ تھیں:

(1) اے اہل قریظہ کلمہ پڑھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے دین میں شامل ہو جاؤ۔ اور اس طرح اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانوں کو محفوظ کر لو۔ واللہ تم لوگ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہماری کتاب میں آخری نبی کی جو نشانیاں دی گئی ہیں ان کے مطابق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہی اللہ کے آخری رسول ہیں۔

(2) دوسری تجویز یہ ہے کہ سب (یہود) اپنے بال بچوں اور بیویوں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کرنے کے بعد تلواریں سونت کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے ساتھ جنگ کے لئے نکل پڑو اور اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کے ساتھ ٹکرا جاؤ اسکے بعد یا تو فتح ہماری ہوگی یا ہم سب کے سب لڑتے ہوئے مارے جائیں گے۔

(3) اگر تم لوگوں کو میری دونوں پہلی تجویزوں سے کوئی تجویز منظور نہیں تو پھر آخری تجویز پر عمل کرلو جو کہ یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اور ان کے صحابہ پر دھوکے سے حملہ کردو یہ حملہ ہفتے کے روز کرنا چاہیئے کیونکہ مسلمانوں کو علم ہے کہ یہود ہفتے کے روز اپنی شریعت کے مطابق جنگ نہیں کرتے یہ لوگ ہفتے کے روز بے خبر ہوں گے اور اس بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر فتح پالو۔

کعب بن اسد کی تجاویز سُن کر ان لوگوں نے ان میں سے کسی تجویز کو بھی نہ مانا بلکہ ہر تجویز کو دلیل سے رد کر دیا جو کہ ان کے نزدیک پہلی تجویز کو چھوڑ کر شاید حق تھا۔

اہلِ قریظہ نے کہا کہ ہم محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو علم رکھتے ہوئے برحق نبی تسلیم کرتے ہوئے ان پر ایمان لا کر اپنی عزت وقار کو ختم کرنا نہیں چاہتے دوسری تجویز کے مطابق خود اپنے ہاتھوں بیوی بچوں کو قتل کرکے زندہ رہنے میں کیا لطف رہ جائیگا اس لئے یہ تجویز بھی قابل عمل نہیں۔ تیسری تجویز پر تو ہم ہرگز عمل نہیں کر سکتے کیونکہ تاریخ شاہد ہے ہم میں سے جن لوگوں نے ان ممنوع ایام میں جنگ کی اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں ہی بگاڑ دیں کسی کو سؤر بنا دیا اور کسی کو بندر مختصراً ان لوگوں نے جب تینوں تجویزوں کو ماننے سے انکار کر دیا تو کعب بن اسد نے غصے میں آکر جھلاّ کر کہا تم میں سے کسی نے بھی اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لینے کے بعد آج تک ایک رات بھی عقلمندی سے بسر نہیں کی ہے۔

اہل قریظ نے کعب بن اسد کی کسی ایک تجویز کو بھی نہ مانا اب ان کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے پیش کردیں یعنی ہتھیار ڈال دیں اور یوں جو ان کی قسمت کا فیصلہ ہو سو ہو پھر بھی ان لوگوں نے ایک آخری کوشش کرنے کا فیصلہ کرلیا وہ فیصلہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں سے جو چند لوگ ان کے حلیف تھے ان لوگوں کی جائیداد وغیرہ بنو قریظہ کے علاقہ میں تھی ان سے مدد لینے کا فیصلہ کیا تاکہ یہ علم ہو سکے کہ ہتھیار ڈالنے کا کیا نتیجہ ہوگا اس غرض سے یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس ایلچی بھیجا کہ ہم لوگ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں براہِ کرم ان کو ہمارے پاس بھیج دیں کیونکہ وہ ہمارے حلیف بھی ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہود کی درخواست قبول کرتے ہوئے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفاعہ بن عبدالمنذ ر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ عقبۂ ثانیہ میں اسلام لائے) کو یہود کی طرف روانہ کیا۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہود کے پاس پہنچے تو انکو دیکھ کر تمام یہود ان کے گرد اکٹھے ہوگئے عورتوں اور بچوں نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا یہ منظر دیکھ کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھر آیا جب یہود نے ان سے دریافت کیا کہ اگر ہم ہتھیار ڈال دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ہاں ٹھیک ہے ہتھیار ڈال دو لیکن ساتھ ہی حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ اشارہ کرنے کے فوراً بعد انکو احساس ہوا کہ میں نے اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ خیانت کی ہے چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس حاضر ہونے کی بجائے سیدھے مسجد نبوی میں چلے گئے اور خود کو مسجد نبوی کے ستون یعنی استوانہ ابی لبابہ کے ساتھ رسیوں سے باندھ کر قسم کھائی کہ میں اس وقت تک نہ خود آزاد ہوں گا اور نہ ہی کسی کو یہ اجازت دوں گا جب تک کہ خداوند کریم کی طرف سے میری معافی کا حکم نہ آجائے۔ معافی کا حکم آجانے کی بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خود اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے آزاد کریں گے اور یہ بھی قسم کھائی کہ آئندہ میں سرزمین قریظہ میں داخل نہیں ہوں گا۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی میں کافی تاخیر ہوگئی تو کسی نے آکر پورا واقعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ سُن کر فرمایا ''اب میں کیا کرسکتا ہوں اگر ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سیدھا میرے پاس آجاتا تو میں اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا کیونکہ اللہ کریم نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے''۔ سورۃ النساء آیت 64۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾

ترجمہ: ''جو کوئی اے اہل ایمان تم میں سے اپنی جان پر ظلم کرلے اور پھر میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے

حضور حاضر ہوکر اللہ سے معافی مانگے اور پھر رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اسکی سفارش فرمادیں تو مجھے بہت ہی توبہ قبول کرنے والا رحیم پائیگا۔"

"اب کیونکہ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذاتِ خود بارگاہِ خُدا میں حاضر ہوکر خود کو ستون سے باندھ لیا ہے میں اسکو کھول نہیں سکتا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسکے گناہ کو بخش نہ دے اور اسکی توبہ قبول نہ کرے"۔

(از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 146، البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 119، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 298 وغیرہ)

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے بنو قریظہ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارہ کرنے کے باوجود یہی فیصلہ کیا کہ خود کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضور پیش کردیں پھر جو فیصلہ سرکار علیہ السلام کریں اسکو مان لینے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اگر ہم حالات اور بنو قریظہ کے محلِ وقوع کا بغور مطالعہ کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ وہ لوگ ایک طویل مدّت تک مسلمانوں کی طرف سے کیئے جانیوالے محاصرہ کو برداشت کرسکتے تھے کیونکہ ان لوگوں کے پاس فالتو مقدار میں سامانِ خورد ونوش موجود تھا جو ان لوگوں نے اکٹھا کر رکھا تھا۔ پینے کے لئے پانی کے چشمے اور کنویں ان کے ہاں موجود تھے مضبوط اور محفوظ ترین قلعوں میں وہ لوگ رہائش پذیر تھے جبکہ دوسری طرف مسلمان اسی دن جنگِ غزوہ خندق کے صبر آزما اور تھکا دینے والے سخت ترین محاصرہ سے فارغ ہوکر واپس آئے تھے۔ پھر گزشتہ سال بھر سے جنگ کی سختیاں برداشت کررہے تھے تھکن نے ان لوگوں کو چور چور کردیا تھا کیا وجہ تھی کہ قریظہ والے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے۔ حقیقت یہ کہ اللہ کریم نے ان لوگوں کے دلوں میں اپنے محبوب ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا روز بروز اس اعصابی محاصرہ کی وجہ سے ان کی ہمّت اور حوصلے ٹوٹتے جارہے تھے۔ آخری دن جب سیدنا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو قریظہ کی طرف پیش قدمی فرمائی اور جب حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان فرمایا کہ اے ایمان والو خوب غور سے سُن لو خدا کی قسم اب میں یا تو وہ مزہ چکھوں گا جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ اُحد میں پایا یا ان یہودیوں کا قلعہ فتح کر کے رہوں گا۔

بالآخر اہل قریظہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عزم کو سُن کر سخت گھبرا گئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا جو فیصلہ آپ چاہیں کریں۔ سرکار علیہ السلام نے حکم دیا کہ "تمام مردوں کو باندھ دیا جائے" چنانچہ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر نگرانی بنو قریظہ کے تمام مردوں کو باندھ دیا گیا عورتوں اور بچوں کو مردوں سے الگ کردیا گیا۔

قرآن کریم میں جب تک کوئی خاص حکم نہیں آتا تھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم توراۃ کے احکام کی پابندی فرماتے چنانچہ قبلہ، نماز، رجم، قصاص وغیرہ کے مسائل میں یہی عمل فرمایا الاّ یہ کہ جب تک قرآن کریم میں خاص وحی نازل ہوئی۔

اہم نکتہ ترجمہ آیت تورات

''جب تم کسی شہر کے پاس لڑنے کے لئے آپہنچے تو سب سے پہلے اس سے صلح کا پیغام کر، اگر وہ صلح منظور کرے اور تیرے لئے دروازے کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صُلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند قدوس تیرا خدا اُسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر، مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے اور تو اپنے دشمنوں کی لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔''

(از: تورات سفر استثناء، باب 20 آیۃ 10)

بنو قریظہ کے تمام مردوں کو باندھ کر قید کر لیا گیا اس موقع پر بنو قریظہ کے قلعوں سے پندرہ سو (1500) تلواریں تین سو (300) زرہیں، دو ہزار (2000) نیزے پانچ سو (500) ترکش اور کمانیں اور پندرہ سو (1500) ڈھالیں اسکے علاوہ بہت سا دوسرا سامان برآمد ہوا جس میں اونٹ، بکریاں اور دیگر جانور شامل تھے۔

جب بنو قریظہ کے تمام جوان مرد گرفتار ہو گئے تو انصار کے قبیلہ بنی اوس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جس طرح آپ علیہ السلام نے عبداللہ بن اُبی کے کہنے پر بنو قینقاع پر رحم فرمایا تھا اس کے سات سو آدمیوں کو معاف فرمایا تھا جن میں سے سو (100) زرہ پوش بھی تھے یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ بنو قینقاع عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے یہاں بھی بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کو مُعاف فرما دیں ان کے جرائم سے درگزر کیا جائے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا'' کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ تمہیں میں سے تمہارا اپنا شخص کر دے'' سب نے کہا قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فیصلہ فرما دیں ہمیں منظور ہوگا۔

گزشتہ واقعات میں گزر چکا ہے کہ جنگِ خندق کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیر لگنے کی

وجہ سے سخت زخمی ہو گئے تھے ان کی رگِ اکحل کٹ گئی تھی یہ وہ رگ ہے کہ اگر کٹ جائے تو جسم کا سارا خون اس راستے نکل جاتا ہے اور آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ زخمی ہونے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کا خیمہ ہی مسجدِ نبوی میں لگوا دیا تھا تا کہ ان کی عیادت کرنے میں آسانی رہے غزوہ بنو قریظہ میں زخمی ہونے کی وجہ سے حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے صحن میں لگائے گئے اپنے خیمہ میں آرام کر رہے تھے۔

بنو اوس کا مطالبہ سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ سے بنی قریظہ میں طلب فرمایا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دراز گوش (گدھا) پر سوار ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے قریب پہنچے تو ارشاد فرمایا:

''اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو''۔ ''بنی اوس کے لوگ کھڑے ہو گئے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دراز گوش سے نیچے اترنے میں مدد دی۔ ان کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا فرش بچھا دیا گیا۔''

یہاں سے معلوم ہوا کہ مجلس میں داخل ہونے والے شخص کے قیام کے لئے اٹھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال اُدھورا ہے کیونکہ یہ قیام تو انہیں دراز گوش سے نیچے اتارنے کے واسطے تھا کیونکہ وہ زخمی تھے اور دوسرا بڑے جسیم اور عظیم الجثہ تھے لہٰذا ثابت ہوا اس قیام سے مراد ان کی تعظیم وتکریم نہیں تھی۔

(از: بُخاری شریف)

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی اوس کے قریب پہنچے تو اہلِ قبیلہ نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور درخواست کی کہ اے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی قریظہ کے بارے میں اچھائی اور احسان سے کام لیں کیونکہ یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آپ کو اس لئے حَکَم مقرر فرمایا تھا کہ آپ ان لوگوں سے حُسنِ سلوک کریں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل قبیلہ کی گفتگو سن رہے تھے اور خاموش تھے کوئی جواب نہیں دے رہے تھے جب لوگوں نے حد سے زیادہ ہی منت سماجت شروع کر دی تو جواب میں فرمایا یہ وقت ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو لوگ مُجرم ہیں ان کی سفارش کی جائے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کے بعد اہل اوس خاموش ہو گئے کیونکہ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ بنو قریظہ کے لئے قتل کا حکم ہی ہوگا۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں بیٹھ گئے تو اُن کے زخم سے خون بہنا بند ہو گیا اہل اوس

ایک مرتبہ پھر بنی قریظہ کے لوگوں کیلئے نرم برتاؤ کی درخواست کرنے لگے یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خُداوند کریم کا تُمہارے ساتھ یہ عہد ومیثاق ہے کہ جو حُکم میں کروں گا تم لوگ اُس حکم پر راضی ہو گے۔ تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا ہم آپ کے ہر حکم پر راضی ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا رخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعظیم وتکریم اور ادب و احترام کی وجہ سے دوسری طرف رکھا اور فرمایا کیا میرا یہ فیصلہ ہر اس کے لئے قابل قبول ہو گا جو بھی اس وقت یہاں موجود ہے کیا ہر کوئی میرے فیصلے پر راضی ہو گا۔

سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جو حکم تم کرو گے اس پر ہی عمل ہو گا'' اسکے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا فیصلہ یہ ہے کہ بنو قریظہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے ان کے بچوں اور عورتوں کو لونڈی وغلام بنالیا جائے اور ان کا مال ومتاع مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے سعد تم نے بنی قریظہ کے لئے وہی فیصلہ کیا ہے جو فیصلہ سات آسمانوں کے اُوپر سے اللہ تعالیٰ کی ذات نے کیا ہے''۔

اسکے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حُکم دیا کہ بنی قریظہ کے مردوں کے ہاتھ اسی طرح ان کی گردنوں کے پیچھے بندھے رہیں اور انکو مدینہ منورہ لے چلو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان لوگوں کو بنی نجار کی ایک عورت بنتِ حارث کے گھر میں قید کر دیا گیا پھر بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں پھر حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے باری باری ان تمام لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا اُن کے سر اڑا کر خون کو خندق میں بہا دیا گیا۔ قتل کی کاروائی شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد اہلِ قریظہ نے اپنے سردار کعب بن اسد سے دریافت کیا کہ آپ کے اندازے کے مطابق ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اس نے جواب دیا کہ تم لوگ کسی مقام پر بھی سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے کیونکہ ایسی چیز تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔ دیکھ نہیں رہے سُن نہیں رہے کہ پکارنے والا رُک نہیں رہا اور جانے والا پلٹ نہیں رہا خُدا کی قسم یہ قتل ہو رہے ہیں مختصراً بنی قریظہ کے لوگ جن کی تعداد چھ یا سات سو اور بعض روایات کے مطابق چار سو (400) تھی۔ اُن سب کی گردنیں مارنے کے بعد خندق میں دبا دیا گیا۔

بنی قریظہ کے اسلام کے مخالف ہونے کے باعث حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ انتہائی عدل و انصاف پر مبنی تھا کیونکہ بنی قریظہ نے مسلمانوں کی موت وحیات کے نازک ترین موڑ پر جو نا قابل معافی اور انسانیت سوز خطرناک بدعہدی کی تھی وہ اپنی جگہ سخت قابل مذمّت تھی ہی اسکے علاوہ ان بدعہد لوگوں نے مسلمانوں کے خاتمہ

کے لئے مشرکین کے ساتھ قابلِ مذمت معاہدہ کیا بلکہ عملی طور پر اس کا ثبوت دیتے ہوئے لشکرِ کُفّار کو ڈیڑھ ہزار تلواریں دو ہزار نیزے تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں مہیا کی تھیں جن پر اہلِ حق نے فتح کے بعد قبضہ کیا۔ غرض اہلِ قریظہ کی گردن زنی کے بعد ان آستین کے سانپوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ جو عہد و پیمان کو مذاق خیال کرتے ہوئے بار بار توڑ دیتے تھے۔ مسلمانوں کی کارروائی کے بعد بنی قریظہ کا مال ومتاع مُسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

بنی قریظہ کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کے مطابق سزا دی جانے لگی تو بنی قریظہ کی طرف سے کئی ایک عجیب واقعات رونما ہوئے بعض اہل سیر نے ان کا تذکرہ کیا ہے یہاں ان میں سے ایک دو واقعات کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بنو قریظہ کے ایک بوڑھے یہودی زبیر بن باطاء نامی نے کسی وقت حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی احسان کیا تھا اُس احسان کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں گذارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کسی وقت اس یہودی نے مُجھ پر احسان کیا تھا اب اُس احسان کو برابر کرنے کا وقت ہے اس لئے براہِ کرم اس بوڑھے یہودی کو اسکے بیوی بچے اور مال ومتاع اسے واپس عطا فرمائیں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست قبول فرماتے ہوئے سب کُچھ حسبِ فرمائش کر دیا۔ اسکے بعد اس بوڑھے یہودی زبیر بن باطاء نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کعب بن اسد کا حال دریافت کیا پھر حیی بن اخطب کے بارے میں پوچھا پھر کہا فلاں شخص کہاں ہے فلاں کہاں اُسے بتایا گیا کہ وہ سب اپنے نا قابل معافی جرم کی سزا میں جہنم واصل ہو گئے ہیں۔ یہ سُن کر اُس بوڑھے یہودی زبیر نے کہا خدا کی قسم میرے لئے ان رفیقوں کی جدائی موت سے زیادہ تلخ تر ہے۔ اس لئے میں اپنے سابقہ احسان کا تم سے یہ حق مانگتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے پاس ہی پہنچا دیا جائے۔ یہ سُن کر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جہنمی یہودی کو واصل جہنم کر دیا اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اس یہودی کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ خود کو اپنے ہاتھوں ہی ختم کر لے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور تلوار سے اپنے سر کو خود ہی کاٹ لیا۔ (واللہ اعلم)

دوسرا واقعہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ارشاد فرماتی ہیں۔ کہ بنو قریظہ کی ایک عورت نے اپنے خاوند کی یاد میں خود کو ہلاک کیا جب دوسرے یہودیوں کو قتل کیا جا رہا تھا تو وہ عورت اپنے خاوند کی جُدائی میں روتی تھی میں نے اسکو بتایا کہ اسلام میں عورتوں کو قتل کرنے کا اُصول نہیں ہے یہ سُن کر کہنے لگی بے شک میں ضرور قتل کی جاؤں گی میرے دریافت کرنے پر اُس نے وجہ بتائی کہ میں بنی قریظہ کی ایک شادی شدہ خاتون ہوں ہم

دونوں میاں بیوی میں اس قدر پیار و محبت تھا کہ جدائی کا تصور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ جس وقت مسلمانوں نے ہمارا محاصرہ کیا اور روز بروز محاصرہ میں شدّت آتی گئی تو ایک دن میرے خاوند نے مجھے کہا کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہم پر غالب آگئے ہیں اب ہمارے مرد قتل کردیئے جائیں گے اور عورتوں کو گرفتار کرکے انکو لونڈیاں بنالیا جائیگا۔ یہ سُن کر میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی میرے خاوند نے جواب دیا تو پھر اس کا ایک حل ہے کہ ہم دنیا میں اکٹھے رہے ہیں اور آخرت میں بھی اکٹھے رہیں گے تم ایسا کرو کہ نیچے زبیر بن باطاء کے ساتھ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں تم ان پر اوپر سے چکی کا پاٹ پھینک دو جیسے ہی یہ پاٹ نیچے جا کر کسی کے سر پر لگے گا ہوسکتا ہے وہ مرجائے اور اسکے قتل میں تمہیں پکڑ کر سزائے موت دی جائے اس طرح ہم دونوں دوسرے جہان میں بھی اکٹھے ہی جائیں گے۔ اُس عورت نے اپنے خاوند کی بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق پاٹ نیچے گرادیا جو حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑا اور وہ شہید ہوگئے اُس صحابی کے قصاص میں اس عورت کو طلب کیا گیا۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اس عورت کو قصاص میں قتل کرنے کے لئے لے جایا گیا تو اسکی ہنسی اور خوشی مجھے مدّت تک نہ بھول سکی۔ کیسا ہی عجیب واقعہ ہے کہ باطل عشق ومحبت کی فریب کاری میں یہاں تک پہنچ گئی کہ اپنی جان ہی محبوب پر قربان کردی جبکہ یہ عورت اور بوڑھا زبیر اسلام لاکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ سے بچ جاتے۔

بنوقریظہ کی اس تباہی کے ساتھ ساتھ بنونضیر کا ملعون، بدخصلت اور وعدہ شکن ابلیس اور جنگِ غزوہ خندق کا سب سے بڑا دشمن مجرم بھی آج کے دن اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

گزشتہ اوراق میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جب یہ حیی بن اخطب غزوہ خندق سے پہلے بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرنے کے لئے اسکے پاس گیا تو باوجود طرح طرح کی لالچ اور امیدیں دلانے کے کعب بن اسد کو اپنے عہد و پیمان کو توڑنے پر راضی نہ کرسکا پھر اس نے آخر میں یہ وعدہ کیا کہ اے کعب بن اسد اگر تجھے مجھ پر بھروسہ نہیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جنگ خندق میں ناکامی کی صورت میں خود کو تیرے ساتھ بنی قریظہ میں مقید رکھوں گا پھر جو تیرا حشر ہوگا وہی میرا حشر ہوگا لہٰذا جنگِ خندق میں شکست کے بعد یہ حیی بن اخطب، کعب بن اسد کے پاس بنی قریظہ میں آباد ہوکر اپنے وعدہ کو نبھا رہا تھا۔ جب حیی بن اخطب کو مقتل میں لایا گیا تو اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف دیکھ کر یہ فقرے کہے:

ترجمہ اشعار حیی بن اخطب

''ہاں مجھے خدا کی قسم اس بات کا افسوس نہیں کہ میں نے کیوں تیری عداوت کی لیکن بات یہ ہے
کہ جو اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے اللہ کو چھوڑ دیتا ہے خدا بھی اسکو چھوڑ دیتا ہے۔''

پھر اس نے لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا:

ترجمہ: ''اے لوگو اللہ کے فیصلے کو ماننے میں کوئی حرج نہیں یہ تو ایک حکمِ الٰہی تھا یہ لکھا ہوا تھا ایک سزا تھی ایک بڑا فضل تھا جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا۔''

یہاں ایک امر کی وضاحت کر دینا نہایت ضروری ہے یہی حیی بن اخطب جب جلاوطن ہو کر خیبر جا رہا تھا تو اس نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مخالفت پر کسی کو مدد نہیں دے گا پھر اُس نے اپنے اس معاہدہ پر خدا کو ضامن کیا لیکن بعد میں اسلام دشمنی اور اپنی بدفطرتی کی وجہ سے جس طرح اس نے اپنے عہد کو توڑا اس کا مفصل حال گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے۔

مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کے جوابات

اسلام کے مخالفین نے بنی قریظہ کے واقعہ کو بہت زور شور سے نہایت ہی بڑھا چڑھا کر ظلم بے رحمی اور اس طرح کے دوسرے کئی ناموں سے اپنی کُتب میں درج کیا ہے خاص طور پر ولیم میور تو سب سے ہی آگے ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک مؤرخ کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت ہر قسم کے بغض وعناد اور حسد وکینہ سے بالاتر ہو کر اپنی رائے تحریر کرے اگر ایک مؤرخ تاریخی حقائق کو صرف مذہبی تعصب کی بنا پر اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے تو یہ سراسر ناانصافی اور علمی خیانت ہے۔ ہم یہاں مخالفین کے اعتراضات کا حقائق کی روشنی میں جواب عرض کرتے ہیں۔

1: ہجرت مدینہ کے فوراً بعد مدینہ منورہ تشریف لا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان یہود قبائل کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا جس میں اہلِ یہود کو مذہبی اور دیگر امور میں پوری آزادی حاصل تھی مزید برآں یہود کے مال وجان کی حفاظت کا اقرار بھی تحریری طور پر کیا گیا تھا مگر یہود نے اس معاہدہ کو توڑ کر بدعہدی کا ارتکاب کیا۔

2: یہود کے ان دو قبائل یعنی بنو نضیر اور بنو قریظہ کے درمیان واضح فرق پایا جاتا تھا بنو نضیر، بنو قریظہ کی نسبت

زیادہ معزز اور اعلیٰ درجہ کے مالک تھے اگر بنو نضیر کا کوئی آدمی بنی قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اسے بنی قریظہ کو صرف نصف خون بہا ادا کرنا پڑتا جب کہ اگر بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو بنو قریظہ کو قتل کا پورا خون بہا بنو نضیر کو دینا پڑتا مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بنو قریظہ پر یہ احسانِ عظیم فرمایا کہ اُن کا درجہ بنو نضیر کے برابر کر دیا۔

(از: ابوداؤد کتاب الحیات)

3: بنو قریظہ نے ان تمام مہربانیوں کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی، عہد شکنی اور غداری کا ثبوت دیتے ہوئے جنگِ خندق میں مشرکین کا عملی ساتھ دیا۔

4: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ازواجِ مطہرات و دیگر خواتین صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حفاظت کیلئے قلعہ میں بھیجا گیا تو بنی قریظہ والوں نے مسلمانوں کو جنگِ احزاب میں کُفار کیساتھ مصروف پیکار دیکھتے ہوئے قلعہ پر حملہ کرنا چاہا وہ تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بروقت مداخلت سے یہ لوگ اپنی بُری حرکت سے ڈر کر باز آ گئے ورنہ خواتین پر حملہ کرنا عرب کے دستور کے خلاف بھی ذلیل حرکت تھی جسکے یہ مرتکب ہوئے۔

ان حالات کے پیشِ نظر بنو قریظہ کی موت کے علاوہ اور کیا انجام ہوسکتا تھا اعتراض کرنیوالے اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ آیا وہ لوگ مسلمانوں کی جگہ ہوتے تو گردن زدنی کے علاوہ کوئی اور سزا تجویز کر سکتے تھے جواب ملے گا، ہرگز نہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس قبیلے کے سردار کو یہود کا فیصلہ کرنے پر مقرر فرمایا جو قبیلہ بنی قریظہ کا حلیف تھا اور عرب کے دستور کے مطابق حلیف ہونے کا معاہدہ حقیقی اخوّت کے برابر تھا پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود کی قسمت کا جو فیصلہ کیا وہ عین ان کی اپنی کتابِ تورات کے مطابق تھا جس کا حوالہ ہم گزشتہ اوراق میں دے چکے ہیں۔

بنی قریظہ کے اموال کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خمس نکال کر تقسیم فرما دیا۔ سواروں کو تین حصے دیئے ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے گھوڑے کے جبکہ پیادہ کو ایک حصہ دیا گیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سنان ابن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصہ بھی نکالا جو یہود کے محاصرے کے زمانے میں وفات پا گئے تھے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 137)

یہود بنی قریظہ کے قتل سے مسلمان فارغ ہوئے تو اُدھر حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا کی

قبولیت کا وقت آ گیا ان کا زخم کھل گیا اور اس سے خون جاری ہو گیا اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر اپنے مُبارک زانوؤں پر رکھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دُعا فرمائی ''اے خداوندِ کریم سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لے اس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تصدیق اور اسلام کے عائد حقوق ادا کئے ہیں اے خُدا اسکی روح کو بہترین طریقے سے قبض فرما جس طرح تو اپنے محبوبوں کی روحیں قبض فرماتا ہے''۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دُعا سُنی تو اپنی آنکھیں کھول کر کہا السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں پھر اپنا سر زانو مقدسہ سے اٹھایا رخصت کی اجازت طلب کی اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ حضرت جبریل علیہ السلام استبرق کا عمامہ سر پر باندھے حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ کے صحابہ سے کوئی وصال پا چکا ہے اسکی روح کے استقبال کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ مُبارک ہو اے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اللہ کریم نے سرکار کے صدقے آپ کو یہ مقام اعلیٰ عطا فرمایا:

(از: فتح الباری مناقب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ)

حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنِ الاَعْمَشِ عَنْ اَبِی سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

حضرت ابو عوانہ حضرت اعمش سے وہ ابی سفیان سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ''حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت سے عرش ہل گیا''۔

(روایت از: بخاری شریف)

روایت صحیح میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں ستر ہزار (70000) فرشتے شریک ہوئے جو اس سے پہلے کبھی آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے۔

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 128)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت سے عرشِ خداوندی ہل گیا اور ایسا کبھی پہلے نہیں ہوا تھا اور نہ ہی سُنا تھا۔

(از: صحیح مُسلم جلد2 صفحہ294، جامع ترمذی جلد2 صفحہ225)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل قد اور بھاری جسم کے مالک تھے جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو وہ بہت ہلکا تھا منافقین یہ کہتے تھے جواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جنازے کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا''۔

(از: جامع ترمذی جلد2 صفحہ225)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حریر کا جوڑا پیش کیا گیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اسکو ہاتھ لگا کر دیکھتے اور کپڑے کی نرمی دیکھ کر تعجب کرتے اعرابی کہتے تھے کہ یہ کپڑا آسمان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھیجا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جنت میں حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا رومال اس سے بہتر اور زیادہ نرم ہے''۔

اس مثال سے مُراد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کرنا ہے کہ جس کپڑے کی تم تعریف کررہے ہو اس قسم کے کپڑے کا رومال حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنّت میں استعمال کرتے ہیں اور یاد رہے رومال جسم اور چہرے سے پسینہ و پانی وغیرہ خشک کرنے کے کام آتا ہے اس مثال سے یہ ثابت فرمانا مقصود تھا کہ جنت میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس اس کپڑے سے جسکو دیکھ کر تم حیران ہورہے ہو کہیں زیادہ نفیس اور اعلیٰ درجہ کا ہے۔

(روایت از: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

کسی شخص نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ سیدالاوس لقب) کی قبر سے خاک کی ایک مٹھی اٹھائی اور اپنے ہمراہ لے گیا بعد میں اُس نے دیکھا کہ وہ مٹی مشک اذفر میں تبدیل ہوگئی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ قصہ سن کر فرمایا ''سبحان اللہ'' یہاں تک کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرۂ انور پر حیرانی اور تعجب ظاہر ہوا۔

(روایت از: حضرت محمد بن المنذ ر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوسعید خدری سعد بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج 74ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 1170 احادیث مروی ہیں) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھودنے والوں میں شامل تھے وہ فرماتے ہیں کہ قبر

میں مشک کی خوشبو پھیل رہی تھی ان کی یہ کرامت اور بزرگی اس لئے تھی کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خوشنودی کو حاصل کیا تھا۔

(روایت از: ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ رکھا تھا یہ ستونِ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب بھی مسجد نبوی میں موجود ہے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متواتر چھ روز تک ستون سے بندھے رہے ہر روز نماز اور حاجت کے وقت انکی بیوی انہیں کھول دیتیں اور فرائض کی ادائیگی کے بعد دوبارہ ستون سے باندھ دیئے جاتے انہوں ے ان ایام میں نہ کچھ کھایا اور نہ پیا بس یہی کہتے تھے کہ میں اسی حال میں یا تو مر جاؤں گا یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے گا چھ روز کے بعد سحر کے وقت جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے وحی نازل ہوئی جس میں ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توبہ قبول ہونے کا ذکر تھا۔ سورۃ التوبہ آیت 102۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: ''اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے (اعتراف کیا) اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا برا قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرلے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

سورۃ التوبہ آیت 102 کے نزول کے ساتھ ہی سرکار خاتم الانبیاء علیہ السلام نے یہ خوشخبری حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی وہ حضور علیہ السلام سے اجازت لے کر اپنے حجرے کے دروازے پر تشریف لائیں اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بشارت سنائی اور فرمایا اے ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو جاؤ اللہ کریم نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ یہ خوشخبری سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھولنے کے لئے آگے بڑھے مگر انہوں نے کھلنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے دست حق پرست سے مجھے نہیں کھولیں گے میں اسی حالت میں رہوں گا کیونکہ میں نے یہی قسم اٹھا رکھی ہے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نمازِ فجر کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے تو اپنے دستِ مُبارک سے ان کو ستون سے کھول کر آزاد کیا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خود کو ستون کے ساتھ باندھ دینا جوش محبت میں تھا جس سے معلوم ہوا کہ انسان پر ایسی کیفیت طاری ہونا عند اللہ اور عند الرسول مستحسن اور پسندیدہ ہے اس حقیقت کا انکار کسی طرح بھی مناسب نہیں ایسی کیفیت اور حالت کا طاری ہونا عقلاً عشق اور محبت کے لوازم میں سے ہے یہ وہ حال ہے کہ جب انسان کو ہوش آتا ہے تو پھر اسے اپنا ہوش نہیں رہتا مختصراً وجد اور حال کا ہونا برحق ہے۔

بنی قریظہ اور جنگِ خندق وہ اہم ترین واقعات ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم میں آیات نازل ہوئیں جن میں مومنین ومنافقین کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں۔

(از: ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 337)

سلام بن ابی الحقیق (ابورافع) یہودی کا قتل 5 ھ

جنگِ خندق مین مشرکین وکفار عرب کو اکٹھا کرنے میں جہاں بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کا ہاتھ تھا وہاں یہ سلام بن ابی الحقیق یہودی جسکی کنیت ابورافع تھی ہر وقت پیش پیش رہتا تھا اس شخص نے مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس مقصد کے لئے مال اور رسد کی عملی امداد بھی کی تھی۔ اسکے علاوہ یہ شخص ہر وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء پہنچانے کی فکر میں رہتا اور موقع مل جانے پر ایسا کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 343)

مسلمان جب غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس ذلیل شخص کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ سلام بن ابی الحقیق کو قتل کرنے کی اجازت قبیلہ بنوخزرج کے لوگوں نے طلب کی اور ساتھ ہی عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنواوس کے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہلے ہی کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اس لئے ہماری خواہش ہے کہ ایسا کارنامہ ہم بھی سرانجام دیں اس لئے ہم اجازت مانگنے میں جلدی کر رہے ہیں یہ سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انکو اجازت دے دی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا اور تاکید کر دی کہ ''عورتوں اور بچوں کو کسی حال میں قتل نہ کیا جائے''۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن کا تعلق قبیلہ بنوخزرج کی شاخ بنوسلمہ سے تھا پانچ آدمیوں کے مختصر سے دستے کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے۔ اس دستے کی کمان حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی باقی چار

اصحاب یہ تھے (1) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (2) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3) حضرت اسود بن خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (4) حضرت مسعود بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ سرفروشوں کا مختصر سا دستہ مدینہ منورہ سے اس اہم مہم کے لئے خیبر کی طرف روانہ ہوا۔

سلام بن ابی الحقیق کیونکہ مشہور یہودیوں میں سے تھا اور اس کا اپنا ذاتی قلعہ خیبر میں تھا جب یہ دستہ خیبر کے پاس پہنچا تو اس وقت سُورج غروب ہو چکا تھا لوگ اپنے مال مویشی چراگاہوں سے واپس قلعہ میں لا چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم لوگ قلعہ کے باہر ہی ٹھہرو میں جا کر قلعہ کے دروازے پر موجود پہرے دار سے کسی نہ کسی بہانہ سے دروازے کے اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو پھر تم لوگوں کو بھی اندر لے جانے کی کوشش کروں گا ساتھیوں سے یہ کہہ کر وہ قلعہ کے دروازے کے قریب جا کر سر پر کپڑا ڈال کر یوں زمین پر بیٹھ گئے جیسے کوئی رفع حاجت کے لئے بیٹھتا ہے پہرے دار نے ان کو بیٹھا دیکھ کر بلند آواز سے کہا اے اللہ کے بندے اگر قلعہ کے اندر آنا چاہتے ہو تو جلدی کرو ورنہ میں دروازہ بند کر کے جا رہا ہوں۔ یہ سُن کر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے اُٹھے اور تیز تیز چلتے ہوئے قلعہ میں گھس گئے۔ جب سب لوگ قلعہ میں داخل ہو گئے تو چوکیدار نے دروازہ بند کیا تالہ لگا کر چابیاں کھونٹی پر لٹکا دیں عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندھیرے میں چُھپ کر کھڑے رہے۔

سلام بن ابی الحقیق کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ رات دیر تک لوگوں کے ساتھ مجلس میں مصروف رہتا یہ مجلس اسکے بالا خانے میں ہوا کرتی تھی۔ رات دیر تک حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے جانے کا انتظار کرتے رہے پھر بالا خانے سے آہستہ آہستہ لوگ اٹھ کر جانے لگے جب ہر طرف مکمل سکون چھا گیا تو حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور بالا خانے کی طرف بڑھنے لگے وہ جس جس دروازے سے اندر داخل ہوتے اس دروازے کو اندر سے بند کرتے جاتے انہوں نے سوچا کہ اگر کسی کو میرے آنے کا پتہ چل گیا تو ان لوگوں کے دروازے توڑ کر مجھ تک پہنچنے سے پہلے میں ابورافع سلام بن ابی الحقیق کا کام تمام کردوں گا۔ آخر کار میں ابورافع کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس وقت وہ اپنے بال بچّوں کے ہمراہ ایک اندھیرے کمرے میں تھا مجھے کیونکہ اسکی سمت کا اندازہ نہیں تھا اسلئے میں نے ابورافع کہہ کر آواز دی وہ بولا کون ہے میں نے فوراً آواز کی سمت لپک کر تلوار کا سخت وار کیا لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے میرا کیا ہوا وار پوری طرح اسے نہ لگا اس نے بڑے زور کی چیخ ماری میں جلدی سے کمرہ چھوڑ کر باہر نکل گیا اور کچھ دیر باہر کھڑا رہا پھر آواز بدل کر کہا اے ابورافع یہ آواز کیسی تھی وہ بولا تیری ماں

برباد ہوا ابھی کسی نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے اس دفعہ میں نے آواز کی سمت کا درست اندازہ لگاتے ہوئے نہایت کاری ضرب لگائی اور وہ خون میں لت پت ہو گیا مگر اس بار بھی اُسے قتل کرنے میں کامیابی خاص نہ ہوئی اسلئے میں نے اُس کے سینہ پر بیٹھ کر تلوار کو پوری قوت سے اسکے سینے سے آر پار کر دیا اب مجھے مکمل اطمینان ہو گیا کہ میں ابورافع کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس عمل کے بعد میں واپسی کے لئے لوٹا ہر ایک دروازے کو کھولتا ہوا آخر کار سیڑھی تک پہنچ گیا چاندنی رات تھی میں نے خیال کیا کہ سیڑھی کے نیچے زمین آ گئی ہے پاؤں آگے کیا تو نیچے گر گیا۔ کیونکہ ابھی چند سیڑھیاں باقی تھیں اسلئے اچانک اونچائی سے گرنے کی وجہ سے میری پنڈلی سرک گئی میں نے فوراً سر سے پگڑی اتار لی اور پگڑی کی مدد سے اپنی پنڈلی کو کس کر باندھ لیا اور دروازے کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اندھیرے کی وجہ سے یقین کامل نہیں تھا کہ ابورافع قتل بھی ہو گیا ہے یا کہیں اتفاق سے بچ تو نہیں گیا اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تک یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا جب تک یقین کامل نہ ہو جائے کہ ابورافع قتل ہو گیا ہے۔ صبح صادق کے وقت جب مُرغ نے اذان دی تو بالا خانے سے کسی نے پکار کر کہا میں لوگوں کو اہلِ حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر دیتا ہوں یہ مژدہ جانفزا سُن کر میں قلعہ سے باہر نکلا اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر انکو ذلیل انسان کی خبر دیتے ہوئے کہا اب یہاں سے بھاگ چلو پھر ہم تیز سفر کرتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے واقعہ سُن لینے کے بعد مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا ''اپنا پاؤں پھیلاؤ''۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میری ٹانگ پر اپنا دستِ رحمت پھیرا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ پاؤں ٹھیک ہو گیا ہے درد کا نام ونشان نہ رہا اور پاؤں اسی طرح ٹھیک ہو گیا جیسے پہلے تھا یہ اُمر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

(از: صحیح بخاری شریف جلد2 صفحہ 577)

واقعات متفرقہ 5ھ

ذِکرِ ریحانہ بنت عمرو

بہت سے مؤرخین سیر نے تحریر کیا ہے کہ بنی قریظہ میں سے ایک ریحانہ بنت عمرو نامی عورت کو حضور علیہ السلام نے الگ کر لیا اور پھر چند روز کے بعد ان کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ کچھ مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو لونڈی کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا پھر دوسری مثال ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی دی جاتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو آزاد کر دیا وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں اسکے بعد آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ نکاح فرما کر اپنے حرم میں داخل کیا اسکے علاوہ حافظ ابن مندہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ریحانہ کو آزاد کر دیا اور وہ واپس جا کر اپنے اہلِ قبیلہ کے پاس پردہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگیں ہمارے خیال میں پہلی زوجیت میں لینے والی روایت درست ہے کیونکہ اس روایت کو محقق صاحبِ سیر نے بیان کیا ہے جن میں حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ذِکر اصحابہ و ریحانہ میں یہ بات تحریر کرتے ہیں۔

بعض محققین نے بیان کیا ہے ریحانہ کا والد عمرو دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام شمعون تھا جو بنی نضیر کے یہودیوں میں سے تھا مگر اس کی بیٹی بنی قریظہ میں بیاہی گئی تھی۔

(امام واقدی، ابن کثیر از البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 305)

پس حقائق کی روشنی میں یہی ثابت ہوا کہ ریحانہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی منکوحات میں سے تھیں نہ کہ کنیز۔ منکوح ہونے کی نسبت سے اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوئیں۔ (واللہ اعلم)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح 5ھ

5ھ میں ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا کچھ صاحبِ سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ نکاح 3ھ میں ہوا۔ 3ھ میں نکاح مبارک ہونے کی روایت ابو عبیدہ، معمر اور ابن مندہ سے منقول ہے جو کہ تاریخی حقائق کی روشنی میں درست نہیں ہے جبکہ 5ھ میں نکاح مبارک کی قتادہ، واقدی، امام بیہقی، ابن کثیر وغیرہ سے منقول ہے جو کہ واقعات اور تاریخ کی روشنی میں درست ہے کیونکہ سیرت پر لکھی جانے والی کتب میں البدایۃ والنہایۃ نہایت ہی معتبر کتاب ہے۔ اس لئے 5ھ ہی نکاح کا سال ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 145)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ان کی والدہ

امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی تھیں حضور علیہ السلام نے ان کا نکاح پہلے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کر دیا تھا۔لیکن جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی تو پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کے ساتھ نکاح فرمایا۔حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نکاح مبارک کا مفصل حال ازواج مطہّرات کے بیان میں آگے آئے گا۔(انشاء اللہ) قرآن کریم میں سورۃ الاحزاب آیت 37 میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے متعلق ذکر فرمایا ہے۔

وحی حجاب کا نزول 5ھ

5ھ میں عورتوں کے متعلق بہت سے اصلاحی احکام نازل ہوئے اس اعتبار سے اس تاریخی مذہبی سال کو بہت اہمیت حاصل ہے اس سے پہلے مسلمان عورتیں کفار اور مشرکین کی عورتوں کی طرح ہی پردہ کے بغیر عام چلتی پھرتی آتی جاتی تھیں کیونکہ پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اور کسی حکم کے مطابق عورتوں کو بے پردہ چلنے پھرنے کی ممانعت تھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عقد شریف میں آئیں تو اس سے اگلے روز ہی آیتِ حجاب نازل ہوئی۔

اگر تفصیل سے آیت حجاب کا مطالعہ مقصود ہو تو سورۃ احزاب اور سورۂ نور کی آیات کا مطالعہ کیا جائے جن میں حجاب کے بارے میں عیاں حکم موجود ہے۔سورۂ احزاب کی آیت میں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ایسے شخص کے سامنے نہ آئے کہ جس سے اس کا نکاح جائز ہو پھر سورۃ نور کی آیتوں میں حکم نازل ہوا کہ عورت بدن کے کِس کِس حصہ کو ہمیشہ غیر مردوں سے چھپا کر رکھے گی یعنی ستر عورت کو چھپانے کے سلسلہ میں حکم نازل ہوا یہی وجہ ہے کہ ان آیات کو آیات ستر کہا جاتا ہے۔ان آیات میں حکمِ خداوندی نازل ہوا کہ شریف عورتیں گھر سے جب باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر اوڑھ کو گھونگھٹ نکال لیا کریں جس سے ان کا منہ چھپ جائے۔آنچل سینہ پر ڈال کر چلیں تا کہ سینہ کا اُبھار چُھپ جائے پاؤں جھٹک جھٹک کر نہ چلیں پردہ کی اوٹ سے نہایت دھیمی آواز سے گفتگو کریں۔اس حکم میں مکمل وضاحت کی گئی کہ عورت کے بدن کا کون سا حصہ پوشیدہ رکھنا ہے اور بدن کے کتنے حصہ کا کھلا رکھنا جائز ہے۔مثلاً گھر میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں کا چھپانا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو گھر میں ہر وقت کام کرنا ناممکن ہو جائے۔مختصراً عورت کے ہاتھ، پاؤں اور گھر میں چہرہ پردہ کے حکم سے باہر ہیں جبکہ باقی جسم کے ہر حصہ کو مکمل موٹی چادر یا کپڑے سے ہمیشہ

ڈھانپنا واجب ہے پردہ کے بارے میں آیندہ اسکے موقع پر تفصیلاً گفتگو کی جائے گی۔

میّت کے صدقہ کا ثواب یعنی ایصال ثواب

ایصال ثواب کی دو قسمیں ہیں یعنی مرنے والے کو بدنی عبادت کے ذریعے ثواب پہنچانا مثلاً جیسے مرنے والے کے عزیز و اقارب اسکی چھوڑی ہوئی نمازیں، روزے، حج وغیرہ کو ادا کرے تاکہ میّت کو ان کا ثواب پہنچ جائے دوسری قسم مالی عبادت کے ذریعے ثواب پہنچانا ہے مثلاً جیسے مسجد، دینی مدرسہ ہسپتال، پل، سڑک یا اسی طرح کے دوسرے رفاہی و دینی کام میت کے نام پر کیئے جائیں۔

پہلی قسم ایصال ثواب کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے جبکہ دوسری قسم اجماعِ اُمّت کے نزدیک حق اور جائز ہے ایصالِ ثواب کے سلسلے میں بھی اسی سال یعنی 5ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم فرمایا کہ ''نہ صرف میت کو ثواب ملتا ہے بلکہ یہ بے شک جائز ہے'' یہ واقعہ یوں ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غزوہ دومۃ الجندل سے واپس تشریف لا رہے تھے تو سفر کے دوران حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دُعا فرمائی مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری والدہ ناگہانی طور پر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر انہیں کچھ وقت مِل جاتا تو وہ مجھے ضروری طور پر کوئی نیکی کا کام صدقہ وغیرہ دینے کی وصیت کرتیں اب کوئی ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ میں والدہ کے نام کا صدقہ کروں اور اس کا ثواب میری والدہ کو مِل جائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''یقیناً اُن کے نام صدقہ کرنے کا ثواب انہیں ملے گا''۔ پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کون سا صدقہ افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''پانی'' چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینے کے پانی کا کنواں خرید کر اپنی والدہ کے نام وقف کر دیا اور اُس کنویں کا نام بئر اُمّ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا عرصہ دراز تک لوگ اُس کنویں کے پانی سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اس کا ثواب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو ملتا رہے گا۔

(از: حدیث صحیح)

سریّہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالحجۃ 5ھ

اسی سال ماہ ذوالحجۃ میں یہ سریہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوعبیدہ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن الحارث بن فہر القرشی الفہری۔ حضرت ابوعبیدہ کا لقب امین الامت اور سلسلہ نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچویں پشت میں فہر پر مل جاتا ہے 17ھ میں امیر دمشق مقرر ہوئے۔ جابیہ میں 18ھ میں طاعون سے وفات پائی)۔ پیش آیا چند روایات میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ یہ سریّہ 8ھ کو پیش آیا مگر تاریخی حقائق اور اکثر صاحبِ سیر کے بیانات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سریہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ صُلح حدیبیہ سے پہلے پیش آیا۔ بالاتفاق یہ امر طے شدہ ہے اور تاریخ عالم میں اس بات کا عیاں ثبوت موجود ہے کہ صُلح حدیبیہ 6ھ میں واقعہ ہوا اس لئے اس سریہ کا 5ھ میں واقع ہونا ہی درست معلوم ہوتا ہے معارج النبوۃ میں اس سریہ کا 5ھ میں ہونا ہی نقل ہے۔ بہر حال سید انس وجان رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ جنکی تعداد تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تھی۔ سیف البحر کی طرف روانہ کیا اُن کے ذمہ قریش کے ایک قافلہ کا پتہ چلانا تھا۔ اس جماعت کے پاس سفر میں کھانے کیلئے صرف کھجوریں بطورِ زادِ راہ تھیں۔ سفر کے دوران کھجوروں کا ذخیرہ آہستہ آہستہ ختم ہوگیا اور آخر میں ہر مجاہد روزانہ ایک یا بعض روایات کے مطابق آدھی کھجور سے پیٹ کی آگ بجھاتا تھا پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سخت ترین بھوک سے دوچار ہوئے اور مجبوری کی حالت میں درختوں کے پتے کھانا پڑے۔ اس لئے اس سریہ کا نام جیش خبط پڑ گیا (خبط جھاڑے جانے والے پتوں کو کہتے ہیں) آخر کار ایک آدمی نے تین اونٹ ذبح کئے اہل جماعت نے ان سے بھوک کا تدارک کیا پھر اس شخص نے تین اونٹ ذبح کئے ان کو بھی بھوک مٹانے کے لئے استعمال میں لایا گیا پھر تین اونٹ ذبح کئے اسکے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید اونٹ ذبح کرنے سے اہل جماعت کو روک دیا۔ اس جماعت کو مسلسل چلتے رہنے اور شدید بھوک نے اسقدر بے حال کر دیا کہ سب اہلِ لشکر کے منہ میں گرمی کے باعث چھالے اور زخم ہوگئے اور ہونٹ سوجن و ورم سے اونٹ کے ہونٹوں کی مانند ہوگئے۔

(مشکوٰۃ شریف روایت از: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی یہ جماعت بھوک پیاس اور سخت گرمی کو برداشت کرتی سفر کرتے کرتے سمندر کے کنارے پہنچ گئی۔ اچانک پانی میں سے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک مچھلی عطا کی اہل

جماعت کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے اتنی بڑی مچھلی کبھی نہیں دیکھی تھی یہ عنبر نامی وہی مچھلی تھی جسکی کھال سے جنگ میں استعمال ہونے والی ڈھال بنائی جاتی تھی اس ڈھال کو عنبر کہا جاتا ہے قاموس میں مذکور ہے کہ عنبر خوشبودار چیز ہے جس کی کھال سے ڈھال بنانے کا کام لیا جاتا ہے۔اس طرح تین سو صحابہ کی یہ جماعت نصف ماہ یعنی پندرہ یوم تک اس مچھلی کا گوشت کھاتی رہی سب نے اُس مچھلی کا تیل اپنے جسموں پر ملا جسکی وجہ سے اہل جماعت کے جسم پہلی حالت پر پلٹ آئے اور پہلے کی طرح ہی تندرست وتوانا ہو گئے۔

سُنن میں روایت موجود ہے کہ بعد میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عنبر نامی مچھلی کا ایک کانٹا لے کر اس کو کھڑا کیا تو اُس کے نیچے سے ایک اونٹ سوار آسانی سے گزر گیا۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہیوں میں سے چند نے اس مچھلی کے کچھ ٹکڑے توشہ کے طور پر اپنے پاس رکھ لئے۔مدینہ منورہ واپس آکر تمام واقعہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں بیان کیا سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا''جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اسکو کھاؤ اس مچھلی کا گوشت اگر تمہارے پاس ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ''ہم نے کچھ گوشت سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا جس کو سرکار علیہ السلام نے تناول فرمایا۔

(از: صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 626,625، صحیح مُسلم شریف جلد 2 صفحہ 142,145، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 210 وغیرہ)

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 10 محرم الحرام 6ھ

بنو قریظہ کی طرف سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کے ہمراہ بنو کلاب (قرطاء شاخ) کی سرکوبی کے لئے ضریہ کے مقام کی طرف روانہ فرمایا، مقامِ ضریّہ (مقام بکرات) مدینہ منورہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصی ہدایت فرمائی کہ اچانک اس قبیلے کے سر پر اس طرح پہنچ جانا کہ ان لوگوں کو تمہاری آمد کی خبر ہی نہ ہو۔اس ہدایت کے مطابق یہ دستہ رات بھر سفر کرتا اور دن کے وقت پوشیدہ رہ کر آرام کرتا یہاں تک کہ ایک دن اچانک بنو کلاب کے سروں پر جا پہنچے سخت قسم کا شب خون مارا کُچھ کافر قتل ہوئے باقی سب بھاگ گئے۔حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قبیلہ کی بکریاں اور اونٹ قبضے میں کئے اور یہ مالِ غنیمت ساتھ لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔یاد رہے سریہ محمد بن مُسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دو ہیں، صاحبِ روضۃ الاحباب نے

اس سریہ کو اپنی کتاب کے حاشیہ میں سریہ محمد بن مُسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقرطا تحریر کیا ہے۔ حضرت محمد بن مُسلمہ انصاری (بن مسلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) (بعثت نبوی سے 22 سال قبل پیدا ہوئے۔ 46ھ میں مدینہ منورہ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ نہ دینے کی پاداش میں ایک شامی شقی القلب نے انہیں ان ہی کے گھر میں شہید کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 6 احادیث مروی ہیں) بنو کلاب جو کہ بنو بکر کی ایک شاخ ہے اُن کے دس آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں مالِ غنیمت میں لے کر محرم الحرام کے ماہ میں ایک دن باقی تھا کہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 144)

معرکہ کے بعد یہ دستہ قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن آثال حنفی کو بھی گرفتار کر لائے تھے یہ شخص مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر سرکارِ دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قتل کرنے کے ارادے سے نکلا تھا۔

(از: سیرتِ حلبیہ جلد 2 صفحہ 297)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث روایت کی ہے کہ جب یہ شخص ثمامہ بن آثال حنفی گرفتار ہو کر آیا سرکار علیہ السلام نے حکم دیا کہ ''اسکو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے تاکہ یہ روزانہ مسلمانوں کو پانچ وقت اپنے مالکِ حقیقی کے حضور فرمانبرداری اور باقاعدگی سے جھکتا دیکھ کر اسلام کی عظمت کا قائل ہو جائے'' چنانچہ اس شخص کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد نبوی میں تشریف لائے ثمامہ کے قریب پہنچ کر دریافت فرمایا ''اے ثمامہ بتاؤ تمہارا کیا حال ہے اور تمہارا کیا گمان ہے'' اس نے جواب دیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) میرا آپ کے لئے اچھا گمان ہے اگر آپ مجھے قتل کریں تو ایک خونی کو قتل کریں گے جو کہ قتل کا مستحق ہے اور اگر انعام واحسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا اور اگر مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں حاضر کر دوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کا جواب سُن کر خاموشی سے تشریف لے گئے پھر دوسرے روز جب سرکار علیہ السلام کا ثمامہ پر سے گزر ہوا تو آپ علیہ السلام نے پھر وہی سوال کیا کہ ''ثمامہ تمہارا میرے بارے میں کیا گمان ہے'' ثمامہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا لطف وکرم محسوس کر گیا اور اس نے پھر وہی جواب دیا مگر اس دفعہ اپنے پہلے جواب کا پہلا فقرہ حذف کر گیا جواب سُن لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پھر پہلی مرتبہ کی طرح خاموشی سے تشریف لے گئے۔

تیسری مرتبہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ثمامہ کے قریب سے گزرے تو پھر وہی سوال کیا اس بار

ثمامہ نے عرض کیا میرا وہی جواب ہے جو کل تھا اب میں اپنا فیصلہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلقِ عظیم اور عفوو کرم پر چھوڑتا ہوں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ ''ثمامہ کو کھول دو میں نے اسکو معاف فرما کر آزاد کر دیا ہے''۔

(روایت از: ابن اسحاق)

ثمامہ رہا ہو کر مسجد نبوی کے قریب ہی ایک نخلستان میں داخل ہو گیا وہاں پر اُس نے غسل کیا اور بارگاہ خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امن یعنی دائرہ اِسلام میں داخل ہو گیا اور عرض کرنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کی قسم روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا لیکن اب یہ چہرہ دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے اب کائنات میں آپ علیہ السلام سے بڑھکر اور کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں ہے۔ اسکے بعد کہنے لگے میں عمرہ کی غرض سے مکّہ شریف جا رہا تھا مگر آپ علیہ السلام کے ساتھیوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں عمرہ کی سعادت سے محروم رہ گیا آپ علیہ السلام جو حکم فرمائیں اس پر عمل کروں گا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمرہ کرنے کی اجازت عطا فرماتے ہوئے بشارت دی کہ ''تم صحیح سلامت رہو گے اور تمہیں کوئی کسی قسم کا بھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا''۔ جب حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکّہ شریف میں پہنچے تو کسی قریشی نے کہا ہم نے سُنا ہے کہ تم بددین ہو گئے ہو (گویا ان بدبختوں کے نزدیک شرک سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانا بددین ہو جانا تھا) حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں ہرگز بددین نہیں ہوا بلکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ حق پرست پر ایمان لا کر مطیع اور فرمانبردار بندہ بن گیا ہوں میں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے خدا کی قسم اب میں کبھی بھی تمہارے جھوٹے مذہب کی طرف رجوع نہیں کروں گا۔ اور سُنو اے اہلِ قریش خدا کی قسم جو غلّہ تمہارے پاس علاقہ یمامہ سے آتا ہے اب اُس غلّے کا ایک دانہ بھی تم تک نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اجازت عطا نہ فرمائیں۔ چنانچہ واپس جا کر حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کا غلّہ بند کر دیا یاد رہے ان دنوں یمامہ اہلِ قریش کے لئے ایک سرسبز کھیت کی حیثیت رکھتا تھا۔ غلّے کے بند ہو جانے سے اہلِ قریش سخت مشکلات و مصیبت میں گرفتار ہو گئے آخر کاران لوگوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہم شہر اور قرابت کا واسطہ دیتے ہوئے لکھا کہ ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ دیں کہ وہ ہمارا غلہ بند کرنے کا فیصلہ واپس لیتے ہوئے ہمارے غلّے کی روانگی کا سلسلہ بحال کر دیں۔ رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمامہ میں لکھ کر حکم روانہ فرمایا کہ ''قریش کا غلہ نہ روکو بلکہ

ان لوگوں کو دوبارہ غلہ جاری کر دو'' حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمانِ نبوی کے مطابق اہلِ قریش کا غلہ دوبارہ بحال کر دیا۔

(روایت از: صحیح بخاری ومسلم، زادالمعاد جلد 2 صفحہ 119، فتح الباری جلد 8 صفحہ 68 وغیرہ)

ایک ضروری وضاحت

حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وصال شریف کے بعد جب اہل یمامہ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب کے جھنڈے تلے اکٹھے ہونا شروع ہوئے تو اس موقع پر حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم فرقان حمید کی یہ آیات اہل یمامہ کے سامنے تلاوت فرمائیں۔ سورۃ المومن آیات 2،3۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے''

''یہ کتاب (قرآن کریم) اتاری گئی ہے اس اللہ کی جانب سے جو غالب ہے اور دانا ہے اور گناہوں کو بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اُسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے''

اسکے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو بھلا انصاف تو کرو کہ اس کلام مبارکہ سے مسیلمہ کذاب کے ہذیان کو کیا نسبت'' حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاص اور محبت میں ڈوبے ہوئے فقرے لوگوں کے دلوں میں اتر گئے ان پر فوری اثر ہوا اور تین ہزار آدمی مسیلمہ کذاب کو چھوڑ کر اسلام کی آغوش میں پھر پلٹ آئے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 144)

جب حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ان کی نصیحت کا پورا اہلِ یمامہ پر اثر نہیں ہو رہا اور لوگ کثرت سے بد دین ہو کر اس کذاب کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا خُدا کی قسم میں اس شہر میں ہرگز

نہیں رہوں گا کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کریم نے ان لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے پھر فرمایا جو میرے ہمراہ چلنا چاہتا ہے وہ چلے اس طرح حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ یعنی علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مرتدین کے استیصال پر مامور ہوئے تھے کے ساتھ جا کر مل گئے۔ علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بحرین کے مرتدین پر مامور ہوئے تو علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بحرین چلے گئے اور مرتدین کے استیصال میں برابر کے شریک رہے وہیں پہ بنو قیس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(روایت از: ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ)

غزوہ بنولحیان ربیع الاوّل 6ھ

قبیلہ بنولحیان وہی قبیلہ تھا جسکے لوگوں نے مقام رجیع پر حضرت عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب بن عدی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین و دیگر آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا اور دو کو اہل مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ جن کو اہل مکّہ نے بڑی بے دردی کے ساتھ مکّہ میں ہی شہید کر دیا تھا۔ یہ کنواں بنو ہذیل کا تھا اور حجاز کے علاقے میں تھا۔ یہ علاقہ کیونکہ حجاز مقدس کے اندر بہت دور یعنی مکہ کے قریب واقع تھا ان دنوں مسلمانوں اور قریش کے درمیان سخت قسم کی کشمکش اور جنگ برپا تھی اس لئے وقت کے تقاضا کے تحت اہل حق نجد کے اس علاقہ میں بہت دور اندر تک گھس کر اس قبیلہ کو سبق سکھانا مناسب خیال کرتے تھے اس لئے کچھ عرصہ تک یہ قبیلہ مسلمانوں کی نظروں سے محفوظ رہا کیونکہ اسلام پتھر کا جواب پتھر سے دینے کا درس دیتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب مسلمان قریش کو ہر مقام سے بھگانے میں کامیاب ہو گئے اُدھر قبائل عرب میں پھوٹ پڑ گئی کفار کے عزائم کمزور پڑ کر آہستہ آہستہ دَم توڑنے لگے تو سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حالات مکمل ضبط و اختیار میں آ جانے کے بعد رجیع کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے بنولحیان کی طرف توجہ مبارکہ مبذول کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ربیع الاوّل شریف میں سرکار علیہ السلام نے دو سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ہمراہی میں بنولحیان کی طرف کوچ فرمایا تا کہ ان بدعہد لوگوں کو قرار واقعی ہی سزا دی جائے۔ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور بظاہر تو یہ ارادہ کیا کہ ملکِ شام کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ مدینہ منورہ سے لشکر حق روانہ ہوا اور یلغار کرتا ہوا امج اور عسفان کے درمیان بطنِ غُران نامی ایک وادی (رجیع) جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھیوں کو شہید کیا تھا پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ان ساتھیوں کے لئے رحمت کی دُعائیں کیں۔ ادھر جب

بنولحیان کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے اس قبیلے کا کوئی آدمی بھی گرفت میں نہ آسکا۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دو روز تک اس جگہ قیام فرمایا اس دوران کچھ سریے بھی اطراف میں روانہ کئے مگر اہل لحیان میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ آیا۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان دس سواروں کا دستہ عسفان کی طرف روانہ فرمایا تا کہ اہلِ قریش کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آمد کی خبر ہو جائے اور یوں ان لوگوں کے دلوں پر اہل حق کا رعب مزید قائم ہو جائے۔ عسفان مکہ مکرمہ اور جحفہ کے درمیان پانی کا ذخیرہ اور مکہ مکرمہ سے 35 میل کے فاصلے پر تہامہ کی سرحد پر واقع ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تقریباً چودہ روز تک مدینہ منورہ سے باہر مقیم رہنے کے بعد ربیع الاوّل کے وسط میں مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اس غزوہ میں کسی قسم کے قتال کا موقعہ نہ آیا۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 56، زرقانی جلد 2 صفحہ 147)

غزوہ ذِی قَرد (الغابہ) ربیع الاوّل 6ھ

غزوہ ذی قرد کی تاریخ میں اختلاف ہے تمام اہل سیر اس بات پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ 6ھ میں رونما ہوا ابن سعد وغیرہ 6ھ کے حق میں ہی ہیں جبکہ امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ 7ھ میں غزوہ خیبر سے تین روز قبل ظہور میں آیا تمام دیگر علماء و محققین اور صاحب سیر بھی اس بات پر متفق ہیں کہ غزوہ ذی قَرد 6ھ میں ہی ہوا حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ غزوہ ذی قرد کے ظہور کے سلسلے میں بخاری شریف کی نسبت اہل سیر کا قول صحیح تر ہے۔

(از فتح الباری جلد 7 صفحہ 352)

مقام ذی قرد (الغابہ) مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان سے ایک منزل کی دوری پر ہے اصل میں یہ ایک چشمہ ہے جسکے نزدیک بہت اچھی چراگاہ ہے۔ اس چراگاہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں ان اونٹنیوں کو لقحہ کہا جاتا تھا جنکی تعداد بیس تھی عربی زبان میں لقحہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دودھ دے رہی ہو لیکن بچہ جننے کے قریب ہو۔ اس جگہ پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مقیم تھے تا کہ کسی اچانک مصیبت کے وقت ان اونٹنیوں کی حفاظت کر سکیں اور اگر مدد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں سے فوری مدد حاصل کر سکیں بنوغطفان جو کہ اس چراگاہ کے نزدیک ہی آباد تھے ان کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ کہیں اچانک شرارت کرتے

ہوئے اس جگہ حملہ نہ کردیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے چند یوم کی اجازت عطا فرمائیں تا کہ میں ذی قرد سے آکر مدینہ منورہ میں یہ دن بسر کرسکوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہمیں بنو غطفان کے حملہ کا ڈر ہے اسلئے تم اس جگہ کو نہ چھوڑو'' اس پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منت سماجت میں جب بہت مبالغہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ ''میں دیکھ رہا ہوں۔ بنو غطفان نے تم پر حملہ کر دیا ہے اور تمہارا بیٹا انہوں نے شہید کر دیا ہے'' یہ سُن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مطالبہ اور ضد پر بڑی سخت حیرانی ہوئی۔ آخر کار وہی ہوا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا یہاں یہ بات نہایت ہی تعجب خیز ہے کہ اتنے جلیل القدر صحابی جو کہ نہایت عظیم المرتبت تھے جنکی زندگی کا مقصد ہی اطاعت رسول و رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کرنا تھا ان سے ایسی بات میں اسرار و مبالغہ ہوا غالبًا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیر ہی اسی طرح سے تھی۔

بہر حال بنو غطفان کے عتبہ بن حصین نے چالیس سواروں کیساتھ اچانک اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اونٹنیوں کو پکڑ کر لے گیا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادہ جو کہ اونٹنیوں کی حفاظت پر مامور تھے ان کو قتل کر دیا گیا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ کو قیدی بنا کر ساتھ لے گئے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو غلام حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہم سحری کے وقت اس طرف جا نکلے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اطلاع کے لئے روانہ کیا اور خود ان دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے راستے میں ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر وا صباحاہ، وا صباحاہ، وا صباحاہ کے تین نعرے بلند کئے جس سے تمام وادی گونج اٹھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو غطفان کے شب خون کی خبر ملتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن کے مقابلے کا حکم دیا اور یوں سات سو سواروں کو ہمراہ لے کر تعاقب کے لئے نکلے۔ ادھر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے کُفّار کا تعاقب کر رہے تھے۔ یہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بہادر اور شجاع تھے جنگوں میں ہمیشہ پیدل حصہ لیتے اور دورانِ جنگ اکثر سواروں پر حملہ کر کے اُن کو نیچے گرا کر واصلِ جہنم کر دیتے تھے۔ انہوں نے کُفار کا تعاقب جاری رکھا اور آخر کار ان لوگوں کو ایک چشمہ پر جا پکڑا۔ ایسے ہی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کفار پر تیر برسا رہے تھے ان کا ہر تیر کسی نہ کسی کافر کو ضرور لگ رہا تھا اور زخمی کرنے کے بعد اس کافر کو گھوڑے سے نیچے گرنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ وہ مقام کیونکہ درختوں سے بھرا پڑا تھا اس لئے

جب کفار دوسری طرف سے تیر چلاتے تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کو ان تیروں سے درختوں کی اوٹ میں چھپ کر بچا لیتے تھے ماہرانہ تیراندازی کا کفار پر یہ اثر ہوا کہ ان لوگوں نے مجبور ہو کر اونٹ چھوڑ دیئے اور خود راہِ فرار اختیار کی۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹوں کو مدینہ منورہ کی جانب ہانک دیا مگر انہوں نے کفار کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے نیزے اور کپڑے تک زمین پر گراتے جاتے تھے اس طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ درختوں کی اُوٹ سے وہ سوار نمودار ہوئے جن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہراول کے طور پر روانہ کیا تھا ان سب میں آگے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو کہ نہایت ہی بہادر اور جوانمرد تھے اُن کے پیچھے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کو حارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہا جاتا تھا۔

جب یہ لوگ میرے قریب آ گئے تو میں نے کُفّار کی طرف سے پھینکا گیا سامان اکٹھا کیا اس میں تیس نیزے اور تیس ہی قیمتی چادریں میرے ہاتھ لگیں۔ مشرکین نے جب مسلمانوں کو آتے دیکھا تو انہوں نے راہِ فرار اختیار کی ہراول دستے میں حضرت اخرم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے جب مشرکین کو فرار ہوتے دیکھا تو ان کا پیچھا کرنے کے لئے بڑھے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت سلمہ (سنان) بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عبداللہ) بن قشیر بن حزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اقصی۔ 6 ہجری سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے 74ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 77 احادیث مروی ہیں) نے آگے بڑھ کر ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا صبر کرو تا کہ دوسرے سوار بھی یہاں پہنچ جائیں یہ سُن کر حضرت اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے اے سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز جزاء پر ایمان رکھتے ہو جنت اور دوزخ کو مانتے ہو تو میرا راستہ چھوڑ دو یہ سن کر میں نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ حضرت اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑا بھگاتے ہوئے حصین کے بیٹے عبدالرحمٰن کے قریب پہنچ گئے اور اس پر نیزے سے سخت وار کیا مگر عبدالرحمان اس وار سے بچ گیا اسکے بعد عبدالرحمٰن نے اپنے نیزے سے وار کیا جس کے نتیجہ میں حضرت اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے وہ بدبخت اُن کے گھوڑے پر خود سوار ہو گیا اسی اثنا میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبدالرحمٰن کے قریب آئے اور اپنے نیزے کا ایسا بھرپور وار کیا کہ عبدالرحمٰن آن کی آن میں گھوڑے سے نیچے گرا اور جہنم رسید ہو گیا۔ اسکے بعد دیگر مشرکین بھاگتے ہوئے ایک گھاٹی میں داخل ہو گئے اہلِ حق اُن کے تعاقب میں تھے اس گھاٹی میں پانی کا ایک چشمہ تھا جسکو ذی قرد کہتے تھے۔ یہ غزوہ اس چشمے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 60)

کافر اس چشمے سے پانی پینا چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے تعاقب کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے اور چشمے کے کنارے سے بڑی تیزی کے ساتھ بھاگنے لگے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدستور ان لوگوں کے پیچھے پیدل ہی دوڑتے رہے اور تعاقت جاری رکھا وہ لوگ پہاڑ کی ایک چوٹی پر بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھانے لگے۔ میں جب اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا تو کافروں کے چار آدمی میری طرف آنے لگے جب اتنے قریب آگئے کہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان سکتے تھے ایک دوسرے کی بات سُن سکتے تھے۔ تو میں نے اُن سے کہا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو میں سلمہ بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم میں سے جس کسی کے پیچھے بھاگوں گا اسکو ہر حال میں پکڑ لوں گا لیکن اگر تم میں سے کوئی میرے پیچھے بھاگا تو ہرگز ہرگز مجھے نہیں پاسکے گا میری یہ بات سُن کر وہ چاروں واپس چلے گئے اور میں اُسی جگہ ڈٹا رہا۔ سُبحان اللہ کیا ہی مذہب اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبت کا عملی ثبوت ہے کہ اسقدر دلیری اور ہمّت سے دشمنانِ اسلام کا تعاقب کر رہے ہیں ان کو زخمی اور جہنم رسید کیا ہے اور یہ سب کچھ کسی مال اسباب کی وجہ یا لالچ سے نہ تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اس فساد کو ختم کیا جائے اور اسلام کی شان وشوکت دوبالا ہو۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تک کفار کا تعاقب کرنے کے بعد واپس مقامِ قرد پہنچے تو دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لشکر سمیت وہاں تشریف فرما ہیں اور جو اونٹ مالِ غنیمت میں ملے تھے ان میں سے ایک اونٹ کو ذبح کرنے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا جگر اور کوہان سرکار علیہ السلام کو پیش کرنے کے لئے بھون رہے ہیں۔ میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کفار پیاس کی وجہ سے حواس باختہ ہو کر بھاگ رہے ہیں اگر مجھے سواروں کا ایک منتخب دستہ عنایت فرمایا جائے تو دشمن کا تعاقت کر کے اُن میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اے اکوع کے بیٹے جب تم ان پر قابو پالو تو نرمی کرنا"۔

مطلب یہ تھا کہ ان لوگوں سے زیادہ شدت اور سختی نہ کرنا کیونکہ ہمارا مقصد دشمنِ اسلام کو ذلیل وخوار کرنا ہے اور وہ ہم کر چکے ہیں چنانچہ سو سواروں کا دستہ سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ نگرانی دیتے ہوئے پھر فرمایا "کفار اس وقت بنی غطفان کے ہاں مہمان نوازی میں مشغول ہیں" جب ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے تو کفار نے دور سے گرد اڑتی دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ مسلمان آرہے ہیں اس لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہِ فرار اختیار کی اس طرح مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے سرکار علیہ السلام نے ایک دن اور ایک رات اُسی مقام پر بسر فرمائے اور یوں پانچ

دن کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس سفر کے دوران صلوٰۃ الخوف بھی ادا کی۔ اس غزوہ میں حصہ لینے کے لئے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ میں حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد نظامِ مدینہ منورہ کیا اور لشکر کا جھنڈا حضرتِ مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا۔

غزوہ کے اختتام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''آج ہمارے سواروں میں بہترین سوار (حضرت) ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں جبکہ پیادہ ساتھیوں میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہترین ہیں''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مالِ غنیمت میں سے پیادہ اور سوار دونوں کا حصہ عطا فرمایا اور اس سے بڑھ کر حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ عزّت بخشی جس کے سامنے دنیا کی دوسری تمام عزّتیں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتیں یعنی ان کو اپنا ردیف بنایا، ردیف کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی اونٹنی جس کا نام عضباء تھا اس پر اپنے پیچھے بٹھا کر مقامِ قرد سے مدینہ منورہ کا واپسی کا سفر فرمایا۔ سُبحان اللہ!

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں وہ 6 ہجری سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے ان کا تعلق بنوقمعہ کی ایک شاخ بنواسلم سے تھا یہ قبیلہ فرالظہر ان کے علاقے میں آباد تھا۔ صلح حدیبیہ کی پہلی شب حسب الحکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قافلے کی نگہبانی کی وہ بیعت رضوان میں اپنے قبیلے سمیت شریک تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے بھی زیادہ تیز دوڑتے تھے۔ انہوں نے غزوہ خیبر، غزوہ حنین، غزوہ طائف اور دیگر غزوات میں دادِ شجاعت دی۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتنا دکھ پہنچا کہ وہ مدینہ منورہ سے ترک سکونت کر کے ربذہ میں جا رہائش پذیر ہوئے وہ 74 ہجری میں مدینہ طیبہ واپس آئے اور چند روز بعد ہی وفات پاگئے۔

(از: بخاری شریف غزوات قرد جلد 2 صفحہ 603،
مسلم باب غزوہ ذی قرد جلد 2 صفحہ 113، 114، 115،
فتح الباری جلد 7 صفحہ 353، 460، زاد المعاد جلد 2 صفحہ 120،
زرقانی جلد 2 صفحہ 153 وغیرہ)

سریّہ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربیع الاوّل 6ھ

اسی سال ماہِ ربیع الاوّل میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس بن حرہ بن کثیر اسدی رضی اللہ عنہ (المتوفی 12ھ میں شہادت پائی) کو چالیس سواروں کے ہمراہ قبیلہ بنی اسد کی طرف غمر کی جانب روانہ کیا مگر اہل غمر مسلمانوں کی آمد کا سُن کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو جب کفار میں سے کوئی شخص نظر نہ آیا تو حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشمن کی تلاش میں روانہ کیا کہ شاید دشمن یا ان کے مویشیوں کا کوئی سراغ پاسکیں مویشی یا کفار تو نظر نہ آئے البتہ ان کا ایک شخص حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ لگ گیا اسکو گرفتار کرلیا اور دستہ میں لے آئے اُس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے ایک جگہ کی نشاندہی کر دی وہاں چھاپہ مارا تو دوسو اونٹ مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ملے جن کو لے کر وہ لوگ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ یہ وہی حضرت عکاشہ بن محصن اسدی ہیں جن کو غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی ٹہنی عنایت فرمائی تو وہ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جس سے انہوں نے خوب قتال کیا اس تلوار کا نام ''عون'' یعنی ''مدد'' تھا۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 61)

سریّہ ذی القصّہ (اول) ربیع الآخر 6ھ

اسی سال یعنی 6ھ کو ربیع الثانی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے دستہ کا کماندار بنا کر ذوالقصّہ کی طرف روانہ کیا تاکہ بنی ثعلبہ اور خاندان ثعلبہ میں سے بنی عوال کو سبق سکھایا جاسکے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ دستہ اس مقررہ جگہ پر رات کو پہنچا اور تھکاوٹ کی وجہ سے آرام کے لئے رات کو اسی جگہ سو گیا۔ دشمن کو اہل حق کی آمد کا پہلے ہی علم ہو چکا تھا اسلئے غنیم جنگی تعداد ایک سوتھی پہاڑوں میں اپنی کمین گاہ میں چھپ گئے جب تمام مسلمان سو گئے تو ان سو آدمیوں نے سوئے ہوئے دستہ پر اچانک حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا صرف حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ بچ گئے ان کے جسم پر اس قدر زخم آئے کہ دشمن انہیں مردہ خیال کرتے ہوئے چھوڑ گیا دشمن کے بھاگ جانے کے بعد صبح کو ایک مسلمان ادھر سے گزرا تو انہوں نے جب مسلمانوں کا قتلِ عام دیکھا تو ٹھہر کر لاشوں میں سے کسی زخمی یا زندہ بچ جانے والوں کو

تلاش کرنے لگا جس کے نتیجہ میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اُس نے اسکو زخمی حالت میں اٹھایا اور مدینہ منورہ لے آیا۔ یاد رہے ذی القصہ یا ذوالقصہ ایک موضع کا نام ہے جو ربذہ کے راستے میں مدینہ منورہ سے پچیس (25) میل کے فاصلے پر ہے۔

(از: زرقانی جلد 2)

سریّہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذوالقصّہ (دوم) ربیع الثّانی 6ھ

سریہ ذوالقصہ اوّل کے بعد جس کے نتیجہ میں نومسلمان مقام ذوالقصہ میں رات کو سوتے وقت دشمن کے ہاتھوں شہید ہوئے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہو گئے تھے دشمن کی اس ذلیل حرکت اور شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرنگرانی چالیس صحابہ کا دستہ روانہ کیا یہ دستہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہوا یہ دستہ رات بھر پیدل سفر کرنے کے بعد صبح صادق کے وقت مقام ذوالقصہ پہنچا اور اچانک دشمن پر چھاپہ مارا مگر بنوثعلبہ مسلمانوں کی آمد کا علم ہوتے ہی اسقدر تیزی سے پہاڑوں کی طرف بھاگے کہ ایک بھی دشمن مسلمانوں کے ہاتھ نہ آسکا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ساتھیوں نے ان لوگوں کے مویشی بکریاں اور دیگر جانوروں پر قبضہ کیا اور ان کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف واپس روانہ ہوئے مویشیوں کے ساتھ بنوثعلبہ کا ایک شخص بھی گرفتار ہوا لیکن اس نے اسلام قبول کر لیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امن میں آ گیا۔ حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ دربار رسالت سے امین الامت کا خطاب پایا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں فتوحات شام میں اسلامی لشکروں کی قیادت کی۔ 18 ہجری میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔

سریّہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام جموم ربیع الثّانی 6ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت ایک دستہ جموم

(جموح) کی طرف روانہ کیا یہ مقام مدینہ منورہ سے چار برید کے فاصلہ پر ہے (موجودہ وادی فاطمہ) مرّ الظہر ان یعنی پرانا جموم بنوسلیم کے ایک چشمے کا نام ہے۔ یہ جگہ بطن نخلہ کے ایک گوشہ میں واقع ہے جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر پہنچے تو وہاں مدینہ کی ایک حلیمہ نامی عورت گرفتار ہوئی اس عورت نے مسلمانوں کی بنوسلیم کے محلوں میں سے ایک اس محلّہ کی طرف راہنمائی کی جہاں سے بنوسلیم کے کچھ قیدی۔ مویشی، بھیڑ بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں قیدیوں میں اس عورت کا خاوند بھی شامل تھا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حب رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زاللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ غزوہ موتہ 8ھ میں شہادت پائی) اُن سب کو ہمراہ لے کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں واپس تشریف لائے رحمتِ عالم نے اس عورت اور اسکے خاوند کو بخش دیا۔

(از: مواہب لدنیہ۔ طبقات ابن سعد جلد2 صفحہ 63،64، زرقانی جلد2 صفحہ 155 وغیرہ)

سریّہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مقام عیص جمادی الاولیٰ 6ھ

6ھ میں ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری بار موضع عیص کی طرف روانہ کیا اس مرتبہ ایک سوستر (170) سواروں کا دستہ ان کی زیر قیادت تھا۔ مقام عیص مدینہ منورہ سے چار دن (یعنی تقریباً 40 میل) کی مسافت پر ہے اور بنوسلیم کے علاقہ میں ہے جہاں ''ذنبان العیص'' نامی چشمہ واقع ہے اور ساحل سمندر پر ایک علاقہ ہے۔ اس مہم میں مسلمانوں کے ذمہ یہ فریضہ سونپا گیا کہ قریش کا جو تجارتی قافلہ شام کی طرف سے آنے والا ہے اسکو قابو کیا جائے چنانچہ قریش کا تجارتی قافلہ جب اس مذکورہ جگہ پر پہنچا تو مسلمانوں نے اس قافلے کو حراست میں لیکر قابو کر لیا اہل قافلہ کا سارا مال ومتاع مسلمانوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا قریش کی طرف سے صفوان بن امیہ بھی اس قافلے میں شامل تھا اس کے پاس بہت سی چاندی تھی مسلمانوں نے اس چاندی پر بھی قبضہ کر لیا اس قافلے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع جو کہ حضرت زینب بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے شوہر تھے وہ بھی شامل تھے وہ بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور حضرت زینب رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کے پاس پناہ لے لی اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کریں کہ قافلے والوں کا مال واپس عنایت فرمائیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر کی پناہ کو برقرار رکھتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بغیر کسی دباؤ کے اشارہ کیا تصدق جائیں ان اہلِ حق کی دور بین نگاہوں اور شناسی رموزِ رسالت پر کہ اس اشارہ کو فوراً سمجھ گئے اور قافلے سے لوٹا ہوا مال ومتاع سب کچھ جوں کا توں ابوالعاص کے حوالہ کر دیا اور ابوالعاص نے کہا اے مکّہ والو! سُن لو تم سب اپنا اپنا مال پورا کر لو آج کے بعد تمہارے باطل دین کو چھوڑ کر دین حق اسلام کو قبول کرتا ہوں پھر پڑھا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه"

ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12 ہجری میں فوت ہوئے۔

(از: ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ)

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وادی القریٰ)

جمادی الاوّل 6ھ

اسی سال حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ مسلمانوں کے بے گناہ قتل کا بدلہ لیا جا سکے۔ اس سریہ کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شام کے ملک میں تجارت کی غرض سے تشریف لے گئے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بھی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اپنا سامان تجارت دے رکھا تھا واپسی پر وادی القریٰ کے قریب قبیلہ فزارہ کی ایک شاخ بنی بدر کے لوگوں نے اس تجارتی قافلے کا راستہ روکا جس کے نتیجہ میں بڑی زبردست گھمسان کی جنگ ہوئی کافر جنگی تعداد زیادہ تھی مسلمانوں پر غالب آئے انہوں نے مسلمانوں کو زدوکوب کیا اور بہت سے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور ان کا مال بھی چھین لیا۔ قبیلہ بنی بدر بن عدی بن فزارہ بن ذبیان بن ریث بن غطفان سے منسوب تھا اور دور جاہلیت میں بنوفزارہ کی قیادت بنو بدر ہی کے پاس تھی اور وہ پورے بنی غطفان کی نمائندگی بھی کرتے تھے چنانچہ شکست خوردہ مسلمان جب مدینہ منورہ واپس آئے اور سارا قصہ بارگاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت مسلمانوں کا ایک دستہ روانہ کیا یہ دستہ ساری رات سفر کرتا اور دن کے وقت آرام کرتا۔

آخر کار یہ دستہ صبح کے وقت بنی بدر کے سروں پر جا پہنچا ان لوگوں سے انتقام لیا کچھ لوگ قتل کر دیئے گئے اور مال اسباب حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹے۔

(از: روضۃ الاحباب)

سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یا سریّہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اُمِ قرفہ)

رمضان المبارک 6ھ

اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ام قرفہ فاطمہ بنت ربیعہ بن زید فزاریہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ عورت ام القری کے گردونواح میں رہائش پذیر تھی۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے سات منزل کے فاصلہ پر ہے۔ وادی القریٰ کا اہم مقام العلاء ہے کسی زمانے میں قرح وادی القریٰ کا سب سے مشہور تجارتی مرکز تھا۔ العلاءؔ کا مقام قوم ثمود کی قدیم بستی مدائن صالح سے 30 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قصہ مختصر اس عورت کو علاقہ کی حکمران خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت کی طرف روانہ ہوئے اور اسکو گرفتار کر لیا۔ ام قرفہ ایک شیطان صفت ضعیفہ عورت تھی اور اسکی اسلام دشمنی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی تھی ہر حال میں ہر وقت اہلِ اسلام کیخلاف نئی نئی شرارتوں میں مصروف تھی یہی وجہ ہے کہ اس عورت کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے یہ سریہ روانہ کیا گیا۔ اس کے تمام لشکری قتل کیے گئے اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام قرفہ کو گرفتار کرنے کے بعد زدوکوب کیا پھر اسکے پاؤں اونٹوں کے ساتھ باندھ کر اونٹوں کو دوڑایا گیا اور یوں یہ عیّار عورت واصلِ جہنّم ہوئی واپسی پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار علیہ السلام کے دولت کدہ پر حاضری دی، دروازے کو کھٹکایا سرکار علیہ السلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سُن کر باہر تشریف لائے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنا لباس مبارک جسمِ اطہر پر زیب تن نہیں کئے ہوئے تھے بلکہ لباس مقدسہ کو بغل شریفہ میں دبا رکھا تھا۔ باہر تشریف لا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بغل مبارکہ میں لیتے ہوئے دریافت فرمایا ''اے زید سریہ کیسا رہا'' حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا حال عرض کیا سرکار علیہ السلام نے حضرت

زید کا بوسہ لیا اور مبارک دی۔

(از: مواہب لدنیہ، مدارج النبوت جلد 2، مسلم شریف جلد 2 صفحہ 89)

سریّہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام طَرَف جمادی الثانی 6ھ

اسی سال جمادی الآخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طرف کی جانب روانہ کیا۔ مقام طرف مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ مراض کے قریب ایک چشمے کا نام ہے اس سریہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ پندرہ افراد تھے۔ جب یہ دستہ بنی ثعلبہ پہنچا تو وہاں کے لوگ مسلمانوں کی آمد کا سُن کر پہلے ہی فرار ہو چکے تھے اس لئے سوائے بکریاں اور اونٹوں کے وہاں کچھ بھی نہ تھا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مویشی بطور مالِ غنیمت حاصل کرنے کے بعد صبح کے وقت مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ اس سریہ میں

کل چار راتیں سفر میں بسر ہوئیں۔

(از: مواہب لدنیہ، مدارج النبوت جلد 2)

سریّہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام حِسمیٰ (قبیلہ جذام) جمادی الثانی 6ھ

سریہ حِسمیٰ جمادی الآخر 6ھ میں ہی پیش آیا اسی سال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نامہ مبارک دے کر قیصر روم کے دربار میں بھیجا تھا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیصر روم کا جواب اور اسکی طرف سے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے تحائف بھی ہمراہ لا رہے تھے۔ جب آپ مقام حِسمیٰ (صوبہ تبوک) کے قریب پہنچے تو قبیلہ جذام کے ہنید بن عارض اور اس کے بیٹے عارض بن ہنید جذامی نے بخش کے غلاموں کے ساتھ مل کر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر راہزنی کی اور سب کچھ چھین لیا۔ حضرت رفاعہ بن زید جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے جب ان کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انہوں نے چند مسلمانوں کو ہمراہ لیکر ہنید اور اسکے ساتھیوں سے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھینا ہوا مال واپس لے

کر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ واپس پہنچ کر سارا قصہ بارگاہِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں عرض کیا حضور اکرم علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت پانچ سو (500) سواروں کا دستہ مقامِ حسمٰی کی طرف روانہ فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس دستے کو خصوصی ہدایت فرمائی کہ تم لوگ رات کو سفر کرنا اور دن کے وقت چھپ کر آرام کرنا۔ سفر جاری رکھتے ہوئے یہ لوگ صبح کے وقت اس قوم پر جا کر حملہ آور ہوئے۔ ہنید اور اسکے بیٹے کو قتل کر دیا ان کی سو عورتیں، ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں نے اسیر کئے اور قبضے میں لئے دوسری طرف حضرت رفاعہ بن زید جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ آدمی اور عورتیں بھی غلطی سے گرفتار کر لیں کیونکہ یہ لوگ انہی کے ساتھ رہتے تھے یہ لوگ کیونکہ مسلمان تھے اس لئے حضرت رفاعہ بن زید جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہوئے اور سارا حال عرض کیا رحمتِ عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط عطا کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانہ کیا جس میں حکم تھا کہ تمام قیدی چھوڑ دیئے جائیں یہاں تک کہ ان کے مال میں نمدہ اور کجاوا بھی ہے تو بمع دیگر مال یہ سب کچھ ان کو واپس کر دیا جائے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم ملتے ہی سارا مال واپس کر دیا۔

(از: ابن سعد جلد 2 صفحہ 63، زرقانی جلد 2 صفحہ 158)

سریّہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وادی القریٰ رجب المرجب 6ھ

حسبِ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے ایک دستہ کے ہمراہ روانہ ہوئے اسکو سریہ وادی القریٰ کہا جاتا ہے۔ اس سریّہ میں کافی مسلمان شہید ہوئے خود حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سریہ میں بڑی بُری طرح زخمی ہوئے انکو اٹھا کر مدینہ منورہ لایا گیا۔ یہ وادی القریٰ مدینہ منورہ سے قریب ہی شام کے راستہ پر واقع ایک موضع کا نام ہے۔

(از: امام زرقانی جلد 2 صفحہ 12)

مذکورہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت دفعہ لشکر کشی کی اور ان

سرایا میں حصّہ لیا کچھ میں وہ کامیاب رہے جبکہ چند میں مغلوب رہے۔ تاریخ اور سیرت کی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان سرایا کا مفصّل ذکر روضۃ الاحباب اور معارج النبوت میں ذکر نہیں کیا گیا جبکہ دیگر کتب سیر میں انکا ذکر موجود ہے۔ (واللہ اعلم)

سریّہ حضرت عبدالرّحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مقام دومۃ الجندل شعبان 6ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک روز مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے تمام اکابر صحابہ کرام یعنی سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمانِ غنی، سیدنا علی ابن علی طالب، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا حذیفہ بن الیمان، سیدنا ابوسعید خدری رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سب بارگاہ اقدس میں حاضر تھے کہ ایک نوجوان انصاری خدمتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں حاضر ہوا۔ السّلام علیکم کہنے کے بعد بیٹھ گیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے بہتر انسان کون ہے۔ حضور علیہ السلام نے جواب فرمایا: ''سب سے بہتر انسان وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں''، پھر اُس نے سوال کیا کہ مسلمانوں میں کونسا مسلمان سب سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار ہے؟ جواباً آپ علیہ السلام نے فرمایا ''جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے اور کہنے والا پھر موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہوا ایسے ہی لوگ سب سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار ہیں''۔ پھر اُس نے سوال نہ کیا اور بالکل خاموش ہوگیا۔

اسکے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حاضرین مجلس کی طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا ''پانچ عادات نہایت ہی خطرناک ہیں اللہ کریم تم لوگوں کو ان عادات سے پناہ دے اور ان کو دیکھنے سے بھی اپنی حفاظت میں رکھے۔

1: جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے تو اس قوم میں ایسا طاعون اور ایسی بیماریاں جنم لیتی ہیں جو اس سے پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی ہوں اور نہ ہی کسی نے ان کو پہلے دیکھا ہو۔

2: جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں وہ قحط سالی اور نہایت سخت مشقتوں میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں پر جابر ترین حاکم مقرر کر دیا جاتا ہے۔

3: جو قوم اپنے مال سے زکوٰۃ نہیں نکالتی اس قوم سے بارش روک لی جاتی ہے اگر زمین پر جانور نہ ہوتے تو ایسی قوم کو ہمیشہ کے لئے بارش سے ہی محروم کر دیا جاتا۔

4: جو لوگ اللہ کریم اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کیا ہوا عہد توڑ دیتے ہیں ان پر اجنبی دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے اس طرح وہ اجنبی دشمن ایسے لوگوں سے سب کچھ چھین لیتے ہیں۔

5: ''جو قومیں یا حکام و راہنما اور پیشوا اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم فرقانِ حمید کے خلاف فیصلہ کرنے لگیں متکبر اور سرکش گھوڑے کی مانند ہو جائیں تو پھر اللہ کریم ان میں پھوٹ ڈال دیتا ہے''۔

(حدیث روایت از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو نصیحت فرما چکے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ ''میں تمہیں آج یا کل ایک اہم مہم پر روانہ کرنے والا ہوں اس لئے ابھی سے تیاری مکمل کر لو''۔ اگلے روز حضور علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری۔ پہلے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے پھر وہاں سے واپس آئے تو سب کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی وفات 31ھ مدینہ منورہ) کو حاضری کا حکم دیا جب وہ حاضرِ خدمت ہو گئے تو اپنے روبرو بٹھا کر ان کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا جو کہ نہایت شاندار معلوم ہوتا تھا۔ اسکے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ''عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں اسلامی لشکر کا جھنڈا دیں'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد اپنی ذاتِ اقدس پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا ''یہ جھنڈا لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ہر کافر کے ساتھ جنگ کرنا جو دشمنِ اسلام ہو جو اللہ اور اسکے رسول علیہ السلام کے ساتھ کفر کرتا ہو غنیمت میں خیانت نہ کرنا فریب کاری اور قتل سے بچے رہنا۔ یاد رکھو یہ اللہ کا عہد اور نبی علیہ السلام کی سُنّت ہے'' نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اگر ان لوگوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تأمل نہ کرنا یعنی انکار یا سستی نہ کرنا''۔ اسکے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات سو (700) مجاہدین کے ہمراہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور دومۃ الجندل پہنچ گئے۔ تبوک سے القلیبہ کے راستے دومۃ الجندل کا فاصلہ تقریباً چار سو (400) کلومیٹر ہے اور سعودی عرب کے الجوف صوبے کے دارالحکومت سکاکا سے تقریباً 38 کلومیٹر شمال مشرق میں ہے۔ وہاں پہنچ کر تین دن متواتر دعوتِ حق دیتے رہے جس کے نتیجے میں سردار قبیلہ اصبغ بن عمرو کلبی نے اسلام کی

حقانیت اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وعظ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان درافشاں سے نکلی ہوئی بات کی مقبولیت کا وقت آ گیا سردار قبیلہ نے اپنی بیٹی تُماضر کے نکاح کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی جو انہوں نے قبول فرماتے ہوئے تماضر سے نکاح فرمالیا۔ بنی کلب کی یہی خاتون ہیں جو سلمہ بن عبدالرحمٰن کی والدہ تھیں۔ ان کے یہاں سلمہ کے علاوہ اور کوئی بچہ نہیں ہوا۔ یہ پہلی کلبی خاتون ہیں جن سے قریشی نے نکاح کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ سارا حال گوش گزار رسولِ مقبول ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا جسے سن کر آپ علیہ السلام کو دلی مسرت ہوئی۔

حضرت سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف جو کبار تابعین اور جلیل القدر حفاظ قرآن میں سے ہیں۔ حضرت تُماضر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہی پیدا ہوئے۔ یہ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 63 ،طبقات ابن سعد جُلد 2 صفحہ 15،
مدارج النبوت شریف جلد 2 صفحہ 323 وغیرہ)

سریّہ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامِ فدک

شعبان 6ھ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ بنی سعد بن بکر جو کہ مقام فدک میں رہتے تھے۔ خیبر کے یہودیوں کو مدد دینے کی غرض سے ایک فوج اکٹھی کر رہے ہیں یہ سنتے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر خدا کو ایک سو مجاہدین کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت چھپ کر آرام فرماتے۔ یہاں تک کہ ہمج پہنچ گئے جو کہ خیبر اور فدک کے درمیان ایک چشمے کا نام ہے۔ وہاں راستے میں ایک جاسوس اس دستے نے گرفتار کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جاسوس کو پناہ دے کر حالات دریافت فرمائے اس جاسوس نے عرض کیا حضور یہ بات سچ ہے کہ بنی سعد بن بکر خیبر کی کھجوروں کے عوض خیبر کے یہودیوں کو امداد فراہم کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں پھر اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں بنوسعد نے جتھہ بندی کی ہوئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ شب خون

مارا اور پانچ سو اونٹ دو ہزار بکریاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ آئیں جبکہ بنو سعد عورتوں اور بچوں سمیت اس جگہ سے فرار ہو گئے اس طرح یہ مالِ غنیمت ہمراہ لے کر یہ دستہ واپس مدینہ منورہ آیا۔

(از: زرقانی جلد2 صفحہ 63، ابن سعد جلد2 صفحہ 15)

سریہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(خیبر میں اسیر بن زارم یہودی) شوال 6 ہجری

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ خیبر کے یہودیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے سردار ابو رافع کے قتل کے بعد اسیر بن زارم یہودی کو اپنا نیا سردار منتخب کر لیا تھا۔ اسیر بن زارم غطفان اور دوسرے قبائل میں گیا اور ان لوگوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خلاف اکٹھا کرنے کی کوشش کی یہودی کیونکہ فطرتی لوگ تھے اور ہمیشہ سے اسی قسم کی ذلیل حرکات میں شب و روز مصروف رہتے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شاعرِ رسول (علیہ السلام) عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج غزوہ موتہ میں شہادت پائی) کو تیس (30) شخصوں کے ساتھ اسیر بن زارم کے پاس پیغام دے کر خیبر روانہ کیا کہ وہ مدینہ منورہ آ کر زبانی گفتگو کریں یہ بھی فرمایا کہ ہم تمہیں خیبر کا عامل مقرر کر دیں گے (اس سے پہلے حضور علیہ السلام سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رمضان میں تین آدمیوں کے ساتھ اسیر بن زارم کی خبر لانے کے لیے خفیہ طور پر روانہ کیا۔ خبر کی تصدیق کے بعد سریہ روانہ فرمایا) اسیر بن زارم یہ سُن کر لالچ میں آ گیا اس نے بھی اپنے ہمراہ تیس (30) یہودیوں کو لیا جب یہ قافلہ مقام قرقرہ پر پہنچا تو اسیر بن زارم کی نیت بدل گئی۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسیر بن زارم ایک ہی اونٹ پر سوار تھے راستے میں اسیر نے دو مرتبہ حضرت انیس رضی اللہ عنہ پر تلوار چلانے کی کوشش کی مگر حضرت عبد اللہ بن انیس اس حرکت سے باخبر ہو جانے کے باوجود درگزر فرماتے رہے لیکن جب اسیر بن زارم نے تیسری مرتبہ یہی حرکت کی تو دونوں گروہوں میں جنگ چھڑ گئی جس کے نتیجے میں سارے یہودی مارے گئے صرف ایک آدمی زندہ بچا جو کہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ انتیس (29) یہودی مارے گئے۔

دوسری طرف مسلمانوں میں سے اللہ کے فضل و کرم سے سب بچ گئے صرف حضرت عبد اللہ بن انیس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو زخم آئے جب یہ لوگ واپس مدینہ منورہ پہنچ کہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے سارا واقعہ سن کر فرمایا "اللہ کریم نے ظالموں سے تمہیں نجات عطا فرمائی" پھر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو زخم فوراً ایسے اچھا ہوگیا کہ گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

سریّہ عُرنییّن یا قضیہ عکل

(سریہ کرز بن جابر فہری القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شوال 6ھ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ قبیلہ عکل اور عرینہ کے چند لوگ مدینہ منورہ میں آکر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وفد آٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان آٹھ آدمیوں میں چار عرینہ کے تھے تین عکل کے اور ایک یعنی آٹھواں آدمی کسی اور قبیلہ کا تھا۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اظہار واقرار کیا اسکے بعد کہنے لگے اے اللہ کے برحق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم اونٹ اور بکریوں والے لوگ ہیں ہم کھیتی باڑی نہیں جانتے کیونکہ ہم زراعت پیشہ نہیں ہیں ہماری زمینوں میں کوئی فصل یا کھجوریں وغیرہ پیدا نہیں ہوتیں اور نہ ہی ہم لوگ شہری زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں مدینہ منورہ کی آب وہوا ہمیں موافق نہیں اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمیں مدینہ منورہ سے باہر صدقات کے اونٹوں والی، جگہ پر رہنے اور ان اونٹوں کے دودھ کو استعمال کرنے کی اجازت عطا فرمائیں ہم میں سے کچھ لوگ بیمار بھی ہوگئے ہیں اس جگہ کھلی آب وہوا میں رہ کر صحت مند ہو جائیں گے ان لوگوں کو پیٹوں پر ورم ہوگئے تھے اور ان لوگوں کو دو تین یا دس عدد اونٹ دینے کا حکم فرما کر باہر رہنے کی اجازت عطا فرماتے ہوئے ہدایت کی کہ تم لوگ ان اونٹوں کا دودھ پینا تندرست ہو جاؤ گے یہ لوگ جبل عید کے نزدیک اونٹوں والے مقام پر چلے گئے کچھ روز تک دودھ پیتے رہے جس کے نتیجہ میں وہ سب کے سب تندرست ہوگئے۔

وہ لوگ چند روز میں تندرست ہوگئے مگر تندرستی کی نعمت ملتے ہی اسلام چھوڑ کر دوبارہ کفر پر قائم ہوگئے۔ حالتِ کفر پر واپسی کے بعد ان لوگوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے مقرر شدہ چرواہے کو شہید کر دیا اور خود تمام اونٹ لے کر دوڑ گئے۔ یہ چرواہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ غلام یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ انہوں نے یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہلاک کر کے اس کے ناک، کان اور آنکھ کاٹ کر لاش کا مثلہ کر دیا اور اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھا دیئے۔ جب یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو ان لوگوں کے تعاقب کا حکم فرمایا گیا اور ساتھ یہ

حکم بھی دیا کہ ان لوگوں کو پکڑ کر ان کی آنکھوں میں سلاخ پھیر کر دھوپ میں پھینک دیا جائے تا کہ وہیں پڑے پڑے مر جائیں۔

دوسرا حکم دینے کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے بھی چرواہے کے ناک، پاؤں، کان کاٹ کر آنکھوں میں کانٹے چبھونے کے بعد شہید کیا تھا۔ ان لوگوں کے تعاقب میں بیس سواروں کا جو دستہ روانہ کیا تھا اس دستے کی قیادت حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی (یادرہے یہ کرز بن جابر فہری (بن عسیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن احب بن فہر بن مالک قرشی) وہی ہیں جنہوں نے غزوۂ احد کے بعد مدینہ منورہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے مویشی چوری کئے تھے لیکن وہ زمانہ کفر کی بات تھی اور اب دائرہ اسلام میں داخل ہو کر صحابیٔ رسول ہونے کا اعزاز حاصل کر چکے تھے)۔ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اس سریہ میں حضرت سعید ابن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امیر مقرر فرمایا اور ان سواروں کے ساتھ آپ علیہ السلام نے ایک ایسا شخص بھی بھیجا جو نشان قدم پر مجرموں کا پیچھا کر رہا تھا۔

حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس سواروں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں نکلے اور راستے میں ان لوگون کو پکڑ لیا پھر ان لوگوں سے قصاص اور بدلہ لینے کے لئے اسی طرح قتل کیا گیا جیسے انہوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کا میں نے خود مشاہدہ کیا وہ زمین کو دانتوں سے کاٹتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا اس طرح حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضور علیہ السلام کے چرواہے تھے۔ ان کے قصاص میں یہ آٹھوں آدمی واصلِ جہنّم ہوئے۔

(از: بخاری کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 602، ابن سعد، ابن حیان، واقدی)

اس سزا کے بعد آئندہ کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ اگر کوئی مجرم کتنا ہی سخت جرم کیوں نہ کرے اسکو ایسی سزا ہرگز نہیں دیجائے گی اگر کوئی کافر کسی مسلمان کا مثلہ کرے تو اسکو قصاص میں صرف قتل کیا جائیگا۔ اس کافر کا مُثلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 176)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکّہ معظّمہ روانگی

شوال 6ھ

مذکورہ سریہ کے بعد اہل سیر کے نزدیک ایک اور سریہ کا ہونا بھی مذکور ہے گو اس سریہ میں کوئی فوجی دستہ تو

روانہ نہ کیا گیا بلکہ صرف حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ہی مکہ مکرمہ ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے روانہ ہوئے یہ سریہ ابوسفیان کے اس ردعمل کا جواب تھا جس میں ابوسفیان نے ایک اعرابی کو معاوضہ کا لالچ دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لئے مکہ سے مدینہ بھیجا تھا البتہ فریقین میں سے کوئی بھی اپنی مہم میں کامیاب نہ ہوا۔ صاحبِ سیر کی اکثریت اس واقعہ کو انفرادی کوشش تو تسلیم کرتے ہیں البتہ اسکو سریہ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ آئے۔ ایک رات جبکہ وہ طواف کعبہ میں مشغول تھے ابوسفیان کے بیٹے معاویہ نے انکو دیکھ لیا۔ معاویہ نے قریش کو ان کے بارے میں اطلاع دی قریش نے اعلان کر دیا کہ اے لوگو عمرو بن امیہ مکہ میں موجود ہے اس سے ہوشیار رہنا اور اسکو پکڑنے کی کوشش کرو کیونکہ تم جانتے ہو یہ اچانک قتل کر دینے میں لاثانی ہے سب مکے والے اس بات پر متفق ہو گئے کہ عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرنے کے بعد قتل کر دیا جائے۔

مدینہ منورہ سے حضرت سلمہ بن اسلم اور حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیوں کہ اکٹھے مکہ آئے تھے اور بعض اہل سیر کے مطابق دونوں کو ہی حضور علیہ السلام نے ابوسفیان کی طرف بھیجا تھا۔ جب انہوں نے اعلان سُنا تو دونوں الگ الگ ہو گئے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کو مکہ کی پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں چھپا لیا۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پہاڑوں میں روپوش ہو گئے تو ادھر قریش ان کی تلاش میں مصروف رہے۔

حضرت عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ (بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ) الکنانی الضمری حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے پھر مدینے کی طرف بھی ہجرت کی اور معرکہ بیرِ معونہ میں شریک ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کو مختلف امور کی سرانجام دہی کے لیے روانہ فرمایا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی خبر لینے کے لیے ان کو بھیجا تو حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی سُولی کی لکڑی سے اٹھالائے 6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجاشی شاہ حبشہ کی طرف بھیجا۔ عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی وکالت کی حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں پہاڑوں میں چھپا ہوا تھا تو اچانک میری ملاقات عثمان بن مالک سے ہو گئی۔ میں نے فوراً ایک خنجر اسکے سینے میں گھونپ دیا اس کے چیخنے کی آواز اس قدر بلند تھی کہ لوگ وہ آواز سن کر میری طرف آ گئے تاکہ مجھے گرفتار کر سکیں۔ لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر میں نے خود کو ایک غار میں چھپا لیا

اس غار میں مجھے ایک کانا آدمی نظر آیا جو اپنی بکریوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے اس غار میں داخل ہوا اور ٹیک لگا کر یہ شعر پڑھنے لگا۔ (ترجمہ)

''میں ساری زندگی مسلمان نہیں ہوں گا اور مسلمانوں کا دین ہرگز اختیار نہیں کرونگا۔''

اسکے بعد اس ذلیل انسان نے رسالت کی شان میں گستاخی کرنا شروع کردی حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو کیا اور اس انتظار میں تھا کہ وہ سو جائے تو میں اسکی درست آنکھ بھی تباہ کردوں آخر کار جب وہ لیٹ کر سو گیا تو میں نے اپنی کمان کی نوک اسکی آنکھ پر رکھ کر اس قدر زور سے دبایا کہ وہ اسکے دماغ تک چلی گئی اور یوں وہ ذلیل انسان جہنم رسید ہوا۔ میں فوراً غار سے باہر آ گیا۔ غار سے باہر نکلتے ہی قریش کے دو جاسوسوں سے میرا سامنا ہو گیا میں نے اُن میں سے ایک کو تیر مارا اور دوسرا وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اُسکے بعد میں خیریت سے مدینہ منورہ واپس آ گیا اُدھر میرا ساتھی بھی خیریت سے مدینہ منورہ پہنچ گیا تھا ابوسفیان نے اسکے بعد اپنی حفاظت کے انتظام بہت سخت کر دیئے۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس چیز کا بڑا افسوس تھا کہ ابوسفیان میرے ہاتھ سے زندہ بچ گیا حقیقت یہ ہے کہ ابھی اسکی موت کا وقت ہی نہیں آیا تھا۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں تقریباً 60 ہجری میں فوت ہوئے۔ سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی انصاری اوسی فتوحات عراق کے دوران میں جسر ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ میں 82 سال کی عمر میں شہادت پائی۔ وہ بدر کے غزوہ اور بعد کے تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعائے استسقاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائے ہوئے جب چھ (6) سال ہوئے تو رمضان المبارک 6ھ میں حضور علیہ السلام نے نہایت خشک سالی کی وجہ سے دُعاء استسقاء فرمائی۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ رمضان المبارک 6ھ میں مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑ گیا وہاں کے لوگ حاضرِ خدمت اور استسقاء واستغاثہ کی خاطر التجا کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دعا فرمائی جس کے نتیجہ میں اللہ کریم نے خوب بارش نازل فرمائی۔ سرکار علیہ السلام نے چھ موقعوں پر دعاء استسقاء فرمائی۔

(از: کتاب سفر السعادت)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ قبیلہ نجار۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام سلیم سہلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت لمحان انصار یہ رشتہ میں حضور علیہ السلام کی خالہ ہوتی تھیں۔ 93ھ میں 103 سال کی عمر میں بصرہ میں وفات پائی موضع طف میں دفن کئے گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 2286 احادیث مروی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا جمعہ کے روز حضور علیہ السلام مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اچانک ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سخت قحط پڑ گیا ہے جس کی وجہ سے مویشی ہلاک ہو گئے اور اہل وعیال بھوکے ہیں ہمارے واسطے دُعا فرمائیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قحط سالی کی وجہ سے مویشی ہلاک ہو گئے ہیں بال بچے بھوکے مر رہے ہیں اور لوگ بھوک کی وجہ سے مر رہے ہیں یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خُدا کی قسم آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا لیکن آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ابھی اپنے ہاتھ مبارک دعا کے بعد نیچے بھی نہیں کئے تھے کہ چاروں اطراف سے بادل اُمڈ اُمڈ کر آئے اور یوں لگتا تھا جیسے کالے پہاڑ چلے آرہے ہوں اور بارش برسنا شروع ہو گئی۔ سارا دن موسلا دھار بارش ہوتی رہی پھر دوسرے دن بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور تیسرے دن بھی یہاں تک کہ دوسرا جمعہ بھی آ گیا مگر بارش بدستور جاری رہی۔ جمعہ کے روز وہی اعرابی پھر حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اموال ہلاک ہو گئے ہیں اور تمام راستے بند ہو چکے ہیں دعا فرمائیں خداوند کریم بادل کو ہٹا کر آسمان صاف کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس اعرابی کی بات سُن کر تبسم فرماتے ہوئے دونوں ہاتھ مبارک بلند کئے اور دعا فرمائی ''اے اللہ ہمارے اردگرد بارش برسا اور ہم پر نہ برسا''۔

ایک روایت میں مزید اس طرح ذکر ہے کہ ''اے اللہ کھیتوں، باغوں پر چشموں اور درختوں پر بارش برسا'' پھر جس طرف انگلی مبارکہ سے اشارہ فرماتے جاتے بادل صاف ہو جاتا یہاں تک کہ مدینہ منورہ سے بادل چھٹ گیا مگر اردگرد وادیوں میں بارش کا سلسلہ بدستور ایک ماہ تک جاری رہا باہر سے جو کوئی بھی مدینہ منورہ میں آتا بارش کی اطلاع دیتا۔

(روایت از: بخاری شریف، مسلم شریف، موطا امام مالک، ابوداؤد شریف

سُنن نسائی شریف ودیگر روایاتِ اہلِ سیَر)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت

دعاء استسقاء کے بارے میں سیدہ طاہرہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آتی ہے کہ لوگوں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں خشک سالی اور قحط کی شکایت پیش کی۔ یہ شکایت سُن کر حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ عید گاہ میں منبر بچھایا جائے پھر ایک دن مقرر فرما کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اس عید گاہ میں اکٹھا ہونے کا حکم دیا جب مقررہ دن کو سب صحابہ اکٹھے ہوگئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سورج چڑھنے کے بعد بڑے خشوع وخضوع اور عجز وانکساری کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ عید گاہ میں آکر منبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِo

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینo اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ oمَالِکِ یَومِ الدِّینo لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰھُمَّ اَنتَ اللّٰہُ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ نَفعَلُ مَا تُرِیدُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الغَنِیُّ وَ نَحنُ الفُقَرآءُ اَنزِلْ عَلَینَا الغَیثَ وَ اجعَلَ مَا اَنزَلتَ لَنَا قُوَّۃً وَّ بَلاغاً اِلیٰ حِینo

ترجمہ خُطبہ مُبارکہ

''اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ سب حمدیں اللہ کے واسطے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے رحمٰن ورحیم ہے یوم جزاء کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے اے اللہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اے اللہ تیرے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے تو غنی ہے اور ہم حقیر ہیں ہم پر بارش نازل فرما اور اس بارش کو ہمارے لئے قوت بنادے اور ہماری پریشانی میں اس بارش کو باغ بنادے۔ آمین''

اس خطبہ کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے ہاتھ مبارک اٹھانے میں حضور علیہ السلام نے مبالغہ فرمایا یہاں تک کہ دونوں بغلوں مبارک کی سفیدی نمودار ہوگئی پھر چہرہ مبارک قبیلہ رخ کیا اور پشت مبارک حاضرین کی طرف پھیر دی۔ اس وقت کالے رنگ کی چادر شانوں مبارک پر ڈال رکھی تھی دعا کے بعد منبر سے نیچے تشریف فرما ہوئے پھر بلا اذان واقامت دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ قرأت بآواز کی اول رکعت

میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الاَعْلٰی (سورۃ الاعلیٰ) تلاوت فرمائی اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (سورۃ الغاشیہ) تلاوت فرمائی۔ حدیث شریف کے آخری الفاظ ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ کریم نے بجلی اور کڑک کے ساتھ بادلوں کو بھیجا وہ برسنے لگے یہاں تک کہ مسجد نبوی تک پہنچتے پہنچتے پانی بہنے لگا جب لوگوں کی پریشانی اور عجلت دیکھی تو تبسم فرمایا کہ دانتوں مبارک کی تابانی ظاہر ہوئی پھر ارشاد فرمایا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے نیز گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔''

(روایت از: ابوداؤد در ترمذی شریف)

(دیگر دعاؤں کا بیان آگے آئیگا)۔

گزشتہ اوراق میں ان تمام سرایا کا حال بیان ہو چکا ہے جو غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کے بعد پیش آئے ان سرایا میں کسی بھی سریہ میں کوئی قابل ذکر سخت قسم کی جنگ پیش نہ آئی البتہ کسی کسی سریہ میں چند معمولی چھڑپیں ضرور ہوئیں حقائق کی روشنی میں ان مہموں کو جنگی مہمیں کہنے کی بجائے اگر فوجی گشت جن کا مقصد دشمن کی نقل وحرکت کی خبر رکھنا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ ان سرایا کا اصل مقصد عرب کے مغرور اور ہٹ دھرم قسم کے جاہل بدوؤں کو اسلام کی طاقت سے خوفزدہ کرنا تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے جب ہم تمام حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اہل عرب مسلمانوں کی طاقت سے اس حد تک ڈر چکے تھے کہ اُن کے حوصلے اور اسلام دشمنی کی حرکات وسازشیں آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھیں ان لوگوں کے دماغوں میں اسلام کو ختم کرنے کی جو غلط فہمی سما چکی تھی۔ اب ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ہمارا کوئی حربہ کوئی تدبیر کوئی سازش اسلام کی شوکت کو پامال نہیں کر سکتی۔ کُفار عرب یہ جان چکے تھے کہ اسلام دینِ حق کی شکل میں جس قدر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب یہ مذہب سارے عرب اور اطراف عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اسی سال یعنی 6ھ میں تاریخ عرب میں یہ تبدیلی مزید اچھی طرح کھل کر اسوقت سامنے آئی جب صلح نامہ حدیبیہ تحریر ہو چکا۔ یہ صُلح نامہ اس امر کا عیاں ثبوت تھا کہ اب اسلامی طاقت واخوت کو کوئی نہیں روک سکتا گویا دوسرے الفاظ میں صُلح نامہ حدیبیہ قوتِ اسلامی کے حق ہونے کے اعتراف میں مہر تصدیق تھا گو ابتداء میں چند مسلمانوں نے اس صلح نامہ کی نرم شرائط پر تذبذب کا اظہار کیا مگر یہ صلح نامہ ہی اصل میں کفر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرزمین عرب سے ختم کرنے کی آخری سیڑھی تھی۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ نہایت ہی اہم ہے دوسرے لفظوں میں اگر یوں کہا جائے کہ یہ صلح نامہ آئندہ آنیوالے تمام کامیابیوں کا دیباچہ تھا تو غلط نہ ہوگا۔

صلح حُدیبیہ (غزوۂ حدیبیہ) ذیقعدہ 6ھ مقام حدیبیہ

مکہ مکرمہ سے دس (10) میل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے جس کا نام حدیبیہ ہے اس مقام کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو حدیبیہ کے نام سے ہی مشہور ہے۔ (آجکل یہاں پہ شمیسی نام کا گاؤں آباد ہے) علماء فرماتے ہیں کہ یا تو یہ نام اسی کنویں کا ہے یا پھر یہ نام ایک درخت کا ہے جو وہاں موجود ہے اسلئے اس مقام کا نام ہی حدیبیہ ہو گیا اس مقام کا اکثر حصّہ حرم ہے اور باقی حصّہ حِل میں آتا ہے حدیبیہ مکہ مکرمہ سے تقریباً دس (10) میل اور جدہ سے تقریباً تیس (30) میل پر واقع ہے یہاں نئی سڑک کے کنارے ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ یہ صلح نامہ ذیقعد 6ھ میں اسی مقام پر تحریر کیا گیا۔ (ذی قعدہ کی ابتداء 13 مارچ 628ء سے ہوئی)۔

(از حضرت علامہ طبری، فتح الباری جلد 7 صفحہ 239، زرقانی جلد 2 صفحہ 179)

حدیبیہ کا سبب

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منورہ میں ایک رات خواب دیکھا کہ سرکار علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مسجد الحرام میں داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ بیت اللہ کا طواف فرمایا اور عمرہ کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈا لئے اور کچھ نے بال کٹوانے پر ہی اکتفا کیا۔

(روایت از: حضرت علامہ البیہقی)

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خواب صحابہ کرام کو سُنایا تو خواب سنتے ہی اہل حق کے دلوں میں جو محبت بیت اللہ اور شوق دیدار کعبۃ اللہ عرصہ سے دبا ہوا تھا وہ شوق یک دم پایۂ تکمیل کو پہنچنے کے لئے بے قرار ہو گیا سب کو یقین ہو گیا کہ اللہ کریم اپنے محبوب علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے ہم لوگوں کو اسی سال بیت اللہ کی زیارت کا شرف بخشتے ہوئے عمرہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائے گا۔

عمرہ ادا کرنے کی روانگی کا اعلان

یوم دوشنبہ (پیر) یکم ذی القعد 6ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منورہ کے اور گرد و پیش کی

آبادیوں میں اعلان فرمادیا کی جو لوگ عمرہ ادا کرنے کے لئے ہمراہ چلنا چاہتے ہیں تیار ہو کر حاضرِ خدمت ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غسل مبارک فرمایا۔ اور دھلے ہوئے کپڑے زیب تن فرمائے۔ مدینہ منورہ میں
حضرت ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن قیس بن زائدہ بن اصم بن ہرم بن
رواحہ بن حجر بن عدی بن مصیص بن عامر بن لوی القرشی تقریباً بارہ یا تیرہ مرتبہ حضور علیہ السلام کی نیابت کا شرف
حاصل ہوا) کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور اپنی اونٹنی قصوٰی پر سوار ہوئے تمام ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین
کو حکم دیا کہ تلوار کے علاوہ کوئی دوسرا ہتھیار ہمراہ نہ لیں اور صرف اتنے ہتھیار ساتھ لینے کا حکم فرمایا جتنا کہ ایک مسافر
کے لئے ضروری ہے۔ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ حضرت نمیلہ ابن عبداللہ لیثی کو اپنا قائم مقام بنایا جبکہ بعض کا
قول ہے کہ ابورہم کلثوم ابن حصین کو بنایا تھا۔ اس طرح دوشنبہ کے روز یہ قافلہ حق پرست اپنے محبوب قائد فخرِ دوعالم نورِ
مجسم علیہ السلام کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوا اس سفر میں اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شریک
تھیں۔ اس سفر میں پندرہ سو (1500) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہم
رکاب تھے کچھ روایات چودہ سو کی بھی ملتی ہیں صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر بن
عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پندرہ سو کی تعداد مروی ہے جو کہ زیادہ صحیح ہے۔
(از فتح الباری جلد 1، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 69، زرقانی جلد 2 صفحہ 180)

جب یہ قافلہ مقام ذوالحلیفہ پہنچا وہاں نماز ظہر ادا کی (ہُدی) اونٹوں پر قلاوے ڈال دیئے گئے جن ہُدی پر
قلاوے ڈال دیئے گئے ان کی تعداد ستر (70) تھی ان میں ابوجہل کا وہ اونٹ بھی شامل تھا جس کو غزوہ بدر میں
مسلمانوں نے ابوجہل کی موت کے بعد مالِ غنیمت میں حاصل کیا تھا پھر اشعار فرمائے گئے:۔
(ہُدی وہ جانور ہے جس کو حج یا عمرہ کرنے والے مکّہ یا منٰی میں ذبح کرتے ہیں دورِ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ ہُدی
کے جانور کے گلے میں علامت یا نشانی کے طور پر قلاوہ ڈال دیا جاتا تھا شریعت نے اس دستور کو بدستور قائم رکھا)۔
(اشعار سے مراد وہ اونٹ ہے جس کے کوہان کو دونوں طرف سے چیر دیا جاتا تھا تا کہ اس سے خون نکل آئے
یہ سنّت ہے لیکن اس میں یہ امر نہایت ضروری ہے کہ زخم گہرا نہ لگایا جائے۔ اشعار سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو علم ہو
جائے کہ اس جانور کو کچھ نہ کہا جائے کیونکہ یہ قربانی کا ہے پھر اس جانور کے گلے میں جھولیاں بھی لٹکا دی جاتی تھیں جو
کہ سنت طریقہ ہے۔ یہ سب کچھ نشانی کے لئے کیا جاتا ہے)۔
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے احتیاط کے طور پر قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو جس کا نام بشر بن سفیان

عتکی تھا اور جس کا اسلام لانا اہلِ قریش سے پوشیدہ تھا پہلے ہی مکہ روانہ کر دیا تاکہ حالات کا بغور جائزہ لے کر مسلمانوں کو اہل قریش کے ارادوں سے باخبر کر دے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عسفان کے قریب پہنچے تو قبیلہ خزاعہ کا وہی شخص جو پہلے قریش کی طرف روانہ کیا گیا تھا مسلمانوں کو آ کر ملا اور اس نے اطلاع دی کہ میں کعب بن لوی قبیلہ کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان لوگوں نے مقابلہ کرنے کے لئے احابیش (حلیف قبائل) کو ایک جگہ اکٹھا کر رکھا ہے اسکے علاوہ دیگر اور قبائل کے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں ان لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو کبھی بھی مکّہ میں نہیں داخل ہونے دیں گے۔ یہ حال سُن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ''کیا آپ لوگوں کے نزدیک یہ مناسب ہوگا کہ ہم ان قبائل کے بال بچوں پر حملہ کر دیں جو قریش کی مدد کے لئے آئے ہیں تاکہ وہ اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے قریش سے الگ ہو جائیں اسکے بعد ہم قریش کے ساتھ آسانی سے نمٹ سکیں گے''۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم اس سال عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں ہم نہ کسی کے ساتھ جنگ کرنے آئے ہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی ایسا ارادہ ہے اس لئے میرے خیال میں ہمیں چاہیئے کہ جس نیت سے ہم لوگ اپنے گھروں سے نکلے ہیں اسی کو پورا کریں۔ دوسری طرف اگر قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مکّہ میں داخل ہونے سے روکا تو پھر ہم ان کے ساتھ ضرور جنگ کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس رائے کو پسند فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ ''اب ہم عمرہ کی ادائیگی کے لئے کوچ کرتے ہیں''۔ قریش مکہ کی طرف سے خالد بن ولید جو کہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے دوسو (200) سواروں کا دستہ لے کر مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بڑھے اور کراع غمیم تک آ گئے۔ اس دستہ میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی شامل تھا۔

قریش کی مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش

قریش کسی صورت میں بھی مسلمانوں کو زیارت کعبہ کی اجازت دینے کو تیار نہیں تھے جب انکو علم ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مکّہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے فوراً مجلسِ شوریٰ کا ہنگامی اجلاس طلب کیا اور اس میں طے پایا کہ مسلمانوں کو ہر حال میں بیت اللہ کی زیارت سے روکا جائے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے خالد بن ولید دوسو (200) سواروں کے ہمراہ مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے مقامِ غمیم پر موجود تھے۔ خالد بن ولید نے اپنے سواروں کو ایسی جگہ پر مقرر کیا جہاں سے ہر دو فریقین ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے خالد کی خواہش تھی کہ مسلمانوں

پر حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچایا جائے چنانچہ جب مسلمان ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے تو مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھ کر خالد بن ولید نے اپنے سواروں سے کہا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا یہ نہایت مناسب موقع تھا جو ہاتھ سے نکل گیا لیکن اب جس وقت یہ لوگ اگلی نماز ادا کرنے میں مشغول ہوں گے تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ لیکن اہل حق اگلی نماز کا وقت آنے سے پہلے ہی اپنا راستہ تبدیل کر کے دوسری طرف سے مکّہ کو روانہ ہو چکے تھے یاد رہے یہ مقام غمیم رابغ اور حجفہ کے درمیان واقع ہے۔ اور یہ ایک وادی ہے جو عسفان سے آٹھ میل پر مکہ معظّمہ کی جانب ہے۔

حضور علیہ السلام کا راستہ تبدیل کرنا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ کُراع الغمیم کا مرکزی راستہ چھوڑ کر دائیں طرف کا راستہ اختیار کیا جائے۔ مسلمانوں نے جس پر پیچ راستہ کو اختیار کیا وہاں سے گزرنا نہایت ہی دشوار تھا خطرناک گھاٹیاں اور ریگستان جہاں پر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا تھا اس مشکل ترین راستہ کو اختیار کرنا اور وہ بھی صرف اللہ کی رضا کے لئے یقیناً بلند مقام حاصل کرنا تھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''اے اہل حق گھبراؤ نہیں راستے کی مشکلات پر قابو پانا ان سختیوں کو برداشت کرنا جنّت کے دروازوں میں سے گزرنا ہے''۔ یوں حضور علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کرحمش کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک ایسے راستے سے گزرے جو ثنیۃ المراء پر جا نکلتا تھا۔ اس راستے کو اختیار کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ خالد بن ولید جس مقام پر موجود تھے وہ مسلمانوں کے بائیں جانب رہ گیا اور خالد بن ولید کو مسلمانوں کے راستے کو چھوڑ کر آگے نکل جانے کا اس وقت علم ہوا جب ان لوگوں نے دور سے گرد وغبار اڑتے دیکھا خالد بن ولید فوراً اس جگہ سے اپنے دستہ سمیت ہٹے اور قریش کو جا کر مسلمانوں کی آمد کی خبر دی۔

دوسری طرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے جب مقام ثنیۃ المراء پہنچے اور اپنی اونٹنی قصوٰی کو مکہ کی جانب موڑنا چاہا تو وہ زمین پر بیٹھ گئی لوگوں نے حَل حَل کہا بہت کوشش کی کہ اونٹنی چلے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ قصوٰی تھک گئی ہے یہ سُن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''قصوٰی نہ تو تھکی ہے اور نہ ہی اسکی عادت ہے۔ اسکو تو اللہ تعالیٰ نے چلنے سے روک دیا ہے اسکو تو اس ہستی نے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک دیا تھا'' پھر فرمایا ''اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں کعبہ مکرمہ کی تعظیم و حرمت کے پیشِ نظر قریش کی کہی ہوئی ہر بات مانوں گا''۔

اسکے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی پھر حضور علیہ السلام نے راستے میں تھوڑی سی تبدیلی فرمائی اور اقصائے حدیبیہ میں ایک چشمہ پر نزول فرمایا۔ جس چشمہ پر نزول فرمایا اس چشمے میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ ساتھیوں نے جب اس چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی حاصل کیا تو تھوڑی سی دیر میں سارا پانی ختم ہوگیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار کی خدمت میں شکایت کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شکایت سن کر اپنی ترکش سے تیر نکالا اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس تیر کو چشمے میں گاڑ دیا جائے۔ ساتھیوں نے ایسا ہی کیا فوراً پانی چشمے میں جوش مارنے لگا تمام لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور چشمے میں پھر بھی پانی بدستور جوش مارتا رہا۔

ایک قول ہے کہ وہ تیر آپ علیہ السلام نے حضرت ناجیہ ابن اعجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا۔ چنانچہ خود حضرت ناجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پانی کی کمیابی کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے مجھے بلایا اور اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر مجھے دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی سے بھرا ہوا ایک ڈول طلب فرمایا میں پانی لے کر آیا تو آپ علیہ السلام نے وضو کیا اور پانی منہ میں لے کر ڈول میں کلی کی اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ''یہ ڈول لے کر کنویں یعنی گڑھے میں اترنا اور اس تیر سے پانی چھڑک دینا''۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں ابھی گڑھے میں سے نکلا نہیں تھا کہ پانی مجھے ڈھانپنے لگا جیسے ہنڈیا میں ابال آتا ہے یہاں تک کہ آخر بڑھتے بڑھتے گڑھے کے کناروں تک پانی بھر گیا حتیٰ کہ لوگ کنارے پر بیٹھ کر ہاتھوں کی روک میں پانی لینے اور سیراب ہونے لگے اور جلد ہی قافلے کا ہر آدمی سیراب ہوگیا۔

(از: فتح الباری جلد 5 صفحہ 243 تا 245)

(از: انسان العیون)

قُریش مکّہ کا غُرور میں آجانا

مقام حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مکہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان لوگوں کو خبر دیں کہ مسلمان صرف بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آئے ہیں نہ کہ جنگ کرنے کے لئے اہلِ مکہ نے اپنی فطرت کا اظہار یوں کیا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کے ایلچی کا وہ اونٹ جس پر وہ سفر کر کے مکہ آئے تھے ذبح کر ڈالا اور حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنا چاہا مگر قریش میں سے ہی کچھ لوگوں نے اس ارادے کی سختی سے مخالفت کرتے ہوئے بڑی مشکل سے درمیان میں پڑ کر ایلچی کو بچالیا۔

اہلِ قریش کو جب یقین ہو گیا کہ مسلمان صرف زیارتِ کعبہ کے ارادے سے آئے ہیں ان کا جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تو یہ جاہل لوگ غرور میں آگئے اور طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ پوری طرح سرکشی پر تیار ہو گئے جس کا عملی مظاہرہ انہوں نے ایلچی کے اونٹ کو ذبح کرنے کے بعد کیا۔ اب اہلِ قریش نے بدیل بن ورقہ خزاعی جن کا تعلق قبیلہ بنوخزاعہ سے تھا کو چند دوسرے لوگوں کے ہمراہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس روانہ کیا اہل تہامہ میں یہی قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خیر خواہ تھا۔ جو کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو اہل مکہ کی ہر حرکت سے باخبر رکھا کرتے تھے گو یہ صاحب ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن پھر بھی کچھ علماء نے انکو متقدم الاسلام صحابی لکھا ہے۔ چند صاحب سیر تحریر کرتے ہیں کہ یہ بدیل اور ان کا بیٹا عبد اللہ اور حکیم بن حزام فتح مکہ کے روز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور پھر اپنے بیٹوں سمیت غزوۂ تبوک میں بھی شامل ہوئے اور آخر جنگِ صفین میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

بدیل بن ورقہ خزاعی نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ میں قریش کے پاس سے جب آ رہا تھا تو راستے میں کعب بن لوی کو دیکھ کر آ رہا ہوں کہ وہ لوگ بھی حدیبیہ کے قریب ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں ان کے ہمراہ عورتیں اور بچے بھی ہیں اور ان کا یہ پکا ارادہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بیت اللہ کی زیارت سے روکیں۔ اگر آپ علیہ السلام نے زیارت کعبہ کا ارادہ تبدیل نہ کیا تو یہ لوگ آپ علیہ السلام سے مقاتلہ کریں گے۔ سرکار دوعام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''ہمارا یہاں آنا کسی کے ساتھ جنگ کی غرض سے ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم تو خالصتاً زیارتِ کعبہ کے لئے آئے ہیں اگر قریش کا خیال وارادہ جنگ کرنے کا ہے تو اس میں ان لوگوں کا نقصان ہے اگر وہ چاہیں تو مجھ سے عدم جنگ کا معاہدہ کرلیں اور میرے درمیان سے ہٹ جائیں اور یوں مجھے دوسرے مشرکین عرب کے لئے چھوڑ دیں میں دیگر مشرکین سے جہاد کروں گا اگر میں مغلوب ہو گیا تو قریش کی مراد پوری ہو جائے گی اور اگر میں غالب آ گیا تو پھر دیگر مشرکینِ عرب کی طرح یہ لوگ بھی میری اطاعت کرلیں۔ اس طرح مدت صلح میں یہ لوگ تازہ دم ہو چکے ہوں گے۔ اگر قریش کو میرا یہ مشورہ قبول نہیں تو خدا کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میری جان ہے میں قریش کے ساتھ جنگ کرتا رہوں گا تاوقت کہ میری گردن جُدا نہ کر دی جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کریم اپنا حکم نافذ فرمائے گا اور اپنے دین کو ہی نصرت عطا کرے گا''۔

یہ سُن کر بدیل بن ورقہ خزاعی نے عرض کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ جو کچھ فرما رہیں میں یہ سب کچھ قریش کو جا کر بتادیتا ہوں۔ بدیل قریش کے پاس گیا اوران کو جا کر کہا میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے آرہا ہوں انہوں نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے اگر تم لوگ کہو تو وہ باتیں تم کو سُنا دوں، اس پر چند بیوقوف، شریر لوگوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو باتیں تم سے کی ہیں ہمیں اُن سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی ہم وہ باتیں سننا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف جو اہل قریش میں سنجیدہ اور عاقل لوگ تھے انہوں نے کہا تم وہ باتیں ہمیں بتاؤ ہم سننے کے لئے تیار ہیں۔ اس پر بدیل نے کہا کہ میرا مشورہ ہے کہ تم لوگ مسلمانوں کے ساتھ قتال کے لئے جلد بازی سے کام مت لو مسلمان تو صرف کعبہ شریف کی زیارت کے لئے آئے ہیں وہ جنگ نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی ان کا اس قسم کا کوئی ارادہ ہے۔

قریش کو بدیل کی باتوں پر اعتبار نہ آیا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ شخص اور اس کا قبیلہ کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتا ہے اور یہ لوگ ہمیشہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخلص اور وفادار رہے ہیں اس لئے ہوسکتا ہے یہ مسلمانوں کی طرف داری کررہا ہو اس لئے ہمیں اسکی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اسکے بجائے اپنے دیگر آدمی بھیج کر گفتگو کرنی چاہیئے تاکہ اصل صورتِ حال سامنے آسکے۔

اہلِ قُریش کے ایلچیوں کی روانگی

بدیل بن ورقہ خزاعی کے بعد قریش نے بنی عامر کے مکرز بن حفص کو اپنا ایلچی بنا کر مسلمانوں کی طرف روانہ کیا۔ مکرز جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو اُسکو دیکھتے ہی سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ بدعہد آدمی ہے۔ جب اُس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ گفتگو شروع کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو بالکل وہی جواب ارشاد فرمایا جو اُس سے قبل بدیل بن ورقہ خزاعی کو ارشاد فرما چکے تھے۔ چنانچہ یہ شخص جواب لے کر قریش کے پاس واپس گیا اور انکو پوری بات سُنائی اور حالات سے باخبر کیا۔

حلیس بن علقمہ ایلچی قریش کی روانگی

مکرز بن حفص کے بعد قریش نے مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے حلیس بن علقمہ جس کا تعلق بنو کنانہ کی شاخ احابیش سے تھا اسکو ایلچی بنا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا جب یہ شخص اہل حق کی طرف آ

رہا تھا تو سرکارِ دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہ کرام سے فرمایا "جو شخص اب بطورِ ایلچی ہماری طرف آرہا ہے اس کا تعلق اُس قوم سے ہے جو ہُدی (ہُدی کا معنیٰ ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں) کے جانوروں کا بڑا احترام کرتے ہیں لہٰذا تم لوگ ہُدی یعنی قربانی کے جانوروں کو آگے راستے میں کھڑا کردو"۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ہُدی کے جانوروں کو راستے میں کھڑا کر دیا اور خود بھی لبیک پکارتے ہوئے اس ایلچی کا استقبال کیا۔ حلیس بن علقمہ نے جب جانوروں کو دیکھا تو فوراً پکار اٹھا سبحان اللہ ان اہلِ حق کو بیت اللہ شریف کی زیارت سے روکنا ہرگز جائز نہیں ہے یہ کہنے کے بعد اُسی جگہ سے واپس ہوا اور قریش کو جا کر کہا کہ میں خود ہُدی کے جانور دیکھ کر آرہا ہوں ان جانوروں کے گلے میں قلادے ہیں اور ان سب کے کوہان چیرے ہوئے ہیں جو کہ اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ مسلمان صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے آئے ہیں اس لئے میں یہ مناسب خیال نہیں کرتا کہ ان لوگوں کو زیارت کعبۃ اللہ سے روکا جائے۔

قریش نے جب اُسکے خیالات سُنے تو اسی قسم کی باتیں شروع کر دیں جو حلیس بن علقمہ کی برداشت سے باہر تھیں اور نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں طرف سے سخت کلامی کا تبادلہ شروع ہو گیا۔ اس موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے دونوں فریقین کے درمیان مداخلت کرتے ہوئے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز پیش کی ہے اسکو قبول کرلو۔ پھر کہا اے قریش کیا میں تمہارا باپ اور تم میرے بچے نہیں ہو۔ سب بولے اس میں کوئی شک نہیں ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص قریش کے ہاں نہایت معزز خیال کیا جاتا اور پھر اس شخص کے دوسرے لوگوں کے ساتھ پہلے بھی کافی حقوق ومعاہدے موجود تھے۔ عروہ نے مزید گفتگو جاری رکھتے ہوئے قریش سے پوچھا میرے متعلق تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں ہے۔ سب نے کہا ہرگز نہیں تو پھر اس نے کہا کہ مجھے مسلمانوں کی طرف جانے کی اجازت دیں تا کہ خود جا کر معاملہ طے کرسکوں قریش نے اسکو ایلچی کے طور پر مسلمانوں کی طرف جانے کی اجازت دے دی۔

عروہ بن مسعود ثقفی ایلچی قریش کی روانگی

عروہ بن مسعود ثقفی قریش کی طرف سے ایلچی بن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسکے ساتھ بھی وہی گفتگو فرمائی جو اس سے قبل بدیل بن ورقہ خزاعی سے کر چکے تھے۔ عروہ بن مسعود ثقفی کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) آپ بتائیں کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ (علیہ السلام) قریش کا استیصال کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ کون سا کارنامہ ہے کہ اگر آپ علیہ السلام اس قوم

سے مغلوب ہو گئے تو جانتے ہیں اس کا کیا انجام ہو گا یہ بھیڑ جو آپ (علیہ السلام) کے ہمراہ ہے جو کہ چند اوباش لوگوں کا اجتماع ہے آپ (علیہ السلام) کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ عروہ بن مسعود ثقفی کی یہ بیہودہ گفتگو سن کر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قریب ہی تشریف فرما تھے غصّے میں آ گئے اور اسکو گالی دیتے ہوئے کہا! جالات کی شرمگاہ چاٹ۔ اہلِ عرب کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب کسی کو سخت قسم کی گالی دینا مقصود ہوتا تو اسکو کہتے کہ جا اپنی ماں کی شرم گاہ چاٹو۔ یہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں کی بجائے لات کا نام لے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصّہ آ جانے کا سبب عروہ کا بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں تکبّر سے گفتگو کرنا اور جاں نثاران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو غیر مخلص اور فرار ہونے والا قرار دینا تھا۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے یہ گالی سُن کر اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا یہ شخص کون ہے جو اس طرح کہہ رہا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جواب دیا یہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ عروہ بن مسعود نے کہا میں اس سخت کلامی کا جواب ضرور دیتا لیکن کیا کروں اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارا مجھ پر ایک حق ہے جس کو خدا کی قسم میں اتار نہیں سکا ورنہ تمہیں اس سخت کلامی کا جواب بھی دیتا اور سزا بھی۔

ایک ضروری وضاحت

عروہ بن مسعود ثقفی پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حق تھا کہ زمانہ جاہلیت میں اس پر دیت کی ادائیگی لازمی ہوگئی تھی اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور برادران عقبہ نے عروہ کی مدد اور اعانت کی تھی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ کی دس جوان اونٹ دیت ادا کی تھی جبکہ عروہ نے اس دیت کی ادائیگی کے لئے اپنے تمام دوستوں عزیز و اقارب سے مدد طلب کی تھی لیکن کسی نے بھی ایک یا دو گائے سے زیادہ اسکی مدد نہ کی۔

اس کے بعد عروہ بن مسعود دوبارہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے گفتگو میں مصروف ہو گیا دوران گفتگو عروہ بار بار سرکار علیہ السلام کی داڑھی مبارکہ کو پکڑتا جس طرح کمینے عرب گفتگو کے دوران کیا کرتے تھے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس۔ 5ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور اسی زمانہ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ 50 ہجری میں کوفہ میں طاعون کی وبا سے وفات پائی) (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 133 احادیث مروی ہیں) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت مبارک کی

طرف ہاتھ میں تلوار لئے سر پر لوہے کا خود پہنے کھڑے تھے جب عروہ نے گفتگو کے دوران نبی اکرم علیہ السلام کی داڑھی مبارکہ کو پکڑ کر بات چیت سے پرہیز نہ کیا تو ان کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ عروہ نے جب اپنا ہاتھ پھر داڑھی مقدسہ کی طرف بڑھایا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے ہوئے فرمایا اے بے ادب اپنا ہاتھ دور رکھ اور ادب کی حد سے آگے مت بڑھ عروہ نے کہا یہ شخص کون ہے جس نے اس قدر جرأت کے ساتھ مجھے ایذاء پہنچائی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جواب دیا یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ سُن کر عروہ بن مسعود نے کہا اے غدار کیا میں تیری دغابازی کے کام میں دوڑ دھوپ نہیں کر رہا ہوں۔ دورِ جاہلیت میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقیف میں سے بنو مالک کے تیرہ آدمیوں کے ہمراہ شاہ مقوقس شاہ سکندریہ کے دربار میں گئے مقوقس نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں بنو مالک کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا اور ان کو زیادہ تحائف دیئے واپسی پر جب وہ لوگ شراب زیادہ پی جانے کی وجہ سے مدہوش بے ہوش پڑے ہوئے تھے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسد کی وجہ سے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور ان کا مال واسباب قابو کرنے کے بعد مدینہ منورہ خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں حاضر ہوئے سارا مال غنائم میں داخل کروایا اور خود مسلمان ہو گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس پر عمل کے بعد ارشاد فرمایا ''اے مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارا دائرہ اسلام میں داخل ہونا تو درست ہے لیکن ہمیں تمہارا یہ لوٹا ہوا مال نہیں چاہیے ہمیں اس مال کی حاجت نہیں اور نہ ہی ہم اس مال میں سے خمس لیتے ہیں'' ادھر جب مکہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مقتولین کے ورثاء کو حقیقتِ حال کا علم ہوا تو بنی مالک کے سردار مسعود بن عمرو کے ساتھ گفت وشنید کرنے والا شخص یہی عروہ ہی تھا۔ اس نے حالات کو درست کرنے میں بڑی جدوجہد کی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے دیت واجب الوصول تھی۔ جو کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارثوں کے ذمہ واجب الادا تھی۔ جب بنی مالک دیت حاصل کرنے پر تیار ہو گئے تو ادھر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنبہ اور اہلِ قبیلہ محاربہ ومقاتلہ پر نکل آئے اس موقع پر عروہ نے بیچ بچاؤ کرایا اور کسی نہ کسی طریقہ سے یہ معاملہ ختم کرا دیا۔ اب عروہ بن مسعود ثقفی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باتوں میں اپنے اس احسان اور واقعہ کی طرف اشارہ کر کے یاد دلا رہا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عروہ بن مسعود ثقفی کے بھتیجے بھی تھے۔

اہلِ سیر تفصیلاً لکھتے ہیں کہ عروہ بن مسعود ثقفی گفتگو کے دوران گوشہ چشم سے سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مجلس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف دیکھتے ہوئے ان کی ہر ہر ادا کا مشاہدہ کر رہا تھا اس

نے صحابہ کرام کی حیرت انگیز عقیدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عظمت اور احترام بجالاتے دیکھا تو اسکے دل پر نہایت عجب قسم کا اثر پڑا۔ گفتگو کے بعد عروہ بن مسعود واپس قریش کے پاس گیا اور مشرکین سے کہنے لگا بخدا اے قوم میں قیصر و کسریٰ و نجاشی کے دربار میں جا چکا ہوں میں نے ان بادشاہوں کے دربار کی شان و شوکت اور دبدبہ کئی بار دیکھا ہے میں نے بہت سے متکبّر اور مغرور حکمرانوں کی مجالس میں شمولیت کی ہے مگر ان میں سے کسی بادشاہ کی رعایا اسکی قوم اور ماننے والوں کو اسطرح ادب واحترام، عقیدت اور وارفتگی ہرگز نہیں دیکھی جس طرح ادب واحترام و عقیدت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) اپنے آقا و مولا سے رکھتے ہیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) جب گفتگو کرتے ہیں تو مجلس پر سناٹا چھا جاتا ہے جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اپنے منہ مبارک سے لعاب نکالتے ہیں تو صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) اس لعاب مبارک کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مَل لیتے ہیں۔ اگر معمولی سے معمولی کام کے لئے حکم فرمائیں تو بزرگ سے بزرگ ساتھی اس کام کو سرانجام دینے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کو فخر محسوس کرتے ہیں جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) گفتگو کرتے ہیں یا کوئی صحابی جب کسی سوال کا جواب دیتا ہے تو اپنی نظریں نیچی رکھتا ہے کسی میں ہمّت نہیں کہ نگاہ اونچی کرے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) وضو فرماتے ہیں تو صحابہ وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے یوں جستجو کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ابھی ایک دوسرے سے جھگڑ پڑیں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) جس وقت کنگھی کرتے ہیں اگر کوئی بال مبارک کنگھی میں ہو تو صحابہ کرام اس بال مبارک کو بڑی عقیدت و تعظیم کے ساتھ اپنے پاس بطور تبرک رکھ لیتے ہیں۔ اے اہلِ قریش محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے تمہاری عافیت اسی میں ہے کہ میرا مشورہ مانتے ہوئے اس تجویز کو قبول کرلو۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 192)

حضور علیہ السلام کا عفوودرگزر فرمانا

اہلِ قریش میں سے جو لوگ بردبار اور صاحبِ تدبّر تھے وہ وقت کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے بار بار اپنے سفیر مسلمانوں کے پاس بھیج رہے تھے سفیر واپس آکر قریش کو ہر حال سے باخبر کر رہے تھے اور ہر ایک کا یہی مشورہ تھا کہ صلح کرلی جائے مگر قریش کے جنگجو اور نوجوان جو پرجوش تھے ان اکابرین سے اتفاق کرتے ہوئے نظر نہیں آرہے تھے چنانچہ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ رات کے وقت مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا جائے مسلمانوں کے خیمہ گاہ میں

اچانک گھس کر ہنگامہ برپا کر دیا جائے اندھیرے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکے گا اور یوں آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔
چنانچہ رات کے اندھیرے میں ستّر یا اسّی (80) جوانوں کا دستہ جبل تنعیم سے اُتر کر مسلمانوں کے خیمہ گاہ میں چپکے سے گھسنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مسلمانوں کے پہرے دار دستہ کے سالار حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھی پہرے داروں کے ساتھ ان سب کو گرفتار کر لیا جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان گرفتار شدہ قریشی دستہ کے بارے میں اطلاع دی گئی تو رحمتِ عالم نورِ مجسّم نے کمال عفو ودرگزر کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے ان تمام لوگوں کو معاف کر دیا اس عفو ودرگزر کے موقع پر قرآن کریم فرقانِ حمید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (سورۃ فتح آیت 24)

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے بطن مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روکے اور تمہارے ہاتھ ان سے روکے اسکے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے چکا تھا۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے''

سفارتِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں میں سے ایک سفیر قُریش کے پاس بھیجا جائے جو ان کو جا کر مکمل صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے آنے کا مقصد بیان کرے'' اس سلسلہ میں آخر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا تا کہ وہ قریش کو حالات سے آگاہ کریں۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور مقصد بیان کیا یہ سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ علیہ السلام سب کچھ جانتے ہیں کہ قریش کو میرے ساتھ کس قدر دشمنی وعداوت ہے اگر ان لوگوں نے مجھ پر قابو پالیا تو وہ مجھے ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے پھر میرے قبیلے بنو عدی میں سے ایک شخص بھی مکّہ میں نہیں رہتا جو اگر مذکورہ صورتحال پیش آجائے تو میری مدد کر سکے اس کے باوجود جو حکم ہو لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ میری جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا جائے کیونکہ ان کے بے شمار عزیز واقارب مکّہ مکرمہ میں رہتے ہیں اور دوسرا قریش ان کی بڑی عزّت کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک بہت عزیز ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر حکم دیا کہ ''تم قریش کے

پاس جاؤ اوران لوگوں کو جا کر باخبر کرو کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں ہمارا لڑنے کا قطعی ارادہ نہیں ہے۔ پھران لوگوں کو اسلام کی دعوت بھی دینا"۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بھی حکم دیا کہ" مکہ میں جو اہل ایمان رہتے ہیں انکو یہ خوشخبری بھی سُنا دینا کہ تمہیں مکہ کی فتح کی بشارت ہو عنقریب اللہ کریم اپنے دین کو مکّہ مکرمہ میں ظاہر و غالب فرمانے والا ہے یہاں تک کہ اہل ایمان میں سے کسی کو بھی روپوش ہونے کی ضرورت نہیں رہے گی"۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم پر مکّہ مکرمہ روانہ ہوئے مقام بلدح میں قریش کے پاس سے گزرے تو ان لوگوں نے دریافت کیا اے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں کا ارادہ ہے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سفیر بنا کر یہ پیغام دے کر قریش کے اکابرین کی طرف روانہ کیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے ہم نے آپ کی بات کو سُن لیا ہے اس لئے آپ اپنے کام کو پورا کرنے کے لئے تشریف لے جائیں۔

ابان بن سعید بن العاص (بن امیہ بن شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاموی۔ پانچویں پشت میں سلسلہ نسب رسول کریم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ غزوۂ خیبر سے قبل مشرف باسلام ہو گئے) جو کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی عزّت وتکریم کرتے تھے ان کو مرحبا کہتے ہوئے اپنے گھوڑے پر زین کس کر اپنے ساتھ سوار کیا اور یوں مسلمانوں کے سفیر سیدنا حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پناہ میں لے کر مکّہ روانہ ہوئے۔

مکہ پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکابرین قریش کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پیغام سُنایا۔ پیغام سن کر ان جاہلوں نے اتفاق رائے سے جواب دیا کہ اس سال تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اوران کو ساتھیوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے ہاں اگر تم اکیلے طواف کعبہ کرنا چاہو تو تمہیں اجازت ہے یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بغیر اکیلا کبھی بھی طواف نہیں کروں گا۔ مشرکین یہ جواب سُن کر ناراض ہو گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس حضور علیہ السلام کے پاس جانے سے روک دیا۔ جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی میں دیر ہو گئی تو کسی نے یہ افواہ اڑا دی کہ قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے یہ افواہ سُن کر سرکار علیہ السلام کو بہت سخت رنج ہوا۔

غزوۂ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان (ذو القعدہ 6 ہجری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی افواہ سُن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سخت رنجیدہ ہوئے۔ آپ علیہ السلام ایک درخت سے پشت مبارک لگا کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ ''میں جب تک کفار مکّہ سے شہادتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ نہ لے لوں یہاں سے ہرگز واپس نہ جاؤں گا''۔ پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنا بایاں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے اشارہ فرمایا کہ ''یہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ ہے''۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غائبانہ بیعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے خود بیعت لی اور یہ دعا فرمائی۔

''اے اللہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے کام سے گیا ہوا ہے اس لیے ان کی طرف سے میں خود ہی بیعت لیتا ہوں''

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہلے ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو یہ افواہ گرم ہوئی ہے کہ ان کو مکہ مکرمہ میں قتل کر دیا گیا غلط ہے یعنی بیعت کا یہ واقعہ اس آسمانی خبر کے بعد کا ہے جس کے ذریعہ سے آپ علیہ السلام کو بتا دیا گیا تھا کہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل کی خبر بے بنیاد ہے۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ مبارک بائیں ہاتھ مبارک پر رکھ کر ارشاد فرمایا ''میرے ہاتھ پر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بیعت کرو کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد وقتال کریں گے شہید ہو جائیں گے مگر میدان چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں''۔ سب سے پہلے سنان بن ابو سنان اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابو سنان عکاشہ ابن محصن کے بھائی اور ان سے بیس (20) سال بڑے تھے) نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بیعت کے لئے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھائیں۔ حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دریافت فرمایا ''تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو'' انہوں نے عرض کیا اس چیز پر جو میرے دِل میں ہے، فرمایا ''تیرے دِل میں کیا ہے'' عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے دل میں یہ ہے کہ ''اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ کریم آپ علیہ السلام کو غلبہ عنایت فرمائے یا اسکی راہ میں لڑتا ہوا مارا جاؤں''۔ چنانچہ سرکار علیہ السلام نے ان کو بیعت فرمایا

پھر سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے یکے بعد دیگرے بیعت کی۔ایک قول کے مطابق سب سے پہلے بیعت دینے والے شخص عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور ایک قول کے مطابق حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما از: معجم طبرانی)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار بیعت کی۔ ابتداء میں درمیان میں اور آخر میں اور جب بیعت سے فارغ ہوئے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ہے۔

(روایت از: صحیح مسلم شریف)

بیعتِ رضوان کے موقع پر داہنا ہاتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے تھا اور بایاں ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میری جانب سے خود بیعت فرمائی اس کی برکت سے بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 206، 208)

جب بیعت مکمل ہو چکی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی القرشی۔ پانچویں پشت میں سلسلہ نسب عبدمناف پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 146 احادیث روایت فرمائی ہیں) بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔اس بیعت میں صرف ایک منافق جد بن قیس ایسا تھا جس نے بیعت نہ کی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بابول یا ببول (کیکر) کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دستِ مبارک تھامے ہوئے تھے جبکہ حضرت معقل بن یسّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخت کی بعض ان ٹہنیوں کو پکڑ کر سرکار علیہ السلام کے اوپر سے ہٹا کر رکھا ہوا تھا جو نیچے کو جھکی ہوئی تھیں۔

اسی بیعت رضوان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں فرمایا: (سورۂ فتح آیت 18، 19)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً
يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

ترجمہ: ''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جس وقت کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی محبت اور اخلاص جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو جلد آنے والی کھلی فتح عطا فرمائی اور اسکے علاوہ اور بھی بہت سی غنیمتوں کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت

بیعتِ رضوان کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاص حکمت پوشیدہ رکھی کہ جب قریش کو مسلمانوں کی اس بیعت کا علم ہوا تو وہ لوگ مرعوب ہو کر نہایت ہی خوفزدہ ہو گئے اور فوراً ہی صُلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 345)

قریش کی طرف سے مکرز بن حفص جو کہ روساء قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اٹھا اور قریش کو کہا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مکرز کو آتے دیکھا تو فرمایا ''یہ نہایت ہی فاجر آدمی ہے''۔ مکرز ابھی گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اسی اثناء میں قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو صلح کرنے کے اختیارات لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سہیل بن عمرو کو آتا دیکھ کر آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا ''البتہ تمہارا معاملہ کچھ آسان ہو گیا''۔

(از: زرقانی جلد 2 صفحہ 194)

سہیل بن عمرو ایلچی قریش

قریش نے سہیل بن عمرو کو اس لئے سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ سہیل بن عمرو نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھا اور اپنی اس خوبی کی وجہ سے بہت مشہور تھا اہلِ قریش نے اسکو خطیبِ قریش کا خطاب دیا ہوا تھا۔ قریش نے اسکو یہ صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ صُلح صرف اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم) اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں۔

(از: زرقانی جلد2 صفحہ223)

حضور علیہ السلام کی پیشگوئی

یہی سہیل بن عمرو غزوۂ بدر کے موقع پر اہلِ قریش کی طرف سے خطیب تھا اور اسیران بدر میں شامل تھا اس کا طرزِ خطبہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس سہیل بن عمرو کے دانت توڑ دیں تاکہ آئندہ آپ علیہ السلام کے خلاف کبھی خطبہ نہ دے سکے یہ سن کر سرکار مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا "اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے امید ہے کہ یہ سہیل ایک مقام پر کھڑا ہو کر اس طرح خطبہ دے گا جو محمود ہوگا اور نہایت ہی پسند کیا جائے گا" چنانچہ فتح مکہ کے بعد یہی سہیل بن عمرو مسلمان ہوگئے اور پھر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو مکہ کے کچھ لوگ مُرتد ہوگئے اس موقع پر سہیل بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کھڑے ہو کر ان مرتد ہونے والے لوگوں کو خطبہ دیا جس کے نتیجہ میں اُن لوگوں نے اختلافات ختم کردیئے اور توبہ کرنے کے بعد دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے اس موقع پر سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نہایت ہی بلیغ خطبہ دیا تھا۔

سہیل بن عمرو حدیبیہ کے موقع پر اہلِ قریش کی طرف سے صلح کا پیغام لے کر آیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ قریش کی طرف سے صُلح کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ کچھ دیر تک صلح اور شرائط کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اور آخر کار چند شرائط پر اتفاق ہوگیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ معاہدہ کے الفاظ قلم بند کریں اور سب سے پہلے لکھیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم،

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی تحریر کیا عرب کا قدیم طریقہ تھا کہ جب کوئی خط تحریر کرتے تو اسکی ابتداء میں:
بِاسمِکَ اللّٰھم ،لکھا کرتے تھے اس موقع پر سہیل بن عمرو نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سن کر کہا میں اسکو نہیں جانتا کیونکہ یہ کلمات تو اسلام کے ہیں اسلیئے میں ان کو نہیں مانتا۔تحریر کی ابتداء میں بِاسمِکَ اللّٰھم تحریر کریں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''وہی لکھو، جو سہیل کہتا ہے'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے وہی تحریر کیا ہے'' جو سہیل کہتا ہے یہ تو بس یونہی جھگڑا کر رہا ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ تھی کہ دونوں کلاموں کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ کفار کے مطالبہ میں کوئی خرابی نہ تھی۔خرابی تو اس صورت میں پیدا ہوتی اگر کُفار یہ مطالبہ کرتے کہ ہمارے بتوں یا شیطان کے نام تحریر کریں۔اسکے بعد احمد مختار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا لکھو۔

''ھٰذَا مَا قَاضِی عَلَیہِ بِہٖ مُحَمَّد رَسُول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم)''

''یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے صلح کی ہے''۔اس پر سہیل بن عمرو نے کہا ہم تو آپ (علیہ السلام) کو رسول مانتے ہی نہیں اگر آپ (علیہ السلام) کو رسول مانتے تو جھگڑا کیوں ہوتا اور بیت اللہ کی زیارت سے کیوں روکتے اس لئے آپ یوں لکھیں: محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سہیل کی یہ بات سُن کر رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''گو تم میری تکذیب کرتے ہو لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں'' یہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے الفاظ مٹا کر لکھو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) بن عبد اللہ۔

یاد رہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کون فرمان گزار ہو سکتا تھا لیکن عالمِ محبت میں ایسے مقامات بھی آجاتے ہیں کہ فرمان گزاری سے بھی انکار کرنا پڑتا ہے یہ انکار انتہائی درجہ کے عشق و محبت پر دلالت کرتا ہے اس میں ترک ادب نہیں آتا بلکہ یہ تو عین امتثال و ادب ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تحریر خود اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے الفاظ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) تحریر کر دیا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا مجھے دکھاؤ میرا نام کہاں لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ اپنی انگلی مبارک رکھدی تو آپ علیہ السلام نے رسول اللہ کا لفظ خود مٹا دیا۔

(از: صحیح مسلم، بخاری کتاب المغازی، زرقانی جلد 2 صفحہ 197،
مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 348)

اسکے بعد باقی صلح نامہ تحریر کیا گیا۔

شرائط صُلح نامہ حدیبیہ

1: محمد بن عبداللہ (سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اس سال عمرہ ادا کئے بغیر واپس مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ اگلے سال مسلمان مکہ آئیں اور صرف تین روز قیام کر کے چلے جائیں اور اپنے ہمراہ صرف تلواریں لے کر آئیں ان تلواروں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ تلواریں نیام میں ہوں۔

2: دس سال تک آپس میں لڑائی بند رہے گی اس عرصے میں ہر قسم کا امن رکھیں گے۔ کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

3: مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکیں گے اگر کوئی مسلمانوں میں سے مکہ میں رہنا چاہے تو اسکو نہیں روکیں گے۔

4: کفار میں سے اگر کوئی شخص یا مسلمانوں میں سے کوئی مسلمان اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے پاس مدینہ منورہ چلا جائے تو اسکو واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں آجائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

5: عرب کے قبائل کو یہ اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جسکے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔ جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہونا چاہے اسکو اس فریق کا ہی ایک جز و خیال کیا جائے گا اگر شریک قبیلے پر کوئی زیادتی ہوئی تو وہ خود فریق پر ہی زیادتی تصور ہوگی۔

چنانچہ اس صلح نامہ کے بعد قبیلہ بنو خزاعہ مسلمانوں اور قبیلہ بنو بکر قریش کے ساتھ عہد میں شریک ہو گیا اس طرح بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف ہو گئے اور بنو بکر قریش کے۔

(از: صحیح مُسلم باب صلح حدیبیہ)

حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی

صلح نامہ ابھی تحریر کیا جارہا تھا کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کی قید سے پابہ زنجیر بھاگ کر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سے ہی مسلمان ہوچکے تھے اور قریش نے ان کو سخت اذیتیں دینے کے بعد قید کررکھا تھا۔ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر سہیل بن عمرو نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جسکو صلح نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہئے یاد رہے یہ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سہیل بن عمرو کے حقیقی بیٹے بھی تھے۔ سہیل کی بات سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''ابھی تو صلح نامہ مکمل بھی نہیں ہوا'' یعنی اس پر فریقین کے دستخط ہونا ابھی باقی ہیں۔ دستخط ہونے کے بعد ہی صلح نامہ کی شرائط پر عمل شروع ہوسکے گا مگر سہیل بن عمرو نہ مانا اور اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آخر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سہیل کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔

ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوجندل عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن عبدشمس بن عبدودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی) کو سہیل نے ایک چانٹا رسید کیا اور گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا۔ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی قریش کی سختیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے انہوں نے اس موقع پر حسرت بھرے الفاظ سے کہا اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جارہا ہوں تاکہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں۔ یہ سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''اے ابوجندل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صبر وضبط کرو اور اللہ سے اُمید رکھو ہم خلاف عہد کرنا پسند نہیں کرتے اور یقین رکھو اللہ کریم تمہارے اور دیگر کمزور مسلمانوں کے لئے جو قریش کے ظلم وستم برداشت کررہے ہیں، عنقریب کشادگی اور نجات کی جگہ پیدا فرمائیگا''۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی اور صلح نامہ کہ وجہ سے اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نہایت پریشان تھے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ جاسکا وہ اس انداز سے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے جس انداز میں اس سے قبل کبھی حاضر نہیں ہوئے تھے، اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کیا آپ برحق نبی نہیں ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''بے شک میں اللہ کا برحق نبی ہوں''۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیا ہم حق پر اور کُفار باطل پر نہیں ہیں۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا ''ہاں تم حق پر اور کفار باطل پر ہیں'' پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جب ایسا ہونا ہی حق ہے تو پھر ہم ذلالت اور حقارت کیوں

اٹھائیں اور ایسی صُلح کرنے کے بعد واپس مدینہ منورہ کیوں جائیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے خطاب کے بیٹے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم حق پر ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں مگر میں اللہ کے حکم سے ہٹ نہیں سکتا۔ میری اعانت اور مدد کرنے والی ذات خداوندی ہے جو مجھے اسی طرح نہیں چھوڑے گی''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جواب مبارک نے یہ بات واضح کردی کہ اس صلح نامہ کو تحریر کرنے اور کیئے جانے پر کسی قسم کے اجتہاد کو کوئی دخل نہیں تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔ عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے۔ سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 70 احادیث مروی ہیں) نے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم عنقریب مکہ میں جا کر طواف کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جواب دیا کہ ''ہاں میں اسی طرح فرمایا کرتا تھا لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال ہم عمرہ ادا کریں گے''۔ پھر فرمایا ''اے عمر غم نہ کرو تم زیارت وطواف کعبہ کی سعادت ضرور حاصل کرو گے''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غم کی اسی حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مجلس سے اٹھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی گفتگو کی جو پہلے سرکار علیہ السلام سے کر چکے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول کریم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتہائی معتبر احادیث مروی ہیں) نے بھی وہی جواب دیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہلے فرما چکے تھے۔

مذکورہ حکایت کو سن لینے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ان کا یقین اور متابعت کس قدر بلند درجہ اور مقام کی تھی کہ اگر اسکی تشریح کی جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں مگر تعریف مکمل نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''جو کچھ خداوند کریم نے میرے سینے میں ڈالا میں نے وہ سب کچھ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے میں ڈال دیا''۔ ایک اور روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سُن کر فرمایا اے عمر جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رکابِ سعادت تھام لو اور کسی قسم کا خیال دِل میں مت لاؤ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں ہمیشہ وحی الٰہی کے مطابق ہی فرماتے ہیں۔ اس

وقت بھی کُفار کے ساتھ صلح نامہ کرنے میں کوئی مصلحت ہوگی بے شک اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کا ناصر و مددگار ہے۔
(از: صحیح بُخاری شریف)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ یہ بے باک طریقے سے گفتگو کرنا کسی قسم کے شک وشبہ سے نہ تھا۔ استغفر اللہ وہ اس چیز سے پاک ہیں پھر ایک ایسا خادم جس نے اپنی زندگی کی ہر چیز یہاں تک کہ جان جو سب سے زیادہ عزیز چیز ہے سب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک قدموں پر نثار کر دیا، کسی قسم کا شک وشبہ کرنے کی جرأت کر ہی نہیں سکتے تھے یہ سب کُچھ تو بے اختیاری میں سرزد ہوگیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں جو گفتگو میں نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ کی اُسکے کفارہ میں متواتر استغفار کرتا ہوں۔ بے شمار نمازیں پڑھتا ہوں روزے رکھتا ہوں صدقہ خیرات کرتا ہوں اور بہت سے غلام آزاد کر چکا ہوں تاکہ اس کا کفارہ ہو جائے اور میرے دِل کو بریّت حاصل ہو۔ بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کا اجمالی ذکر آتا ہے لیکن ابن اسحاق نے اپنی تصنیف میں مذکورہ تمام باتیں تفصیل کے ساتھ درج کی ہیں علمی شوق رکھنے والے اس کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

قُربانی اور سر مُنڈوانے کا حُکم

جب صُلح نامہ کی تحریر مکمل ہوگئی۔ کتابت ہو چکی، بڑے بڑے جید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور چند مشرکین سرداروں کے دستخط اور گواہیاں تحریر کی جا چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ ''اٹھو ہدی (قربانی) کے جانور ذبح کرو اور سر کے بال منڈ والو اور احرام کھول دو تاکہ عمرہ حلال ہو سکے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت اُمِّ سلمٰی ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں تشریف لے گئے سیّدہ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین معذور ہیں کیونکہ ان کو بڑا صدمہ ہے کہ ہم عمرہ ادا کئے بغیر واپس جا رہے ہیں یہ لوگ دِل میں فتح کی امید رکھتے تھے ان حالات میں ان کی طرف سے معذرت قبول فرماتے ہوئے درگزر فرمائیں اگر آپ علیہ السلام کی یہ خواہش ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سر کے بال منڈوائیں اور قربانی کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود باہر تشریف لے جائیں اور کسی کیساتھ کلام کئے بغیر اپنا اونٹ ذبح کریں اور سر مبارک کے بال کٹوائیں جب صحابہ کرام آپ (علیہ السلام) کو یہ سب کچھ کرتا دیکھیں گے تو اُن کے پاس متابعت کے بغیر کوئی چارہ

نہیں ہوگا۔ چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے سے باہر تشریف لائے خراش ابن امیہ (حجام) کو طلب کیا اور اسکو حکم دیا کہ "میرے سر کے بال کاٹ دے" جنہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے چُن چُن کر اٹھالیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال لے لیے تھے جنہیں وہ بڑی احتیاط سے اپنے پاس رکھتی تھیں اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو وہ ان بالوں کو پانی میں دھوتیں اور وہ پانی مریض کو پلا دیتیں جس سے اُسے شفا حاصل ہوتی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سر مبارک کے بال کٹواتے دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی بال کاٹنے شروع کئے مگر ان لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ شاید فرطِ غم کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

(از: فتح الباری کتاب الشروط جلد 5 صفحہ 256, 245)

صاحبِ سیر تحریر کرتے ہیں کہ ابو جہل کا اونٹ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں میں تھا ہم گزشتہ اوراق میں تحریر کر چکے ہیں کہ ابو جہل کا یہ اونٹ غزوۂ بدر کے موقع پر مالِ غنیمت میں اہلِ حق کو ملا تھا۔ اس اونٹ کی ناک میں چاندی کا ایک حلقہ تھا۔ مشرکین کو جب علم ہوا کہ ابو جہل کا اونٹ بھی قربانی کے جانوروں میں شامل ہے تو انہوں نے کوشش کی کہ اپنے سردار کے اونٹ کو قربان ہونے سے بچالیں سہیلؓ بن عمرو نے جب مشرکین کا یہ خیال سُنا تو اس نے کہا ایسا مت سوچو ہاں اگر تم ابو جہل کا اونٹ بچانا چاہتے ہو تو اسکے عوض سو 100 اونٹ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں پیش کرو پھر بھی شاید ہی وہ یہ سودا قبول کریں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں یہ پیش کش کی گئی مگر آپ علیہ السلام نے اس پیشکش کو نامنظور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اگر ابو جہل کے اونٹ کو قربانی کے لئے نامزد نہ کیا ہوتا تو میں ابو جہل کا اونٹ کسی معاوضہ کے بغیر ہی واپس کر دیتا مگر اب جبکہ وہ قربانی کے لئے نامزد ہو چکا ہے اسکو واپس کرنا ممکن نہیں ہے"۔ علماء کے نزدیک ابو جہل کے اونٹ کو قربان کرنے کا مقصد مشرکین کو غیظ میں لانا تھا تاکہ ان لوگوں کی دِل شکستگی ہو اسکے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے بیس (20) اونٹ ذبح کئے جن میں ابو جہل والا اونٹ بھی شامل تھا۔ قربانی کرتے وقت اونٹ اور گائے میں سات سات افراد حصّہ دار تھے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈوانے والے صحابہ کے لئے تین تین بار اور قینچی سے بال کٹوانے والوں کے لئے ایک ایک بار دعاء استغفار مانگی۔ دیگر قربانی کے جانوروں میں سے کچھ حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ "ان کو مکہ میں لے جا کر مروہ کے مقام پر ذبح کرو اور پھر ان کا گوشت وہاں

کے فقراء ومساکین میں تقسیم کردو''۔

بعض اہل سیر کے نزدیک تمام جانور مقام حدیبیہ پر ہی ذبح کیے گئے۔ یہاں سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ قربانی کے جانور حرم میں ہی قربان کرنا شرط نہیں ہے۔ مگر احناف کے نزدیک حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم کے باہر ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(مذکورہ تمام واقعات زرقانی اور شرح مواہب میں بھی مذکور ہے لیکن فتح الباری میں زیادہ تفصیل سے درج ہے اس لئے فتح الباری کا حوالہ پیش کیا گیا ہے)۔

مُہاجرہ عورتوں کے بارے میں حُکم

صُلح نامہ حدیبیہ تحریر ہو چکا اہل حق نے سر کے بال منڈوا لئے، قربانی کر چکے اور احرام کھول دیئے گئے تو چند عورتیں بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوئیں۔ ان عورتوں کے ورثاء اور والیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ صلح نامہ کی روشنی میں ان عورتوں کو واپس کیا جائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کا یہ مطالبہ مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ صُلح نامہ کی شرائط میں جو الفاظ درج تھے وہ یہ ہیں:

''اور یہ معاہدہ اس شرط پر کیا جا رہا ہے کہ ہمارا یعنی (مشرکین) کا جو آدمی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جائے گا اسکو لازمی ہمیں واپس کر دیں گے بیشک وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین پر ہی کیوں نہ ہو''۔

صُلح نامہ میں کیونکہ عورتیں شروع سے داخل ہی نہیں اسلئے ان کو واپس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی: (سورۃ الممتحنۃ آیت 10)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو۔ اللہ اُن کے ایمان کو جانتا ہے پس اگر انہیں تم مومنہ جانو تو ان کو کُفار کی طرف واپس مت لوٹاؤ۔ کیونکہ وہ کفار کے لئے حلال نہیں اور نہ ہی کفار ان کے لئے حلال ہیں البتہ ان کے کافر شوہروں نے ان کو جوان پر خرچ کیا تھا ان کو واپس دے دو۔ اسکے بعد تم پر کوئی حرف نہیں اگر تم ان سے شادی یعنی نکاح کر لو اور ان کے مہر ادا کر دو اور کافرہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔''

مذکورہ آیت کے نزول کے بعد اگر کوئی عورت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرکین و کفار کے ہاتھوں تنگ آ کر پناہ طلب کرتی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کی روشنی میں اس عورت کا امتحان لیتے۔ حکم خداوندی ہے: (سورۃ الممتحنہ آیت 12)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾

ترجمہ: ''اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی۔ چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی، اور کسی معروف (نیک) بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے بھی بیعت لے لو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو یقیناً اللہ غفور ورحیم ہے''۔

چنانچہ جو عورتیں مذکورہ شرائط کی پابندی کا عہد کرتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے کہ ''میں نے تم سے بیعت لے لی اب تم ہماری حفاظت میں ہو اور پھر ان عورتوں کو واپس نہیں کرتے تھے''۔

قرآن کریم میں جب یہ حکم نازل ہوا تو مسلمانوں نے اپنی کافرہ بیویوں کو طلاق دے کر فارغ کر دیا۔ اُس

زمانے میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں دو کافرہ عورتیں تھیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو طلاق دے کر فارغ کر دیا بعد میں ان میں سے ایک کے ساتھ امیر معاویہ اور دوسری کے ساتھ صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔

سورۂ فتح کا نُزول

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مقامِ حدیبیہ پر بیس روز قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب مسلمان منزل ضجنان یا بعض روایات کے مطابق مقامِ کراعِ غمیم جو کہ مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے پہنچے تو مقاصد دینی و دنیاوی کے حصول و کمالات ظاہری پر مشتمل سورۂ اِنَّـا فَتَـحْـنَـا لَکَ فَتْـحًا مُبِينًا ° .... (الخ) یعنی سورۂ فتح نازل ہوئی۔ صبح کے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رات مُجھ پر سورۃ نازل ہوئی ہے جسکو میں ہر اس شخص کے مقابلے میں جس پر سُورج طلوع ہوتا ہے عزیز رکھتا ہوں پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے سامنے وہ سُورت تلاوت فرمائی اور مسلمانوں کو مبارک باد دی جس کے جواب میں مُسلمانوں نے بھی آپ علیہ السلام کو مبارک دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلم شریف میں بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ آیَۃ" ھِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا جَمِیْعًا

ترجمہ: ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اوپر ایک آیت اتری جو ساری دنیا سے زیادہ مجھ کو پسند ہے''۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو اس صُلح کو شکست سمجھے ہوئے تھے جب یہ سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو فتـح مبیـن فرمایا ہے تو از راہِ تعجب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ فتح مبین ہے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذاتِ مقدسہ کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک یہ عظیم الشان فتح ہے۔''

(روایت از: ابوداؤد، احمد، الحاکم)

صلح حدیبیہ یقیناً ایسی عظیم الشان فتح تھی جو کہ اس سے پہلے اسی شان کی فتح اہلِ حق کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ پہلے آپس کی لڑائیوں کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتے تھے اب اس صلح کی وجہ سے امن قائم ہو گیا لوگ ایک دوسرے سے میل جول میں آزاد ہو گئے، کمزور مسلمان جو اپنے اسلام لانے کا اظہار کھلم کھلا نہیں کر سکتے تھے اب کھلے عام اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔ لوگوں میں آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہو گئی اس صلح کا فتح عظیم ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ لوگ کثرت سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے اس صلح کے بعد صرف دو سال کے عرصہ میں یعنی فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ مختصراً بعثت شریفہ سے لیکر آج تک تقریباً 18 سال کے عرصہ میں اتنے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے جتنے صرف دو سال کے عرصہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(روایت از: حضرت علامہ زہری علیہ الرحمۃ فی فتح الباری جلد 5 صفحہ 356،
زرقانی جلد 2 صفحہ 210، مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 356)

سورۃ الفتح حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے نازل ہونے سے بہت خوشی ہوئی اور صحابہ کرام نے حضور کو مبارک بادیں دیں۔
(بخاری، مسلم اور ترمذی)۔

سورۃ الفتح کی چند منتخب آیات کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:۔
سورۃ الفتح آیات 1 تا 4

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ۝٢ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝٣ هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝٤

ترجمہ:۔ ''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی۔ تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے اور اللہ تعالیٰ تمہاری

زبردست مدد فرمائے وہی جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ ہی کی ملک ہیں تمام لشکر آسمان اور زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

2۔ سورۃ الفتح آیات 9،10

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَ
رَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا ﴿۹﴾
اِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ
فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ
اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۰﴾

ترجمہ:۔ "تاکہ اے لوگو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے ہی خلاف توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔"

3۔ سورۃ الفتح آیت 15

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوهَا
ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ اَنْ يُّبَدِّلُوا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ
تَتَّبِعُونَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ
بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ اِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ "اب کہیں گے پیچھے رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو وہ چاہتے ہیں اللہ کا کلام بدل دیں تم فرماؤ ہرگز تم ہمارے ساتھ نہ آؤ۔ اللہ نے پہلے سے یونہی فرما دیا ہے تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی"۔

4۔ سورۃ الفتح آیات 18 تا 21

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ
الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ
فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً
یَّاْخُذُوْنَہَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ
کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَہَا فَعَجَّلَ لَکُمْ ہٰذِہٖ وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ
عَنْکُمْ ۚ وَلِتَکُوْنَ اٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَہْدِیَکُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۲۰﴾
وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْہَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰہُ بِہَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔ ”بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب اس پیڑ (درخت) کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لو گے تو تمہیں یہ جلد عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دئے اور اس لئے کہ ایمان والوں کے لئے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے اور ایک اور جو تمہارے بل کی نہ تھی وہ اللہ کے قبضہ میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے“۔

5۔ سورۃ الفتح آیات 24،25

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٢٥﴾

ترجمہ:۔ ''اور وہی ہے جس نے ان (کفار) کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے وادیٔ مکہ میں بعد اسکے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔ وہ (کافر) وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد الحرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے اگر وہ جدا ہو جاتے تو ضرور ہم ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے''۔

6۔ سورۃ الفتح آیات 27،28

لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾

ترجمہ:۔ ''بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد الحرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں اور اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی (فتح خیبر)۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔''

حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصّہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقامِ حدیبیہ سے مشرکین کے ساتھ صلح نامہ تحریر کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے جب مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مکہ میں مشرکین کی قید وبند میں سخت زندگی بسر کر رہے تھے۔ کسی نہ کسی طریقے سے بھاگ کر مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے مشرکین مکہ کو جب علم ہوا کہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید سے بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں تو ان لوگوں نے صلح نامہ کے مطابق اپنا بندہ مسلمانوں سے واپس لینے کی غرض سے مکہ سے دو آدمی حضور علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کئے ان دونوں آدمیوں کا تعلق قبیلہ بنی عامر سے تھا روایت ہے کہ ان کی واپسی کے لیے ازہر ابن عوف (عبدالرحمٰن ابن عوف کے چچا) اور اخنس ابن شریق نے خط بھیجے (یہ دونوں بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) خط لے کر آنے والے ایک شخص کا نام خنیس تھا اور اس کے ساتھ ایک غلام بھی رہبر کے طور پر آیا تھا۔ جب یہ دونوں آدمی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صلح نامہ کی شرائط کے مطابق ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرکین کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضور علیہ السلام نے ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ اس پر حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ علیہ السلام مجھ کو مشرکین کے حوالے کر رہے ہیں یہ لوگ مجھے دینِ حق سے پھیرنا چاہتے ہیں ان لوگوں نے مجھے بڑی سخت قسم کی اذیتیں دی ہیں، طرح طرح سے مجھے ستایا ہے۔ اب جبکہ یہ لوگ مجھے واپس مشرکین کے حوالے کر دیں گے تو وہ لوگ پہلے سے بھی زیادہ سختیاں برتیں گے۔ یہ سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس قوم نے ہمارے ساتھ عہد کیا ہوا ہے جس کو تم بھی جانتے ہو اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم بدعہدی کرنے والے نہیں ہیں۔ اللہ سے امید رکھو اور گھبراؤ نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کی صورت پیدا فرما دے گا''۔ اس کے بعد وہ دونوں مشرک حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جب یہ لوگ مقامِ ذی

الحلیفہ پر پہنچے تو کچھ دیر دم لینے کے لئے ٹھہر گئے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود مسجد میں تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر ان دونوں کے پاس آ کر اپنا توشۂ سفر کھولا اور ان کو بھی کھانے کی دعوت دی۔

باتوں باتوں میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامری سے پوچھا کہ تمہارا نسب کیا ہے؟ خنیس عامری نے اپنا نسب بتاتے ہوئے کہا یہ جو دوسرا آدمی میرے ساتھ ہے اس کا نام کوثر ہے یہ میرا غلام ہے اور اس کا تعلق بھی بنی عامر سے ہی ہے۔ پھر حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامری سے کہا تمہاری تلوار کس قدر خوبصورت ہے یہ سن کر عامری نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے اور جیسا تم نے کہا یہ تلوار ویسی ہی ہے۔ میں نے بارہا اس تلوار کو آزمایا ہے اور اس سے کام لیا ہے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامری سے کہا یہ تلوار مجھے بھی دیں تاکہ میں اسکو پکڑ کر اچھی طرح دیکھ سکوں۔ عامری نے تلوار حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دی تلوار پکڑتے ہی حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عامری پر بھرپور وار کیا اور اس کو موقع پر ہی ٹھنڈا کر دیا دوسرا مشرک کوثر یہ دیکھ کر وہاں سے بھاگا اور سیدھا مدینہ منورہ پہنچ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو دور سے بھاگتا ہوا آتے دیکھ کر فرمایا "یہ آدمی بڑا خوفزدہ معلوم ہوتا ہے"۔ کوثر جب بارگاہِ نبوی میں پہنچا تو نہایت خوف کے عالم میں کہنے لگا میرا ساتھی قتل کر دیا گیا ہے اور اب میں بھی مارا جانے والا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "کیسے"؟

اسی اثناء میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عامری کے خچر پر سوار اسکی تلوار گلے میں لٹکائے حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ علیہ السلام نے تو اپنا عہد پورا فرماتے ہوئے مجھے ان لوگوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اللہ کریم نے مجھے ان لوگوں سے نجات عطا فرمائی اگر یہ لوگ مجھے مکہ مکرمہ لے جانے میں کامیاب ہو جاتے تو مشرکین مجھ پر بڑی سختیاں کرتے۔ راستے میں اسکو قتل کر دینا اس لئے ظہور میں آیا کہ میرا ذاتی طور پر ان لوگوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا۔ یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ شخص ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنگ بھڑکانے اور جنگ تیز کرنے والا ہے، جو بھی اسکی اس کام میں مدد کرے یعنی اگر کوئی اس کا ساتھی ہو تو یہ جنگ تیز کرنے والا خود بھی بنے گا اور دوسروں کو بھی ساتھ شامل کرے گا"۔ حضورِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو حضور علیہ السلام مجھے پھر مشرکین کے حوالے فرما دیں گے اس لئے وہ چپکے سے مسجدِ نبوی سے باہر نکلے اور ساحلِ سمندر پر جا کر ڈیرہ لگا لیا یہ وہ راستہ تھا جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے رہتے تھے۔

مکہ کے بے کس و مظلوم مسلمانوں کو جب علم ہوا کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین کے بھیجے ہوئے آدمیوں میں سے ایک کو قتل کر کے مدینہ منورہ سے دور مقام عیص پر ڈیرہ لگا لیا ہے جو کہ قریش کے ملکِ شام سے آنیوالے تجارتی قافلوں کا راستہ ہے تو یہ لوگ ایک پناہ گاہ مل جانے کی وجہ سے چپکے چپکے چھپ چھپ کر حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ ہی عرصہ میں وہاں مسلمانوں کی تعداد ستّر (70) اور بعض روایات کے مطابق تین سو (300) ہو گئی۔

(روایت از علامہ سہیلی علیہ الرحمۃ، علامہ زہری، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ)

(زرقانی جلد 2 صفحہ 203)

یہ لوگ اس راستے سے گزرنے والے قریش کے ہر تجارتی قافلے سے تعرض کرتے اور یوں جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا اس سے اپنی بسر اوقات کرتے۔

علماء فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سہیل بن عمرو کے بیٹے تھے اور صُلح حدیبیہ میں سہیل ان کو شرط کے مطابق واپس لے گیا تھا پیغام بھیجا کہ مکہ سے فرار ہو کر حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان کے گروہ میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے بھاگ کر ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ادھر ہر قافلے کے نقصان کی صورت میں قریش نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ابوسفیان بن حرب کو روانہ کیا اور عرض کی کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ اور اپنی قرابتوں کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی جماعت کو مدینہ منورہ طلب فرما لیں ہم ان لوگوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کریں گے اور ہم اپنی طرف سے پہل کرتے ہوئے صُلح نامہ کی اس شرط سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں ہمارا جو آدمی بھی مکہ سے بھاگ کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے گا وہ امن میں آ جائے گا اور ہم لوگ اس آدمی سے کسی قسم کا سروکار یا تعلق نہیں رکھیں گے۔ قریش کی اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام حکم نامہ لکھ کر روانہ کیا جس میں حکم دیا گیا تھا کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ چلے آؤ۔

جس وقت حضور علیہ السلام کا حکم نامہ ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ اس فانی دنیا سے ابدی دنیا کی طرف رخصت ہو رہے تھے۔ قاصد نے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نامہ مبارک ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پکڑایا وہ اس حکم نامہ کو پڑھتے جاتے تھے اور خوش ہو رہے تھے پھر نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی

آنکھوں سے لگایااور جان اللہ کے سپرد کردی۔ جب حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان بحق تسلیم ہوئے تو نامہ رسول علیہ السلام ان کے سینہ مبارک پر تھا۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا اور تجہیز و تکفین کے بعد دفن کر دیا پھر اپنے تمام ساتھیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(روایت از: حضرت علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ جلد 2 صفحہ 233)

روایات میں آتا ہے کہ قبیلہ عامر کے اس شخص کو جو حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ سے واپس لینے گیا تھا جب قتل کر دیا گیا اور اس واقعہ کی اطلاع سہیل بن عمرو کو مکہ میں ملی تو سہیل نے اس شخص کے قتل کی دیت کا مطالبہ کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ شخص سہیل بن عمرو کے قبیلہ سے تھا۔ سہیل کے اس ارادے کی خبر سُن کر ابوسفیان نے سہیل سے کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دیت کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ انہوں نے صلح نامہ کی رو سے اپنا عہد پورا کر دیا تھا اور ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تمہارے قاصد کے سپرد کر دیا تھا پھر ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسکو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم سے قتل نہیں کیا بلکہ خود اپنی مرضی سے قتل کیا تھا اب تم ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے بھی دیت کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے دین کے پیروکار نہیں۔

سہیل بن عمرو یہ جواب سن کر خاموش ہوگیا اور پھر اپنے قبیلے بنو عامر کے شخص کے قتل کے عوض میں سرکارِ دو عالم فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیت کا مطالبہ نہ کیا۔

(از: فتح الباری کتاب الشروط)

حضور علیہ السلام کے ہاتھ مُبارک کی تحریر پر بحث

اہلِ سیر اور علماء تاریخ و محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا صُلح نامہ حدیبیہ کے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل بن عمرو کے اعتراض پر اپنا نام مبارک اپنے دستِ حق پرست سے تحریر فرمایا تھا یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی لکھنے کا حکم دیا تھا۔ جو علماء پہلے قول کے حق میں ہیں وہ ظاہر حدیث پر استدلال قائم کرتے ہیں وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "تحریر میں مجھے وہ جگہ دکھادو جہاں میرا نام مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کیا ہوا ہے" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا

پھر رسولِ کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظِ رسول اللہ مٹا کر اپنے دست مبارک سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ لکھ دیا محقق ابوالولید باجی نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔ یہ مغرب کے جیّد علماء میں سے تھے ان کا دعوٰی تھا کہ گو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا نہ جانتے تھے پھر بھی آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاٹ کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ تحریر کیا۔ ابوالولید کے اس قول پر ان کے ہم عصر اندلسی علماء و محققین نے ان کو نہایت سُست اور بُرا بھلا کہتے ہوئے ان کو زندیق قرار دیا کیونکہ اندلسی علماء کے نزدیک ان کا یہ قول وخیال نصِ قرآنی کے منافی ہے۔

اندلسی علماء کہتے تھے کہ اللہ کریم نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چیز سے منزہ و پاک فرمایا ہے کہ وہ کسی قسم کی کتابت فرمائیں یا دیکھ کر پڑھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی پیدا کیا اور یہی چیز حضور علیہ السلام کی نبوت پر دلیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: سورۃ العنکبوت آیت 48

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ
مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: ''اور اس سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے''۔

اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کو شک وشبہ پیدا ہو جاتا۔ اس لئے حضور رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کتابت کا ثابت کرنا اس آیت کو باطل کرنے کا سبب ہے۔ جو کہ بلاشک وشبہ کفر ہے۔ اس طرح علماء کے ان دو گروہوں میں جب اس مسئلہ پر اچھا خاصہ مناظرہ قائم ہو گیا تو اس وقت کے امیر نے ان تمام علماء کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان کو بتایا کہ یہ قول وخیال قرآنِ کریم کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کے مفہوم سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ نفی نزول قرآن سے ماقبل کے ساتھ مقیّد کی گئی ہے۔ جس وقت اُمیّت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متحقق اور ثابت ہو چکی تو پھر اس کا ظہور معجزانہ ہوا۔ اور یوں اس امر میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہا۔ اور پھر اس میں ہرگز کوئی حرج یا ممانعت نہیں ہے کہ تحقیق کے بعد اُمیّت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے سکھائے بغیر ہی کتابت سے آگاہ ہو جائیں اور یوں یہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ مبارک ہے۔

مشہور محقق و عالم ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افریقہ کے علماء کی ایک جماعت اس قول میں ابوالولید باجی کے قول کے حق میں ہے۔

یادرہے ابودحیہ علماء واکابرین میں سے ہیں ان کے پیرومرشد وشیخ واستاذ حضرت ابوذر رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی کے ہم خیال ہیں۔ حضرت ابوذر کا علمی مقام جاننا ہو تو بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ بخاری شریف کے راویوں میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ ابوالفتح نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اور اس وقت کے دیگر علماء بھی ابوذر اور ابن دحیہ کے ہم خیال تھے۔ ابن ابی شیبہ نے مجاہد عون بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت تک وصال نہ پایا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے کتابت کی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ قول میں نے شعبی سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا عون نے درست کہا ہے بلا شک وشبہ میں نے بھی کسی سے ایسا ہی سُنا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخبار وآثار روایت ہوئے ہیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصروفیت حروف وتحریر پر دلالت موجود ہے۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاتب وحی سے ارشاد فرمایا کہ ''اپنا قلم کان پر رکھو کیونکہ یہ تمہاری یادداشت کے لئے زیادہ فائدے مند ہے''۔ پھر حضرت امیہ سے فرمایا جبکہ وہ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے وحی کی کتابت کر رہے تھے کہ ''اے امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیاہی کو سیاہ رکھو اور قلم بناؤ باء کو مکمل کرو سین کھینچ کر لکھو، جیم کو گول بناؤ''، کیا ان باتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا لیکن یہ بھی تو امر بعید نہیں ہے کہ خداوند کریم نے آپ علیہ السلام کو کتابت کا طریقہ بھی عطا فرمایا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہر شے کا علم عطا کیا ہے۔

جمہور علماء نے ان تمام حدیثوں اور اقوال کو ضعف پر مبنی کہا ہے۔ اور صُلح نامہ حدیبیہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے جس میں کاتب کے فرائض سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی سرانجام دیئے۔ حضرت مسعود بن مخرمہ کی حدیث باب صلح نامہ حدیبیہ میں اصل حقیقت رکھتی ہے اس حدیث شریف میں صراحت موجود ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں بھی آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ہی یہ الفاظ تحریر کئے جہاں تک اس نکتے کا تعلق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ حق پرست میں کاغذ پکڑ کر کہا کہ ''وہ جگہ بتاؤ جہاں میرا نام محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہے''، جس کو مٹانے سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکار کیا تھا تو یہ اتنی ہی بات ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کلمہ کو مٹا دیا تھا۔ یہ نہیں کیا کہ خود

اسکی بجائے لکھا ہو۔ اس طرح گویا کہ راوی کے قول میں حذف کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مذکورہ الفاظ مٹانے کے بعد کاغذ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا دیا تا کہ اس جگہ پر دوبارہ لکھیں لہٰذا کتب کا معنی کتابت کا حکم ہوگا۔

اسی طرح سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعات میں بہت سے مقامات پر ایسا ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ جب قیصر وکسریٰ کو خطوط تحریر کئے جارہے تھے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا عمل فرمایا۔

مختصراً اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس وقت حضور علیہ السلام نے خود اپنے دستِ مبارک سے کتابت کی ہو اس کے باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کتابت نہیں جانتے تھے بلکہ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی خواہش کے مطابق معجزہ کے طور پر ظہور میں آیا ہو۔ اس امر سے حضور علیہ السلام امیّت سے باہر نہیں آجاتے مذکورہ جواب ابوجعفر کمنانی نے تحریر کیا ہے۔ یہ صاحب آئمہ اصول میں سے تھے اسی لئے امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی کی پیروی کرتے ہوئے اس سلسلہ میں تمام واقعات اصول بیان کئے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سرکار علیہ السلام کا اپنے دست مبارک سے نام لکھنے میں کلام ہے تو اسکے خلاف کرنے کی بھی مجال نہیں کیونکہ حدیث ظاہری کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے اور پھر یہ واقعہ بطور معجزہ ہے جو کہ حضور علیہ السلام کی امیت اور دلیل نبوت کے خلاف نہیں اور اگر کہا جائے کہ نزولِ قرآن سے پہلے پہلے امیت اور عدم وجود کتابت ثابت شدہ ہے بعد میں کتابت کا علم حاصل ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی شک وشبہ کے چکر میں پڑنے کی حاجت ہے کیونکہ ایسا سوچ یا یقین کر لینے سے پڑھنے لکھنے والا شک و شبہ میں پڑسکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خط وکتابت سے تو واقف تھے لیکن اس امر کو پوشیدہ رکھے رہے اور پھر قرآن (سورۃ العنکبوت آیت 48) کے الفاظ

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ

ترجمہ:۔ ''اور اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے'' کوئی فائدہ نہ دیتے۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ حق وصواب اسی طرح ہے کہ کُتب کے معانی تحریر کرنے کا حکم فرمایا جانا ہے۔ (واللہ اعلم)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 355)

صُلح نامہ حُدیبیہ کے فوائد و دوررس نتائج

تاریخِ عالم کا طالب علم اگر عہد نامہ حدیبیہ کی تمام دفعات کا اُن کے پس منظر سمیت مکمل جائزہ لے تو وہ یقیناً حقائق کی روشنی میں یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ معاہدہ اصل میں مسلمانوں کے لئے فتح عظیم تھی جس کو قرآن کریم نے بھی فتح مبین کے نام سے یاد کیا ہے۔ شرعی اعتبار سے ذی رائے مسلمان یا حاکم اسلام اگر کافروں سے صلح کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ خیال کریں تو کفار سے صلح کر سکتے ہیں۔ ایسی صلح کو بھی جہاد ہی کہا جائیگا کیونکہ جہاد فی السیف سے یہ مراد ہوتی ہے کہ دشمن کے شر کو دور کیا جائے اور اب جبکہ یہ فائدہ جلیلہ صلح سے ہی حاصل ہو جائے تو یہ بھی جہاد ہی ہوگا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: سورۃ الانفال آیت 61

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ

فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿61﴾

ترجمہ: ''اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی صُلح کی طرف مائل ہو جائیں مگر اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی پر رکھیں''۔

دوسری جگہ پر یہ حکم بھی موجود ہے کہ اگر صلح میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ نہ ہو تو ایسی صلح ہرگز نہ کی جائے کیونکہ ایسی صلح سے مسلمانوں کی بے عزّتی اور رسوائی ہوگی اور دوسری طرف فریضہ جہاد کے تعطّل کا باعث بنے گی۔

چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد گرامی خداوندی ہے۔ سورۃ محمد آیت 35

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى

السَّلْمِ ڰ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ڰ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿35﴾

ترجمہ: ''پس تم سُستی مت کرو اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا''

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ فقہاء نے صلح کے لئے موادعت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے لغوی معنٰی ایک دوسرے کو قتال سے روکنے کے ہیں یا چھوڑنے کے ہیں۔

مسئلہ:۔

ضرورت کے وقت کفار کے ساتھ بلا معاوضہ یا مال دے کر اور لے کر صلح کر لینا تینوں صورتوں میں جائز ہے جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے جیسے حدیبیہ کے مقام پر بلا معاوضہ صلح فرمائی پھر ہجرتِ مدینہ کے موقع پر مدینہ منورہ پہنچ کر یہود مدینہ سے مال دیئے اور لئے بغیر معاہدہ فرمایا اور پھر نجران کے نصاریٰ سے مال ٹھیرا کر صلح فرمائی اور غزوۂ خندق کے موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیینہ بن حصن فزاری کو مدینہ منورہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کرنے کا ارادہ فرمایا تھا یہ واقعہ تفصیلاً غزوہ احزاب کے باب میں گزر چکا ہے۔

صلح نامہ حدیبیہ جو کہ کسی شک وشبہ کے بغیر فتح عظیم تھی یہ ثابت کرتی ہے کہ قریش مکہ جنہوں نے ابھی تک مسلمانوں کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور اہلِ حق کو صفحۂ ہستی سے ختم کرنے کا پکا ارادہ کر چکے تھے اور اس امید پر زندہ تھے کہ ایک نہ ایک دن یہ طاقت سخت مشکلات، مصائب اور طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر دم توڑ دے گی اسکے علاوہ قریش جزیرۃ العرب کے دینی رہنما اور پیشوا ہونیکی وجہ سے اسلام کی عام دعوت اور لوگوں کے درمیان اپنی پوری قوت اور تمام تر وسائل کے ساتھ حائل رہنے کی پوری پوری کوشش کر رہے تھے۔ان حقائق کی روشنی میں اس صلح نامہ کی طرف جھک جانا ہی اہل حق کی قوت اور برتری کو تسلیم کرنا تھا مزید برآں اہلِ حق کی طاقت کو ماننے کا عیاں مطلب یہ تھا کہ قریش مکہ نے تحریری وعملی طور پر مان لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت واجتماعیت کو کچلنے یا ختم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

صلح نامہ کی تیسری دفعہ (شق) کا اگر غور سے مطالعہ کریں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ اس دفعہ میں اہلِ قریش کی نفسیات کارفرما تھی۔حقائق کی روشنی میں قریش جزیرۃ العرب کی پیشوائی اور صدر نشینی کو یکسر بھلا کر اس فکر میں پڑ گئے تھے کہ اپنی شخصیات کو کس طرح بچایا جائے ان کو ہرگز یہ پرواہ نہ تھی کہ دیگر عرب کے لوگوں کا کیا بنے گا بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قریش کے نزدیک اگر بقایا پورا عرب اسلام کے دامن میں پناہ لے کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے تو انہیں کوئی پرواہ نہیں۔

حقائق کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو قریش کے یہ عزائم اور مقاصد اس بات کی کھلی دلیل وثبوت نہیں کہ یہ امر اصل میں ان کی شکست فاش کا ثبوت ہے۔جبکہ دوسری طرف اہلِ اسلام کے مقاصد عظیم کے اعتبار سے یہ فتح مبین ہے۔اب گزشتہ جنگوں کی وجوہات کو اگر مدِ نظر رکھا جائے تو وہ صرف اور صرف یہ ہی تھیں کہ عقیدہ ودین کے اعتبار سے

لوگوں کو مکمل آزادی اور خود مختاری ہو وہ جس عقیدہ و دین کو اختیار کرنا چاہیں کر لیں۔ اگر کسی کے خیال میں یہ بات ہو کہ مسلمانوں کا ان خون ریز جنگوں کو قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ حق دشمن کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کا مال واسباب و جائیداد حاصل کرنا چاہتے تھے تو یہ حقائق کی روشنی میں باطل خیال ہوگا کیونکہ مسلمان کفار کو نہ تو زبردستی مسلمان بنانا چاہتے تھے اور نہ ہی کفار کا مال واسباب اور جائیداد ضبط کرنا چاہتے تھے کیونکہ اس قدر جمِ غفیر کو مٹھی بھر مسلمان ایسا کرنے پر عقلی اور عملی طور پر مجبور کر ہی نہیں سکتے تھے۔ اس صلح نامہ کے ذریعے دین حق کی تبلیغ کا کام اور اس مقصد عظیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا آسان ہو گیا اور یہ وہ عظیم مقصد تھا جو اکثر خونریز جنگوں کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتا لیکن یہاں اللہ کریم کے فضل سے پرامن طریقے سے حاصل ہو گیا۔

صُلح نامہ کے تحت ہر دو فریقین کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ مسلمانوں کو اس آزادی کی وجہ سے دعوت حق دینے کے میدان میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان افواج کی تعداد اس عہد نامہ سے پہلے عرصہ اٹھارہ سال میں صرف تین ہزار تھی لیکن اس صُلح نامہ کے بعد صرف دو سال کے عرصہ میں فتح مکہ کے موقع پر یہ تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اب معاہدہ کی شق نمبر 2 پر ذرا غور کریں تو حقیقت میں فتح مبین کی جھلک نمایاں نظر آئے گی کیونکہ معاہدہ کے بعد جنگ کرنے کی ابتداء کفار کی طرف سے ہوئی نہ کہ مسلمانوں کی طرف سے۔

اس بات کی گواہی قرآن کریم میں موجود ہے ارشاد ہوتا ہے: سورۃ الحج آیت 39

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: ”(یعنی پہلی باران لوگوں یعنی کفار نے تم لوگوں یعنی مسلمانوں سے جنگ کی ابتداء کی)“ ”پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں (جہاد کی) اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔“

کفار مکہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزمرّہ ہاتھ اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور آزار پہنچاتے رہتے تھے اور صحابہ حضور علیہ السلام کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روزمرّہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہ اقدس میں پہنچتی تھیں اور اصحاب کرام کفار کے مظالم کی دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فریادیں کرتے حضور رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمادیا کرتے کہ ”صبر کرو مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے“۔ جب رسول اللہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ

طیبہ کو ہجرت فرمائی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

مسلمانوں کے فوجی گشتوں کا مقصود صرف یہ تھا کہ قریش کو یہ بتایا جا سکے کہ وہ اپنے غرور اور جاہلیت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ کی راہ روکنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں اپنی اس حرکت سے باز آجائیں اور مسلمانوں کے ساتھ مساوی بنیاد پر معاملہ کریں۔اب اگر اس شق کو غور سے دیکھا جائے تو عرصہ دس سال تک جنگ بند کر رکھنے کا تحریری و عملی معاہدہ کفار کے غرور کو توڑنے اور اللہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے سے باز آنے کا ہی تو عہد تھا جو یقینی طور پر اہلِ حق کی عظیم کامیابی تھی۔جسکی رو سے ہمیشہ جنگ کی ابتداء کرنے والی طاقت کمزور ولاغر اور بے دست پا ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے غلط مشن (مقصد) میں ناکام ہوگئی۔

معاہدے کی پہلی دفعہ (شق) جس میں قریش نے مسلمانوں پر یہ پابندی عائد کر دی تھی کہ اس سال وہ حرم شریف میں داخل نہیں ہو سکتے البتہ اگلے سال حرم شریف کی زیارت کر سکتے ہیں اصل میں یہ پابندی مسلمانوں کی ناکامی کے بجائے کامیابی کی علامت تھی۔غور کریں قریش کہاں تو مسلمانوں کو کبھی بھی بیت اللہ شریف کی زیارت کی اجازت دینے کو کسی قیمت پر تیار نہ تھے اور اب صرف ایک سال کی پابندی کے بعد خود اس بات کو تسلیم کر چکے تھے کہ مسلمان مستقبل میں بیت اللہ شریف کی زیارت بے روک ٹوک کر سکیں گے۔بہر حال اس شق کے مطابق قریش مسلمانوں کو ایک سال زیارت سے روکنے میں کامیاب ہوئے تھے جو ان کی تسلّی کے لئے تھا جبکہ یہ پابندی صرف وقتی طور پر تھی جسکی مستقبل میں کوئی حیثیت نہ تھی اور سارے کا سارا فائدہ مسلمانوں کو تھا جو کہ فتح عظیم کی نشانی ہی تو تھی۔

اب اس معاہدے کی تمام دفعات کا غور سے جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قریش نے مسلمانوں کو تین رعایتیں دے کر صرف ایک رعایت حاصل کی تھی یعنی یہ کہ اگر کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ آگیا تو اسکو واپس نہیں کیا جائے گا جبکہ اگر کوئی کافر یا مسلمان بھاگ کر مدینہ منورہ چلا جائے تو مسلمان اس کو قریش کے حوالے کر دیں گے قریش نے گو یہ شق بڑے غور اور اپنی طرف سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے رکھی تھی لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ شرط خود ان کے حق میں اسقدر نقصان دہ ثابت ہوئی کہ مجبوراً قریش کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قرابت اور منت سماجت کا واسطہ دے کر ختم کرنا پڑی۔ادھر اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ جا کر قریش کی پناہ لے بھی لیتا تو مسلمانوں کو ہرگز کوئی نقصان نہ تھا کیونکہ جب تک کوئی مسلمان مسلمان رہتا وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر مدینہ منورہ سے بھاگ جانے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا اسکے بھاگنے کی صرف

ایک صورت تھی کہ مرتد ہو جاتا چاہے اعلانیہ یا در پردہ ایسے مرتد کی مسلمانوں کو ضرورت بھی نہیں تھی بلکہ اس کا اسلامی معاشرہ کو چھوڑ کر بھاگ جانا ہی مسلمانوں کے لئے فائدہ مند تھا۔ یہی وہ نکتہ ہے جسکی طرف سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

(ترجمہ حدیث شریف)

''جو ہمیں چھوڑ کر مشرکین کی طرف بھاگا اسے اللہ نے دور کر دیا''

(از: صحیح مُسلم شریف باب صلح حدیبیہ جلد 2 صفحہ 105)

مکہ مکرمہ میں رہنے والے وہ لوگ جو نورِ حق کو دیکھ کر حلقہ بگوش ہو چکے تھے یا جو آہستہ آہستہ اسلام کی حقانیت کے قائل ہو رہے تھے وہ اس معاہدے کی رو سے گو مدینہ منورہ میں فخر موجودات علیہ السلام کی پناہ میں نہیں جا سکتے تھے اور بظاہر اس شق میں قریشِ مکہ کو عزّت و وقار حاصل ہوتا نظر آ رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے وہ کہیں اور جا کر بھی آباد ہو سکتے تھے اور ایسا ہوا بھی مکہ سے مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو شاہِ حبشہ نے اُن کو پناہ دی یہ اسوقت ہوا جب اہلِ مدینہ ابھی اسلام کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث مبارک

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُاللّٰهِ فَاشْتَرَطُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ جَآءَ مِنْكُمْ لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكُمْ وَمَنْ جَآءَ كُمْ مِنَّا رَدَدْ تُمُوْهُ عَلَيْنَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَكْتُبُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ اِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا اِلَيْهِمْ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ جَآءَ نَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهُ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا

(ترجمہ:۔ حدیث شریف)

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لکھو ہم میں سے جو کوئی ان کے پاس چلا جاوے تو اللہ تعالیٰ اس کو دور ہی رکھے اور ان کا یعنی (قریش کا) جو بھی آدمی ہمارے پاس آئے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کشادگی اور نکلنے کی جگہ بنا دے گا''

(از صحیح مسلم شریف جلد 2 صفحہ 105)

پھر وقت نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سچ ثابت کردیا۔

اسی سلسلے میں حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دیگر رفقاء کرام کا حال تفصیلاً گزشتہ اوراق میں مذکور ہوچکا ہے۔

بہرحال تاریخ عالم واسلام اس بات کا کھلم کھلا ثبوت پیش کرتی ہے بظاہر یہ صلح نامہ جو مسلمانوں کی کمزوری کو ظاہر کرتا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم سے مُسلمانوں کے لئے فتح عظیم اور کفارِ مکہ کے لئے شکست فاش کا سبب بنا اور آخر ایک وقت ایسا بھی آگیا کہ خود اہلِ قریش نے اس عہد نامے کی ایک ایک کر کے تمام دفعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے معاہدہ ختم کردیا اللہ کا فرمان کہ ہم نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا کی حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔

(از: فتح الباری جلد 7 صفحہ 439 - 458)

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 378-381، جلد 2 صفحہ 717, 600, 598)

(صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 106, 105, 104)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 322, 308)

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 127, 122)(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 359)

صلح حدیبیہ کے دور رس نتائج

صلح نامہ حدیبیہ تحریر ہونے کے بعد تاریخ عرب میں ایک عظیم اور نمایاں انقلاب کا آغاز ہوا۔ جزیرۃ العرب میں قریش ہی وہ قوم تھی جو نہایت ہی لڑاکا اور طاقتور تھی۔ باقی اقوام ان کی شہ پر ہی اہل حق کے خلاف اقدام کرتی تھیں۔ یہ قریش اسلام دشمنی میں سرفہرست تھے اور ہر لمحہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اب جبکہ پے در پے میدان جنگ سے ذلیل وخوار ہو کر یہ قوم امن وصلح کی طرف راغب ہوگئی تو ان تین جنگجو گروہوں یعنی قریش، غطفان اور یہود میں سے سب سے زیادہ مضبوط بازو ٹوٹ گیا پھر صرف اہل قریش ہی پورے عرب میں بت پرستی کے موجد و بانی تھے اب ان لوگوں کے میدان جنگ سے فرار ہوتے ہی سارے عرب میں بت پرستی کے جراثیم تقریباً ختم ہونے لگے تمام بت پرستوں کے ان جذبات میں جو وہ مسلمانوں کے خلاف رکھتے تھے نمایاں حد تک سرد ہو کر کمی پیدا ہوگئی۔

تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ اس صلح نامہ کے بعد پورے عرب میں کسی طرف سے بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا گیا البتہ بنوغطفان کی طرف سے بھی بہت معمولی قسم کی مخاصمت ہوئی اور ان لوگوں نے بھی جو کچھ کیا وہ صرف اور صرف یہودیوں کے اکسانے اور کہنے پر کیا۔ ورنہ ہر طرف امن وامان ہی رہا اور مسلمان کھل کر دین حق کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

دوسری طرف جب سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو ان کے قول وفعل کے تضاد اور عہد شکنی کی بنا پر مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تو یہ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہوگئے جہاں پہلے بھی یہودی آباد تھے ان سب یہودیوں نے مل کر مسلمانوں کے خلاف شب وروز سازشوں اور مکاریوں کا بازار گرم کر دیا صلح نامہ حدیبیہ سے پہلے انہی لوگوں نے قریش اور بنوغطفان کو بھڑکا کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کیا جس کے نتیجہ میں غزوہ احزاب رونما ہوا۔ صلح نامہ کے بعد یہودیوں نے جب دیکھا کہ اہل قریش تو مسلمانوں کے ساتھ عہد وپیمان کر چکے ہیں تو ان لوگوں نے مدینہ منورہ کے گرد آباد بدوؤں کو بھڑکانا شروع کر دیا گو ان بدوؤں کو تو اہل یہود پہلے بھی مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے لیکن اب اس کام کو اور تیز کر دیا تا کہ ان بدوؤں کی مدد سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں اور اگر ایسا ہونا ممکن نہ ہو تو کم از کم اہل حق کو کوئی بڑا نقصان ہی پہنچا سکیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یہودیوں کی تمام حرکات سے باخبر تھے صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر سب سے پہلے جس کام کی طرف حضور علیہ السلام

نے اپنی توجہ مبذول فرمائی وہ ان یہود کی سرکوبی ہی تھی۔ آپ علیہ السلام نے یہ قطعی فیصلہ فرمالیا کہ ان یہود کی سازشوں اور اسلام دشمن حرکات کا مکمل سدباب کیا جائے تا کہ مستقبل میں ان لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو سکے چنانچہ اس امن کے زمانے میں قریش کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں نے یہود کی طرف رخ کیا اور اللہ کے فضل و کرم سے ان شریر لوگوں کی کامیاب سرکوبی کی صلحنامہ حدیبیہ کے مذکورہ وہ دوررس نتائج تھے جنکی وجہ سے مذہب اسلام دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔

بیعت کی حقیقت وفضیلت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں بیعتِ عقبہ (سن 10 نبوی) کے موقع پر گو ہم حقیقتِ بیعت اور اسکی فضیلت کو موضوع بناتے ہوئے بہت کچھ تحریر کر چکے ہیں لیکن یہاں کیونکہ معاملہ تھوڑا سا مختلف ہے اس لیے ہم بیعت کی فضیلت پر مکمل روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ کریم توفیق دے۔ آمین۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ بیعت اصل میں بیع سے مشتق ہے اور ہر شخص بیع کے معنی اچھی طرح جانتا ہے۔ ہمارے ہاں روزانہ معمول میں بیع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مطلب فروخت کرنا ہے۔ شریعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصطلاح میں اپنے نفس کو جنت کے عوض اللہ تعالیٰ کے ہاں فروخت کر دینا ہے۔ گویا اس طرح انسان بائع ہے اور اللہ تعالیٰ مشتری ہے۔ جب بائع اور مشتری ہونا ثابت ہو چکا تو پھر ہر ذی شعور اچھی طرح جانتا ہے کہ اب جو کچھ فروخت کیا گیا ہے وہ بائع کے ہاتھوں سے مکمل طور پر نکل کر مشتری کے قبضے میں چلا جاتا ہے اور یوں مشتری ہی تمام اختیارات تصرفات کا مالک ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک مومن جو پہلے ہی اپنی کسی چیز کا مالک حقیقی نہیں ہوتا، بیعت کرنے کے بعد تو اپنے نفس کا بھی مالک نہیں رہتا۔ اس لیے ہر مومن کو چاہیے کہ اپنے نفس میں اپنی رائے یا تصرف کا استعمال نہ کرے بلکہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات اپنے نفس پر عملی طور سے لاگو کرتے ہوئے نفس کو سرکشی کا موقع نہ دے۔

یہاں پر ایک بات نہایت ہی اہم ہے جس کا جواب معلوم ہونا بہت ضروری ہے وہ یہ کہ بیعت کا معاملہ براہ راست اللہ کریم کی ذات سے نہیں ہوتا بلکہ یہ کام انبیاء علیہم السلام اور ان کے وارثان کے وسیلہ جلیلہ سے سرانجام پاتا ہے۔ اسی لیے جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے تو اصل بیعت تو اللہ کریم سے ہوتی لیکن تاجدار عرب وعجم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان میں کفیل

اور وکیل ہوتے۔ کتنے خوش قسمت اور مبارک تھے وہ لوگ جنہوں نے براہ راست سردار الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف عظیم حاصل کیا۔

ارشاد خداوندی ہے: سورۃ الفتح آیت 10

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

ترجمہ: "تحقیق وہ لوگ جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کرتے ہیں (جزا حاصل کرنے کے لیے) تو وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے ہی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے برے کو عہد توڑا (اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا) اور جس نے پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔"

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کون ہے جو اپنے جبڑوں اور ٹانگوں کے درمیان کا ذمہ دار بنے یعنی اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذمہ لے میں اس کے لیے جنت کا کفیل اور ضامن ہوں"

راوی حدیث حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ از صحیح بخاری

پھر اس طرح بیعت کے سلسلے میں ہی خداوند ذوالجلال نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں حکم فرمایا جنہوں نے درخت کے نیچے آقا دو جہاں احمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست نبوت پر بیعت کی تھی۔ ارشاد ہوا: سورۃ الفتح آیت 18

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾

ترجمہ: "البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔"

مذکورہ آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں بیعت کی فضیلت اظہر من الشمس ہو چکی۔

بیعت کا یہ موضوع اسقدر دلچسپ پر مغز اور طویل ہے کہ اگر ہم اس پر بحث کرنا شروع کر دیں کہ علما و محققین نے بیعت کے موضوع کو جس قدر اہمیت اور تفصیل سے کھول کھول کر بیان کیا ہے اسکو اگر زیر بحث بنالیں تو دفتر کے دفتر درکار ہیں اور اس طرح ہم ایک لمبی تفصیل میں پڑ جائیں گے جو کہ یہاں ہمارا موضوع نہیں ہے اس لیے ان چند سطور پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ کریم قبول فرمائے۔ آمین۔

سریہ خیبر شوال 6 ہجری

سریہ خیبر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت خیبر کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس سریہ میں تیس سواروں کا دستہ شامل تھا۔ اس سریہ کو بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو خبر ملی کہ اسیر بن زارم یہودی بنو غطفان کو مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کے لیے جمع کر رہا تھا تا کہ فتح کی صورت میں اس کو بھی کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے۔ مسلمانوں نے اسیر بن زارم یہودی کو یہ یقین دلایا کہ اگر وہ مسلمانوں کا ساتھ دے تو خیبر فتح ہو جانے کی شکل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے خیبر کا ناظم بنا دیں گے۔ وہ اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ اس پیش کو قبول کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں مقام قرقرہ نیار پر پہنچے تو فریقین کے درمیان بدگمانی پیدا ہو گئی جس کے نتیجہ میں بات قتل و غارت تک پہنچ گئی۔ اس طرح اسیر بن زارم خود اور اسکے تیس ساتھیوں کو اپنی جانوں سے ہی ہاتھ دھونے پڑے۔ اور یوں یہ سریہ جنگ کے بعد ختم ہوا۔

مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بادشاہوں اور امراء

کے نام

دعوت اسلام کے مکتوبات اقدس

اللہ کریم نے مسلمانوں پر اپنا خاص لطف وکرم فرماتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے صلح حدیبیہ کی شکل میں فتح عظیم عطا فرمائی اس صلح نامہ کے بعد اہل حق کو کسی حد تک سکون حاصل ہوا۔ اگر ہم لغت کے اعتبار سے فتح مبین کا لفظ دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ فتح کے معنی کسی بند چیز کو کھولنے کے ہیں اور اس جگہ فتح مبین کا لفظ عین صورتحال کے مطابق استعمال کیا گیا ہے کیونکہ تبلیغ واحکام دین کے دروازے عام لوگوں کے لیے ابھی تک بند تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے قریش کے ہاتھوں ہی ان بند دروازوں کو صلح نامہ کے ذریعے کھول دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت کی نزاکت کے تحت دین حق کا پیغام تمام بندوں تک پہنچانے کا بندوبست فرمایا چنانچہ جس جس بندۂ خدا تک یہ پیغام حق پہنچا اور اس بندے کو اللہ کریم کی طرف سے بخشی گئی عقل استعمال کرنے کا موقع ملا اس نے اپنی خداداد قابلیت کو اپنی اخروی زندگی سنوارنے کے لیے استعمال کیا وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امن وسلامتی کے گھر میں آباد ہو گیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ سے واپسی پر 6ھ کے آخر یا 7ھ کی ابتدا میں اطراف عرب اور جزیرۃ العرب کے بہت سے حکمرانوں کے نام دعوت اسلام کے مکتوبات اقدس ارسال فرمائے ان حکمرانوں کی طرف جو قاصد روانہ کیے گئے وہ ذی الحجہ 6ھ میں روانہ ہوئے۔ بعض روایات میں 7ھ کی ابتدا میں ان قاصدوں کو روانہ کرنے کا ذکر آتا ہے۔ عین ممکن ہے حضور پرنور شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قاصدوں کو 6ھ کے آخر میں روانہ فرمانے کا اعلان فرمایا ہو مگر ان قاصدوں کی روانگی 7ھ کی ابتدا میں ہوئی ہو۔

روایت از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 294

حضور علیہ السلام نے ذی الحجہ 6ھ میں ہی حکمرانوں اور بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے فرامین مبارکہ دے کر قاصدوں کو روانہ فرمایا:

روایت از: واقدی

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ قاصدوں کو بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے خطوط دے کر غزوہ موتہ کے بعد روانہ فرمایا گیا۔

روایت از: امام بیہقی علیہ الرحمۃ

بہر حال اس بات پر تمام اصحاب سیر متفق ہیں کہ آقائے دو جہاں تاجدار عرب وعجم سرکار مدینہ سرور سینہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین وحکمران اور بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خطوط (فرامین) مبارکہ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے روانہ فرمائے۔ (واللہ اعلم)

حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مسجد نبوی میں اکٹھا ہونے کا حکم فرمایا جب سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حاضر خدمت ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو یاد رکھو خداوند کریم نے مجھے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا ہے تاکہ تمام دنیا کو یہ پیام پہنچاؤں اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اختلاف نہ کرنا اگر قریب جانے کو کہا تو راضی ہو گئے اور کہیں دور جانے کا حکم دیا تو زمین کے لیے بوجھ بن کر بیٹھ گئے"۔

خطبہ مبارک سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو جاں نثاری و وفا شعاری کے سخت سے سخت ترین امتحان میں شاندار کامیابیاں حاصل کر چکے تھے اس سنہری موقع کو ہاتھ سے کہاں جانے دینے والے تھے۔ سفر کی مصیبتیں مشکلات سخت سے سخت تر دشواریاں ان کا راستہ کبھی نہیں روک سکتیں تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطبہ مبارک سن کر فوراً جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ انہیں اس بات کی پرواہ ہی نہ تھی کہ کتنے دشت و دریا صحرا و جنگل راستے میں آئیں گے کن کن جان لیوا حالات سے مقابلہ کرنا پڑے گا ان کے سامنے تو صرف ایک ہی مقصد تھا کہ ہر حال میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تکمیل کرنی ہے جو کہ بلا شک وشبہ ہر مسلمان کی زندگی کا مقصد اولین ہونا چاہیے۔

جب تاجدار عرب وعجم نے فرمایا کہ میں مختلف علاقوں کے بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتِ اسلام کے فرمان

جاری کرنا چاہتا ہوں تو یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مشورہ دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہوں اور سلاطین کے نزدیک ایک یہ اصول مسلّم ہے جس پر سب کے سب عمل پیرا ہیں کہ جس خط یا فرمان پر ارسال کرنے والے کی طرف سے اسکی مہر ثبت نہ ہو یہ لوگ اس فرمان کو پڑھتے ہی نہیں ہیں اس لیے بہتر یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرمان پر مہر ثبت فرما کر ان لوگوں کی طرف ارسال فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان قاصدوں کو ان حکمرانوں کی زبان کے تکلم اور تفہیم پر دسترس عطا فرمادی تھی جو ایک معجزہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے مشورہ سے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا مگر صنعت حبشہ کی تھی۔ اس انگوٹھی پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مہر کندہ تھی۔ یہ مہر والا نقش تین سطروں میں تھا یعنی ایک سطر پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دوسری سطر پر رسول اور تیسری سطر پر اللہ کندہ تھا اور یوں اس مہر کی شکل یہ تھی۔

اور یوں اس مہر پر سب سے نیچے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسکے بعد رسول اور سب سے اوپر اللہ کندہ تھا

از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 84

زرقانی جلد 3 صفحہ 334

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 359

بخاری شریف جلد 2 صفحہ 873, 876

مہر بن جانے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین و بادشاہوں کے نام فرامین تحریر کروائے ان پر اپنی مہر نبوی ثبت فرما کر مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو الگ الگ علاقہ کی طرف روانہ فرمایا جن جن سلاطین کے نام فرامین مبارکہ تحریر کیے گئے اور جن جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ان سلاطین کی طرف بطور قاصد روانگی کا حکم دیا ان کے نام اور تفصیل کچھ یوں ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ اسلام جو ایک بڑا اور عظیم الشان مذہب ہے اور جس نے دنیا پر دینی اور مذہبی لحاظ سے گہرے اثرات ڈالے ہیں صلح اور امن کا پیغام لایا چھپن (56) سے زائد مسلم ممالک کے علاوہ ''حبشہ، سیام، بھارت، سیلون، برما، فلپائن، چین اور روس کے 25 کروڑ سے زائد مسلمانوں کی عظیم تعداد اس غلط فہمی کی تردید کے لیے از بس کافی ہے، کہ ان میں سے کسی ملک میں بھی مسلمان کبھی محض فوجی طاقت سے داخل نہیں ہوئے۔

بایں ہمہ اگر کوئی اسلام کی وسعت و ہمہ گیری کو شمشیر اور جبر و اکراہ کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کرتا ہے تو اسے تنگ نظری، ضد اور اسلام دشمنی کے سوا اور کیا قرار دیا جاسکتا ہے؟

سفراء نبوی کے اسماء گرامی

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوباتِ اقدس جو سفراء اسلام اور قاصدینِ ملت لے کر بڑے بڑے بادشاہوں اور سلاطین کے پاس گئے ان بظاہر خستہ حال، دریدہ لباس، سادگی کے پیکر اور بباطن شاہانِ بحر و بر فرزندانِ اسلام کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

1.	حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شاہِ حبشہ حضرت اصحمہ نجاشی بن ابجر کے نام (مشرف بہ اسلام ہوگئے)
2.	حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شاہ مصر مقوقس (سکندریہ۔ مصر)
3.	حضرت دحیہ کلبی بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شاہِ روم ہرقل اور پاپائے روم ضغاطر (القدس)
4.	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شاہِ ایران خسرو پرویز (طیسفون۔ مدائن) (گورنر یمن باذان کا قبول اسلام)
5.	حضرت شجاع بن وھب الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	والی شام حارث غسانی بن ابی شمر غسانی (غوطہ دمشق)
6.	حضرت سلیط بن قیس الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شاہِ یمامہ ہوذہ بن علی حنفی
7.	حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	منذر بن ساوی حاکم (گورنر) بحرین

8.	اکبر بن عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سردار قبیلہ بحرین اکبر بن قیس
9.	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شاہ عمان جیفر اور عبد (دو بھائی پسران جلندی) (دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا) رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین
10.	حضرت شرجیل، اُبی، حرملہ، حریث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین	سرداران عقبہ کے نام
11.	حضرت قیس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رئیس ہمدان (یمن)
12.	حضرت مالک بن مرارہ رہادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حمیر ذی یزن
13.	معاویہ بن ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی البکا کے نام
14.	حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شاہان حمیر کے نام (یمن کی ریاستوں کے حکمران)
15.	حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین	عبابلہ (حضر موت) اور یمن کے سرداروں کے نام (اہل یمن، امراء وعوام مشرف بہ اسلام ہوگئے)
16.	مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	فردہ بن عمرو، گورنر معان (مشرقی اردن)
17.	حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شرجیل بن عمرو غسانی (موتہ بلقاء۔اردن)
18.	حضرت قضاعی بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنو اسد
19.	حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی جہنیہ
20.	حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن زید حضرت مالک بن عبادہ، حضرت عقبہ بن نمر اور مالک بن مرارہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین	زرعہ ذی یزن قبیلہ حمیر

21.	عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یمن روانگی کے وقت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامہ اقدس
		برائے شرجیل وحارث
22.	حضرت شرجیل اور حارث رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین	شرجیل اور حارث کے نام (حکمران یمن)
23.	حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	جن کے نام
24.	ضمیرہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ضمیرہ لیثی کے نام تحریر
25.	اراکین وفد بنی نہد	قبیلہ بنی نہد (تہامہ) کے نام
26.	مہری بن ابیض رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قائد وفد قبیلہ مہرہ)	سردار قبیلہ مہری بن الابیض کے نام
27.	معرفت النمر بن تولب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی زہیر کے نام
28.		سہیل بن عمرو کے نام تحریر
29.		عامر بن اسود طائی (سردار قبیلہ طے)
30.	حبیب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سردار قبیلہ طے
31.		بنی جوین کے نام تحریر
32.		قبیلہ خثعم کے نام تحریر
31.	زمل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ	زمل بن عمرو العذری
34.	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
35.	بقلم عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عوسجہ بن حرملہ جہنی کے نام
36.	بقلم مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی جرمز کے نام
37.	بقلم عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی شخ کے نام
38.	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی الحارث (نجران، یمن)
		ہمدان (یمن)
		قبیلہ بنی عبدالمدان (نجران)
39.	بلال بن حارث المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بلال بن حارث المزنی کے نام تحریر

40.	بقلم خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حرام بن عبد السلمی کے نام
41.	سعید بن سفیان رضی اللہ عنہ	سعید بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام
42.	عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ	عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام
43.	حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	جبلہ بن ایہم
44.	حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ذی الکلاع رئیس طائف
45.	حضرت فروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	کندہ۔ قبیلہ مراد، زبید
	اور	اور
	خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مذحج
46.	صرد بن عبد اللہ ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قبیلہ ازد (یمن)
47.	ابوعبیدہ بن جراح (امین الامت) رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نجران
48.	قیس بن نشبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار بن سلیم	بنی سلیم
49.		یہود خیبر کے نام
50.		خالد بن ضحاد الازدی کے نام
51.		بدیل بن ورقہ
52.	حضرت ابوہریرہ اور حضرت قدامہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین	منذر بن ساوی حاکم (گورنر) بحرین کے نام دو مکتوبات (مشرف بہ اسلام ہو گئے)
53.		ہلال بن امیہ رئیس بحرین
54.		معاہدہ اکبر بن عبد القیس رئیس بحرین
55.		اسیخت بن عبد اللہ مرزبان سردار ہجر (بحرین)
56.		نہشل بن مالک سردار بنی وائل
57.	قبیلہ جذام	رفاعہ بن زید جذامی

.58		اُکیدر والئی دومۃ الجندل (جوف)
.59		تمیم الداری فلسطین (حضرت ابراہیم ویعقوب علیہم السلام کا مدفن)
.60		معاہدہ نجران
.61	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رئیس ہمدان وقبیلہ ہمدان (یمن)
.62		معاہدۂ ثقیف (طائف)
.63	ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مسیلمہ کذاب کے نام
.64	قطن بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قبیلہ کلب اور حلیفوں کے نام

ناصحانہ دعوت اسلام

اسلام چونکہ حکمت ودانائی اور فقہ وتدبر کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جانب لوگوں کو دعوت دینے اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دینے کا طریق کار اور انداز بھی نہایت حکیمانہ اور سلیقہ مندانہ رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: سورۃ النحل آیت 125۔

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ
رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾

ترجمہ: اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انسانوں کو اپنے رب کی راہ کی جانب نہایت حکمت کے ساتھ اور اچھے ناصحانہ انداز میں دعوت دیجیے، اور ان سے مجادلہ ومذاکرہ بھی نہایت عمدہ طریق سے ہونا چاہیے۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

اسلام کی اسی تحریک دعوت وارشاد کی بابت حضرت صادق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بیان کی گئی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کسی شخص کو بھی اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل نہ کرو۔

اور اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ سے کسی کو ہدایت کی راہ دکھا دے تو وہ تیرے لیے ان تمام چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے جن پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے۔ اور اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے ذمے اس کی سرپرستی ہے اور اس سے آگے لکھا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام مکتوبات اقدس میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے بڑے سرکش اور طاغوتی حکمرانوں خصوصاً نوشیرواں کسریٰ اور امیراطوا (قیصر) روم کے نام ارسال فرمائے تھے، یہ جملہ ارشاد فرمایا ہے۔ وادعوک بدعایة الاسلام.

سرزمین ہند کی طرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفیر

جنہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکناف عالم میں اپنے سفیر اور نمائندہ کی حیثیت سے مبعوث فرمایا تھا، ان میں سے بعض شخصیات کے اسمائے گرامی اوپر بیان کیے جا چکے ہیں، لیکن جن شخصیات کا تذکرہ نہیں آیا ان کے نام یہ ہیں:

1. حضرت حرملہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وفد کے ہمراہ شہر ایلہ کی جانب روانہ کیے گئے، یہ شہر بحر احمر کے کنارے پر واقع ہے۔
2. مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حمیری حکمرانوں کی طرف روانہ کیے گئے۔
3. خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیف اللہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی)، بحر عمان کے قریب واقع شہر ہمدان کی طرف
4. علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری مرتبہ اسی شہر ہمدان کی طرف
5. حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یمان حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی۔ قبیلہ غطفان کے خاندان عبس سے) (18ھ میں نہاوند اور 22ھ میں آذربائیجان (اردبیل) فتح کیا 30ھ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمراہی میں خراساں فتح کیا 36ھ میں مدائن (کسریٰ فارس یعنی ایران کا نوشیروانی دارالحکومت جو دریائے دجلہ کے کنارے واقع تھا اب طیفون کے نام سے موسوم ہے) کے امیر

کے طور پر ہی مدائن میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 100 سے زائد احادیث مروی ہیں۔) ہندوستان کی طرف

6. عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلہ حارث بن قریظہ کی طرف روانہ کیے گئے۔

7. جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبائل ذی الکلاع الحمیر ی کی طرف روانہ کیے گئے۔

اس مضمون کا یہ پہلو خصوصاً قابل توجہ ہے کہ حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرزمین ہند کے فرمانرواؤں کی طرف اسلام کی دعوت دے کر مبعوث فرمایا تھا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا پہلا مکتوب گرامی

جہاں تک حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے مکتوب اقدس کا تعلق ہے وہ کب اور کن حالات میں تحریر کیا گیا اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے "الوثائق السیاسیہ" کے مصنف ڈاکٹر حمید اللہ بیگ لکھتے ہیں۔

جب تحریک اسلامی کی مخالفت ہونے لگی اور مسلمانوں کو ناقابل برداشت تکلیفیں گہوارہ اسلام مکہ معظّمہ میں پہنچیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجبوراً وطن کو خیر باد کہا اور مدینے میں آبسے، مسلمانوں کی تعداد یہاں تیزی سے بڑھنے لگی اور پانچ ہی برس میں عرب کے خاصے بڑے حصے پر ان کا اثر پھیل گیا۔ اور مکہ والوں کو بھی سوائے اس کے چارہ نہ رہا کہ مسلمانوں سے دوستی پیدا کریں۔ خاص کر ہجرت کے بعد ہی 2ھ میں ان کو غزوہ بدر میں مسلمانوں نے بڑی شکست دی اور گو 3ھ میں ان کے حملے سے غزوہ اُحد میں مسلمانوں کے پاؤں کچھ وقت کے لیے عارضی طور پر اکھڑ گئے اور 5ھ میں مدینے کا ناکام محاصرہ کر کے وہ مایوس واپس ہو گئے تھے، اور ان کے تجارتی راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے سے وہ بے بس ہو چکے تھے، خیبر میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے باعث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مکہ والوں سے صلح مناسب خیال کی، چنانچہ اواخر 6ھ میں حدیبیہ میں (جو جدہ اور مکہ معظّمہ کے مابین ایک مقام ہے) ایک عہد نامہ صلح پر دستخط ہو گئے۔

اس زمانے میں عرب کے ہمسایوں میں دو بڑی سلطنتیں تھیں ایران اور روم (بازنطینی حکومت) ایران میں نہ صرف عراق بھی شامل تھا بلکہ خود اندرون عرب بحرین عمان اور یمن پر بھی ان کی حکمرانی تھی۔ بازنطینیوں کا اثر مصر اور حبشہ کے علاوہ عرب کے شمالی حصے پر بھی تھا جو کہ بازنطینی صوبہ فلسطین سے متصل تھا۔ ایرانیوں اور بازنطینیوں میں جو

جنگ چلی آ رہی تھی اس کا خاتمہ یوں ہوا کہ 6ھ کے وسط میں نینوا کے مقام پر ایرانیوں کو اتنی فاش اور قطعی شکست ہوئی کہ وہ پھر نہ سنبھل سکے۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ ہمسایہ سلطنتوں کے حکمرانوں کو اسلام کی جانب مدعو کیا جائے اور ان کے انکار کی صورت میں ان کے مقرر کردہ دوسرے والیان حکومت اور ذمہ دار حکام میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا جائے۔

صلح حدیبیہ

چنانچہ حدیبیہ کے مقام پر جو صلح نامہ تحریر ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے کاتب تھے اس پر پہلی مرتبہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستخط فرمائے تھے یا مہر نبوی ثبت فرمائی تھی، وہاں سے واپسی پر 6ھ میں ہی آپ علیہ السلام نے مختلف حکمرانوں کے نام اپنے مکتوبات تبلیغ ارسال فرمائے ان میں سے ایک بازنطینی حکمران قیصر روم ہرقل کے نام تھا۔

حدیبیہ کے مقام پر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ درحقیقت حضور علیہ السلام کی خارجہ حکمت عملی اور حسن تدبیر کا آئینہ دار تھا، حضور رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کے لیے صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ اور اس سفر میں ان کے ساتھ سامان جنگ نہیں بلکہ صرف قربانی کے اونٹ تھے، پھر یہ سفر ماہ ذی قعدہ میں اس لیے اختیار کیا گیا تھا کہ ان تاریخوں میں عرب کے رواج کے مطابق جنگ ممنوع تھی اور ہر شخص بلا روک ٹوک مکہ معظّمہ میں داخل ہو سکتا تھا، مگر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظّمہ سے چند میل کے فاصلے پر مقام حدیبیہ سے اہل مکہ کو اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کرنے کی خاطر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ معظّمہ کو روانہ کیا، قریش مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظر بند کر لیا، گویا حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے سفیر نبوی برائے مکہ معظّمہ کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسی اثنا میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے شہید کر دیا ہے۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خبر سے گہرا اثر قبول کیا اور خون عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

قصاص لینے کیلیے حدیبیہ میں ببول کے ایک درخت کے سائے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے جاں نثاری کی بیعت لی، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اپنے ہی دست مبارک پر رکھ کر اسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی جانب سے بھی خود ہی بیعت فرمائی تھی۔ یہ تاریخ اسلام کا نہایت اہم واقعہ ہے جسے قرآن کریم کی سورۃ الفتح میں بیان کیا گیا ہے۔سورۃ الفتح آیت 18۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

ترجمہ: ''کہ اللہ ان ایمان والوں سے راضی ہو گیا جو ایک درخت کے سائے میں بیعت کر رہے تھے''۔ اور یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (سورۃ فتح آیت 10) کے الفاظ قرآن میں اس موقع پر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست اقدس قرار دیا تھا۔

اُس وقت قریباً چودہ سو جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضور سرور کونین کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا کہ اگر کفار مکہ کے ساتھ جنگ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے تو جان کی بازی لگا دیں گے۔

کفار مکہ بیعت کا حال سن کر ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ کے مقام پر حاضر ہوئے، ان میں سے عروہ بن مسعود کفار کے نمائندہ اور سفیر بن کر آئے انہوں نے حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عقیدت ووارفتگی اور جاں نثاری کا منظر دیکھ کر واپس کفار مکہ کو جا کر بتایا کہ ''میں نے حبشہ، قسطنطنیہ اور ایران کے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں، لیکن مجھے کوئی ایسا بادشاہ اور حکمران نظر نہ آیا جس کی توقیر و تعظیم کی ادنیٰ سی جھلک بھی اس سے مماثلت رکھتی ہو جس طرح اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہایت دیوانہ وار اور جان نثارانہ انداز میں اپنے آقا و مولیٰ اور اپنے رسول علیہ السلام کی دل و جاں سے تعظیم و توقیر اور احترام کر رہے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ ہمیں ان سے صلح کر لینی چاہیے''۔

چنانچہ قریش مکہ اپنے نمائندے اور سفیر عروہ بن مسعود کی گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے کہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے قریش نے اپنے فصیح و بلیغ خطیب اور مقرر سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ اور سفیر بنا کر بھیجا، وہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دیر تک شرائط صلح پر گفتگو کرتے رہے بالآخر مندرجہ ذیل شرائط پر اتفاق ہو گیا۔

1. مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس چلے جائیں۔

2. آئندہ سال بغرض عمرہ مکہ معظمہ میں صرف تین دن رہنے کی اجازت ہوگی اور وہ بھی اس حالت میں کہ غیر مسلح ہوں گے اور اگر کسی کے پاس تلوار ہو تو نیام میں رکھنے کے پابند ہوں گے۔
3. مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔
4. کافروں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر مکہ میں کوئی مسلمان جائے تو واپس نہ کیا جائے گا۔
5. قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں شریک معاہدہ ہو جائیں۔
6. فریقین اس معاہدہ پر دس سال تک قائم رہیں گے۔

عقل و فکر کے زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ شرائط کسی طور پر مسلمانوں کے حق میں نہیں ہیں بلکہ ان کو تسلیم کر لینا بظاہر مسلمانوں کی کمزوری اور شکست دکھائی دیتا ہے مگر اللہ احکم الحاکمین جل شانہٗ کا نظام اور اس کا فیصلہ انسانی افکار و تصورات سے بالاتر اور ماوریٰ ہے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جانب سے اس پر تشویش اور گھبراہٹ کے اظہار کے باوجود حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت سکون وطمانیت کے عالم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاہدے کی تحریر کا حکم دیا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بعد ھذا ما قضٰی علیه محمد رسول الله ۔تحریر فرمایا یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جس کی شرائط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسلیم کر کے فیصلہ دیا ہے، اس پر اہل مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ایک تو شروع میں قدیم عربی رواج کے مطابق باسمک اللّٰھم لکھا جائے اور دوسرا یہ کہ ہمارا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اختلاف تو صرف "رسول اللہ" کے الفاظ میں ہی ہے اگر ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رسول اللہ تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا کیا رہ جاتا ہے؟ اس لیے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صرف "محمد بن عبد اللہ" تحریر فرمانے کا حکم دیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گو تم حقائق کو جھٹلا رہے ہو مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبارت ان کی منشا کے مطابق لکھنے کی ہدایت فرمائی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کیا،

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ مانتا ہوں میری کیا مجال کہ میں اپنے قلم سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دوں۔

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا "اچھا! مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ کا لفظ کونسا ہے"؟ آپ نے اس کے گرد دائرہ لگا دیا۔

ابھی یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ اسی سہیل کے صاحبزادے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور مکہ میں کافروں کی قید میں کرب ناک تلخیاں برداشت کر رہے تھے، پاؤں میں بیڑیاں پہنے حدیبیہ کے مقام پر آنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے آتے ہی کفار کے ہولناک مظالم کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تو یہ معاہدہ لکھا جا رہا ہے، اس کی تکمیل سے پہلے مجھے تو کافروں کے بجائے مسلمانوں کے زمرے اور خیمہ گاہ میں بیٹھنے کی اجازت دی جائے۔ اس پر سہیل نے بگڑ کر کہا کہ معاہدہ لکھا جا چکا ہے اور اس پر تعمیل کا ابھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون اسے مانتا اور کون خلاف ورزی کرتا ہے۔

صورت حال کی نزاکت دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری شام پر فوج کشی میں شرکت کے دوران طاعون کی وبا میں عمواس میں وفات پائی) کو قریش مکہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے سامنے اسکی مشقیں باندھ کر پاؤں کو زنجیروں سے جکڑ دیا اور انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ساتھ لے گئے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب نگاہ رحمت ڈالتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہاری رہائی کی ضرور کوئی تدبیر جلد فرمائیں گے"۔

صلح کے بعد تین دن تک حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ قیام فرمایا، اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح کی یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کہ ہم نے آپ کو کھلی اور واضح فتح عطا فرمائی ہے۔ (سورۃ فتح آیت 1)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اس آیت کے نزول کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ فتح ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہاں"۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی تسکین ہو گئی۔

ادھر ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ میں واپس پہنچا دیئے گئے۔

حرم شریف کے اندر ان کی رہائش ہوتی اور زمزم ہی ان کی خورد ونوش کا سامان تھا۔ انہوں نے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ایک سال میں تین سو اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اس پر قریش

مکہ سخت پریشان ہوئے کہ ہم نے ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط کیوں تسلیم کی پھر انہوں نے مکہ معظّمہ کی چند شخصیات کو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ ہم معاہدے کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔اور اپنے مسلمانوں کو اپنے پاس مدینہ منورہ واپس بلوالیجیے۔

معاہدے کی شرائط سے مسلمانوں کو اندازہ ہوگیا کہ اس میں ان کا کتنا فائدہ تھا۔معاہدہ حدیبیہ فی الحقیقت اسلام کی مقبولیت اور مسلمانوں کے غلبے اور ان کی فتح ونصرت کا زینہ ثابت ہوا۔اس واقعے سے حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر مسلموں کے ساتھ حکمت عملی،سلوک اور دوراندیشی کا طریق کار واضح ہوجاتا ہے اور غیر مسلم اقوام عالم کے ساتھ معاہدات کرنے کی اساسی معلومات فراہم ہوتی ہے۔

ایک مکتوب اقدس کی دریافت

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مکتوب اقدس کی دریافت کیسے ہوئی اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ فرانسیسی متشرق موسیو رتے نو(RETNAUO) نے پیرس کے سہ ماہی رسالے ژورنال آزیاتیک 1954ء(سلسلہ 5، جلد 4) میں ایک خط شائع کرایا جو اس کے نام قاہرہ سے موسیو بے لین (BELIN) نے 10 مارچ 1852ء کو لکھا تھا اس میں تحریر ہے کہ۔

"ایک قلمی دستاویز جو میں نے حال ہی میں دیکھا اور جس کے متعلق مجلس شرقیات فرانس سوس اے نے آزیاتیک کو بھی اس کے اجلاس 11 دسمبر 1851ء میں اطلاع ملی ہے یہ دستاویز جس کی بابت کہنا چاہتا ہوں موسیو اے ٹین بارتل می (BORTHLAMY) نے دریافت کی ہے۔

موسیو بارتل می قاہرہ میں ایک نوجوان فرانسیسی متشرق ہیں۔عربی زبان پر بھی اسے عبور حاصل ہے وہ کچھ عرصے سے مصر کی قدیم زبان کا مطالعہ کررہے ہیں اور خاص طور سے قبطی زبان کے مخطوطات تلاش کررہے ہیں جو مصر کے تنہائی پسند راہبوں کے قبضے میں موجود ہیں اور عہد سلف کے متعلق نہایت قیمتی آثار پر مشتمل ہیں۔

ایک دن وہ اخمیم کے قریب ایک راہب خانے میں گئے وہاں سے ایک عربی مخطوطہ دستیاب ہوا،اس کی جلد سے معلوم ہوتا تھا کہ اصل میں کسی ایسی کتاب کے لیے تیار کی گئی تھی جو خاصے بڑے حجم کی ہوگی۔ یہ جلد کناروں پر خراب ہوگئی تھی اس کے اندر کچھ قبطی حروف دکھائی دے رہے تھے،چنانچہ موسیو بارتل می نے ان اوراق کو یکے بعد دیگرے جدا کیا ان کے اندر دونوں پہلوؤں پر چمٹی ہوئی کھال یا جھلی کا ایک ٹکڑا نظر آیا جسے دو جگہ سے کیڑے نے چاٹ

لیا تھا۔اس کا بغور مطالبہ کرنے سے عربی کے حروف میں سے لفظ محمد پڑھ لینے میں کامیابی ہوئی،اس پر دلچسپی بڑھ گئی کہ یہ دستاویز خاصی اہمیت کی حامل ہے چنانچہ اس نے پوری احتیاط کے ساتھ کھال کو الگ کرنے کی کوشش کی اور جب اسے بھگو کر نم دینے لگے تو چند الفاظ مزید مدہم پڑ گئے پھر چند ساتھیوں کی مدد سے اس کھال یا جھلی سے جو عبارت نمایاں طور پر پڑھنے میں آسکی وہ رسول آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب گرامی کی تحریر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصر کے قبطی بادشاہ مقوقس کے نام ارسال فرمایا تھا،اس کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ و رسولہ الٰی المقوقس عظیم القبط سلام علیٰ من اتبع الھویٰ اما بعد فانی اد عوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم الانعب الا للہ ولانشرک بہ شیًا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان ترولو افقولوا اشھدوا باننا مسلمون.

اللہ
رسول
محمد

موسیو بارتل می سے بعض قبطیوں نے بیان کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصر میں مقوقس کے نام اپنے خط کی چار نقلیں ارسال کی تھیں اور ان قبطیوں کا دعویٰ ہے کہ ان میں سے ایک اب تک قاہرہ میں ان کے بطریق کے گرجے (کینسہ ابنا مارقوس) میں محفوظ ہے۔

بہرنوع یہ اصل مکتوب اقدس جو فرانسیسی مستشرق موسیو بارتل می کو ایک قبطی راہب کی انجیل پر چپکا ہوا ملا اور (کھال) پر لکھا ہوا تھا،اس نے ترکی کے سلطان عبدالحمید خاں (1255ھ، 1839ء،1277ھ،1861ء) کے ہاتھ تین سو اشرفی (پاؤنڈ) میں فروخت کر دیا جسے سلطان نے ایک درگراں مایہ کی حیثیت سے نہایت احتیاط کے ساتھ سونے کے فریم میں لگوا کر استنبول کے قصر شاہی توپ کاپی (میوزیم) (TOPKAPI) میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد تبرکات اقدس کے ساتھ محفوظ کرلیا''۔

حبش میں اسلام کا تعارف

قریش مکہ کو یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ مسلمان حبش میں امن وسکون کی زندگی گزار سکیں۔انہوں نے شاہ حبش کے

دربار میں مہاجرین کی واپسی کے لیے ایک وفد بھیجا، اور نجاشی ابن ابجر کو مشتعل کرنے کے لیے کہا کہ یہ لوگ عجیب و غریب عقائد رکھتے ہیں جن سے نہ ہم واقف ہیں اور نہ آپ۔

شاہ حبش نے وفد کی اس شکایت پر مہاجرین سے ان کے عقائد دریافت کیے اس موقع پر مہاجرین کی طرف سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی طالب بن عبدالمطلب) نے برجستہ ایک تقریر کی جس میں پہلے عرب جاہلیت کی دینی، اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کو بیان کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا ذکر کر کے بتایا کہ آپ کیا تعلیمات پیش کرتے ہیں پھر ان مظالم کا ذکر کیا جو حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے والوں پر قریش کے لوگ ڈھا رہے تھے۔ آخر میں فرمایا کہ دوسرے ملکوں کے بجائے ہم نے آپ کے ملک کا رخ اس امید پر کیا ہے کہ یہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا، یہ پر حقائق اور بصیرت افروز تقریر اسلام کے فکر ونظر اور عقائد واعمال کا شاہکار مرقع ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

شاہ ذی جاہ! ہم ایک سخت جاہل قوم تھے، مصنوعی اور خود ساختہ بتوں کی پرستش ہمارا مذہبی شعار تھا، مردار خوری، بدکاری اور بے رحمی ہماری معاشرت کا اہم جزو بن گیا تھا۔ ہم نہ ہمسایہ کے حقوق سے واقف تھے اور نہ اخوت و ہمدردی سے آشنا، ہر طاقت ور کم زوروں کو کھا جانے پر فخر کرتا تھا۔ یہ تھا ہمارا معیار زندگی!

ہماری اس تباہ حالی کا دور عرصہ دراز سے قائم تھا کہ یک بہ یک خدائے برتر نے ہماری قسمت کا پانسہ پلٹ دیا اور ہم میں ایک ایسا پیغمبر بھیجا جس کے نسب وحسب سے ہم پوری طرح واقف ہیں، جس کی سچائی اور امانت کا حال ہم پر روشن ہے اور جس کی عفت و پاک دامنی ہر وقت ہماری نظروں میں رہی ہے، وہ آیا اور اس نے ہمیں ہدایت کی اور وہ روشن شمع ہمیں دکھلائی جس نے ہماری آنکھوں سے ہماری بدکرداری اور جہالت کی تاریکی کے تمام پردے چاک کر دیئے۔

اس نے کہا کہ تم صرف خدائے واحد کی پرستش کرو اور اسی کو اپنا خالق اور اپنا مالک سمجھو، بت پرستی کو چھوڑ دو تمہارے یہ خود ساختہ معبود تمہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان! گم راہی کی بنیاد باپ دادا کی کورانہ تقلید ہے!

اس نے ہمیں تعلیم دی کہ ہمیشہ سچ بولو، امانت میں کبھی خیانت نہ کرو، ہمسایہ کے ساتھ ہمدردی اور

حسن سلوک کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھو، خوں ریزی اور خدا کی حرام کی ہوئی باتوں سے بچو، فحش کاموں اور جھوٹ کے قریب نہ جاؤ، یتیم کا مال نہ کھاؤ، اور پاک دامن کو تہمت نہ لگاؤ، خدائے واحد کی عبادت کرو، روزہ رکھواور اموال کی زکوٰۃ دیا کرو۔

بادشاہ سلامت! اس نبی نے اسی قسم کے اور بہت سے بہترین امور کی ہمیں تعلیم دی ہے، ہم نے اس کی تصدیق کی، اس کو خدا کا پیغمبر سمجھا اور اس پر ایمان لائے اور جو کچھ اس نے خدا کا حکم ہمیں سنایا، ہم نے اس کی پیروی کی ہم نے خدا کو ایک جانا، شرک سے توبہ کی، حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا! یہ ہے ہمارا جرم جس پر ہمارے ہم وطنوں نے ہمیں گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا، اور ہم نے آپ کے ملک میں آ کر پناہ لی ہے۔

روحانی اور اخلاقی اوصاف کے نکتہ شناس سمجھ سکتے ہیں کہ ان ہی قدروں پر انسانیت کی بنیادیں قائم ہیں۔

شاہ حبش پر اس پر حقائق تقریر کا بڑا اثر ہوا، اس نے قریش کے وفد کو صاف جواب دیدیا کہ ایسے پاکیزہ عقائد رکھنے والے نیکوکار لوگوں کو میں واپس کر کے ظالموں کے ظلم وستم کا شکار ہرگز ہرگز نہ بننے دوں گا۔

حبشہ سے مسلمانوں کو ہمیشہ جذباتی لگاؤ رہا ہے، مسلمانوں نے صحرائے افریقہ کے ایک ایک گوشے میں اپنی حکومتیں قائم کر دیں مگر اپنے بالکل قریب کے ملک حبشہ کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، چونکہ حبشہ میں مہاجرین صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایک چھوٹی سی جماعت کو آغاز اسلام میں گوشہ عافیت نصیب ہوا تھا۔ مسلمانوں نے اس جذبہ احسان مندی کا یہ صلہ دیا کہ ان کے کسی فاتح لشکر نے تاریخ کے طویل دور میں کبھی حبشہ کا رخ نہیں کیا حالانکہ حبشہ چاروں طرف مسلم حکومتوں سے گھرا رہا ہے، مگر مسلمانوں نے تاریخ اخلاق کے اس واقعے کو کبھی فراموش نہیں کیا۔

مسند احمد جلد اول صفحہ 201،202 ،

سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 116،117

تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 789

نجاشی شاہ حبشہ کے نام فرمان مبارک

حبشہ کا محل وقوع

حبشہ عرب کے جنوب مشرق میں افریقہ میں واقع ہے۔ حبشہ عربی نام ہے۔ یونانی زبان میں اسکو اتھوپیا (ETHIOPIA) کہا جاتا ہے کسی زمانے میں اس ملک کا نام اے بی سینیا بھی تھا حبشہ کا کل رقبہ گیارہ لاکھ تینتیس ہزار تین سو اسی (1133380) مربع کلومیٹر ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریفہ کے زمانے میں حبشہ کے تخت پر ''اصحمہ'' نامی بادشاہ حکمران تھا۔ حبشہ کے تخت پر اسی خاندان کا چوتھی صدی عیسوی سے قبضہ چلا آرہا تھا۔ پہلے یہ خاندان بت پرست تھا۔ لیکن قیصر روم یعنی رومن ایمپائر نے مصر کے ذریعے یہاں عیسائیت کی بنیاد رکھی۔ اسکندریہ کے ذریعے بشپ نے یہاں اپنے مشن (تبلیغ) کا مرکز بنایا اور یوں آہستہ آہستہ تمام ملک بت پرستی چھوڑ کر عیسائیت کا پیروکار ہوگیا۔

شاہ حبشہ نجاشی کا دارالحکومت ''اکسوم'' تھا جو کہ مدینہ منورہ کی قریبی بندرگاہ ینبع سے تقریباً 1350 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قاصد نبوی علیہ السلام نے نامہ مبارک یہیں شاہ حبشہ کو پہنچایا۔

از: تاریخ مسیحی کلیسا صفحہ 368

یہی وہ ملک ہے جہاں مسلمان اہل مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک سے 5 نبوی میں ہجرت کرنے کے بعد داخل ہوئے یہاں کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کی بہت عزت افزائی کرتے ہوئے ان کو پناہ دی۔

اسلام میں یہ سب سے پہلی ہجرت تھی۔ مہاجرین کے پہلے قافلے کے امیر حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے پھر یہ ہجرت کا سلسلہ آہستہ آہستہ جاری رہا اور آخر کار تقریباً ایک سو مرد اور عورتیں حبشہ میں آباد ہوگئے پھر 7 ھ میں یہ تمام مہاجرین حبشہ سے واپس مدینہ منورہ آئے۔

(1) نجاشی کے نام پہلا مکتوب اقدس

مسلمان جب اہل قریش کے مظالم سے تنگ آکر رفتہ رفتہ حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور وہاں ان کی

تعداد تقریباً ایک سو تک پہنچ چکی تھی ہجرت کرنے والوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ مکی زندگی میں ہی ان لوگوں نے ہجرت کرنے کے بعد حبشہ میں پناہ لی تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ حبشہ کو ایک خط مبارک ارسال فرمایا۔ یہ خط حضور علیہ السلام کی طرف سے صلح حدیبیہ سے پہلے روانہ کیا گیا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے

شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی کے نام

محرم 7 ہجری، 629 عیسوی میں جب ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ حکمرانوں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوبات اقدس روانہ فرمائے تو شاہ حبشہ کو پھر ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا، بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شاہ حبشہ کے دربار میں پہنچے تو مکتوب گرامی پیش کرتے ہوئے انہوں نے نجاشی کے سامنے ذیل کی اثر انگیز تقریر کی:

قاصد نبوی علیہ السلام کی اثر انگیز تقریر

''شاہ ذی وقار! میرے ذمے حق کی تبلیغ ہے اور آپ کے ذمے حق کی سماعت! کچھ عرصہ سے ہم پر آپ کی شفقت ومحبت کا یہ حال ہے کہ گویا آپ اور ہم ایک ہی ہیں ہمیں آپ کی ذات پر اس قدر اطمینان ہے کہ ہم آپ کو کسی طرح اپنی جماعت سے علیحدہ نہیں سمجھتے حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہماری طرف سے آپ پر حجت قطعی ہے جس قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے پیدا فرمایا، اسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے بطن مادر سے پیدا کیا ہے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل سب سے بڑی شہادت ہے۔ اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں خیر وبرکت کا ورود اور فضیلت و بزرگی کا حصول ہے! شاہ عالی جاہ! اگر آپ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نہ کیا تو اس نبی اُمیؐ کا انکار آپ کے لیے اسی طرح وبال جان ہوگا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار یہود کے حق میں وبال جان ثابت ہوا۔ میری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لیے قاصد بنا کر بھیجے گئے ہیں، مگر

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو امید آپ کی ذات سے وابستہ ہے، دوسروں سے ایسی امید نہیں ہے، آپ سے اس بارے میں پورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور خدا کے درمیان اپنی گزشتہ نیکی اور آئندہ کے اجر وثواب کا خیال رکھیں گے''۔

کچھ عرصہ پہلے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معجز بیانی سے نجاشی اسلام کی دعوت سے واقف ہو چکا تھا، قاسد نبوت کی اس پراثر تقریر نے اس کے سینے میں شمع ایمان روشن کر دی، سفیر رسالت سے مخاطب ہو کر بولا۔

''عمر! بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے وہی برگزیدہ پیغمبر ہیں جن کی آمد کا ہم اور یہود انتظار کر رہے ہیں، بے شک جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی ٹھیک اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے، دونوں میں سر مو فرق نہیں ہے۔ اس بارے میں میرے لیے خبر اور مشاہدہ دونوں برابر ہیں۔ مگر اہل حبشہ میں میرے حامی و مددگار بہت کم ہیں اس لیے تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنی قوم میں کافی مددگار پیدا کرلوں اور اہل حبشہ کے اسلام قبول کرنے کے لیے زمین ہموار ہو جائے''۔

یہ کہہ کر نجاشی تخت شاہی سے نیچے اتر آیا، نامہ مبارک کو ہاتھ میں لے کر تعظیماً آنکھوں سے لگایا اور ترجمان کو بلوا کر پڑھنے کا حکم دیا۔ فرمان رسالت میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی عظیم الحبشہ سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی احمد الیک اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن و اشھد ان عیسیٰ ابن مریم روح اللہ و کلمتہ القاھا الیٰ مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بعیسیٰ من روحہ و نفخہ کما خلق آدم بیدہ و انی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ والموالاة علی طاعة و ان تتبعنی و تومن بالذی جاء نی فانی رسول اللہ و انی ادعوک و جنودک الی اللہ عزوجل و قد بلغت و نصحت فاقبل نصیحتی. والسلام علی من اتبع الھدیٰ.

اللہ
رسول
محمد

مکتوب اقدس کا ترجمہ یہ ہے:۔

''خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام اس پر سلامتی ہو جو راہ راست اختیار کرے۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے، کل کائنات کا مالک ہے برگزیدہ ہے، امن وسلامتی کی پناہ گاہ صرف اسی کی ذات ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم بتول پاک دامن پر القا کیا کہ وہ خدا کے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ بنیں۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو حضرت مریم میں پھونک دیا، جیسا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔

اب میں آپ کو خدائے واحدہ لاشریک لہٗ کی اطاعت ومودت اور محبت کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ کو میری پیروی اختیار کرنی چاہیے اور خدا کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لانا چاہیے میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، پس میں نے تبلیغ اور نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے، آپ کو چاہیے کہ اسے قبول کریں۔ پیروان ہدایت پر سلام ہو''۔
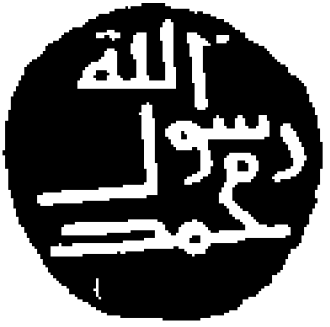
بعض محققین نے تاریخ طبری۔ طبقات ابن سعد اور ابن اسحاق وغیرہ کے حوالہ سے پہلے ''نامہ مبارک'' بنام نجاشی کی تحریر مندرجہ ذیل بیان کی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے۔محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام

''میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو تمام کائنات کا حاکم ہے۔ پاک ہے امان دینے والا اور سلامت رکھنے والا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جن کو پاک اور برائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا گیا اور عیسیٰ بطن مریم سے جلوہ افروز ہوئے اللہ نے اپنی روح اور کلمہ سے اسی طرح پیدا کیا جس طرح اس نے آدم (علیہ السلام) کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں آپ کو اس خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اس پر ایمان لایئے خدا کی فرمانبرداری میں میرا ساتھ دیجئے میری پیروی اختیار کیجئے اور میری

رسالت کو تسلیم کر لیجئے کیوں کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں! میں نے اللہ کا پیام خلوص کے ساتھ آپ کو پہنچا دینے میں خیر خواہی کی ہے میری ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنا آپ کا کام ہے میں آپ کی رعایا کو بھی یہی دعوت دیتا ہوں۔ میں اپنے چچا زاد بھائی جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھیج رہا ہوں جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو حکومت کے غرور وتکبر کو ترک کر کے ان کے ساتھ تواضع سے پیش آیئے۔

اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست کی پیروی کی''

(مہر: اللہ رسول محمد)

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 789 وغیرہ)

نجاشی فرمان رسالت کو سنتا جاتا تھا اور متاثر ہوتا جاتا تھا۔ جوں ہی مضمون ختم ہوا فرط شوق میں نامہ مبارک کو بوسہ دے کر سر پر رکھ لیا اور جواب میں حسب ذیل معروضہ لکھا۔

نجاشی کا جواب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام۔ اصحمہ نجاشی کی جانب سے۔ السلام علیک یا نبی اللہ! آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو وہ خدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ہے جس نے اسلام کا راستہ دکھایا اور میری راہنمائی کی۔ بعد ازاں اے خدا کے نبی! آپ علیہ السلام کے مکتوب گرامی کی زیارت کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے میں زمین وآسمان کے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہم نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جو آپ نے ہم تک پہنچائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور ان کے رفقا ہمارے مقرب ہیں۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے بیعت کر لی ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجاشی کا خط لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات گوش گزار کیے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو دوبارہ مکتوب گرامی لے کر حبشہ جانے کا حکم ہوا۔اس مرتبہ سفارت کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کو مدینہ واپس بلایا جائے ،مکتوب اقدس میں اصحمہ نجاشی کے قبول اسلام پر اظہار مسرت کیا گیا تھا۔

کچھ عرصہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمان افروز تقریر سے نجاشی اسلام کی دعوت سے واقف ہو چکا تھا۔قاصد نبوت سے مخاطب ہو کر بولا۔خدا کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے وہی برگزیدہ نبی ہیں جنکی آمد کا ہم اور یہود انتظار کر رہے ہیں بے شک جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے۔دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے مگر اہل حبشہ بہت کم میرے حامی و مددگار ہیں اس لیے تم مجھے تھوڑی مہلت دو کہ میں اپنی قوم میں کافی لوگوں کو اپنا حامی بنا سکوں اور اہل حبشہ کے لیے زمین ہموار کر سکوں پھر قاصد کی بہت زیادہ قدر ومنزلت اور تکریم کی۔مذکورہ خط ہجرت مدینہ سے پہلے روانہ کیا۔اسکے بعد صلح حدیبیہ قائم ہو جانے کے بعد دوسرا خط مبارک شاہ حبشہ کی طرف روانہ فرمایا جو کہ نہایت ہی اہم تھا جس کے جواب میں نجاشی نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا اور پھر بہت سے تحائف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں روانہ کیے اس دوسرے اہم خط میں حضور علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کی واپسی اور ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی طرف سے نکاح کی دعوت دینے کا حکم دیا تھا جو کہ مہاجرین میں سے تھیں۔

(2) نجاشی کے نام دوسرا مکتوب اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 6ھ کے آخر یا 7ھ کی ابتدا محرم الحرام 629ء میں جبکہ صلح نامہ حدیبیہ لکھا جا چکا تھا سرکار علیہ السلام نے تمام حکمرانوں کے نام مکتوبات دعوت اسلام تحریر کیے اس دفعہ پھر شاہ حبشہ نجاشی کے نام ایک حکم نامہ (فرمان مبارک) ارسال فرمایا۔

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر حضرت عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبد اللہ (بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ۔الکنانی الضمری) (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 60ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 20 احادیث مروی ہیں) یہ فرمان مبارک لے کر نجاشی کے دربار میں پہنچے اور فرمان مبارک دینے سے پہلے نہایت ہی اثر انگیز گفتگو اہل دربار کے سامنے نجاشی کے سامنے

فرمائی۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد نے نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''اے شاہ ذی وقار! میرے ذمے حق کی تبلیغ ہے جبکہ آپ کے ذمے حق کی سماعت ہے۔ کچھ عرصہ سے ہم اہل اسلام پر آپ کی شفقت محبت و پیار کا یہ حال ہے کہ گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اور آپ ایک ہی ہیں۔ ہمیں آپ کی ہستی پر اسقدر اعتماد ہے کہ ہم آپ کو اپنی جماعت سے الگ نہیں خیال کرتے۔ جس طرح اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اسی طرح اللہ عزّ وجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا کیا ہے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل سب سے بڑی شہادت ہے۔ سرکار مدینہ سرور سینہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہی خیر و برکت رُزق و ترقی فضیلت اور بزرگی کا حصول ہے''۔

''شہنشاہ والا! اگر آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نہ کیا تو اس نبی معظم علیہ السلام کی نبوت کا انکار آپ کے لیے اسی طرح وبال جان ہوگا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار یہودیوں کے لیے وبال جان ثابت ہوا ہے۔ میری طرح حضور علیہ السلام کی جانب سے بعض دوسرے قاصد مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کی طرف اسلام کی دعوت کا پیغام لے کر روانہ ہوئے ہیں۔ مگر نبی برحق کو جو امید آپ کی ذات سے وابستہ ہے کسی دوسرے حاکم سے نہیں ہے۔ انہیں پوری امید ہے کہ آپ اپنے اور خدا کے درمیان گزشتہ نیکیوں کو سامنے رکھتے ہوئے آیندہ بھی ان پر قائم رہتے ہوئے اجر و ثواب کا پورا پورا خیال رکھیں گے''۔

یہ تقریر سن کر نجاشی تخت سے نیچے اتر آیا حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط مبارک پکڑ کر بڑی عقیدت اور احترام سے اسکو چوما اور آنکھوں پر لگانے کے بعد ترجمان کو بلوا کر حکم دیا کہ اس خط مبارک کو پڑھ کر سناؤ۔

از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 15

مکتوب گرامی کا ترجمہ

''خدا کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام''

''اس پر سلام ہو جو راہ راست اختیار کرے میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے۔ ساری کائنات کا مالک ہے۔ برگزیدہ ہے امن وسلامتی کی پناہ گاہ صرف اسکی ذات ہے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے جسکو اس نے پاکدامن مریم بتول پر القا کیا وہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی والدہ بنیں۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس روح کو حضرت مریم میں پھونک دیا۔ جیسا کہ اس نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ اب میں آپ کو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اطاعت ومودت ومحبت کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ کو میری پیروی اختیار کرنی چاہیے اور خدا کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لانا چاہیے۔ میں آپ کے لشکر کو بھی اللہ عزّ وجل کی طرف بلاتا ہوں۔ پس میں نے تبلیغ اور نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے آپ کو چاہیے کہ اسے قبول کریں''۔

از: طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 15
سیرت حلبیہ جلد 3 صفحہ 243

نجاشی کا جواب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اصحمہ نجاشی کی جانب سے

السلام علیک یا نبی اللہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ وہ خدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے منصب ومقام کا ذکر فرمایا ہے۔ مجھے مالک ارض وسما کی قسم عیسیٰ علیہ السلام کا جو مقام ومنصب آپ نے اپنے مکتوب گرامی میں ذکر فرمایا ہے وہ اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زائد نہ تھے۔ پھر آپ نے جو کچھ ہمارے پاس بھیجا ہے جو دعوت ہمیں دی ہے ہم اسکی حقیقت سے باخبر ہیں۔ آپ کے چچا زاد بھائی اور دیگر صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ اجمعین ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میں آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے بیعت کر چکا ہوں۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ''ارھا'' کو روانہ کر رہا ہوں اگر آپ کا حکم ہوگا تو میں خود بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

از: تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 89

سیرت حلبیہ جلد 3 صفحہ 344

زادالمعاد جلد 3 صفحہ 61

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''تم حضرت جعفر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جو مہاجرین کے طور پر تمہارے پاس رہ رہے ہیں ان کو بھی واپس بھیج دیں''۔ روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کی طرف یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ ''ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو مہاجرات سے ہیں ان کو میرے ساتھ نکاح کی دعوت دو اور پھر ان کو مدینہ منورہ روانہ کرو'' چنانچہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح پڑھا اور خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی) کو وکیل بنایا تا کہ وہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زوجیت میں دے دیں۔ پھر چار سو مثقال سونا حق مہر مقرر کیا اور از گرہ خود سے آپ علیہ السلام کی طرف سے ادا کیا۔ اسکے بعد نجاشی نے ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک صندوقچی منگوائی اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو مکتوبات مبارکہ کو اس میں محفوظ کر لیا اور کہا کہ جب تک یہ دونوں خطوط مبارکہ اسی طرح حبشہ میں محفوظ رہیں گے ہر سو خیر و برکت کی حکمرانی ہوگی۔

اہل سیر تحریر کرتے ہیں کہ وہ دونوں خطوط اب بھی حبشہ میں محفوظ ہیں۔

نجاشی نے اپنے بیٹے ''ارھا'' کے ہمراہ ساٹھ (60) اہل حبشہ کشتی میں سوار کرا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیے لیکن وہ کشتی راستے میں طوفان کی نظر ہو کر غرق ہو گئی اور تمام مسافر ہلاک ہو گئے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی (صفحہ 130) پر طبری۔ تاریخ ابن کثیر اور سواطع الانوار (تاریخ حبشہ) کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ ''یہ وفد حبشہ سے چلا۔ بعض مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کشتیاں جن میں حبشی تھے سب ڈوب گئیں تو بعض دوسرے مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے چند

سلامت رہیں جب یہ سفارت مدینہ آئی تو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفوراخلاق سے خود ان کی خدمت فرماتے رہے یہ حبشی سپاہی بعض جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک بھی رہے۔ سمہودی نے تاریخ مدینہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ نجاشی کے بیٹے نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موالات یا بھائی چارہ اختیار کرلیا اور حبشہ واپس جاکر تخت نشین ہونے سے انکار کردیا''۔

از: زرقانی جلد 3 صفحہ 343

زادالمعاد جلد 3 صفحہ 40

شاہ حبشہ جس کا ذکر اوپر بیان ہورہا ہے وہی نجاشی تھا جس کا نام اصحمہ ہے اور جس کی طرف 5ھ میں مسلمانوں نے ہجرت کی اور وہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ جب 9ھ میں اس نجاشی اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ہمراہ لے کر عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے اور پھر سب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں اور نماز جنازہ پڑھی۔

روایت از: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

از: الوفاء باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زرقانی جلد 3 صفحہ 343, 345

جب نجاشی 9ھ میں فوت ہوئے اسکے بعد دوسرا نجاشی تخت نشین ہوا تو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی طرف بھی خط مبارک ارسال کیا۔ گویا اس طرح پہلے نجاشی کا اسلام قبول کرنا تو ثابت ہے لیکن دوسرے نجاشی کا قبول اسلام ثابت نہیں ہے۔

مسلم شریف میں صراحتاً موجود ہے کہ نجاشی دو تھے پہلے کا نام اصحمہ جبکہ دوسرے کا نام اصحم تھا۔ بعض راویوں نے یہ دونوں نام خلط ملط کردیئے ہیں (واللہ اعلم)

از: حافظ ابن کثیر، صحیح مسلم شریف

زرقانی جلد 3 صفحہ 342

الوفاء باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(3) جانشین شاہ حبشہ اصحمہ، اصحم نجاشی کے نام مکتوب اقدس

9ھ (630ء) میں جب سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائے تو وحی الٰہی کے ذریعہ آپ کو اطلاع ملی کہ اصحمہ نجاشی کا انتقال ہوگیا ہے۔ آپ نے اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین کے پاس دعوت اسلام کے لیے نامہ مبارک ارسال فرمایا۔

یہ خط بیہقی نے ابن اسحاق کی کتاب سے نقل کر کے محفوظ کیا ہے اور وہ یہ ہے:

هذا كتاب من محمد النبى الىٰ النجاشي الا صحم عظيم الحبشة .سلام على من التبع الهدىٰ وامن باللهبالله ورسوله واشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك له. لم يتخذ صاحبة ولا ولدًا و اَنّ محمدًا عبدهٗ ورسوله و ادعوک بدعا ية الاسلام فانى انا رسوله فاسلم تَسْلَم يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْ اِلىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا و بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَاِنْ تَوَلَّوا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ فان أبيت نعليک اثم النصرىٰ من قومک.

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے الاصحم نجاشی شاہ حبشہ کے نام اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے، اور اس کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ میں آپ کو خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کیجیے! اے اہل کتاب! اختلاف ونزع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ، جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلم ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں، اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں اگر وہ اس سے اعراض کریں تو ان سے کہہ دو کہ "تم گواہ رہنا کہ ہم اللہ کے ماننے والے ہیں"، اگر آپ نے میری ان باتوں کو نہ مانا تو آپ کی عیسائی قوم کی گمراہی کی

ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی۔

رسالات نبویہ صفحہ 291، بلاغ مبین 187، 188

جانشین نجاشی نے مکتوب گرامی کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اسلام قبول کیا۔

(4) قیصر روم (ہرکلیس - Heraclius)

(Byzantine Emperor (610-641 A.D.)

کے نام مکتوب اقدس

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی سیاسی قوتوں کے دو بڑے مرکز تھے۔ جزیرہ نمائے عرب کے مشرق میں خلیج فارس کے ساحل پر کسریٰ فارس یعنی ایرانی حکومت قائم تھی۔ اس کا رقبہ فرغانہ وافغانستان سے لے کر یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ اس وقت ایشیا کی سب سے بڑی سلطنت اور ایک عظیم الشان تہذیب کا گہوارہ تھی، اور دوسری عظیم الشان سلطنت مغرب میں بحر احمر کے کناروں سے لے کر بحر اسود تک وہ سلطنت پھیلی ہوئی تھی جو تاریخ میں سلطنت روم (بائزنطین) کے نام سے مشہور ہے۔ دونوں حکومتوں کی سرحدیں عرب کے شمال میں عراق کے مشہور دریاؤں دجلہ و فرات پر آکر ملتی تھیں یہ اپنے زمانے کی طاقت ورترین سلطنتیں تھیں اور اپنے جاہ وجلال اور قوت وسطوت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے زیادہ پرشوکت وعظمت حکومتیں سمجھی جاتی تھیں۔

روم اس زمانے میں اٹلی کے دارالسلطنت کا نام ہے، عرب بازنطین (Byzantine) کو روم کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ چوتھی صدی عیسوی کے اوائل میں بازنطین کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس کے مشرقی علاقے میں جو ایشیائے کوچک، مصر شام اور فلسطین وغیرہ پر مشتمل تھا کونسٹنٹائن نے 326ء میں آبنائے باسفورس کے کنارے پر ایک شہر آباد کیا جس کا نام کونسٹنٹائن (Constantine) رکھا جو اب قسطنطنیہ یا استنبول (ترکی) کہلاتا ہے۔ مغربی حصے کا دارالسلطنت بدستور روم رہا۔ اسلامی تاریخوں میں روم سے مراد رومی شہنشاہیت کا مشرقی حصہ ہے۔ روم کا شہنشاہ قیصر (Caesar) کہلاتا تھا مورخ ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) کے بیان کے

مطابق یہ اپنے وقت کی مہذب ترین سلطنت تھی، قیصر روم کو سیاسی اقتدار کے ساتھ مذہبی قیادت بھی حاصل رہی۔ آفتاب رسالت کے طلوع پر چند سال گزرے تھے کہ 613ء میں خسرو پرویز شاہ ایران نے رومی سلطنت پر ایک بھر پور حملہ کیا اور عراق، شام اور مصر کو فتح کرتا ہوا ایشیائے کوچک میں داخل ہو گیا۔ ہرقل (Heraclius)(610ء تا 641ء) قیصر روم اس سیلاب کو روک نہ سکا، 617ء تک روم کے تمام مشرقی صوبوں پر ایران کا قبضہ ہو گیا، یہاں تک کہ ایرانیوں کے محاصرے سے خود روم کا مشرقی دارالحکومت قسطنطنیہ خطرے میں پڑ گیا۔

آتش پرست ایرانیوں نے رومی علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد مسیحیت کو مٹانے کے لیے شدید ترین مظالم شروع کر دیے۔ عیسائیوں کے مذہبی شعائر کی توہین کی گئی، گرجاؤں کو مسمار کر دیا گیا، اور ان کی جگہ آتش کدے تعمیر کیے گئے، مقدس صلیب کی لکڑی جس کی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اس پر مسیح نے جان دی تھی، بیت المقدس سے نکال کر ایران کے پایہ تخت مدائن پہنچادی گئی۔ مدائن (موجودہ طیفون) دریائے دجلہ کے کنارے واقع تھا۔

اس وقت خسرو کی نخوت و غرور کا عجیب عالم تھا، اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو خسرو پرویز نے بیت المقدس سے شاہ روم ہرقل کو لکھا تھا۔

"سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام"

”تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے، کیوں نہ تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا؟ میں اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک تو اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر آتش پرستی اختیار نہ کرے گا۔“

(THE HISTORY OF THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE, VOL.II, P.788)

ایک طرف تو یہ واقعات ہو رہے تھے اور دوسری طرف مکہ کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ سے تنگ تر ہو رہی تھی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ 615ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنا گھر بار چھوڑ کر حبشہ میں پناہ لینی پڑی تھی، اور مکہ میں بچے کھچے مسلمان شعب ابی طالب میں محصور تھے، قریش نے یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے تمام خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے، چنانچہ قریش کے تمام قبائل نے ایک معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے نہ قرابت کرے گا اور نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ یہ معاہدہ لکھ کر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا۔

جب مکہ میں رومیوں کی مغلوبیت کی خبر پہنچی تو قریش نے خوب خوشی منائی۔ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ

ایران یعنی فارس کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور تمہاری طرح سے وحی ورسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ایک دن ہم بھی تمہیں اور تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

خسرو پرویز کی فتح ایسی فیصلہ کن تھی اور قیصر ہرقل کی شکست ایسی فاش تھی کہ مستقبل میں رومیوں کے سنبھلنے کا دور دور تک کوئی امکان نظر نہ آتا تھا، اسی طرح مسلمان انتہائی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں مبتلا تھے۔ قریش نے ان کا مکمل معاشرتی مقاطعہ (بائیکاٹ) کر کے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا، عین اس نازک ترین اور مایوس کن موقع پر قرآن حکیم نے مسلمانوں کی دل جوئی کے لیے یہ محیر العقول اعلان کیا۔ سورۃ الروم آیت 1 تا 6

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمہ:۔ ''رومی قریب کے ملک میں مغلوب ہو گئے ہیں، مگر مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں وہ پھر غالب آجائیں گے، (چند برس میں) پہلے اور پیچھے سب اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس دن مسلمان خدا کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، وہ غالب اور مہربان ہے، اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔''

قرآن حکیم نے اس پیشین گوئی میں دو باتیں کہی تھیں، پہلی بات یہ ہے کہ رومی چند سال میں غالب آجائیں گے، دوسری خبر یہ دی گئی ہے کہ خود مسلمانوں کو بھی اس وقت خدا کی مدد سے خوشی نصیب ہوگی۔

تاریخ زوال روما کا مصنف ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ ''جب یہ پیشین گوئی کی گئی تو کوئی بھی پیشگی خبر اتنی بعید از وقوع نہیں ہو سکتی تھی''، یہ تو ایک عیسائی مورخ کا تاثر ہے خود مسلمان اپنی کمزوری اور بے بسی کے جس نازک ترین دور سے گزر رہے تھے اس میں ان کے پنپنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا، ایسی حیرت انگیز پیشین گوئی پر عربوں کا خاموش

رہنا ناممکن تھا، چنانچہ ابی بن خلف نے علانیہ طور پر دعویٰ کے ساتھ اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ ناممکن ہے واقعات کی رفتار اس کے صریح خلاف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کی قوت ایمانی غیر متزلزل اور پہاڑ کی طرح مضبوط تھی ابی بن خلف سے شرط لگائی کہ اگر رومی ایران پر غالب نہ آئے تو ایک سو اونٹ وہ ابی کو دیں گے اور بصورت دیگر ابی ایک سو اونٹ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے گا۔

اس شرط کے چند سال بعد 622ء میں ادھر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور ادھر قیصر روم قسطنطنیہ کے ایرانی محاصرے سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ہرقل جس کو پے در پے شکستوں نے اتنا مایوس کردیا تھا کہ وہ قسطنطنیہ سے فرار ہوکر افریقہ جانے کی تیاری کررہا تھا، دفعۃً اس کے ارادے میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ گبن لکھتا ہے کہ "وہی ہرقل جس کی ہمت پست ہوچکی تھی اور جس کا دماغ اس سے پہلے کچھ کام نہیں کرتا تھا، اب اس نے ایک نہایت کامیاب منصوبہ بنایا۔ 622ء میں جب ہرقل اپنی فوجیں لے کر قسطنطنیہ (استنبول۔ترکی) سے روانہ ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ دنیا رومن امپائر کا آخری لشکر دیکھ رہی ہے۔ تاریخ کے نمایاں کرداروں میں سے ایک غیر معمولی کردار وہ ہے جو ہم ہرقل کے اندر دیکھتے ہیں"۔ ہرقل جانتا تھا کہ ایرانیوں کی بحری طاقت کمزور ہے اس نے اپنے بحری بیڑے کو پشت سے ایران پر حملے کے لیے تیار کیا، اس نے اپنی فوجیں بحر اسود کے راستے سے گزار کر آرمینیا میں اتار دیں اور وہاں سے ایران پر ایک بھرپور حملہ کیا، ایرانی اس غیر متوقع حملے سے گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے، ہرقل نے دوسرے سال آذربائیجان میں گھس کر ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ پروردگارِ عالم کی قدرت کا کرشمہ دیکھیے اسی زمانے میں 2 ہجری 624 عیسوی میں مسلمانوں کو بدر (غزوہ بدر) کے مقام پر قریش کے مقابلے میں پہلی بار عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اور اس طرح قرآن کریم کی دونوں پیشین گوئیاں جو شروع میں بہت ہی بعید از وقوع معلوم ہوتی تھیں دس سال کے اندر اندر بیک وقت پوری ہوگئیں۔

قیصر روم، ایران پر اس قدر شاندار فتح کی خوشی میں اپنے پایہ تخت قسطنطنیہ سے پاپیادہ زیارت کے لیے بیت المقدس (Jerusalem) آیا ہوا تھا، طمطراق اور شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ راستے میں جہاں قدم رکھتا زمین پر فرش اور فرش پر پھول بچھائے جاتے تھے۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 785)

قیصر روم (ہرکلیس - Heraclius)

(Byzantine Emperor (610-641 A.D.)

کے نام نامہ مقدسہ

قیصر روم جس کا نام ہرقل (610ء تا 641ء) تھا نہایت ہی قوی حکمران تھا۔ ان دنوں ہر طرف اس کا طوطی بولتا تھا یہ وہ شخص ہے جس نے شاہ ایران کسریٰ سے زبردست مار کھانے کے بعد آخر ہمت کرتے ہوئے ایسا طرز جنگ اپنایا کہ نہ صرف اپنے علاقے شاہ ایران سے واپس لینے میں کامیاب ہو گیا بلکہ ایران کے اکثر علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اشرفیاں بنائیں اور ان کو ملک میں رائج کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مختلف علاقوں کے حکمرانوں کو تبلیغی مکتوبات اقدس لکھے تو اسکو بھی نامہ مبارک تحریر کیا اور یہ خط مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ روانہ کیا۔

یاد رہے حضرت دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنو کلب سے تھا اور یہ وہی صحابی ہیں جنکی شکل میں جبریل علیہ السلام اکثر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی حسین وجمیل تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ "میرا نامہ مبارک حاکم بصریٰ (بصرہ) کو پہنچا دیں وہ کسی نہ کسی کو تمہارے ساتھ روانہ کر دے گا جو تمہیں قیصر کے دربار تک پہنچا دے گا"۔

ادھر قیصر (ہرقل) ایک روز صبح کے وقت سو کر اٹھا تو نہایت ہی اداس اور سخت مغموم تھا۔ اسی حالت میں جب دربار میں آیا تو وزراء و سپہ سالار فوج وغیرہ نے بادشاہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر عرض کیا اے شہنشاہ اعلیٰ مقام آج غم واندوہ اور یہ غبار خاطر کیسا ہے۔ ہمیں حکم فرمائیں تاکہ اس کا سبب معلوم کر کے حل تلاش کیا جاسکے تاکہ آپ کی پریشانی ختم ہو سکے۔ ہرقل نے جواب دیا کہ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ ستاروں کے احکام وروش پر نظر پڑی تو نظر آیا کہ ختنہ کئے ہوئے لوگوں کا حاکم اس علاقہ پر غالب آ گیا ہے میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اس علاقے کے ہر شہر پر قابض ہو گئے ہیں۔ اب تم لوگ بتاؤ کہ وہ کونسی قوم ہے جن میں ختنہ کرنا سنت ہے۔ اہل دربار نے عرض کیا اس زمانہ میں یہودی ہی ختنہ کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا جہاں بھی کوئی یہودی نظر آئے اسکو قتل کر دیا جائے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر ملک شام پہنچے تو حارث بن ابی شمر جو اس علاقہ کا رئیس اعظم تھا اس نے عدی بن حاتم کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھی بنا کر ہرقل کی طرف روانہ کیا۔ اتفاقاً ان دنوں ہرقل بیت المقدس کی زیارت کو گیا ہوا تھا اس نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میں ایرانیوں سے اپنے چھینے ہوئے علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو گیا تو روم سے ننگے پاؤں بیت المقدس میں جا کر نماز ادا کروں گا اب اسکی یہ امید پوری ہو گئی تھی وہ ایرانیوں پر غالب آچکا تھا۔ اس لیے اپنی نذر پوری کرنے کے لیے ننگے پاؤں بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا اور حکم دے دیا تھا کہ تمام راستے میں قالین بچھا کر ان پر پھولوں کی پتیاں بکھیر دی جائیں ایسا ہی کیا گیا اور یوں ہرقل ان قالینوں پر ننگے پاؤں چل کر بیت المقدس پہنچا اور یہیں مقیم تھا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر سن کر ہرقل نے ان کو دربار میں بڑی عزت کے ساتھ طلب کیا۔

روم اور فارس کے دربار بڑے جاہ وجلال اور شان وشوکت کے دربار تھے۔ امراء سلطنت، افسران فوج اور خدام وحشم کی کثرت بڑی مرعوب کن ہوتی تھی، بادشاہ کو سجدہ تعظیمی کرنا لازمی تھا۔

بارگاہ نبوت کے سفیر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان رسالت لے کر جب بیت المقدس پہنچے تو لوگوں نے ان کو بتلایا کہ جب تم قیصر کے سامنے پہنچو تو تخت شاہی کے قریب جا کر سجدہ کرنا، دربار شاہی کا یہی دستور ہے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب خدا کی ذات اقدس کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا، مجھ سے یہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔

حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب قیصر نے دربار میں طلب کیا تو حاجب قیصر نے انکو ہدایت کرتے ہوئے کہا کہ آپ جب دربار میں داخل ہوں تو قیصر کو ہمارے رسم ورواج کے مطابق سجدہ کیجئے تاکہ قیصر کی عظمت کو تسلیم کیا جانے کا مظاہرہ ہو یہ سن کر آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے کیونکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے پھر جب دربار میں حاضر ہوئے تو السلام علیکم کہنے پر ہی اکتفا فرمایا۔ اسکے بعد نہایت ہی ایمان افروز اور حقیقت پر مبنی تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے قیصر جس ہستی نے مجھے آپ کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا ہے وہ ہستی ساری کائنات اور آپ سمیت سب سے بہتر وعالی ہے۔ جس ذات مقدسہ نے سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغمبر بنا کر دنیا میں

مبعوث فرمایا ہے وہ ذات ساری کائنات سے اعلیٰ وارفع اور مالک حقیقی ہے۔اس لیے میں جو کچھ عرض کروں اسکو خلوص دل کے ساتھ سنئے گا۔اور نہایت ہی اخلاص سے اس کا جواب دیجئے گا اور اگر جواب میں آپ کی طرف سے خلوص شامل نہ ہوا تو یاد رکھیں وہ جواب عدل وانصاف کے تقاضے پورا کر ہی نہیں سکے گا۔''

قیصر روم نے کہا آپ فرمائیں میں ہمہ تن گوش ہوں۔''

حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا''اے قیصر روم آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نماز پڑھا کرتے تھے۔''

قیصر روم! بے شک مجھے معلوم ہے وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا''تو پھر میں اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے آپ کو اس ذات کی طرف بلاتا ہوں جس کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نمازیں پڑھتے اور جس کے آگے اپنی جبین نیاز ٹیکتے تھے اور جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پیٹ سے پیدا کیا وہی تمام زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنیوالا ہے۔میں آپ کو اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں جنکی بشارت حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے دی۔آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر آپ اس دعوت کو قبول کریں گے تو آپ کے لیے دنیا اور آخرت دونوں ہیں۔دوسری صورت میں آخرت تو آپ کے ہاتھ سے جاتی ہی رہے گی اور دنیا میں دوسرے لوگ آپ کے شریک ہوں گے اور یاد رکھیں آپ کا ایک پروردگار ہے جو منکرین کو کچل ڈالتا ہے اور اپنی نعمتوں کو بدلتا رہتا ہے''۔

جب تقریر ختم ہوئی تو قیصر روم ہرقل اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور اس نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک بڑی عقیدت سے پکڑ کر اسکو چوما آنکھوں پر لگایا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں اس خط مبارک کا جواب کل دوں گا۔

از: روض الانف جلد 2 صفحہ 255

قیصر نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص اس علاقے جہاں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ تعلق رکھتا ہو یا اگر کوئی ایسا شخص جو اس ہستی کے بارے میں جانتا ہو اور تجارت یا سفر کی غرض سے اس وقت بیت المقدس میں یا کہیں آس پاس موجود ہو اسکو دربار میں حاضر کیا جائے۔حسن اتفاق سے اس وقت غزہ (یہ علاقہ جزیرہ نما سینا میں فلسطین اور مصر کا سرحدی علاقہ یا مقام ہے) میں قریش کا ایک تجارتی قافلہ مقیم تھا اور اس قافلے کا امیر ابوسفیان تھا جو کہ ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔قیصر کے آدمیوں کو جوں ہی اس قافلے کا معلوم ہوا وہ فوراً اہل قافلہ کو لے کر قیصر

کے دربار میں حاضر ہوئے قیصر نے بڑی شان وشوکت اور تزک واحتشام سے دربار منعقد کیا ہوا تھا۔ جب اہل عرب دربار میں داخل ہوئے تو قیصر روم (ہرقل) نے ان لوگوں سے مخاطب ہوکر دریافت کیا تم لوگوں میں اس شخص کا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کوئی رشتہ دار ہے ابوسفیان نے جواب دیا ان کا اس وقت موجود لوگوں میں سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ قیصر نے ابوسفیان کو اپنے قریب بلایا اور باقی لوگوں کو حکم دیا کہ تم اس شخص کے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ میں اس سے چند سوال کروں گا اگر یہ جواب میں جھوٹ بولے تو تم لوگ مجھے اشارہ سے بتا دینا۔

ابوسفیان (بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی فتح مکہ کے وقت اسلام لائے 34ھ میں وفات پائی) کہتے ہیں اس موقع پر میں نے سوچا تھا کہ گفتگو کے دوران جھوٹ بولوں گا مگر مجھے اندیشہ تھا کہ سننے والے لوگ میری تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ میں جھوٹ بولتا ہوں اس لیے جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہوئی اور یہ بات حق کے بھی خلاف تھی۔ اسکے بعد قیصر روم نے گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے کہا۔

قیصر اور ابوسفیان کا مکالمہ

قیصر: جس شخص (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے اس کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: نہایت شریف! وہ بڑے عالی نسب والے ہیں۔ ان سے بڑھ کر کسی کا نسب نہیں ہے
(صحیح بخاری وفتح الباری جلد 8 صفحہ 162)

قیصر: پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندان سے ہوتے ہیں، تا کہ ان کی اطاعت سے کسی کو عار نہ ہو۔

قیصر: کیا اس کے خاندان میں کسی اور نے بھی کبھی نبوت کا دعوٰی کیا ہے؟ یا اس میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان: کبھی نہیں۔

قیصر: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ اس کو بادشاہت کی ہوس ہے۔ اور باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جن لوگوں نے اس کا مذہب قبول کیا ہے وہ کمزور ہیں یا صاحب اثر؟

ابوسفیان: کمزور لوگ ہیں! غرباء ومساکین ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔

قیصر: پیغمبروں کے ابتدائی پیرو ہمیشہ غریب لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ اچھا اس کے پیرو بڑھتے جار ہے

ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟

ابوسفیان: اس کے پیروؤں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

قیصر: ایمان کی کشش کا یہی عالم ہے، اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ کیا کچھ لوگ اس کے دین سے بےزار اور متنفر ہوکر مرتد یعنی اس کو چھوڑ بھی بیٹھے ہیں؟

ابوسفیان: اب تک تو کسی نے ایسا نہیں کیا۔

قیصر: ایمان کی خوبی یہی ہے کہ وہ جبر واکراہ سے نہیں بلکہ اپنی صداقت کے ساتھ دلنشین ہوتا ہے۔ ایمان کی لذت کی یہی تاثیر ہے کہ جب وہ دل میں بیٹھ جاتی ہے اور روح پر اپنا اثر کر لیتی ہے تو پھر جدا نہیں ہوتی۔ اس کے دعوئ نبوت سے قبل تم اسے سچا سمجھتے تھے یا کبھی اس کے جھوٹ کا بھی تمہیں تجربہ ہوا ہے۔

ابوسفیان: نہیں اس نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔

قیصر: جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہ بولے وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے۔ پیغمبر نہ کبھی جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں۔

قیصر: کیا کبھی وہ عہد و پیمان کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے؟

ابوسفیان: ابھی تک تو کبھی ایسا نہیں ہوا، لیکن اب جو معاہدہ صلح ہوا ہے اس میں دیکھنا ہے کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہتا ہے یا نہیں۔ (ابوسفیان کہتے ہیں نقص اور عیب کے لیے اس کلمہ کے علاوہ اور کوئی کلمہ کہنا میرے لیے ممکن نہ ہوسکا بس یہی ایک جملہ استعمال کیا جس میں تردّد اور اندیشہ عذر کا اظہار کیا تھا۔ خدا کی قسم قیصر نے میری اس بات کی طرف ذرہ برابر بھی التفات نہ کیا)

قیصر: پیغمبر عہد شکن نہیں ہوتے! کبھی اس کے ساتھ تمہاری جنگ ہوئی ہے؟

ابوسفیان: جی ہاں! کئی مرتبہ ہو چکی ہے۔

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ غالب آئے اور کبھی ہم۔

قیصر: خدا کے پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر کار کامیاب وہی ہوتے ہیں۔ وہ تعلیم کیا دیتا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ پاک دامنی اختیار کرو، سچ

بولو، لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، باپ دادا کے مشرکانہ طریقے کو چھوڑ دو، نماز پڑھو

قیصر: ''نبی موعود کی یہی علامتیں ہمیں بتلائی گئی ہی، مجھے یقین تھا کہ عنقریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے، مگر میرا یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں ہوگا۔

اگر تم نے جھوٹ نہیں بولا تو ایک روز وہ اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں ضرور مالک ہوجائے گا۔ اے کاش میں ان کی خدمت میں پہنچ کر ان کے پاؤں دھوتا۔''

اس گفتگو کے بعد حکم دیا کہ نامہ مبارک پڑھا جائے، فرمان رسالت میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد بن عبداللہ و رسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام، اسلم تسلم واسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم الاریسین و اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الانعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون.

(مہر: اللہ رسول محمد)

ترجمہ:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد بن عبداللہ کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ ہرقل عظیم (قیصر) روم کے نام''

اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی بعد ازاں! میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجیے! اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔ اے اہل کتاب! اختلاف و نزع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں طور پر مسلم ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں! اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال اللہ کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔''

(مہر: اللہ رسول محمد)

صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 4، 5

قیصر روم کے نام

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اہل دربار اس سے سخت مشتعل تھے فرمان رسالت کے پڑھے جانے پر اور بھی برہم ہو گئے۔ قیصر نے یہ رنگ دیکھ کر حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ''اگر مجھے اپنے لوگوں سے اپنی جان کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور تمہارے نبی کا اتباع کرتا وہ بلاشبہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔''

ہر چند قیصر کے دل میں نور اسلام جلوہ فگن ہو چکا تھا مگر تخت وتاج کی محبت میں روشنی بجھ کر رہ گئی۔

حضور سید المرسلین ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیصر کے پاس روانہ فرمایا تو ساتھ ہی روم کے پاپائے اعظم ضغاطر کے نام بھی ایک مکتوب ہدایت ارسال فرمایا، اس میں تحریر تھا۔

صحیح بخاری جلد اول صفحہ 5 مطبوعہ اصح المطابع دہلی تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 88

صحیح بخاری میں ابوسفیان کی ایک طویل روایت منقول ہے۔ جس میں ابن ناطور حاکم بیت المقدس کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ قیصر جب بیت المقدس آیا تو ایک روز صبح کو گھبرایا ہوا اُٹھا۔ ایک شخص نے پریشانی کا سبب پوچھا تو قیصر نے کہا" آج رات میں نے ستاروں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مختون قوم کا بادشاہ تمام ممالک پر غالب آنے والا ہے"۔ اس کے بعد اپنے ایک درباری کو جو علم نجوم کا ماہر تھا خط میں یہ کیفیت لکھ کر بھیجی، اس نے قیصر کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ایک نبی کی بعثت ہو چکی ہے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً نبی ہیں۔

(صحیح بخاری جلد اول صفحہ 5 مطبوعہ اصح المطابع دہلی وتاریخ طبری جلد 3 مکتوب نبوی بنام قیصر روم)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب اقدس کا سننا تھا کہ دربار میں ایک شور برپا ہو گیا ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس وقت قیصر روم ہرقل نے ہم لوگوں کو دربار سے باہر چلے جانے کا حکم دیا۔ باہر آ کر میں نے کہا تعجب ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اسی روز سے مجھے یقین کامل ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا پھر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی۔

از: بخاری شریف، فتح الباری تفسیر سورۃ آل عمران

از: حافظ عسقلانی جلد 8 صفحہ 168)

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان (65ھ تا 86ھ) کے زمانہ میں ابن الناطور انصاری کے بڑے عالم نے مجھے بیان کیا کہ میں قیصر کے دربار میں موجود تھا۔ قیصر نے ابوسفیان کے ساتھ گفتگو کے بعد اپنے دربار کو برخاست ہونے سے پہلے رومۃ کے ایک بہت بڑے عالم ضغاطر رومی جو کہ آسمانی کتابوں کا ماہر تھا خط لکھوایا اور خود حمص کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ ابھی حمص میں ہی تھا کہ اس رومی عالم کا جواب آیا کہ جس نبی کا شدت سے انتظار تھا یہ وہی نبی محترم ہیں یہ وہی ہیں جنکی آمد کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے میں ان کی تصدیق کرتا ہوں میں ان کا اتباع کروں گا اور ان کے نبی ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ اے بادشاہ تم ضرور اس نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرو اور ان کی اتباع قبول کرو۔

از: فتح الباری جلد 1 صفحہ 38 ماخوذ از بخاری شریف

خطاب ہرقل

قیصر روم (ہرقل) نے عظیم الشان دربار منعقد کیا اور تمام اکابرین وزراء اور بطارقہ روم کو جمع کیا تمام دروازے بند کر دینے کا حکم دیا پھر بادشاہ خود ایک جھروکے میں بیٹھ گیا اور تمام درباریوں کو مخاطب کر کے کہا:

''اے گروہ روم تحقیق میں نے تم کو ایک عظیم الشان خبر کے لیے آج یہاں اکٹھا کیا ہے۔ وہ خبر خیر یہ ہے کہ میرے پاس اس ہستی کا ایک خط آیا ہے جس میں اس ہستی نے مجھے اپنے دین کی طرف دعوت دی ہے اور البتہ تحقیق خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر ہیں اور جن کو اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ پس آؤ دوڑو تا کہ ہم سب مل کر ان کا اتباع اور تصدیق کریں تا کہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔''

قیصر روم کا یہ خطاب سن کر تمام اہل دربار چلاتے ہوئے اپنی اپنی نشستوں سے اٹھ کر باہر جانے لگے مگر دربار کے سارے دروازے کیونکہ بند تھے اس لیے دربار میں ہی مقید رہے قیصر نے یہ دیکھ کر حکم دیا کہ ان سب کو واپس اپنی اپنی نشستوں پر بٹھایا جائے جب سب لوگ بیٹھ گئے تو قیصر نے کہا میں تو تم لوگوں کو آزمانا چاہتا تھا تمہاری دینی لگن اور مضبوطی مذہب دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ یہ سن کر سب بہت خوش ہوئے اور قیصر کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔

دربار برخاست ہونے کے بعد قیصر نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں بلایا اور کہا۔

خدا کی قسم میں بڑی اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپ کے دوست (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مرسل ہیں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ روم کے لوگ مجھے اس بات پر قتل کر دیں گے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤں اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ان کا اتباع کرتا۔تم ضغاطر روم کے اسقف اعظم کے پاس جاؤ وہ مجھ سے بھی بہت بڑا عالم وفاضل ہے اس کو جا کر اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حال سناؤ''

خطاب ضغاطر

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور سارا حال اسکو سنایا۔ضغاطر نے یہ سن کر کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی مرسل ہیں جنکی شان ہم آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں یہ کہہ کر اسقف اعظم اپنے حجرہ میں چلا گیا اپنے سیاہ کپڑے جو اس نے زیب تن کیے ہوئے تھے اتار دیئے اور سپید لباس پہن کر عصا ہاتھ میں لیے کلیسا میں آیا اور سب لوگوں کو خطاب کیا۔

(5) پاپائے روم کے نام مکتوب ہدایت

ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیصر کے پاس روانہ فرمایا تھا تو ساتھ ہی روم کے پاپائے اعظم ضُغاطِر کے نام بھی ایک مکتوبِ ہدایت ارسال فرمایا تھا۔اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سلام اس پر جو خدا پر ایمان لایا، میں اس عقیدے پر ہوں کہ (حضرت) عیسیٰ بن مریم، اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں! خدا نے ان کو پاک دامن مریم پر القا کیا۔

میں خدا پر اور اس کی ان تمام کتابوں پر اور اسکے احکام پر ایمان رکھتا ہوں، جو مجھ پر نازل ہوئیں اور جو (حضرت) ابراہیم واسماعیل واسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئیں اور اسی طرح ان پر بھی میرا ایمان ہے جو (حضرت) موسیٰ وعیسیٰ اور دیگر انبیاء کو ان کے رب کی جانب سے دی گئی ہیں! ہم ایمان واعتقاد میں کسی ایک نبی کے تسلیم کرنے میں بھی باہمی فرق نہیں کرتے، ہم مسلمان (یعنی تسلیم کرنے والے) ہیں۔سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے''

پاپائے رُوم کی تصدیق اِسلام

پاپائے اعظم نے فرمانِ رسالت کو دیکھ کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کی تصدیق کی اور کہا کہ ” بے شک یہ نبی برحق ہیں۔“

بعدازاں گرجا میں جا کر ایک مجمع سے خطاب کیا کہ:۔

”اے لوگو! میرے پاس عرب کے پیغمبر احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط آیا ہے۔ انہوں نے ہمیں خدائے واحد کے دینِ حق کی دعوت دی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

پاپائے اعظم کے اس اعلانِ حق وصداقت کو سن کر رومی سخت مشتعل ہو گئے اور اپنے اس پیشوا کو اتنا زدوکوب کیا کہ وہ جان بحق ہو گیا۔

حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آ کر جب بارگاہِ رسالت میں یہ دونوں واقعے بیان کئے تو زبانِ وحی ترجمان سے ارشاد فرمایا گیا کہ:

”کسریٰ راہیِ عدم ہوا، اس کے بعد اب کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اسکے بعد قیصر نہ ہوگا! (یعنی خسرو پرویز شہنشاہ ایران اور ہرقل قیصر روم کے بعد دونوں سلطنتوں کے اقتدار کا زوال ہو جائے گا، اور روم و ایران کے تخت پر پھر کسی کو ایسا اقتدار نصیب نہ ہوگا) قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم دونوں سلطنتوں کے خزانے اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔“

چنانچہ چند ہی سالوں کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں دنیا نے دیکھا کہ یہ دونوں عظیم الشان سلطنتیں شمعِ رسالت کے پروانوں کے قدموں کے نیچے تھیں۔

قیصر کی آخری نصیحت

تاریخ طبری میں ہے کہ قیصر جب شام سے قسطنطنیہ واپس ہونے لگا تو اس نے ایک مرتبہ پھر اہل دربار کو سمجھایا کہ:

”تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر ہماری مقدّس کتابوں میں موجود

ہے اوران کی جوصفات بیان کی گئی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی مَوعُود جن کا ہمیں انتظار تھا وہ یہی ہیں! اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم ان کی پیروی اختیار کرلیں تا کہ ہماری دنیا اور آخرت محفوظ ہو جائے۔‘‘

اہلِ دربار بولے’’اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ ہم عربوں کے ماتحت ہو جائیں، حالانکہ دنیا میں ہماری سلطنت سب سے بڑی ہے اور ہم سب سے بڑی قوم ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم عربوں کے مقابلے میں یہ ذلت گوارہ کر لیں۔

قیصر نے کہا’’اگر تم اس کے لئے تیار نہیں ہوتو تمہیں عنقریب عربوں کے مقابلے میں مغلوب ہونا پڑے گا۔‘‘

یہ کہہ کر ناراضی کے ساتھ دربار سے اٹھ کھڑا ہوا اور قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہو گیا، چلتے ہوئے قیصر نے سر زمین شام پر ایک پُر حسرت نظر ڈالی اور بولا’’اے سوریہ! میں اب ہمیشہ کے لئے تجھ سے رخصت ہوتا ہوں‘‘۔

اور تاریخ گواہ ہے کہ قیصر کو پھر شام میں آنا نصیب نہیں ہوا۔

اسقف اعظم کا یہ خطاب سنتے ہی وہاں پر موجود تمام لوگ سخت مشتعل ہو کر اس پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ اسقف اعظم کو مار کر ہی الگ ہوئے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس قیصر روم (ہرقل) کے پاس تشریف لائے اور سارا حال اسکو سنایا۔ قیصر نے یہ سن کر کہا مجھے بھی یہی خوف ہے کہ اگر میں نے رسول برحق پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا تو لوگ میرے ساتھ بھی یہی حال کریں گے۔

از: تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 268
فتح الباری جلد 1 صفحہ 40
البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 266, 268

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہرقل شاہ روم نے مجھے اپنے محل میں طلب کیا میں جب وہاں پہنچا تو ہرقل اکیلا اپنے کمرہ میں موجود تھا۔ وہ کمرہ نہایت ہی وسیع وعریض تھا جس میں تقریباً تین سو تیرہ تصاویر و تماثیل تھیں۔ ہرقل نے مجھے بتایا کہ یہ سب تماثیل انبیاء علیہم السلام کی ہیں ان کو دیکھ کر بتاؤ کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کونسی تصویر ہے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے قیصر سے کہا یہ مبارک تصویر ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اس تصویر میں یوں معلوم ہو رہا ہے کہ سرکار مجھے دیکھ رہے ہیں۔ قیصر نے کہا تم نے درست جواب دیا۔ پھر پوچھا تصویر کے دائیں طرف کس کی تمثیل ہے میں نے جواب دیا یہ سیدنا حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو کہ ہماری قوم میں سے ایک عظیم المرتبت فرد ہیں۔ پھر ہرقل نے پوچھا یہ بائیں کون ہیں؟ میں نے جواب دیا یہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ ہرقل نے کہا ہم اپنی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں کہ نبی آخری الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان دو ساتھیوں کی مدد سے دین اسلام کی ترقی کے لیے بہت کام کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان ساتھیوں کی وجہ سے دین اسلام کو مکمل کریگا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ واپس پہنچا تو سارا قصہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیان کیا۔ سارا قصہ سن کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرقل نے بالکل درست کہا ہے۔ اللہ کریم میرے ان دونوں یاران جاں نثار حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی بدولت دین اسلام کو مکمل فرمائے گا۔ انہی کے بدولت فتوحات اسلام کا سلسلہ بہت وسعت پذیر ہوگا۔ تاریخ اسلام و تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درافشان سے نکلی ہوئی بات حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کتب میں مختلف بیان کی گئی ہیں البتہ اس بات پر اجماع ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت (41ہجری تا 59ہجری) میں بقید حیات تھے۔

از: الوفا با حوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 1 صفحہ 710

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہرقل کے درمیان گفتگو

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ملتی ہے کہ ہشام بن العاص، نعیم بن عبد اللہ اور ایک تیسرا آدمی جس کا نام راوی کہتا ہے میرے ذہن سے نکل گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں قیصر روم کی طرف بھیجے گئے جب یہ لوگ جبلہ بن ایہم کے پاس غواط (دمشق) میں پہنچے تو دیکھا کہ اس نے سیاہ رنگ کے کپڑے پہن رکھے ہیں اور اسکے اردگرد جتنی چیزیں پڑی ہیں سب کی سب سیاہ ہیں۔ اس نے ہمیں دیکھ کر بتایا کہ میں نے یہ سیاہ رنگ کا لباس نذر کے طور پر پہن رکھا ہے کہ جب تک تم مسلمانوں کو اپنے شہر سے باہر نہیں نکال دوں گا یہ لباس نہیں اتاروں گا۔ ہم نے یہ سن کر اسے کہا حوصلہ اور صبر سے کام لو اپنے اہل دربار کو بتا دو کہ ہم (مسلمان) شام کا سارا علاقہ تجھ اور تیرے ملک اعظم سے چھین کر رہیں گے کیونکہ ہمارے نبی آقائے نامدار محمد رسول اللہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ پیشگوئی فرما دی ہے اور ہم اس خبر پر اتنا ہی یقین رکھتے ہیں کہ جتنا اس وقت تمہیں اپنے

سامنے پا کر رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہ خبر حق ثابت ہوگی اور ملک شام کا سارا علاقہ مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے ہوگا۔

جبلہ بن ایہم نے دریافت کیا کہ کیا تم ہی گندم گوں (گندمی) رنگت والے کالے لوگ ہو۔ رومی کیونکہ سفید رنگ تھے اس لیے وہ اہل عرب کو کالا کہا کرتے تھے ہم نے جواب دیا کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا نہیں تم لوگ ملک شام کے فاتحین نہیں ہو سکتے۔ ہم نے پوچھا تمہیں اس بات کا کیسے علم ہے وہ بولا شام کے ملک کو وہ لوگ فتح کریں گے جو دن کو روزے رکھتے ہوں گے اور رات کو قیام میں بس کریں گے۔ یہ سن کر ہم نے جبلہ بن ایہم کو کہا خدا کی قسم وہ ہم لوگ ہی ہیں جو دن کو روزے رکھتے ہیں اور رات کو قیام میں بسر کرتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا تم لوگوں کی نماز کیسی ہے ہم نے اسے اپنی کیفیت نماز بتائی جس کو سن کر جبلہ کی رنگت ہی اڑ گئی سارے جسم کا رنگ سیاہی جیسا ہو گیا یہاں تک کہ اس کا چہرہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کا نچلا حصہ ہو۔

جبلہ بن ایہم نے ہمیں کہا اٹھو میں تمہیں اپنے بادشاہ کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہوں پھر اس کے ایک ایلچی نے ہمیں آ کر کہا اگر آپ لوگ خچروں پر سواری کرنا پسند کریں تو وہ حاضر خدمت کر دیئے جائیں گے اور اگر آپ ترکی گھوڑوں پر سوار ہونا پسند کریں تو وہ حاضر ہیں ہم نے کہا نہیں نہ تو ہمیں خچر درکار ہیں اور نہ ہی ہم ترکی گھوڑوں پر سواری کرنا پسند کرتے ہیں ہم جس حال میں ہیں یعنی ہم اپنی اونٹنیوں پر سوار تھے سر پر عمامے باندھ رکھے تھے اور تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف جائیں گے چنانچہ وہ ایلچی واپس چلا گیا اور یوں ہم لوگ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر شاہی دربار کی طرف چل پڑے جب دربار کے دروازے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہرقل بالا خانہ (جھروکہ) میں موجود ہے اس نے جب ہماری طرف دیکھا تو ہم سب نے مل کر بآواز بلند پڑھا۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه"

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کا پڑھنا تھا کہ قیصر کا بالا خانہ یوں لرزنے لگا جیسے کھجور کا خوشہ ہوا کے تھپیڑوں میں لرزتا ہے اس طرح کیوں ہوا حقیقت حال صرف اللہ کی ذات کو ہی معلوم ہے جبکہ اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا۔

ہرقل نے یہ حالت دیکھ کر اپنا آدمی ہماری طرف بھیجا اور کہا کہ یہ بات تم لوگوں کے لیے مناسب نہیں کہ اپنا دین ہم پر یوں ظاہر کرو پھر ہمیں دربار میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ بادشاہ

چھت پر بچھونے کے اوپر بیٹھا ہے اس نے سرخ لباس پہن رکھا ہے اس کمرے میں جتنی چیزیں پڑی ہیں سب کا رنگ سرخ ہے بادشاہ نے خود بھی سرخ لباس پہن رکھا ہے۔اس نے اپنے مترجم کے ذریعے ہم سے کلام کرنا چاہا جس پر ہم نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم اسکے ساتھ کلام نہیں کریں گے کیونکہ ہمیں تو بادشاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔اگر بادشاہ خود ہم سے بات کرے تو ٹھیک ورنہ ہم واپس چلے جاتے ہیں۔اس پر بادشاہ نے ہمیں براہ راست گفتگو کی اجازت دے دی۔

جب ہم اسکے قریب پہنچے تو وہ ہنسا اور بذات خود نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی زبان میں گفتگو کا آغاز کیا جواب میں ہم نے کہا لَااِلٰـہَ اِلَّا اللہ ۔یہ کہنا تھا کہ بالا خانہ پھر لرزنے لگا۔قیصر نے کہا یہ کلمہ جب تم لوگ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے علاقہ میں بھی کہتے ہو تو ان کے گھروں کی چھتیں بھی لرزنے لگتی ہیں ہم نے جواب دیا بخدا یہ صورت تو پہلی دفعہ ہی دیکھنے میں آئی ہے۔قیصر نے کہا کتنا سچ کلمہ ہے پھر اس نے پوچھا یہ بتائیں کہ جب تم لوگ شہروں کو فتح کرتے ہو تو کیا کہتے ہو؟

موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہم لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ وَاللہُ اَکْبَر کہتے ہیں۔

ہرقل: تم لَااِلٰـہَ اِلَّا اللہ کہتے ہو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور کہتے ہو اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ: ہاں ہم اسی توحید کے قائل ہیں کہ اللہ ہر شے سے بالاتر ہے اور یہی ہمارا عقیدہ و اعتقاد ہے۔

ہرقل: تمہیں ایسا تحیہ مجھے دینے میں کیا امر مانع ہے جیسا تحیہ وسلام تم اپنے نبی کو پیش کرتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ: جو تحیہ ہم اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں وہ تحیہ تیرے لیے کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے اور جو تحیہ تمہارے ہاں رائج ہے وہ ہماری شریعت و مذہب میں حلال نہیں ہے۔

ہرقل: تم لوگوں کا باہمی تحیہ وسلام کیا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ: ہمارا تحیہ وسلام اہل جنّت والا ہے۔

ہرقل: کیا وہی تحیہ وسلام تم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہو؟

موسیٰ بن عقبہ: ہاں

ہرقل: تمہارا وارث کون بنتا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ: جو مرنے والے کا نسب میں سب سے قریب ہوتا ہے۔
ہرقل: کیا تمارے بادشاہ میں بھی نسب کا یہی طریقہ وراثت ہے؟
موسیٰ بن عقبہ: ہاں کیونکہ احکام شریعت میں شاہ اور گدا سب برابر ہیں۔

ان سوالات کے جوابات کے بعد ہرقل نے ہمارے لیے خوب شاندار طریقے سے مہمان نوازی کا بہترین بندوبست کرنے کا حکم دیا۔ تین دن تک ہم اسکے مہمان رہے۔ تیسرے دن رات کے وقت ہرقل نے ہمیں اپنے کمرے میں طلب کیا جب ہم اس کے کمرے میں پہنچے تو وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اسکے قریب ایک بہت بڑا سنہری صندوق پڑا ہوا تھا۔ صندوق بہت ہی بڑا تھا جسکے سامنے کی طرف چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ایک دروازہ کھولا اور خانے میں سے ایک سیاہ کپڑا نکالا جس پر سفید رنگ سے ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ وہ ایک دراز قد انسان کی تصویر تھی جسکے جسم پر بہت زیادہ بال تھے ہرقل نے ہم سے پوچھا کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ یہ کس کی تصویر ہے میں نے کہا نہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ ہرقل نے وہ تصویر اسی خانے میں رکھ کر دوسرے خانے سے ایک اور سیاہ رنگ کا کپڑے کا ٹکڑا نکالا۔ اس سیاہ ریشمی ٹکڑے پر سفید رنگ سے ایک تصویر بنی ہوئی تھی یہ ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جس کا سر عظیم تھا گھنگریالے بال تھے جس طرح قبطیوں کے ہوتے ہیں کمر سے نچلا حصہ بہت بھاری تھا اور آنکھیں سرخ دھاری دار تھیں۔ ہرقل نے پھر دریافت کیا تم لوگ اس شخص کو جانتے ہو ہماری لاعلمی ظاہر کرنے پر وہ بولا یہ حضرت نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے یہ تصویر بھی خانے میں رکھ کر ایک اور خانہ کھولا وہاں سے بھی سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکالا جس پر سفید رنگ سے ایک شخص کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ ہم نے دیکھتے ہی اس عظیم ہستی کو پہچان لیا اور بہ یک زبان کہا بے شک یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر ہے۔ ہرقل یہ سن کر بولا خدا کی قسم بے شک یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا بہر حال وہ یہ کہہ کر اٹھا اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا لو تم لوگوں کو تمہارے ایمان و دین کا واسطہ سچ سچ بتائیں یہی تمہارے نبی ہیں۔ ہم سب نے کہا ہمیں ہمارے دین وایمان کی قسم یہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور گویا کہ ہم ان کو حالت حیات میں دیکھ رہے ہیں۔

ہرقل نے کہا جس خانے سے میں نے یہ تصویر نکالی ہے یہ تو آخری خانہ تھا لیکن میں صبر نہ کر سکا اور میں نے بے شمار تصاویر چھوڑ کر یہ تصویر اس لیے جلدی سے نکال لی کہ مجھ سے صبر ہونا ممکن نہ تھا۔

پھر اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر مبارک واپس خانے میں رکھتے ہوئے دوسرے

خانوں میں سے ایک خانہ کھولا اور سیاہ ریشمی کپڑا باہر نکالا جس پر سفید رنگ سے ایک تصویر بنی ہوئی تھی اس تصویر میں نظر آنیوالی شخصیت کے دو ہونٹ ذرا سکڑے ہوئے تھے آنکھیں گہری تھیں دانت ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے۔ درمیان میں ذرا بھی خلا نہ تھا۔ داڑھی شریف نہایت گھنی اور تیوڑی چڑھی ہوئی تھی۔ کہنے لگا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اسی تصویر کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی جوان کے مشابہ تھی البتہ سر کی گولائی اور آنکھیں ساخت کے اعتبار سے مختلف تھیں۔ ہرقل نے کہا یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اس نے ایک اور خانہ کھولا جس میں سے سیاہ ریشمی کپڑا نکلا جس پر سفید یا سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ وہ ایک بوڑھی عورت کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ ہرقل نے ہم سے پوچھا ان کو جانتے ہیں ہم نے کہا نہیں۔ کہنے لگا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس تصویر کو اسکی جگہ پر رکھ کر ایک اور خانہ کھولا اور سابقہ طریقے سے ایسا ہی ٹکڑا نکلا جس پر تصویر بنی ہوئی تھی ہم نے غور سے دیکھا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے جسکی دونوں پچھلی ٹانگیں بہت لمبی ہیں اور پیٹھ چھوٹی ہے گویا کہ وہ سارے کا سارا پروبال ہے اور ہوا نے اسکو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ ہم سے دریافت کیا جانتے ہو یہ کون ہے؟ سب نے جواب نفی میں دیا۔ ہرقل نے خود جواب دیا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اسکے بعد ایک اور خانے سے تصویر نکالی ایک نوجوان شخص کی تصویر تھی جس کے رنگ میں زردی نمایاں تھی جبین کشادہ اور داڑھی نہایت خوبصورت تھی۔ ہرقل کہنے لگا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی تصویر ہے۔ اس کے بعد صندوق کو ہٹا دیا ہم سب نے کہا جو شکل مبارکہ ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی اسکو تو ہم نے فوراً پہچان لیا کہ ہم نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مبارکہ کے بے شمار دفعہ شرف حاصل کیا ہے جبکہ دوسری صورتیں ہم نے پہلے پہلے کبھی نہیں دیکھیں اس لیے ان کے متعلق ہم کیسے یقین کریں کہ وہ تصاویر واقعی انہی انبیاء علیہم السلام کی تھیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔

ہماری یہ بات سن کر ہرقل نے جواب دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ مجھے اپنی اولاد میں پیدا ہونے والے ہر نبی کی صورت شریفہ دکھائی جائے بس اللہ تعالیٰ نے جنت کے سیاہ ریشمی ٹکڑوں پر ان تصاویر کو رقم فرما کر حضرت آدم علیہ السلام کے حوالے فرما دیا۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے خزانے میں ان تصاویر کو غروب شمس کے مقام سے حاصل کیا۔ پھر حضرت دانیال علیہ السلام نے ان صورتوں کے نقوش کو اجاگر کیا اس لیے یہ وہی تصاویر ہیں جن کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ تم لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ اگر میرا دل ملک سے باہر جانے پر خوشی سے راضی ہوتا تو میں ضرور جاتا اور اس نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت میں داخل ہوتا مگر میں اس بات سے ناامید نہیں ہوں کہ ایک دن ضرور میرا دل اس

بات پر خوشی سے راضی ہو جائے گا کہ میں اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنوں۔ اس کے بعد ہم لوگوں کو نہایت ہی قیمتی انعامات سے نواز کر رخصت کیا۔

از: الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از امام عبدالرحمٰن ابن جوزی جلد 1 صفحہ 758

ہرقل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ مبارک کو نہایت ہی ادب واحترام عزت وتکریم کے ساتھ چوم کر سونے کے قلمدان میں محفوظ رکھا۔ امیر سیف الدین منوری فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ شاہ منوّر نے کچھ احکامات وہدایات دے کر شاہ مغرب کے پاس بھیجا۔ شاہ مغرب نے ایک سفارش کی غرض سے مجھ کو شاہ فرنخ کے پاس روانہ کیا جو قیصر روم ہرقل کی اولاد میں سے تھا۔ جب میں نے شاہ فرنخ کے پاس سے واپسی کا ارادہ کیا تو مجھے ٹھہرنے کے لیے شاہ نے نے بہت اصرار کیا مگر میں نے واپسی کی مجبوری بیان کی اس پر کہنے لگا اگر آپ کچھ روز اور میرے مہمان رہنا پسند کریں تو آپ کو ایسی چیز دکھاؤں گا کہ خوش ہو جاؤ گے میں نے رضا مندی ظاہر کی تو شاہ نے ایک صندوق منگوایا جس پر سونے کے پتر جڑے ہوئے تھے اس صندوق میں سے ایک سونے کا قلمدان نکال کر کھولا تو اندر سے ایک خط نکلا جو حریر میں لپٹا ہوا تھا۔ اس خط کے اکثر حروف اڑ چکے تھے۔ بادشاہ نے کہا یہ آپ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خط ہے جو انہوں نے ہمارے دادا قیصر روم ہرقل کے نام ارسال کیا تھا اور اب یہ خط ہماری وراثت میں ملتا ہے۔ ہمارے دادا نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک یہ والا نامہ ہمارے پاس محفوظ رہے گا اس وقت تک ہماری حکومت باقی رہے گی۔ لہٰذا اپنی حکومت کو قائم رکھنے کے غرض سے ہم اس خط مبارک کو بہت ہی حفاظت اور تعظیم وتکریم سے اپنے پاس دیگر نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے ہوئے محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

زرقانی جلد 3 صفحہ 342

پاپائے روم کے نام مکتوب اقدس

تاریخ میں اس مکتوب اقدس کی موجودگی کا ساتویں صدی ہجری تک اسپین میں پتہ چلتا ہے۔ چھٹی صدی ہجری کے مشہور مورخ ومحدث علامہ سہیلی نے اپنے زمانے میں اس کا اسپین میں موجود ہونا بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری کے شارح علامہ قسطلانی (المتوفی 852ھ = 1422ء) نے لکھا ہے کہ ملک منصور قلادوں صالحی (678ھ، 1279ء، 689ھ، 1290ء) نے 682ھ، 1283ء میں اسپین کے بادشاہ الفانسو کے پاس ایک سفارت بھیجی تھی۔ شاہ الفانسو نے ملک منصور کے سفیر سیف الدین قلیج کو یہ مکتوب نبوی دکھلایا تھا جو سونے کے ڈبے میں رکھا ہوا

تھا، شاہ اسپین نے سفیر مذکورہ کو بتلایا کہ یہ پیغمبر اسلام کا وہ خط ہے جو ہمارے دادا قیصر روم کے نام بھیجا گیا تھا۔ (قسطلانی جلداول صفحہ 67) قیصر روم کے نام اس نامہ مبارک کا ابھی حال میں انکشاف ہوا ہے، اخبارات کی اطلاع کے مطابق یہ نامہ مبارک کسی طرح اسپین سے مکہ مکرمہ پہنچ گیا، وہاں امیر عبداللہ کے ہاتھ لگ گیا، امیر عبداللہ شریف حسین شریف مکہ کے فرزند اور (مشرقی) اردن کے موجودہ بادشاہ عبداللہ کے پردادا تھے، امیر عبداللہ سے یہ مکتوب نبوی ان کی ایک ملکہ کے قبضے میں چلا گیا، ملکہ اب اسے ہدیہ کرنا چاہتی ہیں۔ ابوظہبی کے حکمران شیخ زید بن سلطان النہیان نے اس گراں قدر دستاویز کو حاصل کرنے کے لیے ملکہ کو دس لاکھ پونڈ (تقریباً نو کروڑ روپے) کی پیش کش کی ہے، اخبارات کے بیان کے مطابق کسی بھی نادر و نایاب مخطوطے کی یہ انتہائی قیمت ہے۔ شیخ زید اس مکتوب نبوی کو زیارت کے لیے ابوظہبی کے ثقافتی مرکز (میوزیم) میں رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ نامہ مبارک رق (کھال) پر لکھا ہوا ہے اور آٹھ سطروں پر مشتمل ہے، اس نامہ مبارک کے اصلی ہونے کی تحقیق کا کام شیخ زید بن سلطان کے ثقافتی امور کے مشیر ڈاکٹر ابراہیم نے انجام دیا ہے۔ موصوف مصر کے ایک ممتاز عالم ہیں اس کے علاوہ دوسرے اور بھی ذرائع سے اس کے اصلی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اب تک دستیاب ہونے والا یہ پانچواں نامہ مبارک ہے، چار مکتوبات نبوی اس سے پہلے دستیاب ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام ہے، دوسرا مصر میں رومی شہنشاہیت کے نائب السلطنت مقوقس کے نام ہے اور تیسرا بحرین کے ایرانی گورنر منذر کے نام ہے اور چوتھا مکتوب گرامی ایران کے شاہ خسرو پرویز کے نام ہے۔

(6) مکتوب اقدس خسرو پرویز کسریٰ شاہ فارس (ایران) کے نام

فارس بھی روم کی طرح قدیم ترین شہنشاہیت کا گہوارہ تھا۔ فارس یعنی (ایران) وسط ایشیا کا تاریخی اور مشہور ترین ملک ہے۔ اس ملک کی حدود سلطنت ایک طرف سندھ تک پھیلی ہوئی تھیں اور دوسری جانب عراق اور عرب کے اکثر علاقے یعنی یمن، بحرین اور عمان بھی فارس کے زیر اقتدار تھے۔ اس طرح شان و شوکت، رعب و دبدبہ اور طاقت میں یہ حکومت ساری دنیا سے بازی لے چکی تھی۔ روم اور فارس کی یہ حکومتیں صدیوں سے چلی آرہی تھیں اس طرح ہر وہ برائی، تمام وہ خرابیاں جو کسی حکومت و سلطنت کو تباہی کی طرف لے جاتی ہیں اس حکومت کا لازمی حصہ بن چکی تھیں۔

اس حکومت کے حکمرانوں، رؤساء و وزراء و دیگر تمام اعلیٰ طبقہ و عام لوگوں نے بھی دنیوی عیش و آرام، اور لالچ کو اپنی زندگیوں کا لازمی جزو بنالیا تھا۔ کسی شخص کے علم، اعلیٰ مقام ونسب، عزت وعظمت کا ذریعہ و مدار صرف سرمایہ بن کر رہ گیا تھا۔ انسانی خواہشات کی تکمیل اور جنسی لذت حاصل کرنا ان لوگوں کی زندگیوں کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔ داد عیش دینے کے لیے دنیا کے کونے کونے سے ایسے لوگوں کو خصوصی طور پر بلا کر اپنے احباب کو اپنے گرد جمع کرلیا گیا تھا جو عیش پسندی کے لیے نت نئے طریقے دریافت کرتے اور عیش وعشرت کے ایسے ایسے نئے طریقے ایجاد کرتے جو نہایت ہی عجیب وغریب ہوتے۔

حاکم و امراء سلطنت اور سرکاری حکام ہر وقت ایسی کوشش میں نظر آتے کہ کس طرح عیاشی کے سامان اور عیاشی کے نئے طریقے اپنا کر دوسروں سے بازی لی جاسکتی ہے، ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے یہ چیز نہایت ضروری ہو چکی تھی کہ ظاہری شان وشوکت دکھانے کے لیے کس طرح عالی شان اور آسمان سے باتیں کرتے ہوئے بلند وبالا محل تعمیر کیے جاسکتے ہیں جن کے گرد خوبصورت و بے نظیر باغ ہوں کھانے اور سجانے کے لیے سونے چاندی کے بہترین برتن ہوں۔ غرض ہر ایک دوسرے پر ظاہری سبقت دنیوی شان وشوکت حاصل کرنے کے لیے ہر اس ذریعے کا بے دریغ استعمال کرنے میں ضرب المثل کی حد تک پہنچ چکا تھا۔

عام لوگ پھر امراء حاکم اور سرکاری حکام تو اپنی اپنی طاقت کے مطابق ظاہری شان وشوکت حاصل کرنے میں مصروف تھے ہی سب سے بڑھ کر خود شہنشاہ سلطنت خسرو پرویز نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے دریائے دجلہ کے پار مدائن سے 60 میل دور مقام "دست گرد" پر ایک نہایت ہی شاندار محل تعمیر کرایا اور تمام مفتوحہ ممالک سے خزانے لوٹ کر اس محل میں اکٹھے کر لیے۔ خسرو پرویز کے حکم سے ہر مفتوحہ ملک سے جس قدر ممکن ہوتا ہر نایاب و قیمتی چیزیں لوٹ کر اسکے محل کی زینت بنادی جاتی تھیں۔

تاریخ عالم اور خاص طور پر تاریخ ایران ان تفصیلات سے بھری پڑی ہے اکثر مورخین کی روایات کے مطابق خسرو پرویز کا یہ محل اس قدر وسیع وعریض تھا کہ اس کی چھتوں کو سہارا دینے کے لیے چار ہزار ستون تعمیر کیے گئے تھے۔ روشنی وخوبصورتی کے لیے ایک ہزار فانوس محل میں لٹکائے گئے تھے۔ اس محل کی بیرونی دنیا کو خوبصورت، دلفریب اور جاذب نظر بنانے کے لیے میلوں تک سرسبز پھل اور پھول سے بھرے باغات لگائے گئے تا کہ اطراف کا ماحول حسین ترین بن جائے۔ محل کے اندر خدمت اور عیاشی کو بام ثریا تک پہنچانے کے لئے ہر وقت تین ہزار خوبصورت اور نازک اندام لونڈیاں موجود رہتی تھیں۔ سونا چاندی اور دیگر قیمتی اشیا ذخیرہ کرنے کے لیے ایک سو خصوصی خفیہ تہہ خانے بنائے

گئے تھے۔ بیرونی ممالک کے سفیر ومہمان اس محل کی یہ شان وشوکت دیکھ کر حیران وپریشان ہوجاتے اور پھر واپس جا کر اس جگہ کے بارے میں حقیقت پرمبنی اور کچھ انسانی فطرت کے مطابق زیب داستان کے لیے اس قسم کے تعریفی کلمات وواقعات بیان کرتے کہ سننے والوں پر ملک فارس کا رعب اوران عجائبات کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا یوں ملک ایران کا رعب لوگوں کے دلوں میں جم جاتا تھا۔

مذکورہ بالا ترقیوں، عیش وعشرت اور ہرقسم کی سہولتوں کے ہوتے ہوئے بھی دیگر دنیا کے ممالک کی طرح اہل فارس کی اخلاقی حالت بہت ہی بری تھی۔ اہل فارس مجوسی مذہب پر عمل پیرا تھے جو آگ کی پرستش کرتے ان لوگوں کا ایمان تھا کہ دنیا دو خدا چلا رہے ہیں پھر اپنی زبان میں ان لوگوں نے ان دو خداؤں کا نام یزدان یعنی نیکی کا خدا اور اہرمن یعنی بدی کا خدا رکھا ہوا تھا۔ یہ عقل کے اندھے یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ یزدان واہرمن دو خدا ہی کارخانہ دنیا کو الگ الگ چلا رہے ہیں۔ ملک کے کونے کونے میں بڑے آتش کدے موجود تھے جہاں آگ کی پرستش کی جاتی تھی۔ ان کے نزدیک یہی دین حق تھا عقل وشعور کا سارا ذخیرہ اوہام پرستی خام خیالی اور ناقص علمی کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔ طاقتور کمزور پر اور ظالم مظلوم پر ہر وقت طرح طرح کے ظلم کرنا اپنا حق خیال کرتا شب وروز اس قدر جبر وستم کے عملی نمونے دیکھنے کو ملتے کہ جس پر انسانیت شرما شرما جاتی تھی۔ تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ طاقتور وظالم اہل فارس نئے نئے طریقوں سے اس قسم کے ظلم روا رکھتے کہ اگر ان کو احاطہ تحریر میں لایا جائے تو قلم لرز لرز جاتا ہے کہ انسانی عقل مفلوج ہوکر رہ جاتی ہے۔

شاہ ایران خسرو پرویز غرور وتکبر کی وجہ سے انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتا تھا۔ اس غرور وتکبر کی وجہ سے اسکی وہ عظیم سلطنت وحکمرانی تھی جس کی حدود جزیرۃ العرب کے مشرق میں بحرین وعمان تک پھیلی ہوئی تھی اور دوسری طرف اسکی حدود جنوب میں یمن تک پہنچ چکی تھی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاہ ایران کی طرف اپنا قاصد بنا کر روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کی شاخ بنو سہم سے تھے ان کا سلسلہ نسب کعب بن لوی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاصد کا منصب اس لیے سونپا گیا کیونکہ وہ اس سے پہلے بغرض تجارتی کئی بار فارس کا سفر کر چکے تھے اس علاقہ کا محل وقوع اچھی طرح جانتے تھے اور پھر اہل فارس کی زبان سمجھتے اور بول سکتے تھے۔ 628 عیسوی میں جس وقت حضرت ابن حذافہ (حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن

لوی قرشی سہمی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مصر میں وفات پائی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد حدیثیں مروی ہیں) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب اقدس (نامہ مبارک) لے کر فارس پہنچے تو اس وقت شاہ فارس خسرو پرویز نینوی میں مقیم قیصر روم کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ حضرت ابن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نینوی پہنچے اور خسرو پرویز سے بطور قاصد مدینہ ملنے کا وقت مانگا۔ پرویز نے ملاقات کا وقت دے دیا اور خود فارس کے معمول ودستور کے مطابق بڑی شان وشوکت اور کروفر کے ساتھ دربار آراستہ کیا خود بڑے جاہ وجلال کے ساتھ اپنے مزین تخت شاہی پر متمکن ہوا۔ شاہی نقیب کی آواز پر ایک شخص نہایت ہی سادہ مگر پروقار لباس زیب تن کئے ہوئے جس پر سفر کی گرد عجیب شان سے لباس کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھی نہایت ہی بے باکی اور بلاخوف دربار میں داخل ہوا۔ اہل دربار نے اس ہستی کو بڑی حیرت اور استعجاب کے ساتھ دیکھا کیونکہ ان لوگوں کی ساری عمریں آداب شاہی بجالانے میں گزر گئی تھیں مگر آج زندگی میں پہلی بار کسی ایسے شخص کو دربار فارس میں اسقدر بے باکی سے معمولی سا لباس زیب تن کئے داخل ہوتا دیکھ کر حیرت اور پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ جو شخص بھی ان کے دربار میں حاضری دیتا وہ بادشاہ کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ سجدہ نہ کرنے والا ایسا مجرم کہلاتا جس کا یہ جرم ناقابل معافی ہوتا مگر اس دفعہ نہ تو قاصد نے سجدہ ہی کیا بلکہ بڑی بے باکی سے دربار شاہی جسکی شان وشوکت بے مثال تھی میں داخل ہو کر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوب اقدس (نامہ مبارک) شاہِ فارس کے سامنے پیش کر دیا جس میں لکھا تھا کہ دوخداؤں کی بجائے ایک ہی اللہ کو خالق خیر وشر ماننا چاہیے۔ اگر آپ توحید خداوندی کو تسلیم کر لیں گے تو آپ کے اوپر امن وسلامتی کا دروازہ کھل جائے گا۔ ورنہ آپ اپنے ساتھ اپنی قوم کی گمراہی کے بھی ذمہ دار ہوں گے۔

خسرو پرویز نے ترجمان کو بلا کر پڑھنے کا حکم دیا۔ فرمان رسالت میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم من مُحَمَّد رسُول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس. سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ و اٰمن با للہ و رسُوله و شھد ان لا الٰه الا اللہ وحدهٗ لا شریک لهٗ و ان مُحَمَّدًا عبدهٗ و رسُولهٗ ادعوک بدعایة اللہ عز وجل فانی انا رسول اللہ الی النّاس کافة لا نذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین فاسلم تسلم فان ابیت. فانه اثم المجوس علیک.

رسول اللہ محمد

ترجمہ:۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم (شاہ) فارس کے نام
جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اس پر سلام ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو اکیلا اور لاشریک ہے کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اللہ نے مجھے تمام دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ ہر زندہ انسان کو اللہ کا خوف دلاؤں، اسلام قبول کر لیجیے اور محفوظ ہو جائیے، اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی (زرتشتی) کا گناہ بھی آپ کے ذمے ہوگا۔''

اللہ رسول محمد

تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 90، صحیح بخاری جلد 2، کتاب المغازی

کسریٰ نے مکتوب کے انداز کو اپنی شان سے فروتر سمجھا اور ابھی ختم بھی نہ ہوا تھا کہ وہ غضبناک ہو گیا مکتوب اقدس (نامہ مبارک) کو چاک کر کے پھینک دیا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ کسریٰ نے جب نامہ مبارک کی اہانت کر کے اُسے پھینک دیا ہو تو ابن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اٹھا لائے ہوں۔ ڈاکٹر المنجد روزنامہ الحیات کے صفحہ اوّل پر لکھتے ہیں کہ ''نومبر 1962ء کے اواخر میں ہنری فرعون نے میرے پاس کھال کا ایک ٹکڑا بھیجا کھال کی حفاظت کے لئے اس کے نیچے سبز کپڑا چسپاں کر دیا گیا تھا لیکن مرور زمانہ کی وجہ سے کپڑا بالکل گل چکا تھا گو یہ ایک فریم میں لگایا گیا تھا۔ جب میں نے اس خط کے الفاظ دقتِ نظر سے حل کرنے اور پڑھنے شروع کئے تو یہ عظیم انکشاف ہوا کہ یہ وہی خط ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہِ کسریٰ کے نام تحریر فرمایا تھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔''

چند تاریخی حقائق

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قاصد کسریٰ کے پاس بھیجا تھا
2. وہ قاصد عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔
3. ابن حذافہ نے رسول اکرم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہر شدہ مکتوب اقدس جب کسریٰ کو دیا تو اس پر بڑا شاق گزرا اور اس نے غضب ناک ہو کر ترجمان کو پورا پڑھنے بھی نہ دیا۔ اس مکتوب مقدسہ کو کسریٰ نے اپنے پاس محفوظ بھی نہ رکھا جس طرح دوسرے سلاطین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوبات اقدس کو محفوظ رکھ لیا تھا۔

4. مکتوب رسالت (علیہ السلام) کی عبارت معروف ومشہور تھی، جسے اسلامی مآخذ وکتب میں درج کیا گیا ہے۔ نیز کتب بلاغت میں بھی مصنفین نے مختلف موضوعات کے تحت اس کو بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ ہنری فرعون کے ارسال کردہ مکتوب کی خصوصیات کے بارے میں جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے، کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب اقدس (نامہ مبارک) ہے۔ اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1. یہ مکتوب اقدس ایک عمدہ قسم کے رق (کھال) پر ہے اس کا رنگ قدرے خاکی ہے اور اس کے کنارے سیاہی مائل ہیں۔ (قدیم زمانے میں توراۃ و انجیل وغیرہ جیسی کتابیں رق (RACKMENT) پر لکھی جاتی تھیں)۔
2. اس مکتوب کی شکل قریب قریب مستطیل ہے، اس کے کنارے ناہموار ہیں اور اس کا زیریں حصہ اوپر والے حصے سے کم ہے یعنی عرض میں نیچے اور اوپر کے حصے برابر نہیں ہیں، اس کا طول 28 سینٹی میٹر اور عرض 1/2 21 سینٹی میٹر ہے۔
3. اس مکتوب میں پندرہ سطریں ہیں اور ان سطروں کا طول مختلف ہے۔
4. مکتوب کی عبارت جہاں ختم ہوئی ہے وہیں نیچے ایک گول مہر کا نشان ہے۔
5. اس مکتوب پر ایسے آثار معلوم ہو رہے ہیں جیسے اوپر سے نیچے کی طرف پانی بہایا گیا ہو۔ اسی لیے بعض حروف تو مٹ گئے ہیں اور بعض حروف کی سیاہی ہلکی پڑ گئی ہے، اس کی مہر بھی بالکل مٹ چکی ہے، اس مہر کے وسط میں ایک (ر) باقی رہ گئی ہے۔ اور یہ غالباً "رسول" کی "ر" ہے جو باقی رہ گئی ہے، کیونکہ مہر رسالت اسی طرح کی تھی کہ نیچے محمد تھا پھر وسط میں رسول اور سب سے اوپر اللہ۔
6. یہ مکتوب داہنی طرف تیسری سطر کے شروع سے وسط سطر تک پھٹا ہوا ہے، پھر اس کے بعد عرض میں پھٹنا بند ہو گیا ہے اور طول میں چاک ہوتا ہوا دسویں سطر تک پہنچ گیا ہے۔
7. مکتوب کے اس پھٹن کی باریک کھال کے ٹکڑوں سے سلائی کر کے مرمت کی گئی ہے، مگر یہ ٹکڑے "رق" کی طرح عمدہ کھال کے نہیں ہیں بلکہ معمولی قسم کے ہیں اور یہ بھی صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان ٹکڑوں کی عمر اصل مکتوب سے کم ہے۔
8. مکتوب اقدس کا رسم خط بتا رہا ہے کہ یہ اپنے ابتدائی اور غیر ترقی یافتہ دور میں لکھا گیا ہے اسی لیے

اس میں نہ کوئی صنعت ہے اور نہ ترتیب، سطریں بھی سیدھی نہیں ہیں۔ نیز یہ بات اس کے دور کو متعین کرنے میں خاص طور پر معین و مددگار ہوتی ہے کہ اس کے بعض الفاظ جو سطر کے آخر میں آئے ہیں وہ اگر اس سطر میں پورے نہ آسکے تو اس کے بعض حروف اس کے بعد والی سطر کے شروع میں لکھ کر پورے کیے گئے ہیں، اس زمانے کے رسم خط کے مطابق اس مکتوب کی کتابت ہے۔ اس کی عبارت سطر بہ سطر یہاں درج کی جاتی ہے مکتوب 15 سطور پر مشتمل ہے۔

1. بسم اللّٰه الرحمٰن
2. الرحيم من محمد عبداللّٰه و
3. رسوله الىٰ كسرىٰ عظيم فا
4. رس سلام على من اتبع الهد
5. ى و امن با اللّٰه و رسوله و
6. شهد ان لا اله الا اللّٰه و
7. حده لا شريک له و ان محمد
8. عبده و رسوله ادعوک
9. بدعاية اللّٰه فانني انا رسو
10. ل اللّٰه الى الناس كافة
11. لا نذر من كان حيا و يحق
12. القول على الكافرين فا
13. سلم تسلم فان ابيت فا
14. نما عليک اثم المجو
15. س

(یہاں پر مہر ہے جس کی درمیانی سطر کے دائیں جانب "ر" موجود ہے)

ہنری فرعون کی اس دستاویز کا مقابلہ جب ہم ان قدیم اسلامی کتابوں سے کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مکتوب اقدس کی عبارت درج ہے تو ہم اس دستاویز کو ان کتابوں کی عبارت سے بالکل مطابق پاتے ہیں، صرف معمولی قسم کا اختلاف ہے جو یہ ہے:

1. دستاویز میں "من محمد عبداللہ و رسولہ" ہے اور کتابوں میں "من محمد رسول اللہ" آیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطوط ہرقل اور مقوقس کو بھیجے تھے ان کے ابتدائیہ کو دیکھتے ہیں تو وہ اس دستاویز ہی کی عبارت سے مطابق رکھتے ہیں، اس لیے دستاویز کے یہ الفاظ صحیح ہیں۔
2. اس دستاویز میں "بدعایة اللہ" ہے، اور کتابوں میں "بدعاء اللہ" وارد ہوا ہے، لیکن دستاویز کا لفظ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہی لفظ ابو نعیم اصفہانی نے بھی لکھا ہے، مزید برآں یہ بات بھی اس کی صحت کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطوط ہرقل اور مقوقس کو بھیجے تھے ان میں بھی دعایة، دعاء اور داعیہ تینوں معنی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہیں۔
3. دستاویز میں اور تمام اسلامی کتابوں میں "فان ابیت" ہے، صرف ابن کثیر نے "فان تولیت" میں لکھا ہے اس لیے اس بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں، کیوں کہ یہ دونوں تعبیریں ہم معنی ہیں۔
4. دستاویز میں فَاِنَّمَا عَلَيْكُمْ اِثْمُ الْمَجُوس ہے اور کتابوں میں فَاِنَّ اِثْمَ الْمَجُوْس علیک وارد ہوا ہے۔ دستاویز کی یہ عبارت جس میں ان پر "ما" داخل ہوا ہے اور "علیک" کو مقدم کیا گیا ہے۔ یہ قرآنی تعبیر کے مشابہ ہے اس طرح کے جملے اسی انداز سے قرآن میں آئے ہیں۔ مثلاً ارشاد ہے:
   فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النحل آیت 82)

قرآنی انداز بیان سے مشابہت کی وجہ سے دستاویز کی عبارت زیادہ قابل اطمینان ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے معنی میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ اختلاف الفاظ ان راویوں کی وجہ سے ہوا ہے جن سے کتابوں کے مصنفین و مولفین نے یہ عبارت لی ہے۔

اب اس دستاویز کے رسم خط کے بارے میں کچھ روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ واضح ہو کہ عربی رسم خط کی شناخت کا علم ایک عظیم علم ہے، اس علم کے ماہرین کی اتنی کمی ہے کہ ان کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے اس کے لیے بڑی عرق ریزی کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے رسم خط کے نمونے اور ان کو پڑھنے کا شعور درکار ہے۔ اور پھر انقلابات کے مختلف ادوار کے خطوط کو سامنے رکھ کر ان میں قریبی ربط پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور یہ چیز کوئی آسان کام نہیں

ہے اور نمونوں کی فراہمی جو قدیم زمانے کے رسم خط سے تعلق رکھتے ہوں کوئی سہل الحصول امر نہیں ہے، اس ترقی یافتہ دور میں عربی رسم خط کا علم ایک عظیم وجدید علم کی حیثیت رکھتا ہے۔

معلومات ومطالعات کی روشنی میں میں اس دستاویز مقدسہ کے رسم خط کی عمر کا تعین کر کے اپنے مطالعے کے نتائج پیش کر رہا ہوں۔

1. یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسلام سے قبل اور ظہور اسلام کے بعد عربی، حجازی رسم خط نبطی رسم خط کی آخری شکل تھی۔
2. ظہور اسلام کے وقت عربوں کا رسم خط کوفی نہیں تھا کیونکہ خط کوفی، کوفہ کی طرف منسوب ہے اور کوفہ کی نشاۃ ہجرت کے سولھویں سال میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد ہی یہ خط رائج ہوا ہے۔
3. عرب دور جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں اسے مکی رسم الخط کہتے ہیں، لیکن جب ہجرت کے بعد اسلامی حکومت مدینے میں پروان چڑھی تو مدنی رسم خط غالب آ گیا، مدنی رسم خط کی مدت کچھ زیادہ دراز نہیں ہوئی، خلافت عثمانی کے آواخر تک یہ خط باقی رہا، اس کے بعد جب کوفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں سیاسی مرکز بن گیا اور امویوں نے اس کو ترقی دی تو کوفی رسم خط غالب آ کر رائج ہو گیا۔
4. یہ دستاویز اگر زمانہ نبوت کی ہے تو اس کا رسم خط مدنی ہونا چاہیے کیونکہ ہجرت مدینہ کے سات سال بعد یہ لکھی گئی ہے۔
5. اس دستاویز کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی دستاویز مانیں تو اس کے پہچاننے کی واحد کسوٹی یہ ہے کہ اس دستاویز کا ان تحریرات سے موازنہ کیا جائے جو قبل اسلام اور اوائل اسلام اور زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بطور یادگار ہم تک پہنچی ہیں۔
6. ہمارے پیش نظر نقش زبد کی تحریر ہے جو 516ھ میں لکھی گئی ہے اور نقش حران ہے جو 563ھ میں لکھا گیا ہے اور یہ نبطی خط میں ہے جو کہ انقلابات سے گزر رہا تھا۔ ہم ان نقوش سے جب اس دستاویز کا مقابلہ کر کے دیکھتے ہیں تو بعض اوقات بالکل یکساں ملتے ہیں اور بعض اوقات کچھ فرق ہو جاتا ہے اور یہ زمانے کے اختلاف کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔
7. مدینہ کے قریب جبل سلع میں ایسے نقوش بھی ملے ہیں جو کہ اوائل اسلام کے ہیں۔ اور اس میں ابوبکر، عمر، علی بن ابی طالب (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کا نام کندہ ہے اور اس کی تاریخ تحریر تقریباً 4ھ مطابق 626ء

ہے چنانچہ اس دستاویز سے اس جبل سلع کی تحریر ہو بہو مل جاتی ہے۔

8. ایک تحریر 22ھ کی بھی دستیاب ہوئی ہے یہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی سپہ سالار کی ہے جو عربی اور یونانی دو زبانوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اس تحریر کا جب دستاویز سے مقابلہ کیا گیا تو شکلیں ملتی جلتی ہیں۔ ہاں 22ھ والی تحریر ذرا اچھی ہے اور یہ زمانے کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

9. ایک لوح مزار بھی ہے جو کہ 21ھ میں عبدالرحمٰن بن خیر کی قبر پر مصر میں نصب کی گئی تھی۔ جب اس کا مقابلہ ہم دستاویز سے کرتے ہیں تو شکل میں حروف بعض اوقات اس قدر مماثل ہو جاتے ہیں کہ تعجب و حیرت ہوتی ہے، اس بحث و تمحیص سے ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ دستاویز کا خط ابتدائی منزل میں ہے۔ اس میں کوئی بناؤ سنوار نہیں ہے اور یہ اس خط کے مشابہ ہے جو ساتویں صدی عیسوی میں حجاز میں رائج تھا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔

10. ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مدنی رسم خط کی مدت تقریباً 35 سال ہے یعنی ہجرت سے لے کر خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر تک اس کے بعد کوفی رسم خط کا تسلط ہو گیا اس پر ایک قوی دلیل طائف کی وہ تحریر ہے جو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ اور یہ 57ھ کا واقعہ ہے۔ ان تمام شہادتوں کی بنیاد پر اس مذکورہ دستاویز کا زمانہ تحریر 7ھ سے 35ھ تک ہو سکتا ہے۔

11. چونکہ اس 7ھ اور 35ھ کے دوران میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدوین نہیں ہوئی تھی کہ اس دستاویز کو کوئی اپنے لیے نقل کرتا اور اس پر اصل مکتوب کی نقل ہونے کا شبہ ہوتا، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہی مکتوب مبارک ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ کے نام ارسال فرمایا تھا۔ اس مکتوب نبوی کا عکس بصد احترام منسلک کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ رق کا پھٹا ہوا اور سلا ہوا ہونا قابل توجہ ہے کسریٰ نے جب نامہ مبارک کا پہلا جملہ سنا جس میں حضور علیہ السلام کا اسم گرامی پہلے اور کسریٰ کا بعد میں ہے تو اپنی توہین سمجھ کر پھاڑ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کسی درباری نے اس کو اٹھا لیا اور محفوظ رکھا، یا خود عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عالیٰ عنہ نے اس خیال سے اٹھا لیا ہو کہ پیروں کے نیچے نہ آنے پائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قاصد نبوی نے یہ سوچا ہو کہ اس ناخوشگوار واقعے کو الفاظ کے ذریعہ بارگاہ نبوی میں پیش کرنے کے بجائے خود دریدہ مکتوب نبوی ہی کو کسریٰ کے جواب کے طور پر پیش کر دیا جائے، صحابہ کرام جیسے عقیدت مندوں، اور جاں نثاروں سے بجا طور پر اس کی توقع ہو سکتی ہے۔

دوسرا جب خسرو پرویز نے خط مبارک کا مضمون سنا جو کہ ایک آزادانہ، بے باکانہ اور صاف گویانہ انداز میں تحریر کیا گیا تھا تو حیرت و پریشانی سے اسکی آنکھیں کھلی رہ گئیں اس خط میں ایک ایسے شخص کو مخاطب کیا گیا تھا جسکے آستانہ پر بے شمار لوگ سجدہ ریزی کے خوگر تھے۔ جسے کروڑوں، انسان اپنا معبود مانتے تھے وہ سخت پریشانی کے عالم میں اپنے غصے پر قابو نہ پاسکا اسے اس بات کا سخت غصہ آیا کہ اس کرہ ارض پر کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے، جو پرویز کے نام سے پہلے اپنا نام لکھنے کی جرأت کر سکے مگر آج تو ایسا ہو گیا تھا اس بات نے خسرو پرویز کو غصہ سے دیوانہ کر دیا۔

یاد رہے کہ فارس کا یہ دستور تھا کہ جو کوئی بادشاہ کو خط یا گذارش تحریر کرتا تو سب سے پہلے تحریر کے اوپر بادشاہ کا نام تحریر کرتا یہاں تو معاملہ ہی اس کے الٹ تھا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرمان مبارکہ میں سب سے اوپر اللہ کا نام تحریر کیا پھر اپنا اسم گرامی لکھا تھا۔ خسرو پرویز کی حالت یہ ہوگئی کہ ابھی نامہ مبارک مکمل نہیں پڑھا گیا تھا کہ اس نے غضب ناک ہو کر نامہ مبارک ترجمان کے ہاتھ سے چھین کر اسکو چاک کر دیا اور بڑے ہی غضب ناک لہجے میں گرج کر کہا:

"(نعوذ باللہ) ہمارے غلام کو یہ جرأت کہ ہمارے نام اس قسم کا خط تحریر کرے۔ اس نے غصہ سے بے قابو ہو کر یمن کے گورنر کو حکم نامہ روانہ کیا کہ فوراً اس شخص کو ہمارے دربار میں بھیج دے جس نے ہمارے نام ایسا خط لکھا ہے"۔

تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 90

طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 16، وغیرہ

اہل فارس سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ کا خطاب

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خسرو پرویز کی یہ غضب ناک حالت اور اہل دربار پر سکوت اور سکتہ کی حالت کو دیکھا تو بڑی سنجیدگی اور خود اعتمادی سے اہل دربار اور پرویز کو مخاطب کر کے یوں ارشاد فرمایا:

"اے اہل فارس مدتوں سے تم لوگ ایسی زندگیاں بسر کر رہے ہو کہ نہ تو تمہارے پاس معبود حقیقی اللہ کریم کی طرف سے کوئی آسمانی کتاب آئی ہے اور نہ ہی کوئی اللہ کا پیغمبر تم لوگوں میں مبعوث ہوا ہے۔ جس مختصر ارض کے ٹکڑے پر تم لوگ ناز کرتے ہوئے انسانیت کے تمام تقاضے بھول چکے ہو ایسے بے شمار ارض کے ٹکڑے بلکہ اس سے بھی بڑے بڑے ٹکڑے دنیا میں موجود ہیں جہاں تمہاری اس چھوٹی سی حکومت کے مقابلے میں ایسی ایسی عظیم الشان سلطنتیں موجود ہیں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ پھر خسرو پرویز سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ سن اے بادشاہ تجھ سے پہلے بہت سے بادشاہ

گزر چکے ہیں۔ان میں سے جس نے آخرت کا سامان پیدا کرنے کو مقصد زندگی بنایا وہ اس فانی دنیا سے بامراد گیا اسکے برعکس جس نے اس فانی دنیا کو آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اس مختصر دنیاوی زندگی کو نظر انداز کرتے ہوئے آخرت کا سامان پیدا کرنے کو مقصد زندگی بنایا وہ اس فانی دنیا سے بامراد گیا اس کے برعکس جس نے اس فانی دنیا کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اسکو زندگی کا حاصل بنایا اس نے آخرت کا اجر وثواب برباد کر لیا ضائع کر دیا۔کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ میں جس امن وفلاحِ اور سلامتی کے پیغام کو تمہارے پاس لے کر آیا ہوں تو نے اس پیغام عظیم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے عملی طور پر اس نامہ مبارک کو چاک کر دیا ہے جب کہ تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ پیغام جس مبارک جگہ سے مبارک ہستی کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے اس کا ڈر وخوف تیرے دل میں موجود ہے۔یاد رکھو حق کی یہ آواز تیرے اس توہین آمیز سلوک سے دب نہیں سکتی۔''

از: روض الانف جلد 2 صفحہ 253

بلاغ المبین صفحہ 135

قاصد دربار نبوت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل دربار اور خسرو پرویز کو نصیحت وتنبیہہ فرمانے کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر خسرو کے دربار میں ہونے والی تمام گفتگو اور شاہ ایران خسرو پرویز کی گستاخانہ حرکت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب کچھ عرض کر دیا۔حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمام حالات سن لینے کے بعد سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا''جس طرح خسرو پرویز نے میرا نامہ مبارک چاک کیا ہے۔عنقریب اسکی حکومت بھی اسی طرح ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

از تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 60

اس واقعہ کو بخاری شریف میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کیا گیا ہے فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ۔پس (کسریٰ نے) پڑھ کر چاک کر دیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا تو فرمایا'' اَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ''فرمانِ نبوی ہے۔''جس طرح (کسریٰ) نے میرے مکتوب کو چاک کیا ہے عنقریب اسکی حکومت بھی اسی طرح ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گی''۔چنانچہ چند ہی برسوں میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہزاروں برس پرانی اس عظیم اور طاقتور حکومت کے پرخچے اڑ گئے اور سلطنت فارس پرزے پرزے ہوگئی۔

از: بخاری شریف جلد 2 صفحہ 637

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کے فوراً بعد شاہ فارس خسر پرویز نے یمن کے گورنر باذان کو تحریری حکم نامہ ارسال کیا جس میں تحریر تھا کہ عرب کے ایک بدّو (نعوذ باللہ) ہمارے زیر سایہ زندگی بسر کرنے والے ایک عرب نے جو کہ نبوت کا مدعی ہے ہمارے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں ہماری سخت توہین کی گئی ہے اس شخص کو فوراً گرفتار کرنے کے بعد ہمارے دربار میں حاضر کرو۔ یمن کے گورنر باذان نے بابویہ اور خرخسرو نامی دو شخصوں کو خسرو پرویز کے پیغام کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیا ان دونوں نے دربار رسالت میں حاضر ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہمارے شہنشاہ شاہ فارس خسرو پرویز نے آپ کو اسی وقت اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ اگر آپ نے اس حکم نامہ کی تعمیل نہ کی تو وہ آپ اور آپ کے ملک کو تباہ و برباد کردے گا۔

باذان گورنر (ناظم) یمن کے قاصدوں سے یہ پیغام سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مالک ارض وسما جس کے قبضہ قدرت میں تمام کائنات ہے اس نے تمہارے شہنشاہ کی قسمت کا پانسہ ہی پلٹ دیا ہے اسکی شہنشاہیت کا خاتمہ ہوگیا ہے اور خود اسکے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کردیا ہے تم لوگ واپس جاؤ اور اپنے آقا ناظم یمن کو یہ خبر سنادو اور اپنے آقا سے یہ بھی کہہ دینا کہ بہت جلد تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ اسلامی حکومت شاہ فارس کے پایہ تخت تک پہنچ جائے گی اور سارا فارس اسلامی حکومت کے زیر نگیں ہوگا۔''

چنانچہ چند ہی سال بعد عہد فاروقی میں ہزاروں برس کی اس عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور یہاں اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور یہ خطہ اسلامی سلطنت کا ایک حصہ بن گئی۔

گزشتہ اوراق میں ہم بیان کرچکے ہیں کہ جب سرکار دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب مبارک شاہ فارس خسرو پرویز کے پاس پہنچا تو وہ نینوٰی میں قیصر روم پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لیے جنگ کی تیاریوں میں شب و روز مصروف تھا جنگ شروع ہوئی تو حالات اور امید کے بالکل خلاف۔ قیصر روم نے جو عرصہ دراز سے خسرو پرویز کے ہاتھوں پے در پے شکستیں کھارہا تھا اچانک اس قدر دلیری اور طاقت سے خسرو پرویز کے خلاف لڑا کہ خسرو پرویز کو باوجود زبردست عسکری طاقت اور رعب کے شرمناک شکست اٹھانا پڑی۔ یہاں تک کہ رومی افواج ایران کے دارالحکومت کے قریب پہنچ گئیں۔ اس ذلت آمیز شکست اور غلط عسکری حکمت کے نتیجہ میں خسرو پرویز کے گھر میں ہی بغاوت نے جنم لیا اور شاہ فارس کے بیٹے شیرویہ نے ہی باپ کو گرفتار کرنے کے بعد جیل میں ڈال دیا۔

خسرو پرویز کچھ عرصہ تک جیل کی سختیاں برداشت کرتا رہا آخر کار ایک رات 13 جمادی الاولیٰ 7ھ مطابق

628ءکواسکے اپنے بیٹے شیرویہ نے ہی اسے قتل کردیا۔

تاریخ طبری جلد3 صفحہ 91

گورنر یمن باذان کا قبول اسلام

گورنر (ناظم) یمن باذان کے دونوں قاصد بابویہ اور خرخسرو دربار رسالت سے واپسی پر جب اپنے آقا باذان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان پر بارگاہ بے کس پناہ کی نہایت سادہ مگر پرعظمت جلالت کا اس قدر اثر ہو چکا تھا وہ اس دربار رحمت سے اسقدر متاثر ہو چکے تھے کہ بار بار شاہ فارس کے پرہیبت اور عظیم دنیاوی دربار کی حاضری نے ان کو کبھی اتنا متاثر نہ کیا تھا۔ ان دونوں نے دربار رسالت کے تمام حالات نشست و برخاست جاں نثاران رسالت کے طرز عمل کے بارے میں اپنے تاثرات باذان کو بتائے اور ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان دُرفشاں سے نکلی ہوئی پیشگوئی بھی سنائی۔

قاصدوں کی زبانی دربار رسالت کے طرز عمل، ہیبت وجلالت اور اثر انگیز تاثرات سن کر گورنر یمن بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا اس شخص کے بارے میں تم لوگوں نے جو کچھ بتایا ہے اُسے سن کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں اور ان کی باتوں سے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی دنیوی بادشاہ نہیں ہے بلکہ ضرور اللہ کا برگزیدہ پیغمبر ہے اس لیے ہمیں اسکی بتائی ہوئی پیشگوئی کا انتظار کرنا چاہیے۔ جس وقت گورنر یمن باذان کے قاصد اپنے آقا کو دربار رسالت میں پیش آنیوالے واقعات اور پیشگوئی کے بارے میں بتا رہے تھے اسی وقت فارس کے دارالحکومت مدائن سے نئے شاہ فارس شیرویہ کا قاصد شاہی حکم نامہ لے کر گورنر یمن باذان کے دربار میں داخل ہوا۔ حکم نامہ میں تحریر تھا" خسرو پرویز شاہ ایران کے بے پناہ مظالم کے سبب سے اسکو قتل کر دیا گیا ہے اس لیے تمہیں حکم دیا جاتا ہے نبی عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کسی قسم کا تعرض یا پوچھ گچھ نہیں کی جائے"۔

اس شاہی حکم نامہ کی تحریر سے رحمت عالم کی پیش گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی چنانچہ گورنر یمن باذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے ارشاد گرامی کی صداقت سے اسقدر متاثر ہوا کہ اسلام کی صداقت کو قبول کرتے ہوئے وہ خود اور اپنے ساتھ ایک کثیر جماعت لے کر دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امن وسلامتی کی دنیا میں آ گیا۔

از: تاریخ طبری جلد3 صفحہ 91

شاہ فارس کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے مکتوب اقدس کی سرگزشت

سیرت کی اکثر کتب میں آتا ہے کہ شاہ فارس خسرو پرویز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے مکتوب شریف کو چاک کر دیا تھا۔اسکے بعد اس چاک شدہ خط مبارک کا کیا ہوا۔اس سلسلے میں کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کچھ لکھا ہے۔جب خسرو پرویز نے مکتوب شریف کو چاک کیا اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ عنقریب اس ظالم شاہ کی حکومت ہی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گی۔قدرت خداوندی اور پیشگوئی سرکار دوعالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے عین مطابق صرف ایک ماہ اور چند روز کے بعد ہی حکومت فارس ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی اور جس تحریر نایاب کو بظاہر خسرو پرویز نے چاک کر کے اپنی طرف سے ختم کر دیا تھا زمانے کی لاکھوں گردشوں کے باوجود چودہ سوسال گزر جانے کے بعد بھی اس مکتوب مبارکہ کا وجود مسعود ابھی تک موجود ہے اور بنی نوع انسان کے لیے صد حیرت کا سبب ہے۔

اس خط مبارک کی سرگزشت کی تفصیل یوں ہے کہ۔

1382ھ مئی 1963ء میں بیروت کے اخبارات نے یہ خبر جلی حروف میں شائع کی جس کو پڑھ کر دنیا حیرت میں پڑ گئی خبر یہ تھی کہ لبنان کے سابقہ وزیر خارجہ ہنری فرعون جو کہ مذہباً عیسائی ہے اسکے آبائی ذخیرہ کتب سے مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام کسریٰ شاہ فارس خسرو پرویز دریافت ہوا ہے۔اس مکتوب کی مزید تحقیق کے لیے ڈاکٹر صلاح المنجد نے بیروت کے اخبار (الحیات) مورخہ 22 مئی 1963ء بمطابق 1382ھ کو اس مکتوب مبارک پر ایک مدلل اور مفصل تحقیقی مقالہ شائع کیا۔ہنری فرعون کو اس خط مبارک کے معاوضہ میں لاکھوں ڈالر کی پیش کش کی گئی لیکن اس نے اس پیشکش کو مسترد کرتے ہوئے اس متاع خطیر وعزیز کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ہمارے مشہور محقق اور تاریخ دان جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بذات خود اس مکتوب مبارک کی زیارت کی ہے اور اپنے ذاتی مشاہدات قلم بند کیے ہیں مذکورہ تحقیق کے بعد راقم اور اہل علم ونظر کے نزدیک اس خط کو مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم ہونے میں کوئی شک باقی نہیں ہے اور نہ ہی ہونا چاہیے۔

ہنری فرعون کے والد نے پہلی جنگ کے اختتام پر یہ دستاویز دمشق میں ڈیڑھ سو اشرفی میں خرید کی۔یا تو خود اسے معلوم نہ تھا یا یہ کہ اس نے اپنے اہل خاندان کو نہ بتایا کہ یہ کیا چیز ہے۔بہر حال ہنری فرعون کو 1962ء تک یہ

معلوم نہ تھا کہ یہ ایک مکتوب نبوی ہے۔ ہنری فرعون گو عیسائی ہیں لیکن غیر متعصب اس نے اپنے گھر کو ایک عجائب خانہ بنادیا ہے جس میں تقریباً ساری کی ساری چیزیں اسلامی ہیں سوائے ایک جگہ صلیب وغیرہ کچھ عیسائی آثار قدیمہ ہیں۔ لبنان وشام میں بہت سے خاندان مخلوط مذہب کے ہیں کچھ ''شہابی'' مسلمان ہیں تو کچھ عیسائی خاندان۔فرعون کا بھی یہی حال ہے۔ ہنری فرعون عیسائی ہیں لیکن رشاد فرعون مسلمان ہیں جو سعودی عرب میں وزیر رہے ہیں اور شامی الاصل ہیں۔

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد روزنامہ ''الحیات'' کے صفحہ اول پر رقمطراز ہیں:

''نومبر 1962ء کے آخر میں ہنری فرعون سابقہ وزیر خارجہ لبنان نے میرے پاس ایک کھال کا ٹکڑا بھیجا جس پر ابتدائی عربی رسم الخط سے ملتی جلتی ایک تحریر تھی۔کھال کی حفاظت کے لیے اس کے نیچے سبز کپڑا چسپاں کر دیا گیا تھا۔ یہ کھال کا ٹکڑا ایک فریم میں لگایا گیا تھا۔مگر زمانہ کے اثرات کی وجہ سے یہ کپڑا بالکل بوسیدہ ہو چکا تھا وہ کھال صرف فریم کے سہارے باقی تھی۔ میں نے بڑی محنت اور سخت کوشش کے بعد کھال پر لکھے ہوئے الفاظ کو کافی عرصہ کے بعد پڑھنے میں کامیابی حاصل کی تو یہ عظیم الشان انکشاف ہوا کہ یہ تو وہی خط مبارک ہے جو سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ شاہ فارس خسرو پرویز کے نام تحریر فرمایا تھا۔اور جس میں کسریٰ کو دعوت حق کی طرف بلایا گیا تھا۔ وہ لمحات مبارک میری زندگی کے متاع عزیز تھے جب میں گزشتہ چند ماہ کی شب و روز سخت محنت کے بعد خط مبارک کی تحریر پڑھنے میں کامیاب ہوا۔اس سلسلے میں تاریخ وسیر کے تمام ماخذ کا مطالعہ کیا اپنی عقل و ہوش محنت اور امداد خداوندی کے بعد اپنی اس کامیاب کوشش کو اخبار میں شائع کرتے ہوئے مجھے جس قدر مسرت قلبی محسوس ہو رہی ہے، وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے''۔

جیسا کہ تمام صاحب سیر وطلبہ سیر اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے چند سال بعد سرکار مدینہ سرور سینہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب کے سلاطین اور فرماں رواؤں کے پاس اسلام کی دعوت کے سلسلے میں مکتوبات ارسال فرمائے تھے۔جن جن لوگوں کے نام یہ خطوط ارسال کیے ان کے نام گو گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں لیکن یہاں ان ناموں کو دوبارہ اس لیے تحریر کیا جا رہا ہے تا کہ دماغوں میں یہ نام محفوظ ہو جائیں کیونکہ عاقل لوگوں کی زندگی کا نچوڑ اور تجربہ یہی ہے کہ کسی کلام کے بار بار تکرار سے ہی وہ کلام یاد ہوتا ہے۔

1. بحرین، عمان اور یمن کے سلاطین کے نام دعوت اسلام

یہ لوگ شاہ فارس یعنی کسریٰ کے زیر اثر تھے۔

2. **بلقا اور حوران کے غسانی بادشاہ**

جوکہ بازنطینی شہنشاہیت کے تابع فرمان تھے۔

3. **ہرقل شاہ روم**

جوکہ بازنطینی شاہوں کا حکمران تھا۔شام پراسکی حکومت تھی۔مقوقس ہرقل کی طرف سے مصر کا حکمران تھا۔اسی طرح شاہ حبشہ نجاشی

4. **کسریٰ شاہ فارس خسرو پرویز**

جوکہ فارس کی عظیم حکومت کا شہنشاہ تھا۔موجودہ عراق کا سارا علاقہ بھی اسی کے زیر اثر تھا۔

تاریخ عالم کے طالب علم اور تمام اہل سیر اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اہل عرب خط وکتابت اور دستاویز وغیرہ لکھنے کے لیے ان چیزوں کا استعمال کرتے تھے جو ان کے ہاں میسر آتی تھیں۔مثال کے طور پر ہڈی، پتھر، کھجور کے پتے اور ہرن کی کھال کو باریک کرنے کے بعد اس پر تحریر وخط وکتابت کا کام لیا جاتا تھا۔اہل عرب کے ہاں کتابت کے لیے جو کھال استعمال کی جاتی تھی اسکو''رق'' کہتے تھے۔اونٹ اور ہرن کی کھال یا بھیڑ بکری وغیرہ کی کھال لے کر اس کو چونے میں ڈال دیتے اس عمل سے کھال کے سب بال اتر جاتے تھے پھر کھال کو چونے میں سے نکال کر خشک کر لیا جاتا اور اس کھال پر مٹی مل دی جاتی اسکے بعد پتھر سے اس کھال کو خوب صاف کیا جاتا یہاں تک کہ وہ پاک ہو جاتی اور کھال کی سطح بھی ہموار ہو جاتی کاغذ کی نسبت یہ کھال نہایت ہی محفوظ اور دیر پا ہوتی تھی۔نہایت ہی اہم قسم کی دستاویزات اسی قسم کی کھال پر تحریر کی جاتی تھیں۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے یمن، عمان، مصر، قیصر وکسریٰ وغیرہ کو جو خطوط ارسال کیے وہ سب اسی قسم کی کھال پر ہی تحریر کئے گئے تھے۔اکثر سلاطین نے ان دعوت ناموں کو بڑی قدر اور منزلت سے دیکھتے ہوئے قاصدوں کا بڑا احترام کیا اور ان کو بے بہا قیمتی تحائف دیکر خدمت اقدس میں روانہ کیا جیسا کہ مصر کے حاکم مقوقس کے لیے مشہور ہے کہ اس نے قاصد نبوی کو بڑی عزت کے ساتھ دربار میں جگہ دی نامہ اقدس کو لے کر بوسہ دیا اور خدمت اقدس میں بے شمار تحائف اور دو خوبصورت لونڈیاں بھی روانہ کیں جن میں حضرت ماریہ قبطیہ بھی شامل تھیں جو بعد میں اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منصب پر فائز ہوئیں۔

اسی طرح حاکم بصرہ نے بھی قاصد رسالت کی بڑی عزت وتکریم کی اور ان کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں تاکہ قیصر روم ہرقل کے پاس بآسانی پہنچ سکیں۔

کسریٰ شاہ فارس کی بدقسمتی تھی کہ قاصد کی توہین کی اور نامہ مبارک کو چاک کر دیا اہل ایران کیونکہ مجوسی

مذہب کے تحت آگ کی پوجا کرتے تھے طاقت اور دنیاوی اسباب کی بہتات نے انکو اسقدر مغرور بنادیا تھا کہ وہ اپنے علاوہ دنیا کی ہر طاقت کو کمزور اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ان لوگوں کو یہ بات غیر یقینی اور عجیب محسوس ہوئی کہ کوئی عرب ان کو ایسا دعوت نامہ ارسال کرے جس میں کسی دوسرے دین کو ماننے کی تلقین ہو اور نہ ماننے کی صورت میں عذاب وسزا کا حقدار قرار دیا جائے۔

کسریٰ شاہ فارس خسرو پرویز جس کو ایران جیسی عظیم الشان حکومت چلاتے ہوئے 39 برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔اس قسم کی دعوت کو کیسے قبول کرتا۔اس نے حکم دیا کہ نامہ مبارک کو پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا جائے۔ابھی چند سطور ہی پڑھی گئی تھیں جن میں (من محمد عبد اللّٰہ و رسولہ الیٰ کسریٰ) لکھا ہوا تھا سن کر ایسی غضبناک کیفیت اختیار کی کہ نامہ اقدس ہی چاک کر ڈالا۔اس عبارت میں دو باتوں کو کسریٰ نے اپنی شان کے خلاف خیال کیا ایک یہ کہ نامہ مقدسہ کی ابتدا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے اسم گرامی سے ہوئی تھی اور کسریٰ کے نام کے ساتھ ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی تحریر تھا۔کسریٰ کے نزدیک آقا وغلام کی یہ برابری حقارت آمیز تھی۔قاصدِ رسالت حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آکر سارا واقعہ خدمت اقدس میں بیان کیا جس کو سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنْ یُمَزَّقُوْ کُلَّ مُمَزَّقٍ

''اللہ اسکی حکومت کو پامال کردے''

تاریخ شاہد ہے کہ اس واقعہ کو ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کر ڈالا اور یوں حکومت فارس کے زوال کی شروعات ہوئی۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ اقدس عمدہ قسم کی کھال یعنی رَق پر لکھا گیا تھا اسلئے چاک کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ وہ ایک دم نیست ونابود ہی ہوگئی اس لئے بہت حد تک ممکن ہے کہ کسریٰ نے جب نامہ مبارک کو چاک کر کے پھینکا ہو تو حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اٹھالائے ہوں اور خدمت رسالت میں پیش کر دیا ہو اسکے برعکس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد وہ نامہ اقدس کسریٰ کے دربار میں ہی چھوڑ آئے ہوتے تو قدیم تاریخ کتب یا کتب سیر میں اِس کا ذِکر ضرور موجود ہوتا جیسا کہ مقوقس، نجاشی، حاکم یمن اور قیصر شاہ روم ہرقل وغیرہ نے نامہ ہائے اقدس اپنے پاس تبرکاً محفوظ رکھ لئے تھے اور انکا ذکر ہر سیر کی کتاب میں موجود ہے۔

اب ہم یہاں تاریخی حقائق کی روشنی میں ثبوت پیش کرتے ہیں جن سے یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ

ہنری فرعون سابقہ وزیر خارجہ لبنان سے ملنے والا نامہ اقدس سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نامہ اقدس دے کر اپنا ایک قاصد شاہ فارس خسرو پرویز کے پاس بھیجا تھا۔

قاصد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔قاصد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مہر شدہ نامہ اقدس لے کر خسرو پرویز کے دربار میں تشریف لے گئے اور وہ نامہ اقدس شاہِ فارس کو دیا تو شاہِ فارس پر یہ بات بڑی گراں گزری کہ عرب جو کہ اسکی سلطنت کے زیرنگین تھا وہاں سے کوئی آدمی براہِ راست مجھ سے مخاطب ہونے کی ہمت کرسکتا ہے۔بہرحال اس نے ترجمان کو فوراً طلب کیا اور مہر شدہ نامہ اقدس کھول کر پڑھنے کا حکم دیا ترجمان نے ابھی چند سطور ہی پڑھی تھیں کہ خسرو پرویز اپنے سے پہلے اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اسم گرامی سُن کر غضبناک ہوگیا اور ترجمان کے ہاتھوں سے نامہ اقدس چھین کر چاک کر دیا۔خسرو پرویز نے اس چاک شدہ نامہ اقدس کو اپنے پاس محفوظ بھی نہ رکھا جیسا کہ دوسرے سلاطین یا حکمرانوں نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ اقدس کو پڑھ لینے کے بعد اپنے پاس محفوظ رکھ لئے تھے تاریخ وسیرت کی ہر کتاب میں اس کا ذکر موجود ہے۔

مکتوب اقدس کی عبارت نہایت معروف ومشہور ہے۔اس عبارت کے بغیر کتابت وخطوط کی دنیا ہی بے کار ہے۔اس مہر شدہ نامہ اقدس کی عبارت کو اسلامی ماخذ کی ہر کتاب میں درج کیا گیا ہے۔اور یوں یہ عبارت مقدسہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لی گئی ہے۔

بلاغت کی دنیا میں شب وروز کی سخت محنت کے بعد صاحب بلاغت مختلف موضوعات کے تحت بطورِ نمونہ اس عبارت کو پیش کرتے ہیں۔

اب اگر ہنری فرعون سے دستیاب ہونے والے نامہ اقدس کو غور سے پڑھا جائے تو یہ بات حقیقت کو پہنچ جاتی ہے کہ مکتوب اقدس کی عبارت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی لکھوائی ہوئی ہے۔اس نامہ اقدس میں تحریر شدہ عبارت کی جو خصوصیات ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن کو پڑھ کر ہر صاحب علم اور خصوصی طور پر فنِ کتابت کا علم رکھنے والے اہل علم حضرات یہ ماننے پر مجبور ہوں گے کہ یہ تحریر اسی نامہ اقدس ہی کی ہے جو خسرو پرویز کی طرف بھیجا گیا تھا۔

مکتوب اقدس کی خصوصیات

1: مُہر شدہ مکتوب اقدس عمدہ قسم کی کھال پر تحریر شدہ ہے جس کو (رَق) کھال کہا جاتا ہے۔ اس کھال کا رنگ قدرے خاکی ہے جبکہ اس کے کنارے سیاہی مائل ہیں۔

2: مکتوب اقدس کے کنارے ناہموار ہیں جبکہ اسکی شکل قریباً قریباً مستطیل ہے۔ اس کا نچلا حصّہ اوپر والے حصّے سے کم ہے یعنی اس نامہ مُبارک کا عرض برابر نہیں اس نامہ اقدس کا طول 28 سینٹی میٹر اور عرض 21 1/2 سینٹی میٹر ہے۔

3: اس مکتوب اقدس پر ایسے آثار موجود ہیں جیسا کہ اس پر اوپر کی جانب سے نیچے کی طرف پانی بہایا گیا ہو جسکی وجہ سے چند حروف کی سیاہی پھیکی پڑ گئی ہے۔ اس نامہ اقدس پر ثبت مہر تقریباً تقریباً مٹ گئی ہے جبکہ مہر کے وسط میں لگی ہوئی اسم گرامی کی (ر) باقی ہے۔

4: اس مکتوب اقدس کی کل پندرہ سطور ہیں اور تمام سطور کا طول مختلف ہے۔

5: مکتوب اقدس کی عبارت جہاں ختم ہوتی ہے وہاں نیچے گول مہر کا نشان ہے جو کہ مہر نبّوی ہی ہے جسکی تصدیق دیگر سلاطین کو ارسال کئے گئے مکتوباتِ مقدسہ کو دیکھ کر کی جاسکتی ہے۔

6: یہ مکتوب اقدس داہنی طرف سے تیسری سطر کے شروع سے وسطی سطر تک پھٹا ہوا ہے پھر اس کے بعد عرض میں پھٹنا بند ہو گیا ہے اور یوں طول میں چاک ہوتا ہوا دسویں سطر تک پہنچ گیا ہے۔

7: مکتوب اقدس جہاں سے پھٹا ہوا ہے وہاں سے پھٹنے والی کھال (رق) کو دوسری کھال کے ٹکڑے لگا کر مرمت کیا گیا ہے۔ مگر جس کھال سے اصل مکتوب اقدس کو مرمت کیا گیا ہے وہ کھال (رق) جیسی عمدہ نہیں اس لئے مرمت کے کام میں آنے والی کھال کی عمر بھی اصل مکتوب کی کھال سے بہت کم ہے۔

8: غور سے دیکھنے اور پڑھنے کے بعد مکتوب اقدس کا رسم الخط بتاتا ہے کہ یہ رسم الخط ابتدائی دور کا لکھا ہوا ہے کیونکہ تحریر کی نہ تو کوئی صنعت ہے اور نہ ہی ترتیب۔ تحریر سیدھی سطور میں بھی نہیں لکھی گئیں۔ اس تحریر کی ایک خاص بات لکھے گئے دور کو متعین کرنے میں بڑی مدگار ثابت ہوئی ہے وہ بات یہ ہے کہ اس مکتوب اقدس کے چند کلمات جو سطر کے آخر میں آتے ہیں اگر لکھی جانیوالی سطر میں پوُرے نہیں آسکے تو اس کے بعض حروف اس کے بعد والی سطر کے شروع میں لکھ کر پوُرے کئے گئے ہیں۔ اس زمانے، کے دستور کے مطابق اس

مکتوب مقدسہ کی تحریر کتابت کی گئی ہے۔اس مکتوب اقدس کی حرف بحرف عبارت یوں ہی تحریر کی جاتی ہے:

بسم الله الر حمن
الر حیم من محمد عبد الله و
رسو ل الیٰ کِسریٰ عظیم فا
رس سلا م علیٰ من اتبع الهد
ی و امن با الله و رسو له و
شهد ان الا الٰه الا الله و
حد ه لا شر یک له و ان محمد
عبد ه و ر سو له ا د عو ک
بد عا یة الله فاننی انا ر سو
ل الله الی النا س کا فة
لا نذر من کا ن حیا و یحق
القو ل علی الکا فر ین فا
سلم تسلم فان ابیت فا
نما علیک اثم المجو
س

یہاں پر مہر مقدسہ ہے جسکی درمیانی سطر کے دائیں جانب (ر) موجود ہے۔

ہنری فرعون سے دستیاب ہونیوالے اس مکتوب اقدس کا مقابلہ اگر اسلامی کتب کی طرزِ تحریر سے کیا جائے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے بادشاہوں، حکمرانوں اور سلاطین کو مکتوبات مقدسہ بھیجے درج ہیں تو ہم اس ملنے والی دستاویز کی عبارت کو ان مکتوبات اقدس کی عبارتوں کے عین مطابق پائیں گے صرف معمولی قسم کا اختلاف ضرور نظر آئے گا مثلاً:

1: اس دستاویز میں من محمّد عبد الله و رسو له ہے جبکہ دوسری اسلامی کتب میں من محمّد رسو ل الله تحریر ہے۔مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مکتوباتِ اقدس ہرقل اور مقوقس کو روانہ فرمائے تھے ان کے ابتدائیہ کو دیکھتے ہیں تو وہ اس دستاویز سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس دستاویز کے الفاظ درست ہیں۔

2: ہنری سے ملنے والی اس دستاویز میں بد عا یة الله ہے جبکہ دوسری کتابوں میں بد عا ء الله لکھا ہوا

ہے۔مگر یہاں دستاویز کا لفظ صحیح معلوم ہوتا ہے۔کیونکہ بالکل یہی لفظ ابونعیم اصفہانی نے تحریر کیا ہے۔پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مکتوبات اقدس ہرقل شاہِ روم اور مقوقس کو تحریر فرمائے تھے ان میں بھی **دعاية ، دعاء** اور **داعية** یہ تین حروف تحریر کروائے جو کہ معنی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہیں۔

3: اس دستاویز اور دیگر تمام اسلامی کتب میں **فان ابيت** لکھا ہوا ہے جبکہ صرف ابن کثیر نے **فان توليت** لکھا ہے۔اس سلسلے میں مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں اصطلاحیں ہم معانی ہیں۔

4: اس دستاویز میں **فَاِنَّمَا عَلَيْکَ اِثْمُ الْمَجُوس** ہے دوسری طرف دیگر اسلامی کتب میں **فَاِنَّ اِثْمَ الْمَجُوس عَلَيْکَ** لکھا ہوا ہے۔دستاویز کی یہ عبارت جس میں **اِنَّ** پر **مَا** داخل ہوا ہے اور **عليک** کو مقدم کیا گیا ہے قرآنی تعبیر کے مطابق ہے اس طرح کے جملے قرآن کریم کی سورہ النّحل آیت 82 میں ارشاد ہوئے ہیں۔پس قرآنی انداز بیان سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے دستاویز کی عبارت زیادہ قابل اعتماد و اطمینان ہے۔اس اختلاف عبارت کی وجہ سے معنی میں کوئی فرق یا اختلاف نہیں ہے۔اختلاف صرف اور صرف راویوں کے بیان کردہ الفاظ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جن کو ہر صاحب سِیَر نے جس جس کتاب سے لے کر بیان کیا ہے۔

مذکورہ سِیَر حاصلِ تحقیق و بحث کے بعد اگر ہم عربی رسم الخط کے بارے میں تحقیق اور حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ روشنی ڈالیں تو یہ امر صاحبِ علم اور طلبہ سِیَر کے لئے یقیناً فائدہ مند ہوگا۔ہمیں اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ عربی رسم الخط کی شناخت کا علم ایک عظیم علم ہے۔اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس علم کو جاننے والوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے یہاں بڑی سخت احتیاط اور تحقیق کی اشد ضرورت ہے اس علم کو جاننے کے لئے شرط اوّل یہ ہے کہ عربی رسم الخط پڑھنے والے کو اس پڑھائی کا مکمل شعور ہو جو کہ یقیناً مشکل ترین کام ہے مگر ناممکن نہیں۔پھر مختلف زمانوں کے خطوط اور طرز تحریر سامنے رکھ کر اُن میں قریب ترین رابطہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو کہ آسان کام نہیں ہے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ قدیم زمانے میں لکھے جانے والے خطوط کی فراہمی کوئی سہل کام نہیں ہے۔اب ہم یہاں اپنے مطالعہ اور سخت عرق ریزی کے بعد اس دستاویز کے رسم خط کی عُمر کا تعیّن کرنے کے بعد اپنے مطالعہ کے نتائج تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ظہورِ اسلام سے پہلے اور اسکے بعد عربی، حجازی رسم الخط نبطی رسم الخط کی آخری شکل تھی۔

اِسلام کی سنہری کرنیں جو پوُرے عالم کومنورّ کرنے کے لئے آہستہ آہستہ اطراف میں پھیل رہی تھیں۔اس وقت اہل عرب کا رسم الخط کوفی نہیں تھا۔اسکی وجہ یہ ہے کہ کوفی رسم الخط کیونکہ کوفہ کی طرف نسبت رکھتا ہے جبکہ کوفہ کی نشاۃ ہجرت مدینہ کے سولہویں سال میں ہوئی ہے اب صاف ظاہر ہے کہ جب نشاۃِ کوفہ ہی نہ تھی تو کوفی رسم خط کے وجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔حقیقت یہ کہ کوفی رسم الخط بعد میں ایجاد ہوا۔

اہلِ عرب اس رسم الخط کو دورِ جاہلیت اور اِسلام کے ابتدائی ایاّم میں مکّی رسم الخط کہتے تھے۔مگر جب ہجرت کے بعد اسلامی ریاست مدینہ منورّہ میں ترقی کی منازل طے کرنے کے بعد اوجِ ثریا پر پہنچی تو اس مکّی رسم الخط پر مدنی رسم الخط غالب آ گیا۔اس مدنی رسم الخط کی عمر کچھ زیادہ نہ تھی۔سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے آخر میں یہ رسم خط باقی تھا مگر اسکے بعد جب سیّدنا حضرت علیِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (35ھ- 40ھ) نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور اموّیوں نے اسکو ترقی دی تو کوفی رسمِ خط رائج ہو کر مدنی رسمِ خط پر غالب آ گیا اور یوں پھر یہی رسمِ خط رائج ہو گیا۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر یہ دستاویز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کی ہے تو اس کا رسم خط مدنی ہونا چاہیئے۔کیونکہ اس دستاویز کو ہجرت مدینہ کے سات سال بعد یعنی 7 ھ میں تحریر کیا گیا تھا۔

اب اگر اس دستیاب شدہ دستاویز کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کی تحریر مانیں تو اس امر کے حق ہونے کا واحد ذریعہ یہ کہ اس دستاویز کا ان تحریروں کے ساتھ موازنہ کیا جائے جو ظہور اِسلام سے قبل اور ظہور اِسلام کے ابتدائی ایاّم اور پھر مکّمل دورِ نبوّت یعنی زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تحریر کی گئیں اور اب بطورِ یادگار و تبرّکات ہم تک محفوظ طریقے سے پہنچ چکی ہیں۔

اب ہم جب نقش زبد کی تحریر جو کہ 516ھ میں تحریر کی گئی دیکھتے ہیں یا نقش حران جسکو 563ھ میں لکھا گیا کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبطی رسم الخط کا جب اس دستاویز سے مقابلہ وموازنہ کرتے ہیں تو بعض دفعہ تو یہ بالکل ایک جیسی تحریر سامنے آتی ہے ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا اور بعض اوقات ان میں کچھ فرق نظر آجاتا ہے جو کہ یقیناً زمانے کی تبدیلی اور اختلافات کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

حال ہی میں مدینہ منورّہ کے قریب جبل سلع میں ایسے نقوش دستیاب ہوئے ہیں جو کہ اِسلام کی ابتداء میں تحریر کیئے گئے تھے ان نقوش میں سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق وسیدنا حضرت عمر فاروق سیّدنا حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے نام کندہ ہیں۔جنکی تاریخِ تحریر تقریباً 4 ھ بنتی ہے۔نامہ مبارک اس دستاویز کی تحریر ان نقوش کے ساتھ

بالکل مطابقت رکھتی اور عین ملتی جلتی ہے۔

اہلِ فن کی جستجو کے نتیجہ میں ایک ایسی لوحِ مزار دستیاب ہوئی ہے جو کہ 21 ھ میں عبدالرحمٰن بن خیر کی قبر پر نصب کی گئی تھی یہ قبر ملکِ مصر میں ہے۔ اس لوح پر لکھی ہوئی تحریر کا انداز جب ہنری فرعون سے دستیاب ہونے والی دستاویز کی طرزِ تحریر سے مقابلہ کیا گیا تو یہ دیکھ کر حیرت اور تعجب کی انتہاء نہ رہی کہ اکثر حروف اوران کی شکل آپس میں ہو بہو ملتی ہے۔ اس ساری بحث وتمحیص سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دستاویز میں تحریر شدہ رسم الخط ابھی اپنی ابتدائی منازل میں ہی تھا اس لئے تحریر میں کوئی بناؤ سنگھار یا خوبصورتی نہیں پائی جاتی یہ طرزِ تحریر بالکل اس رسم خط کے عین مطابق ہے جو ساتویں صدی ہجری میں پورے حجاز مقدس میں رائج تھا اہل تاریخ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری وہی سال ہے جبکہ آقائے کل فخرِ دوعالم سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام رعنائیوں، رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ خدا کی بنائی ہوئی اس زمین پر رونق افروز تھے اور انہیں ایام میں مختلف سلاطین کے نام مکتوبات اقدس ارسال کیے گئے ہیں۔

اب ذرا تمام تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھیں تو یہ بات کھُل کر سامنے آجاتی ہے کہ مدنی رسم الخط جس کا گزشتہ اوراق میں تفصیلی ذکر گزر چکا ہے اسکی رائج مدّت تقریباً 34 یا 35 سال بنتی ہے بالفاظ دیگر یعنی ہجرت مدینہ منورّہ سے لے کر سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت 23ھ-35ھ کے آخر تک اس کے بعد مدنی رسم الخط پر کوفی رسم الخط کا ایسا اثر ہونا شروع ہوا کہ بہت جلد یہ رسم خط عربی رسم خط پر مکمل حاوی ہو گیا۔ اس تاریخی حقیقت کے حق اور وزنی ہونے کی دلیل طائف میں لکھی جانے والی وہ تحریر ہے جو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے تحریر کی گئی جس کا سال تحریر 57ھ ہے۔ مذکورہ تمام شہادتوں اور تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات یقین کو پہنچ جاتی ہے کہ ہنری فرعون سے دستیاب ہونے والی دستاویز کو تحریر کیے جانے کا سال 7ھ سے لے کر 35ھ تک ہی ہے۔ اور یہ زمانہ ہجرتِ مدینہ کی ابتداء سے لیکر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا آخر زمانہ بنتا ہے۔

یہ آخری دلیل اس قدر قوی ہے کہ جس کو پڑھ لینے کے بعد اس بات کو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یہی دستاویز اصل میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ اقدس ہے۔ آخری دلیل یہ ہے کہ 7ھ سے لیکر 35ھ تک یعنی 28 سال کے عرصہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کی کیونکہ باقاعدہ تدوین ہی نہیں ہوئی تھی کہ کوئی اس دستاویز کی نقل اپنے پاس رکھتا تا کہ اس نقل پر اصل عبارت مکتوب کی نقل ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم

کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ دلائل کی روشنی میں ہنری فرعون سے ملنے والی دستاویز وہی نامہ اقدس ہے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہِ فارس ,کسریٰ یعنی خسرو پرویز کے نام حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے ارسال فرمایا تھا۔

(و اللہ اعلم)

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	تالیف
1	شرح مواہب الدنیہ	حضرت امام زرقانی محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1172ھ)
2	السیرت النبی الکامل	ابومحمد عبدالملک بن ہشام ابن ایوب الحمیری (المتوفی 213ھ)
3	طبقات ابن سعد	علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد (المتوفی 230ھ)
4	البدایہ والنہایہ	علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی (المتوفی 774ھ)
5	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
6	دلائل النبوۃ	علامہ حافظ ابونعیم الاصبہانی (متوفی 430ھ)
7	معارج النبوۃ	حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی (المتوفی 907ھ)
8	اعلام النبوۃ	علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی (متوفی 450ھ)
9	بخاری شریف	حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری (ولادت 192ھ وفات 256ھ)
10	مسلم شریف	حضرت امام مسلم ابن حجاج نیشاپوری (ولادت 204ھ وفات 261ھ)
11	سنن ابوداؤد	حضرت داؤد سلیمان ابن اشعث (ولادت 202ھ وفات 275ھ)
12	مسند امام احمد بن حنبل	ابوعبداللہ امام احمد بن محمد بن حنبل بن ادریس (ولادت بغداد 164ھ وفات 12 ربیع الاول مقام بغداد 241ھ)

13	الروض الانف	امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی (متولد508ھ متوفی 581ھ)
14	مدارج النبوت	شاہ عبدالحق محدث دہلوی (پیدائش958ھ۔1551ء متوفی1073ھ1672ء)
15	زادالمعاد	علامہ حافظ ابن قیم(691ھ۔751ھ)
16	تعذیب المستضعفین	علامہ ابی الحسن الجزی ابن اثیر
17	فتح الباری	علامہ حجر عسقلانی (متوفی852ھ)
18	عیون الاثر ابن سید الناس (سیرت الکبریٰ)	امام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد (التوفی734ھ)
19	الاصابہ	علامہ احمد بن علی بن محمد بن علی عسقلانی (التوفی852ھ)
20	شواہد النبوت	حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامی (متوفی898ھ۔1492ء)
21	الشفاء شریف	قاضی عیاض المالکی (التوفی544ھ)
22	المعجم الکبیر	علامہ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر الخطمی الطبرانی (متوفی360ھ)
23	تاریخ طبری	علامہ ابی جعفر ابن جریر طبری (التوفی310ھ)
24	طبقات الکبریٰ	ابن سعد (متوفی230ھ)
25	تفسیر کبیر	حضرت علامہ فخر الدین رازی (متوفی606ھ)
26	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ مظہری (متوفی1225ھ)
27	زرقانی	حضرت امام زرقانی

28	دلائل النبوت	علامہ ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی (ولادت نیشاپور 384ھ وفات 458ھ)
29	درمنثور (تفسیر)	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
30	الشافعی	امام شافعی محمد بن ادریس (شاگرد رشید حضرت امام مالک (ولادت مقام نمرہ یا مقام عقلان یا مقام منامین 150ھ مزار و وفات مصر)
31	تفسیر ابن ابی حاتم	علامہ ابن ابی حاتم (المتوفی 327ھ)
32	مغازی رسول اللہ	حضرت عروۃ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما (متولد مدینہ منورہ 22ھ متوفی مدینہ منورہ 93ھ)
33	شرح السیر الکبیر	علامہ السرخسی
34	الوفا باحوال مصطفیٰ	علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی (المتوفی 597ھ)
35	شرف النبی	حضرت علامہ ابوسعید عبدالملک بن عثمان نیشاپوری (المتوفی 407ھ)
36	تفسیر طبری	علامہ ابن جبیر طبری (المتوفی 310ھ)
37	تفسیر بغوی	علامہ بغوی (المتوفی 516ھ)
38	تفسیر ابن ابی حبان	ابن ابی حبان (المتوفی 369ھ)
39	المصنّف	حضرت امام عبدالرزاق بن ہمام (استاد حضرت امام بخاری) (المتوفی 211ھ)
40	تاریخ ابن ہشام	ابن ہشام
41	سنن النسائی	علامہ عبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار نسائی (پیدائش نساء 215ھ وفات بیت المقدس 303ھ)

42	موطا امام مالک	امام ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک اصبحی حمیری (پیدائش مدینہ منورہ 93ھ وفات مدینہ منورہ 179ھ)
43	دلائل النبوۃ	حضرت امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی 430ھ)
44	تفسیر ابن کثیر	علامہ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر دمشقی (المتوفی 774ھ)
45	السیرۃ الحلبیہ	علامہ علی ابن برہان الدین حلبی (975-1044ھ)
46	مشکوٰۃ شریف	امام ولی الدین محمد علیہ الرحمۃ
47	السیرۃ النبویہ	حضرت ابوالفداء اسماعیل بن کثیر (متوفی 774ھ)
48	کتاب الحیات	ابوداؤد
49	مشکوٰۃ المصابیح	حضرت خطیب تبریزی
50	تاریخ الخمیس	حضرت علامہ دیار البکری (المتوفی 966ھ)
51	تفسیر علامہ مردویہ	حضرت ابن مردویہ (المتوفی 419ھ)
52	تفسیر ابن جبیر	حضرت ابی جعفر ابن جبیر (المتوفی 310ھ)
53	صورۃ من المدینۃ المنورہ	خالد مصطفیٰ۔ قاہرہ۔ مصر
54	مرۃ الحرمین	ابراہیم رفعت پاشا (اشاعت 1908ء) قاہرہ۔ مصر
55	فضائل نعلین حضور علیہ السلام	علامہ احمد المقری التلمسانی
56	جواہر القرآن	حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد الغزالی الطوسی (ولادت طوس 450ھ وفات بغداد 505ھ)
57	معجم البلدان	علامہ شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی (پیدائش روم 574ھ وفات حلب شہر کے قریب واقع خان میں 626ھ)

58	الجامع الاحکام القران	علامہ ابوعبداللہ بن احمد الانصاری (متوفی 90ھ)
59	فتوح البلدان	علامہ احمد بن یحیٰ بن جابر البلازری (المتوفی 279ھ=892ء)
60	السیرۃ الحلبیہ	حضرت امام العصر علامہ حلبی (متوفی 1044ھ)
61	تہذیب الاسماء	علامہ محی الدین یحیٰ بن شرف بن الخزامی النووی (مولد 631ھ متوفی 676ھ)
62	المعجم الکبیر	حضرت ابوالقاسم سلیمان بن احمد بنی ایوب مطیر الخطمی الطبرانی (متوفی 360ھ)
63	اعلام النبوۃ	علامہ ابوالحسن علی الماوردی (متوفی 450ھ)
64	تاریخ ابن خلکان	علامہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان قاضی القضاۃ شمس الدین ابوالعباس (پیدائش 608ھ متوفی 681ھ)
65	تاریخ القلمی	علامہ قطب الدین الحنفی (المتوفی 986ھ)
66	اوسط طبرانی	حضرت ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی (متوفی 360ھ)
67	مغازی رسول اللہ	حضرت عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (متولد مدینہ منورہ 22ھ متوفی مدینہ منورہ 93ھ)
68	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
69	موطا امام مالک	امام ابوعبداللہ مالک ابن انس اصبحی (ولادت 103ھ مدینہ منورہ وفات 179ھ)
70	ترمذی شریف	ابوعیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی (ولادت نہر بلخ جیحون کے کنارے مقام ترمذ 229ھ وفات ترمذ 279ھ)

71	نسائی	ابوعبدالرحمٰن ابن احمد ابن شعیب ابن بحر ابن سنان نسائی (ولادت خراسان بستی نساء 215ھ وفات بعض کے مطابق مکہ مکرمہ 303ھ)
72	کتاب دارقطنی	ابو الحسن علی ابن عمر دارقطنی (ولادت بغداد 305ھ وفات بغداد 385ھ) (ابونعیم حاکم امام اسفرائیتی محدثین آپ کے شاگرد ہیں)
73	دارمی شریف	عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن افضل ابن بہرام دارمی (ولادت سمرقند 181ھ وفات 250ھ۔ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں)
74	زادالمعاد	علامہ حافظ ابن قیم (691ھ-751ھ)
75	معارج النبوۃ	ملا معین واعظ الکاشفی الہروی (المتوفی 907ھ)
76	حیات القلوب	آغا محمد باقر مجلسی (1087ھ - 1676ء)
77	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ربعی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش قزوین 209ھ وفات 273ھ)
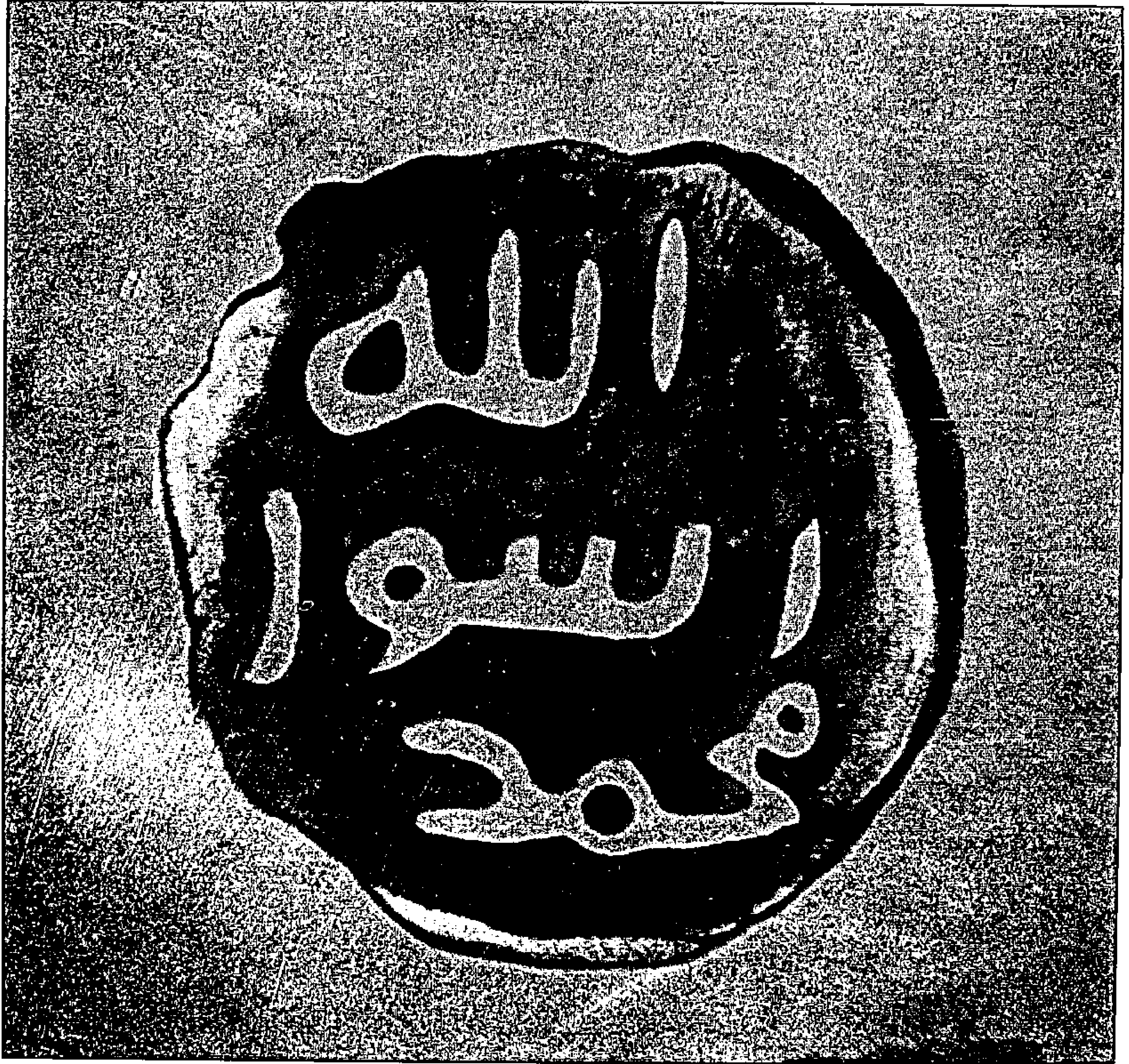
مہر نبوی (علیہ السلام)

الله الرحمن الرحيم من محمد عبد الله ورسوله
الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد
فاني ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله
اجرك مرتين فان توليت فعليك اثم الاريسين ويا اهل الك
تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله
ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من
دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مس
لمون

مکتوب اقدس بنام قیصر روم

مکتوب اقدس بنام اصحمه نجاشی شاه حبشه

مکتوب اقدس بنام خسر و پرویز شاه فارس (ایران)
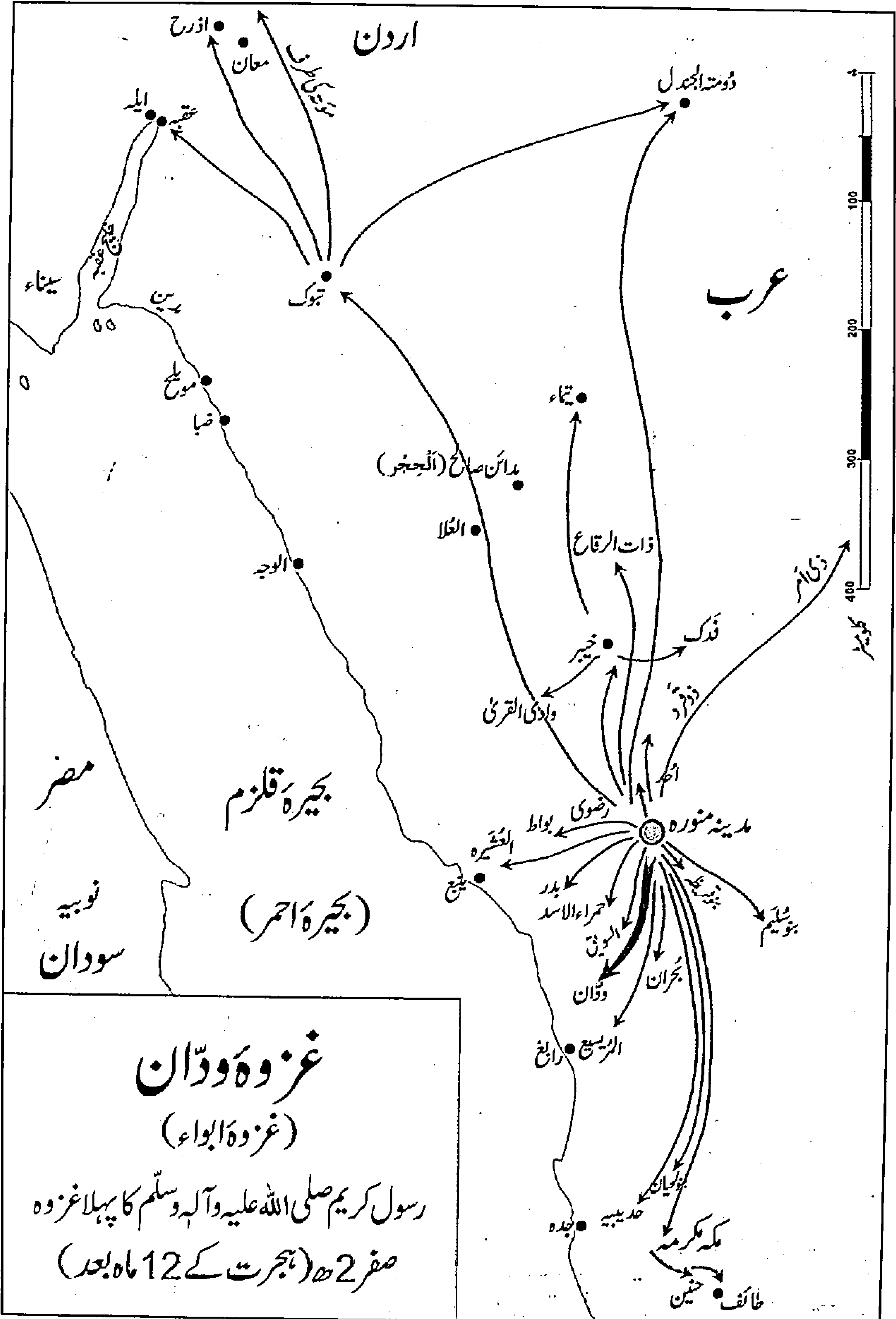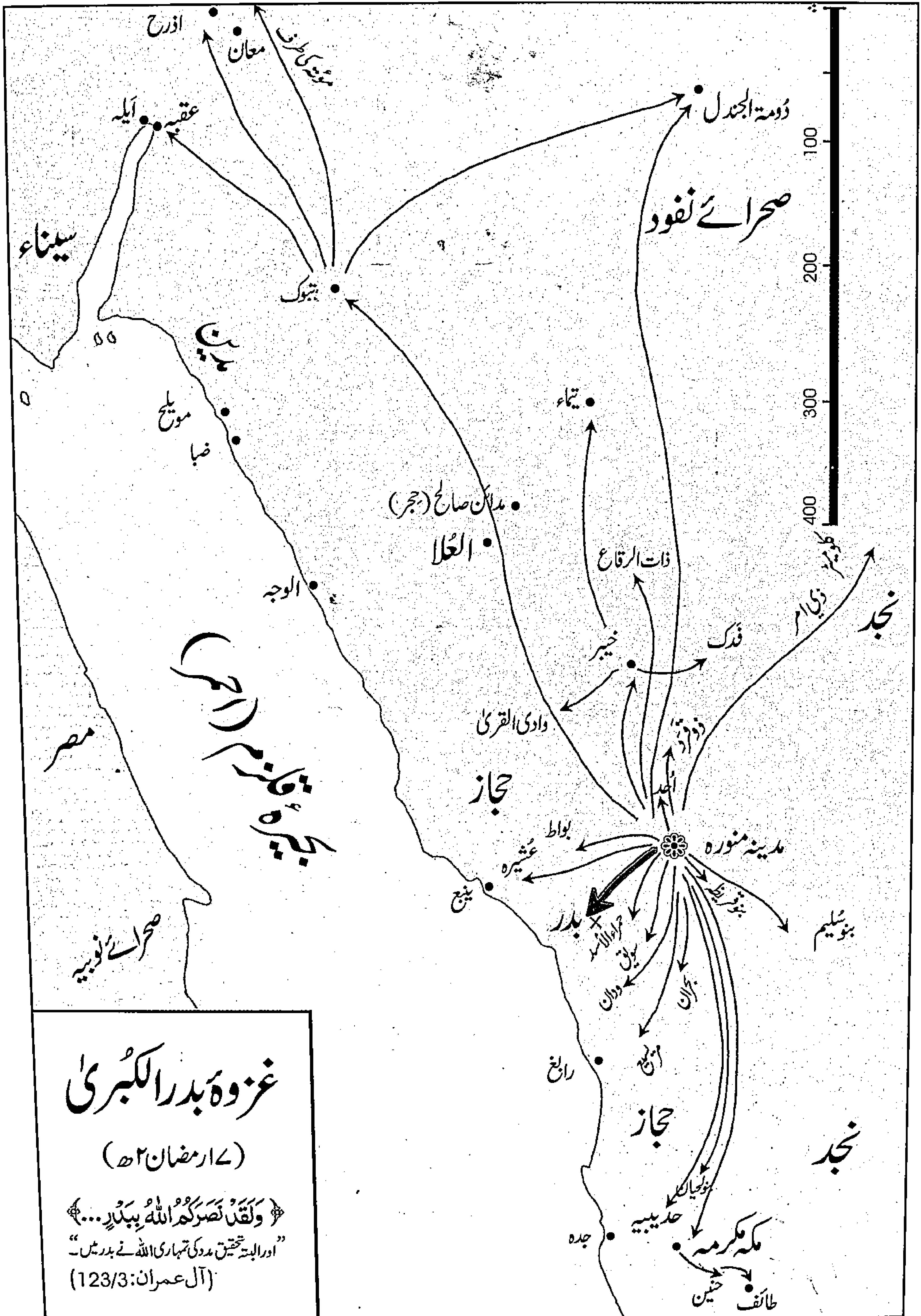
غزوۂ ودّان

(غزوۂ ابواء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پہلا غزوہ

صفر 2ھ (ہجرت کے 12 ماہ بعد)

(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب)

اذرح
معان
موتہ کی طرف
عقبہ
ایلہ
دومۃ الجندل
صحرائے نفود
سیناء
تبوک
مدین
مویلح
ضبا
تیماء
مدائن صالح (حجر)
العلا
الوجہ
ذات الرقاع
ذی امر
نجد
فدک
خیبر
وادی القریٰ
مصر
بحیرہ احمر
حجاز
ذو قرد
احد
بواط
عشیرہ
مدینہ منورہ
ینبع
بدر
حمراء الاسد
بنو قریظہ
بنو سلیم
بواق
ودان
نجران
صحرائے نوبیہ
ام البیض
رابغ
حجاز
نجد
بنو لحیان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حنین
طائف
100
200
300
400
کلو میٹر

غزوۂ بدر الکبریٰ

(۱۷ رمضان ۲ھ)

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ... ﴾

"اور البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بدر میں۔"

(آل عمران:123/3)

(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتبہ دار السلام الریاض سعودی عرب)

غزوہ ذی اَمَر

غطفان (نجد) کی طرف

ربیع الاول 3ھ
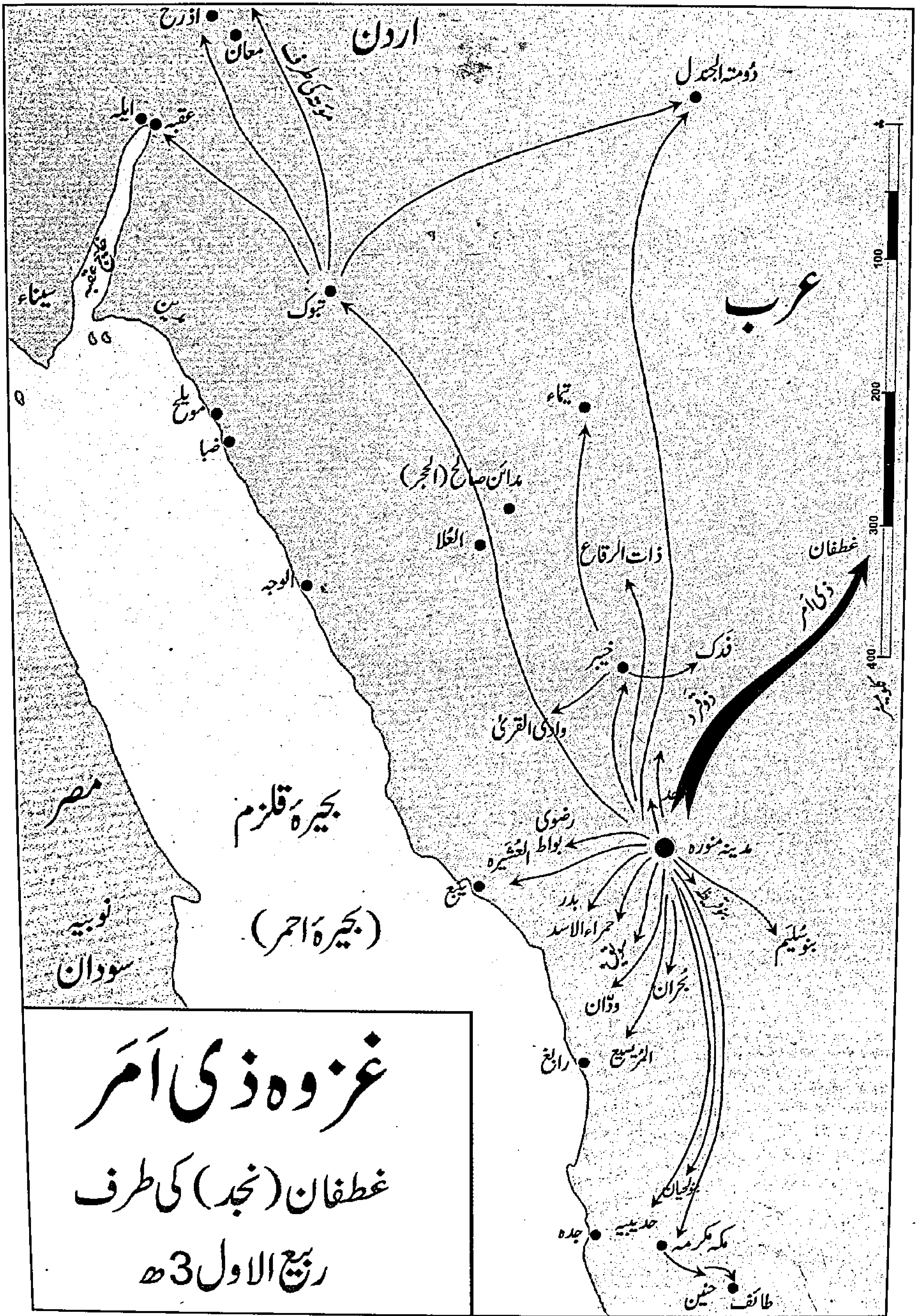
(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب)
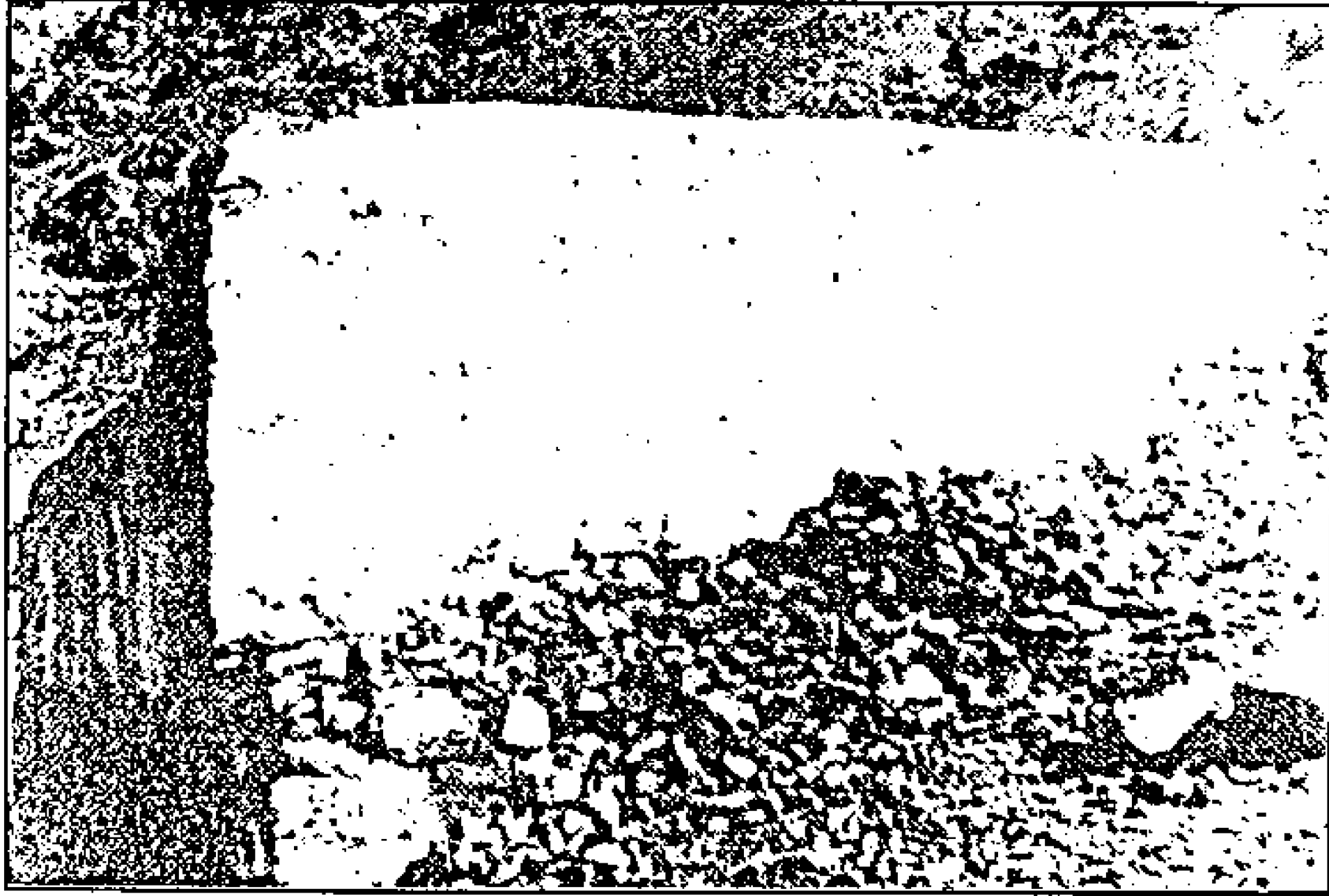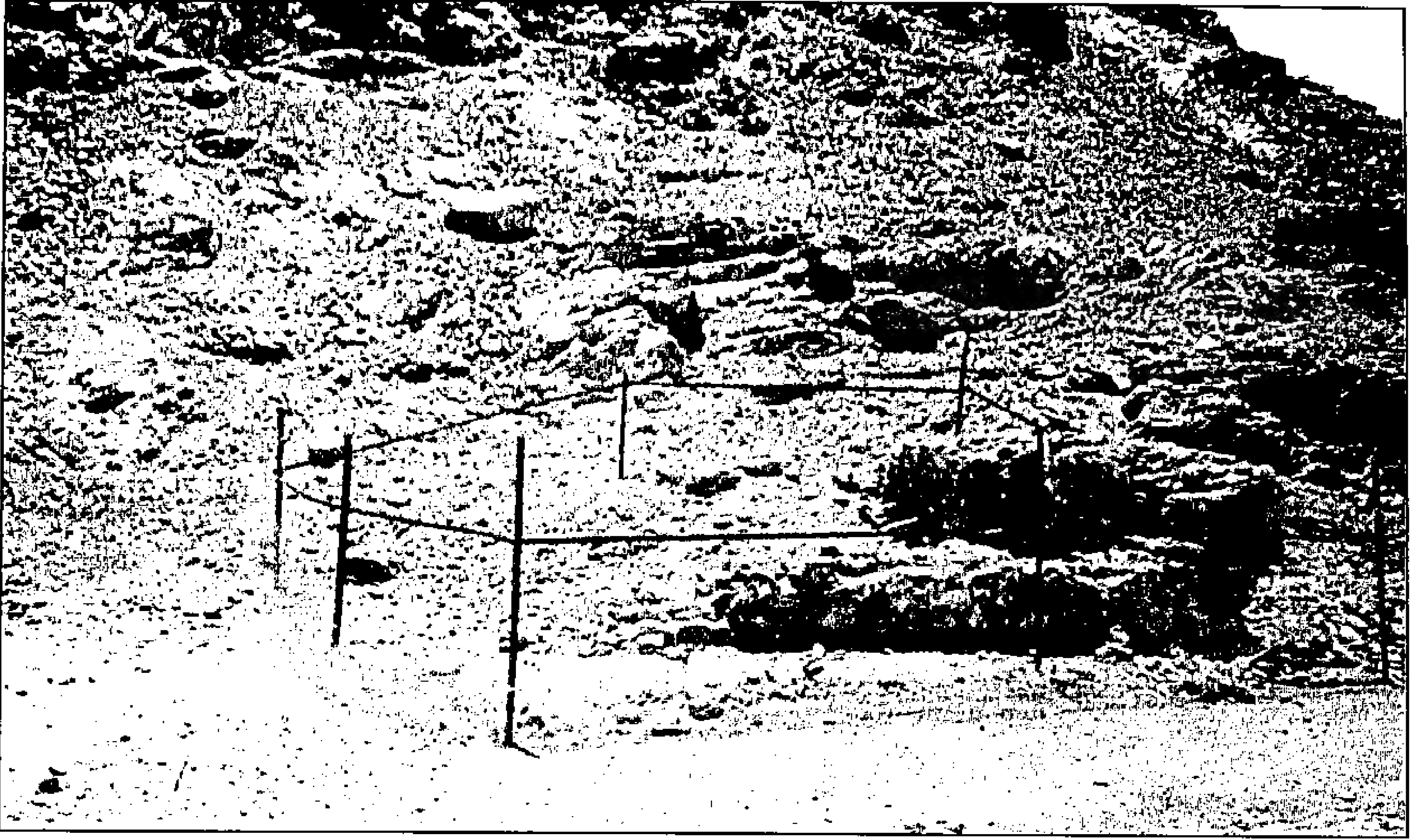
مسجد الفسح (أُحد): هو مكان نزول الآية -(سورة المجادله. آيت 11) يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ، وَقِيْلَ الأصح نزولها فى المسجد النبوى . والمسجد فى شعب احد الذى جُرِح فيه النبى صلى الله عليه وآله وسلّم لما ضربه ابن قملة قاتلا: خذها و انا ابن قمئة، فدخلت حلقتان من حلق المخفر فى و جنة النبى صلى الله عليه وآله وسلّم فقال: اقناک الله عز وجل فصعد فى نفس العام يرعى غنماله على جبل فظلت تنطحه بقرونها حتى سقط من فوق الجبل ميتًا ذليلاً و شجّ الكفار وجه النبى صلى الله عليه وآله وسلّم فنزف دمه رفاعاً عن الاسلام و هو يقول اشتد غضب الله على من دمىً وجه نبيه ، فاستقبله مالک بن سنان رضى الله تعالىٰ عنه فمص الدم عن وجه النبى صلى الله عليه وآله وسلّم بفمعه وازدرده فقال النبى صلى الله عليه وآله وسلّم من مس دمى دمه لم تصبه النار، ثم صلى النبى صلى الله عليه وآله وسلّم الظهر و العصر جالساً و صلى الناس معه جلوساً لِما اجهدهم من الجراح ولضيق المكان ازدحم الناس حوله للصلاة فنزلت الآية.

The alFash Mosque at Uhud: According to one opinion the following verse was revealed there as the people crowded around the Prophet (P.B.U.H.) for the ritual prayer during the battle of Uhud: "O you who have believed! when you are told to make room (for each other) in assembly make room! That Allah may expand things for you." According to another opinion this verse was revealed in the Prophet's (P.B.U.H.) Mosque.

مسجد الفسح (اُحد) ایک روایت کے مطابق سورۃ المجادلہ کی آیت 11 یہاں نازل ہوئی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق مسجد نبوی علیہ السلام میں نازل ہوئی۔

(ترجمہ: سورۃ المجادلہ آیت 11: اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے)

مسجد عینین بجبل الراماة: عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه صلی الظهر یوم اُحد علی عینین الظرب الذی باحد عند القنطرة، واسفله طعن و حشی سیدنا حمزة.

Masjid Aynayn on Jabal al-Ruma, Archers Hill. It is said that the Prophet (P.B.U.H.) prayed the Zuhr prayer there on the day of Uhud, it is also said that this is where Wahshi lanced Hamza(R.A.T.A.), the Prophet's (P.B.U.H.) paternal uncle, to death.
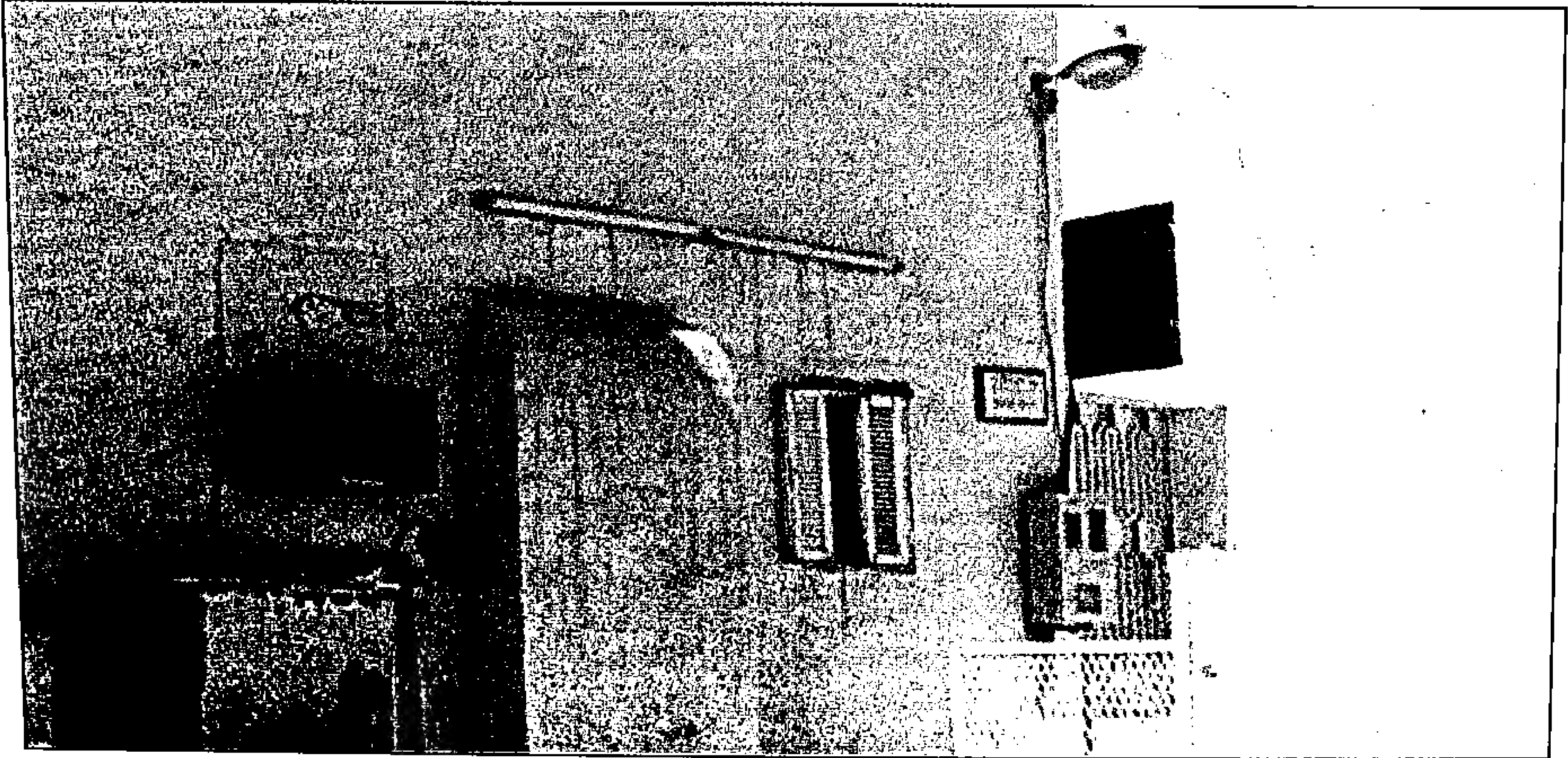
مسجد الرایة: اُقیم علی جبل ذباب (الرایة) الذی کانت ترفع علیه رایة النبی صلی الله علیه وآله وسلّم ایذانا بالخروج للجهاد، و عن سهل بن سعد رضی الله تعالیٰ عنه صلی علی ذباب.

The Mosque of the flag, Masjid al-Raya. On the hill where the Prophet's (P.B.U.H.) flag was raised to signal *Jihad*.It is also said that the Prophet(P.B.U.H.) prayed on Dhubab, which is another name for the hill.
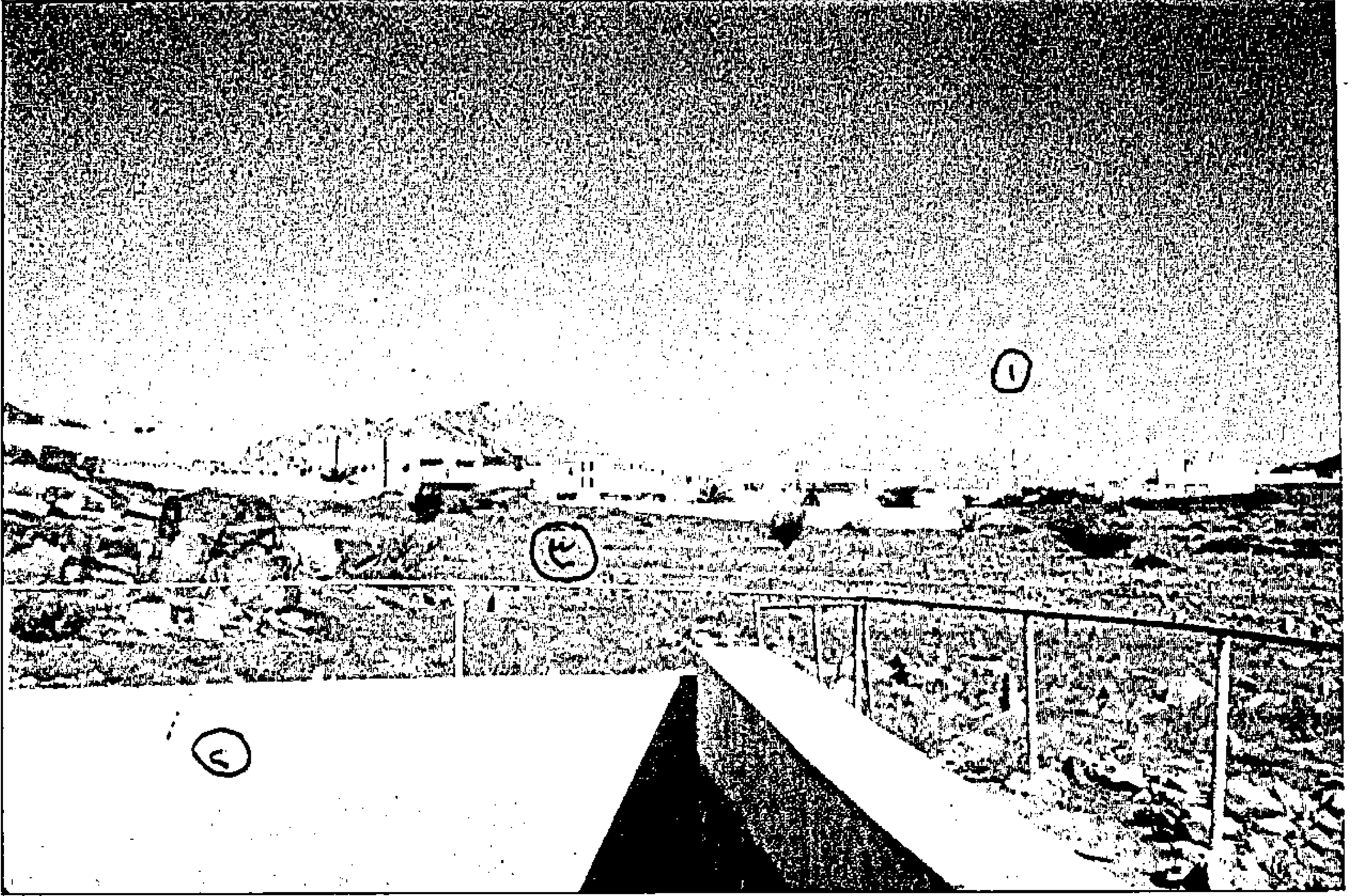
غزوہ بدر: الصورۃ توضح (۱) مسجد العریش مکان عریش النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم (۲) مدافن شہداء بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۳) مکان المعرکۃ بین جیش المسلمین و جیش الکفار۔

The Battlefield of Badr: (1) The Ari-sh mosque marking the place where the Prophet(P.B.U.H.) stood. (2) The graves of the thirteen Martyrs (3) The battlefield.
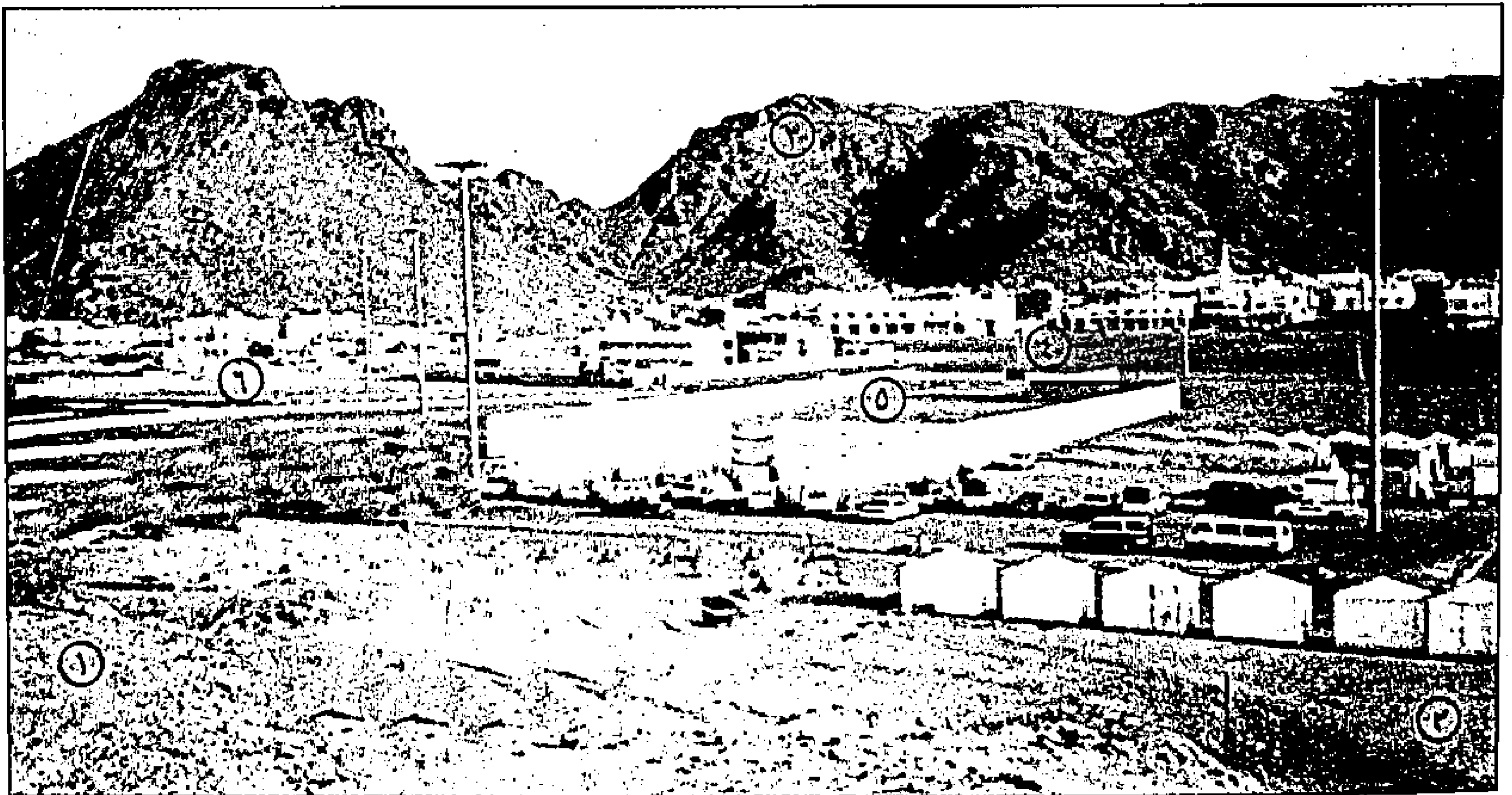
غزوۂ اُحد: (۱) جبل الرماۃ (۲) مکان مصرع سیدنا حمزۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) جبل اُحد (۴) مکان سقوط ثنیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم (۵) مدفن الشہداء رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین (٦) مکان المعرکۃ

The Battlefield of Uh-ud: (1) Archer's hill. (2) The place where Hamza(R.A.T.A.) was killed (3) The Mountain of Uhud. (4) The place where the Prophet's (P.B.U.H.)broken tooth fell (5) The graves of the Martyrs.(R.A.T. Ajmaeen) (6) The battlefield.
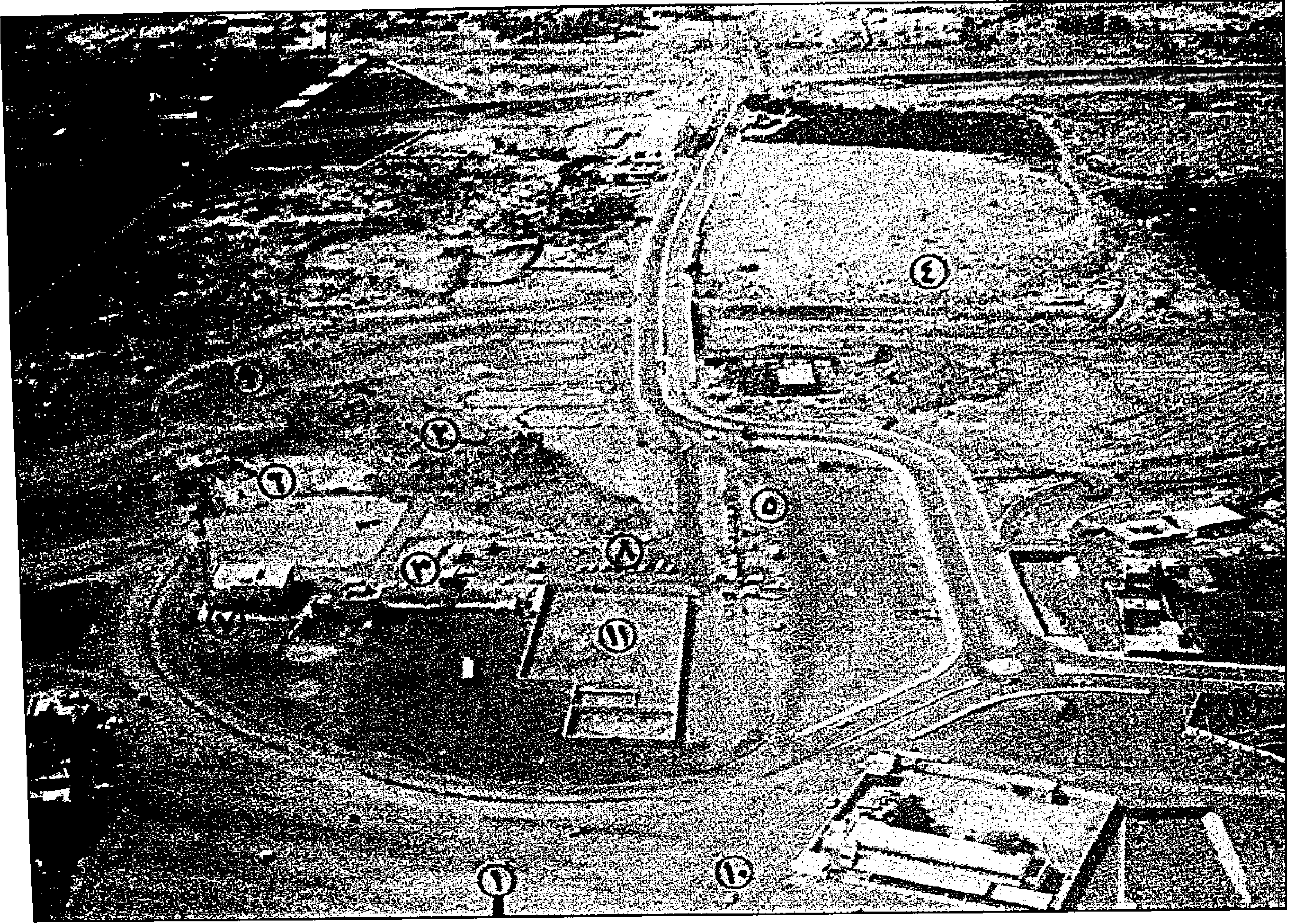
میدانِ غزوۂ اُحد (اہم مقامات کی تفصیل)

(1) جبلِ اُحد (2) جبل الرماۃ (3) مسلمانوں کا پڑاؤ (4) مشرکوں کا پڑاؤ (5) جنگ کا پہلا دور۔ مسلمانوں کا پلّہ بھاری ہے۔ (6) حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقامِ شہادت (7) جدید مسجد (8) تیرانداز ٹیلے سے نیچے اُتر آتے ہیں۔ جنگ کا دوسرا دور (9) خالد بن ولید کا دستہ تیراندازوں کے ٹیلے کے گرد سے گزر کر مسلمانوں کے عقب پر حملہ کرتا ہے۔ (10) وہ مقام جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم زخمی ہوئے اور جہاں قبۃ الثنایا ہوتا تھا (11) شہداء کی موجودہ قبریں (12) باقی شہداء کی قبریں۔
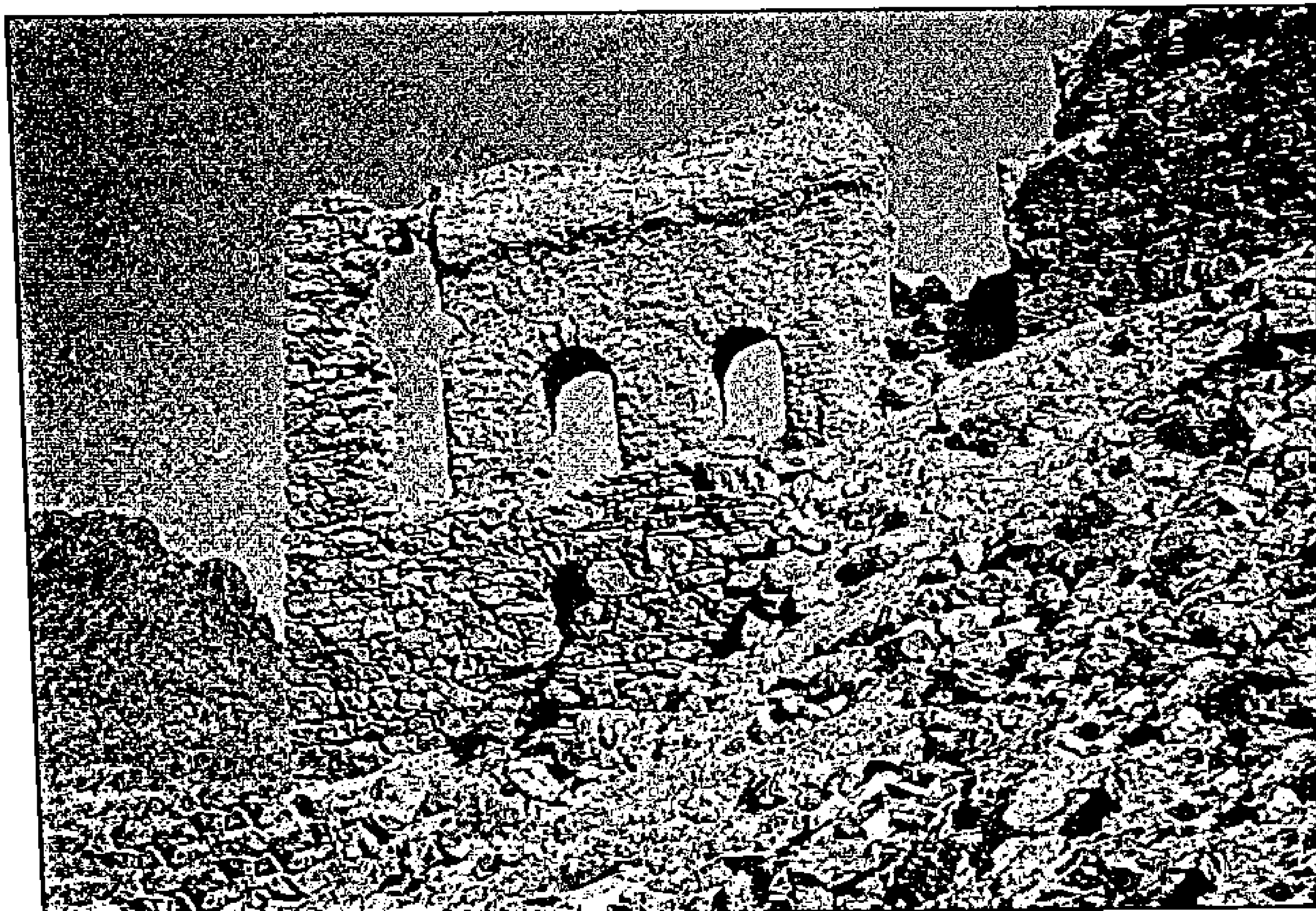
غزوۂ اُحد کے دامن میں تیراندازوں کا ٹیلہ
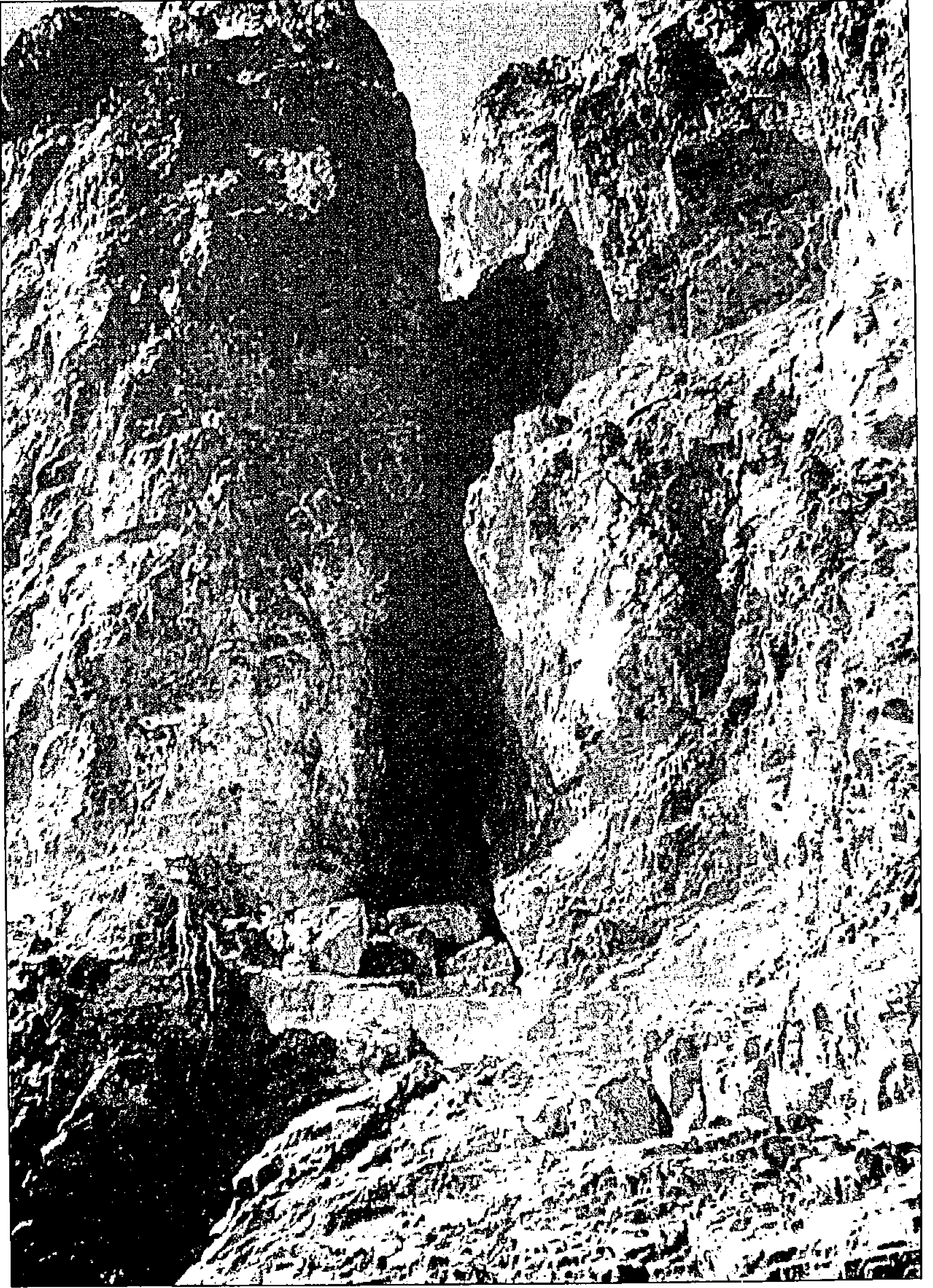
غارِ جبل اُحد

غزوۂ اُحد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زخمی ہونے کے بعد جبل اُحد کی اس غار نما دراڑ میں کچھ دیر قیام فرمایا

غزوۂ احد (15 شوال 3ھ)

﴿ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ "اور تحقیق سچا کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جب کاٹتے تھے تم انکو ساتھ اسکے حکم کے یہاں تک کہ جب تم پست ہمت ہو گئے اور باہم جھگڑا کیا تم نے حکم (رسول) میں اور نافرمانی کی تم نے بعد اسکے کہ دکھلایا اس نے تم کو وہ جسے تم پسند کرتے تھے"
(آل عمران: 152/3)

(از: اطلس القرآن مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب)

مسـجـد البدائع : او مسجد الشيخين و عنده بات النبی صلی الله عليه وآله وسلّم وصلی الصبح ثم استعرض جيشه قبل توجهه لغزوة أحد ورد كتيبة اليهود الذين جاء و الساعدوه وقال لا نستعين بالمشركين على المشركين، وعنده رجع كبير المنافقين عبـد الله بـن ابی بن سلول و معه ثلث الجيش فاختلفت بنو حارثة و بنو سلمة من الانصار فی قتاله فی التو او بعد المعركة فانزل الله تـعـالیٰ فيهـم قـولـه فمالكم فی المنافقين فئتين والله اركسهم بما كسبوا اتريدون ان تحدوا من اضل الله ومن يضلل الله فلن تـجـدلـه سبيـلا و قوله تعالیٰ إذ همت طائفتان منكم ان تفشلا والله وليهما و على الله فليتوكل المومنون ففرحت القبيلتان بقوله تعالیٰ فی الاية والله وليهما.

Masjid albadai: Also known as masjid aldir (the Mosque of the Shield). This is where the Prophet (P.B.U.H.) spent the night on his way to the battle of Uh-ud. There he (P.B.U.H.) prayed *salat al-fajr*, reviewed his army and sent back the jewish force that had come offering to help him.
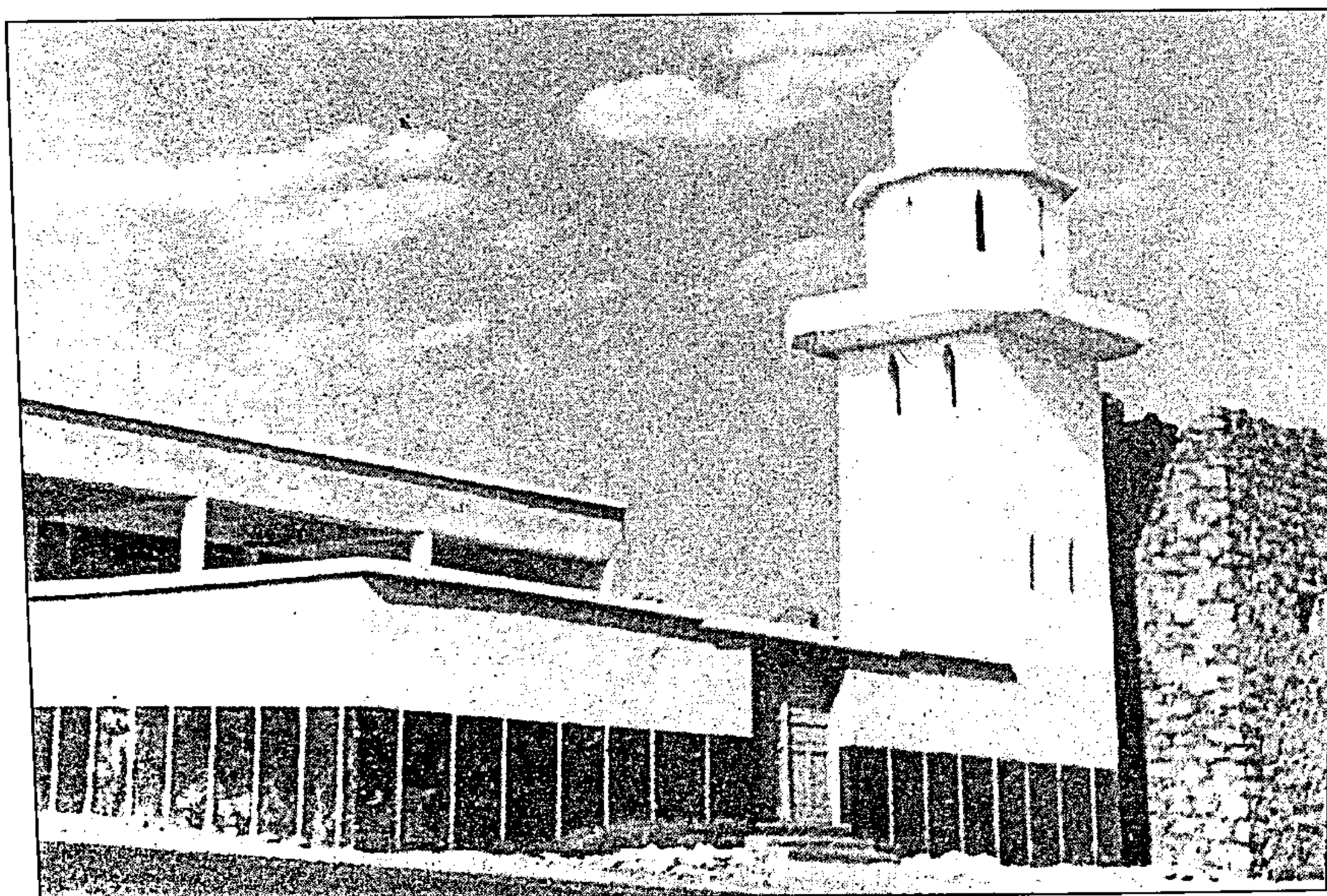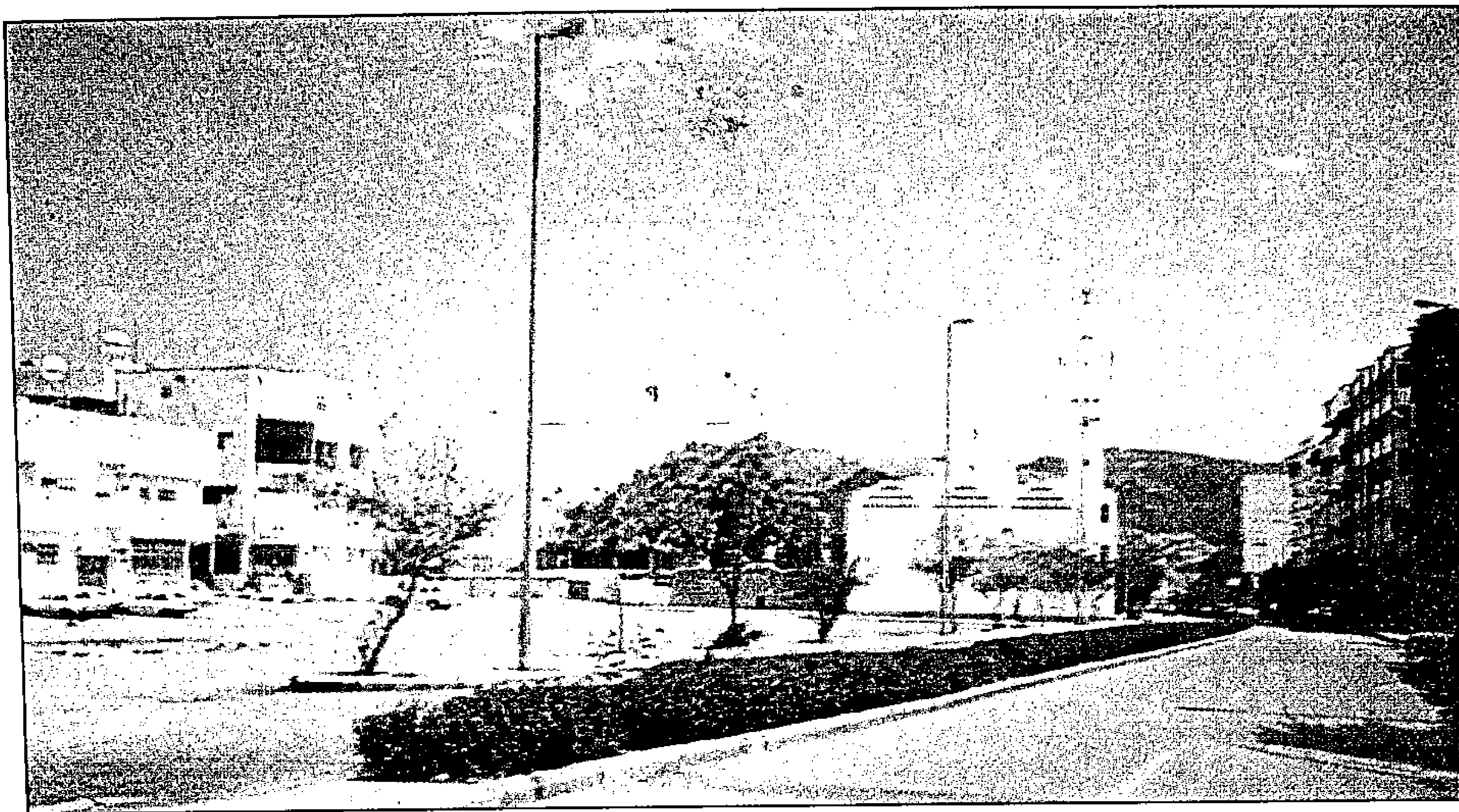
مسجد المستراح: مكان مسجد بنى حارثة، و جلس فيه النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم فى طريق زيارته لشهداء احد، والمشهور عند العامة والله اعلم، ان النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم فى طريقه لمعركة اُحد جلس عنده للاستراحة من التعب الذى نشامعه من طول الطريق و حمله لا مة الحرب وهى من لباس الحرب و قد قال النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم ما ينبغى لنبى اذا لبس لامته ان يضعها حتى يقاتل وذلک حين و صل جيش الكفار الى حدود المدينة ورأى النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم ان يبقى جيشه داخل المدينة يدافع عنها واشار اناس معن فاتتهم غزوة بدر بالخروج للكفار و قال شباب الانصار: اخرج بنا الى اعدائنا ، لايرون انا جبنا و ضعفنا، ولم يزل الناس بالنبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم حتى دخل بيته ولبس لامته للحرب و خرج عليهم و قد ندم الناس فقالوا: يا رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم استكر هناک ولم يكن ذلک لنا فان شعت فاقعد صلى الله عليک، ولكنه صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم عزم و خرج فى الف من اصحابه الى اُحد لملاقاة الكفار.

Masjid al-Mustarah. This is where the Prophet (P.B.U.H.) sat to rest on his way to the battle of Uhud.
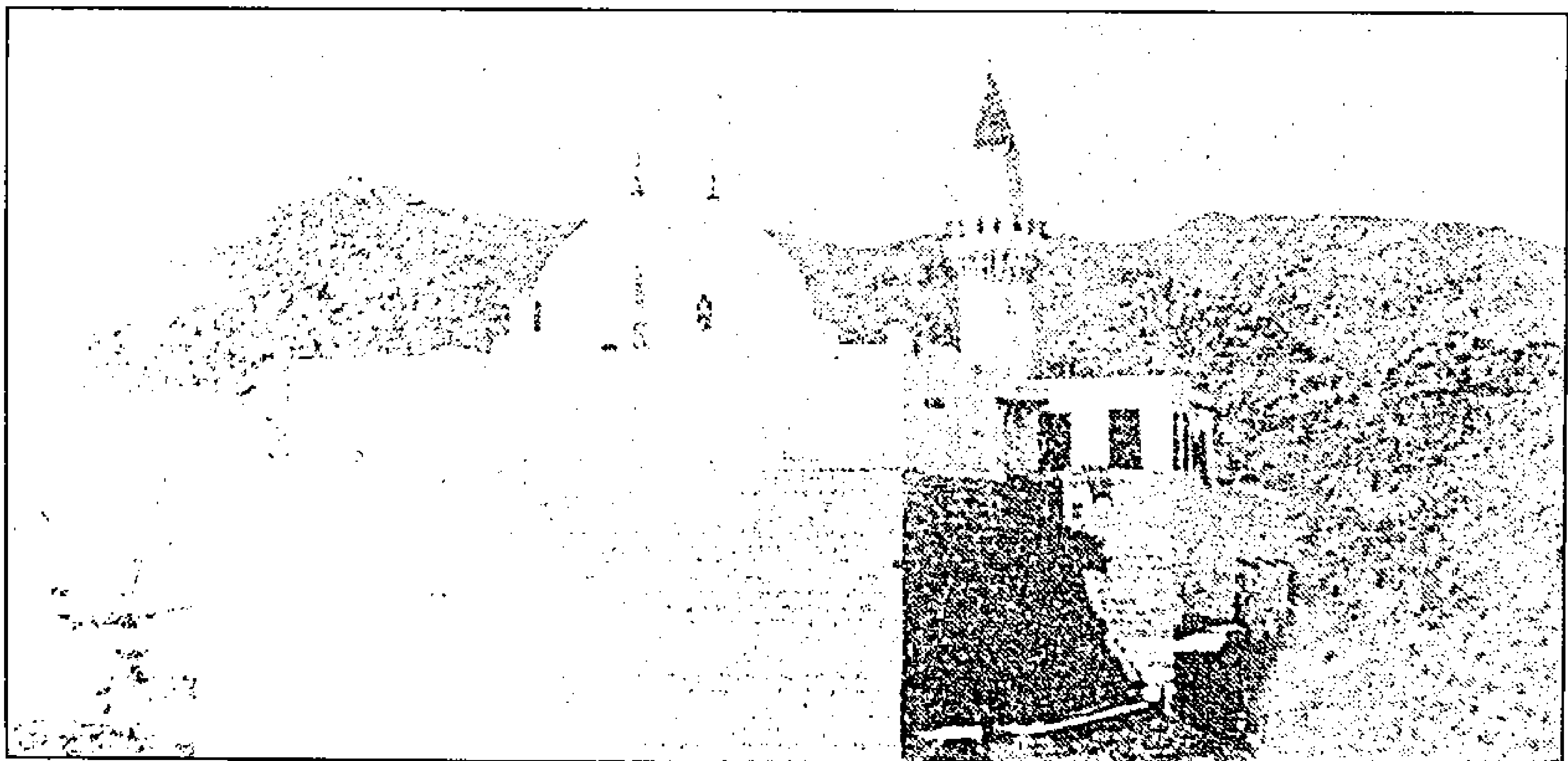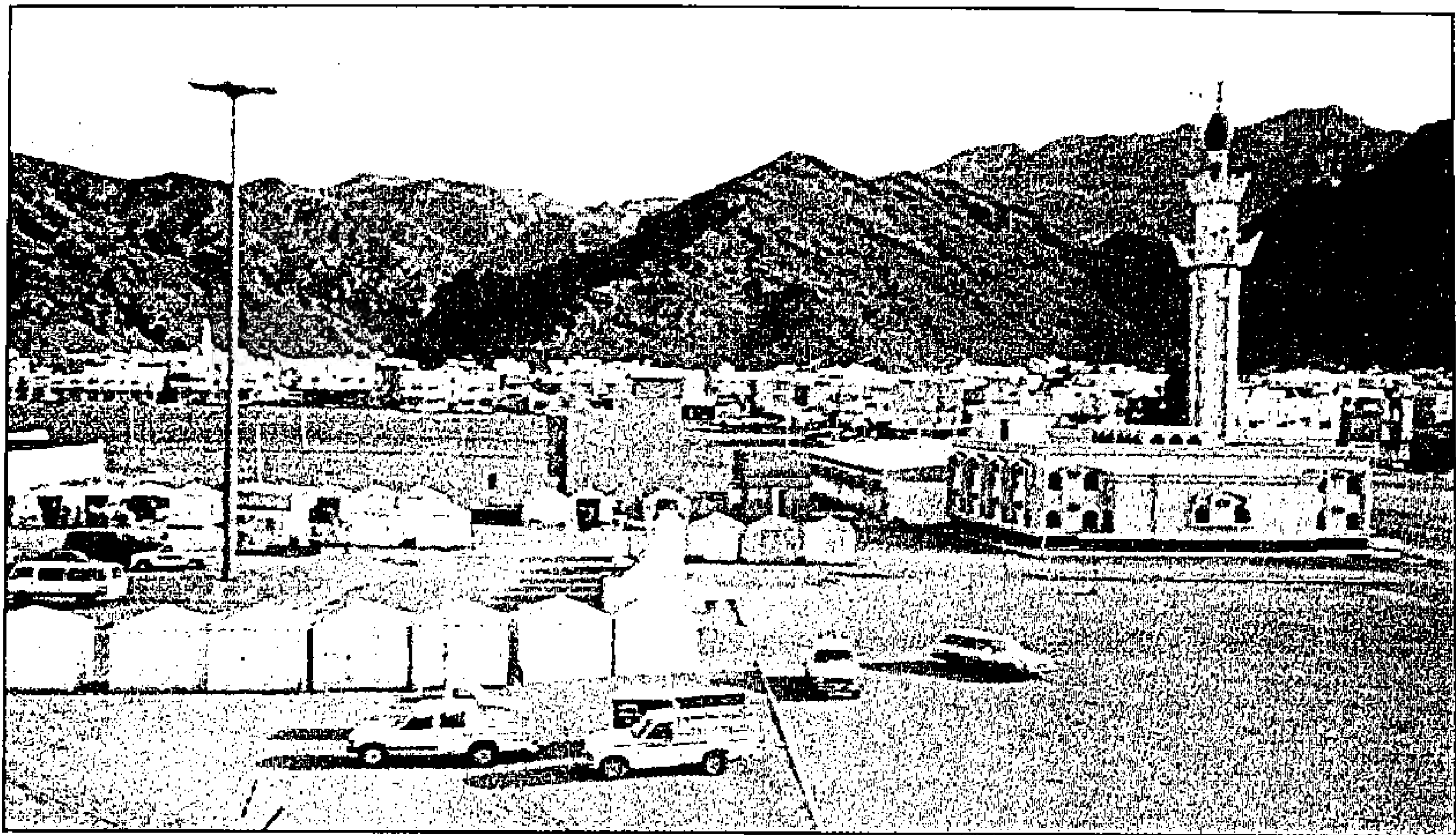
مسجد سيدالشهداء: اقيم فی مكان معركة احد التی قتل فيها سيدنا حمزة رضی الله تعالیٰ عنه عم رسول الله صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم ، وما روی النبی صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم باكيا اشد من بكائه علی حمزة رضی الله تعالیٰ عنه ، ولما رأی صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم ما بجسده الشريف من تمثيل (كان الكفار قد بقروابطنه واخرجوا كبده) قال: (لن اصاب بمثلک، ما وقفت موقفا اغيظ لی من هذا) ووقف علی جنازته وانتحب حتی شهق و هو يقول: (ياعم رسول الله ، واسد الله رضی الله تعالیٰ عنه واسد رسوله صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم يا حمزة يا فاعل الخيرات، يا حمزة يا كاشف الكربات، يا حمزة يا ذاب يا مانع عن وجه رسول الله صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم . وجاعت السيدة صفية اخته فمنعها سيدنا علی بن ابی طالب و سيدنا الزبير بن العوام رضی الله تعالیٰ عنه رحمة بها فقالت: يا رسول الله أين ابن امی حمزة؟ فقال صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم : (هو فی الناس) فلما رأت سيدنا حمزة رضی الله تعالیٰ عنه بكت فوضع النبی صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم يده الشريفة علی صدرها فاسترجعت، وصارت كلما بكت بكی رسول الله صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم

Masjid Sayyid al-shuhada: Erected on the plain of Uhud, the location of the battle where the Prophet's (P.B.U.H.) uncle, Hamza (R.A.T.A.) was killed. When he saw the mutilation he had suffered the Prophet(P.B.U.H.) wept, saying "Never shall I be afflicted with (the loss of) such as you, nor have ever been angrier before".
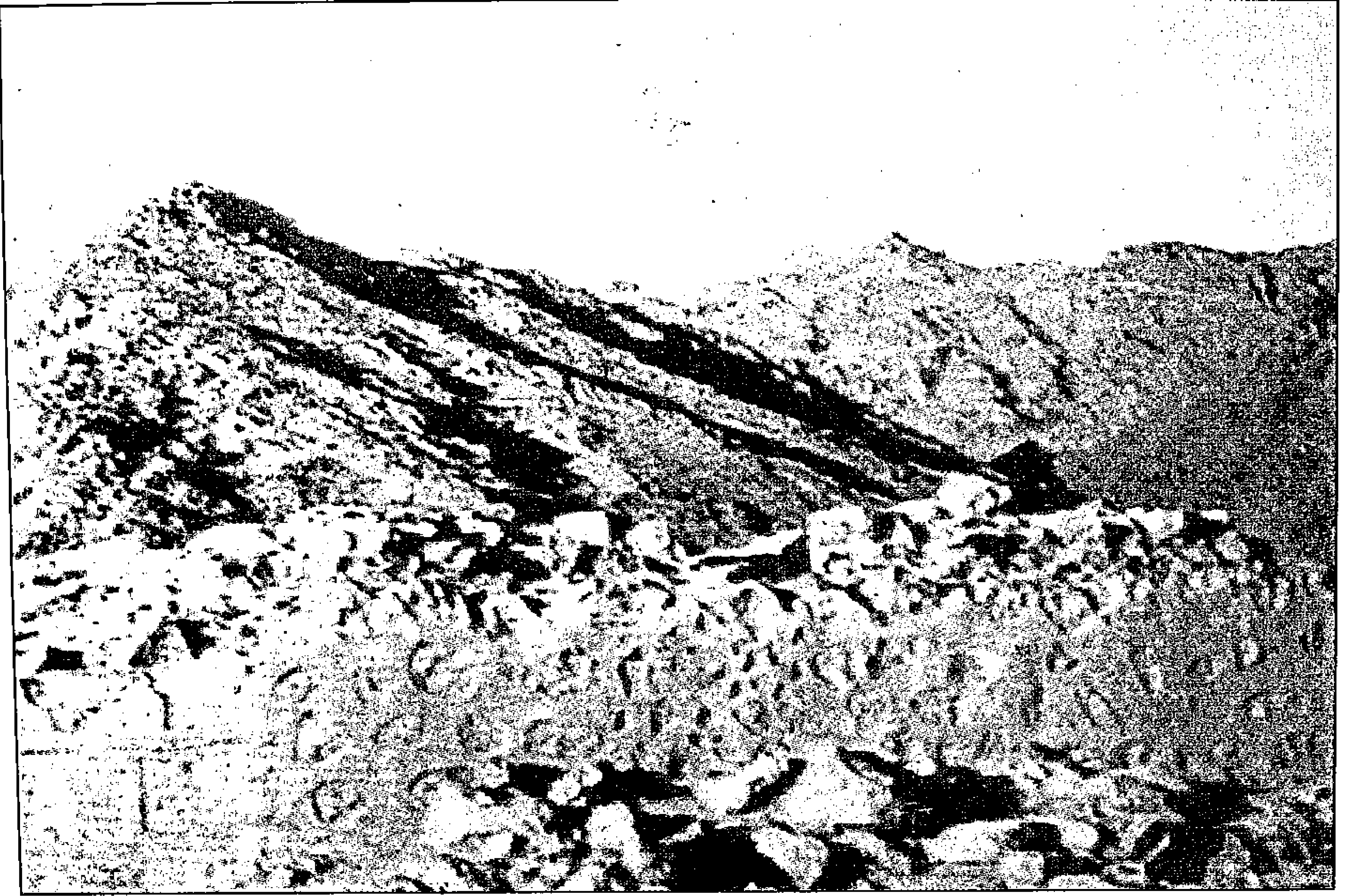
مسجد الوادی : او مسجد العسکر و بالقرب منه استشهد سیدنا حمزة بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی غزوۂ اُحد بید وحشی الذی کان عبداً لجبیر بن مطعم و وعده بالعتق ان قتل حمزة.

Masjid Al-Wady: The Mosque that marks the spot where Hamza(R.A.T.A.) was pierced by Wahshi's lance on the day of Uhud.
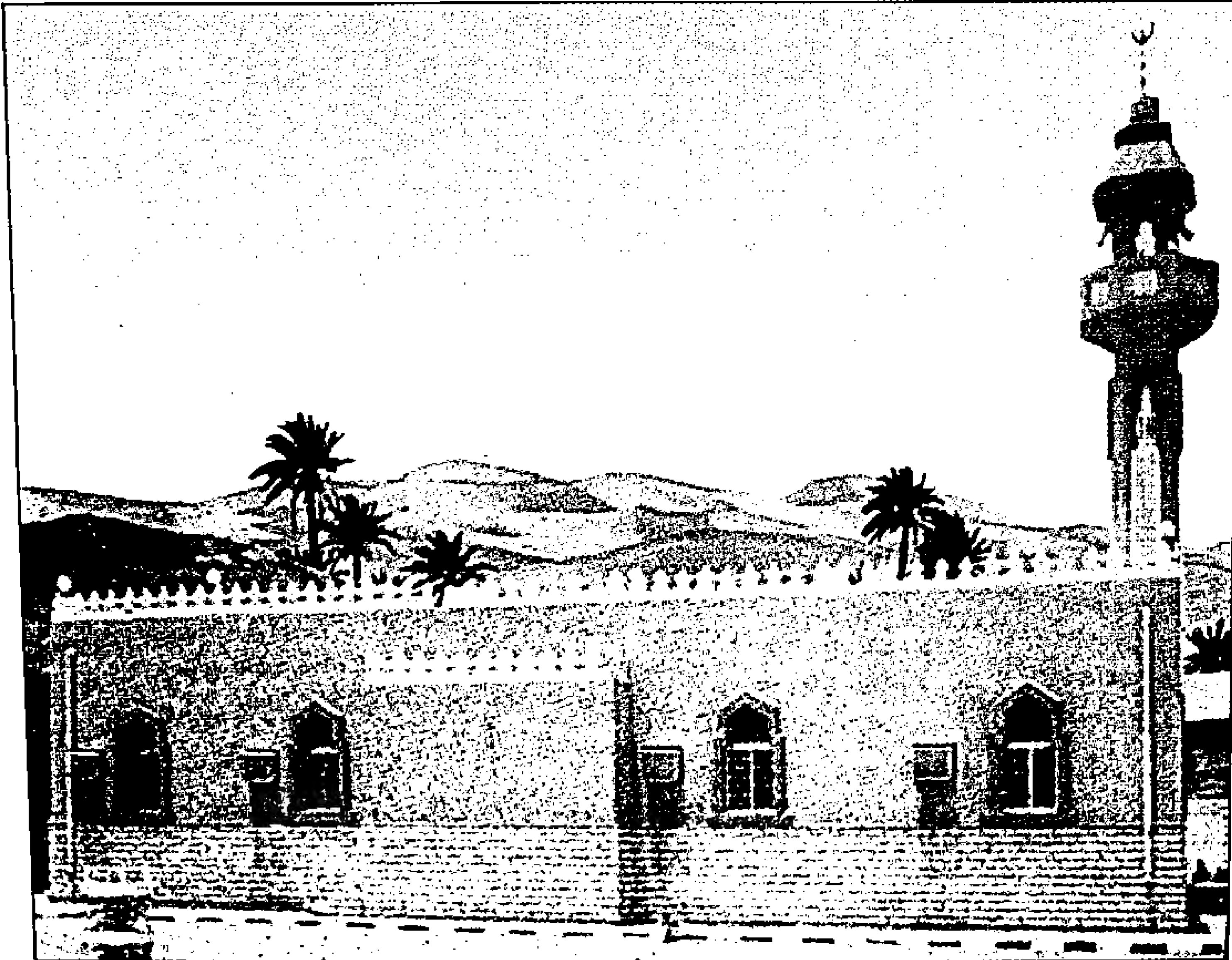
مقام حدیبیہ (موجودنام شمیسی) میں مسجد الحدیبیہ
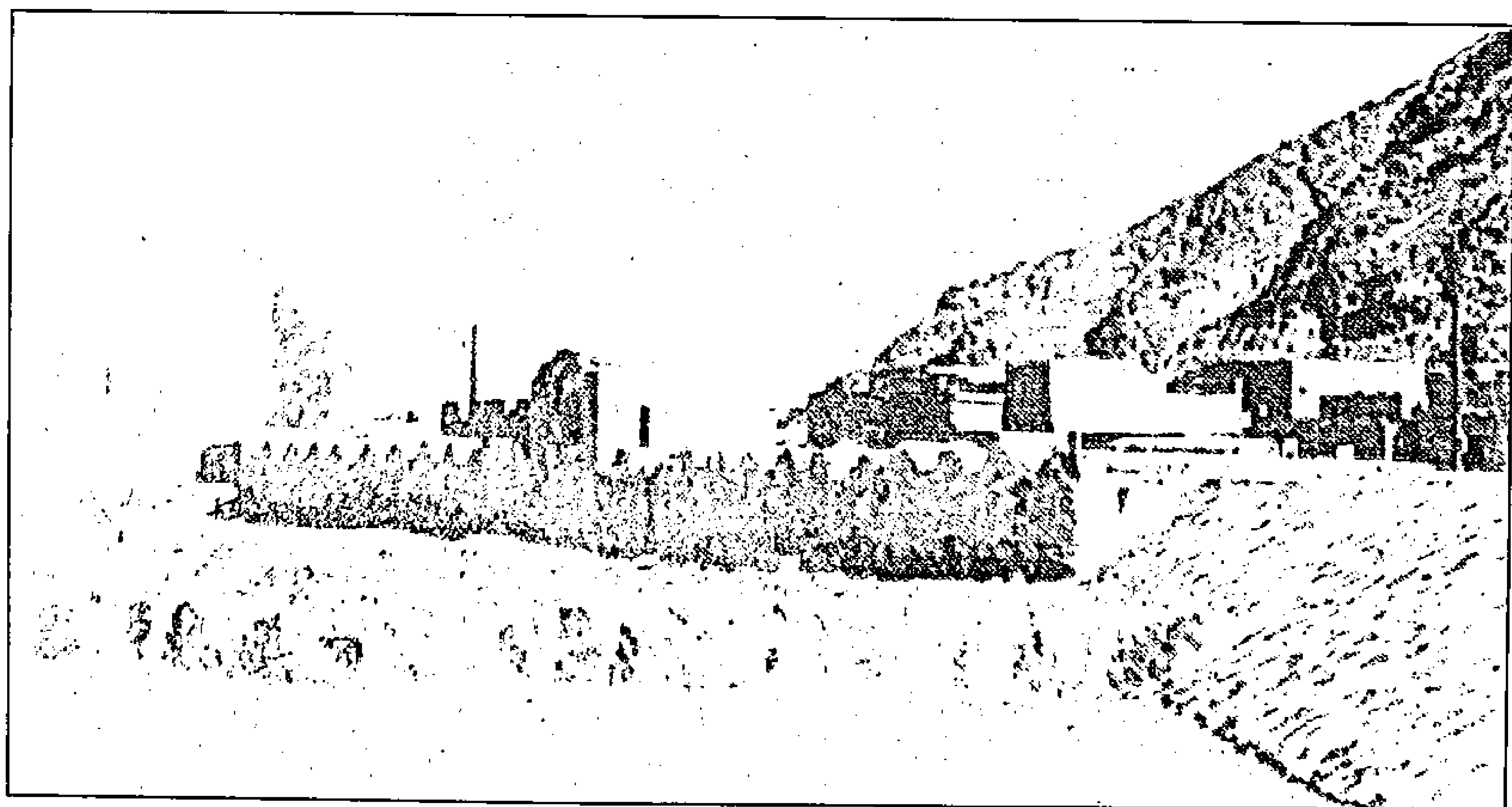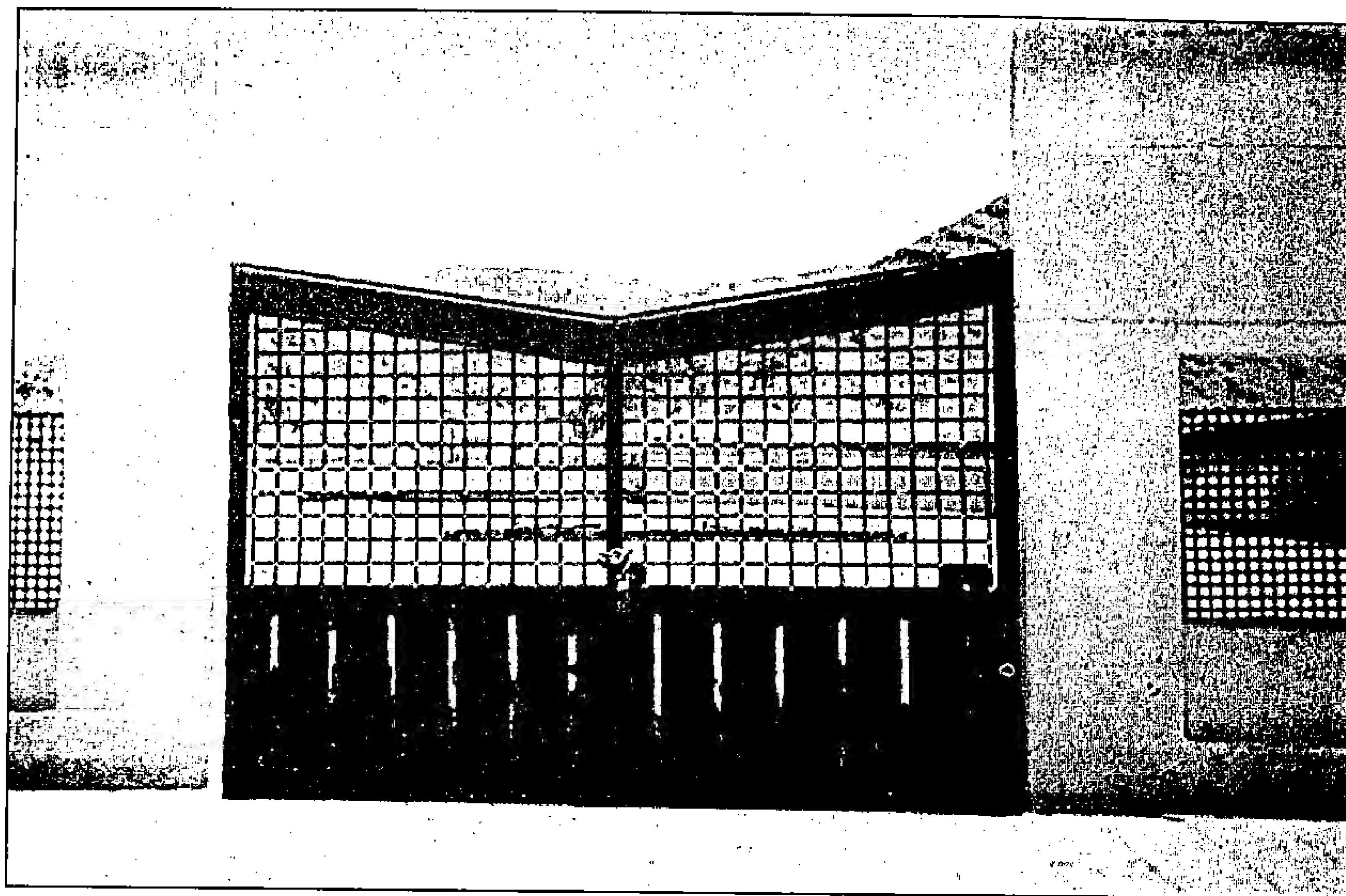
مزار سیدنا حمزة بن عبد المطلب رضی تعالیٰ عنه و شهداء أُحدرضوان الله تعالیٰ اجمعین : کان النبی صلی الله علیه وآلہ وسلّم
یـزور هم علی رأس کل حول و یقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وورد ان النبی صلی الله علیه وآلہ وسلّم مر علی
شهـداء احد فوقف علیهم و قال: اشهد انکم احیاء عند الله ، فزوروهم وسلموا علیهم ، فوالذی نفسی بیده لا یسلم علیهم احد
الا ردوا علیه الی یوم القیامة

The graves of Hamza and other Companions (R.A.T.Ajmain) martyred at the battle of Uhud: The Prophet(P.B.U.H.) used to visit them every year and say "May peace be upon you for your fortitude". . He (S.A.A.W.) also said "I testify that you are alive with Allah. Visit them and greet them, for by the One in Whose Hand my soul, is none shall greet them, till the day of Rising, but that they will greet him back."
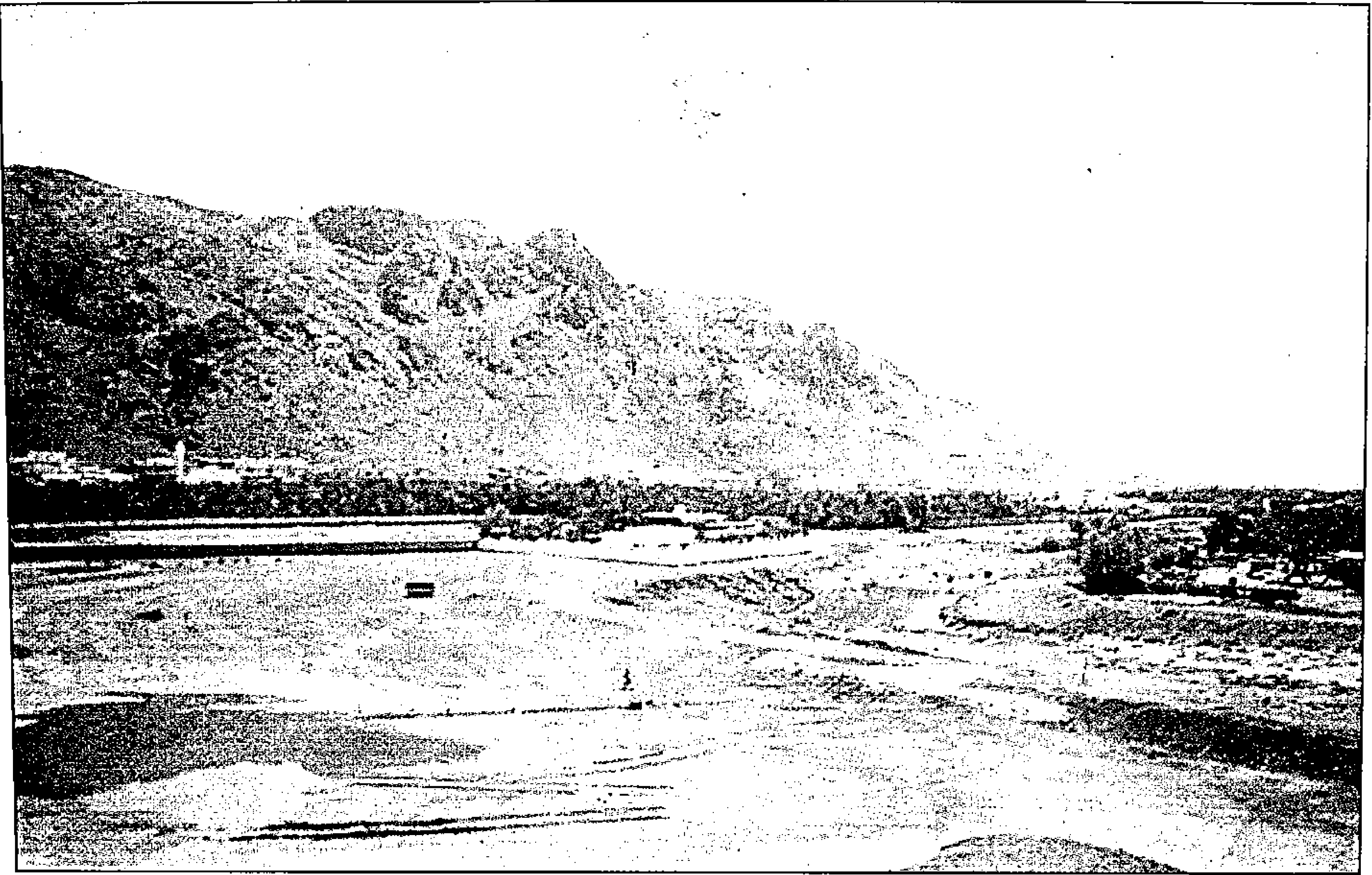
جبل أُحد : اكبر جبال المدينة و يحتضنها من الشمال و بسفحه جرت معركة احد وورد فيه قول النبى صلى الله عليه وآلہ وسلّم هذا أُحد جبل يحبنا و نحبه على باب من ابواب الجنة.

The mountain of Uhud: At the foot of which the battle of Uhud took place. The Prophet (P.B.U.H.) said: "Uhud is a mountain which loves us and which we love, it is on one of the gates of paradise".
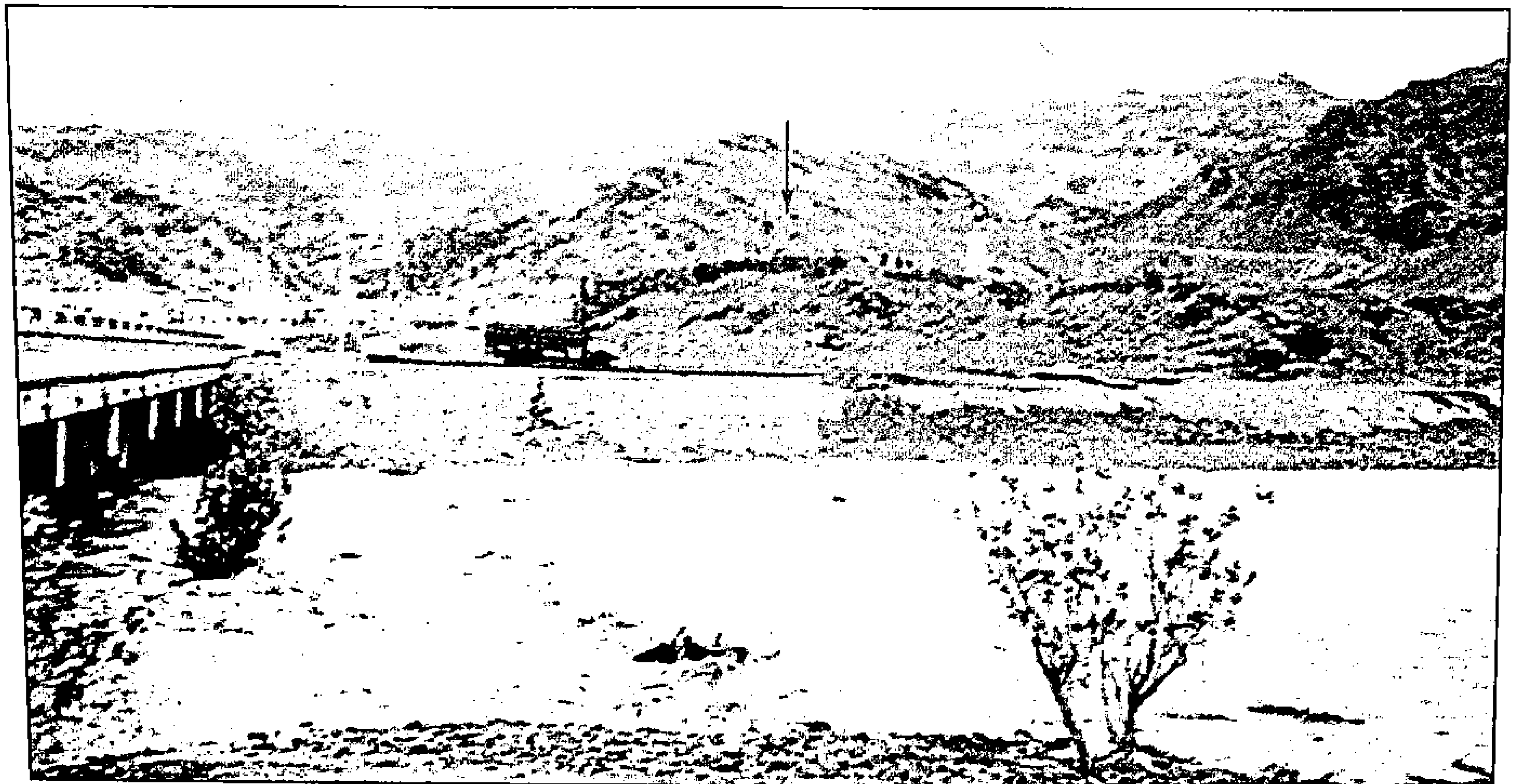
جبل الرماة: اوقف عليه النبى صلى الله عليه وآلہ وسلّم الرماة فى معركة احد فلما ظهر المسلمون نزلوا لجمع الغنائم فدار خالد بن الوليد و الكفار حوله وقتلوا المسلمين من خلفهم

The mountain of Aynayn or the hill of the archers: On the day of Uhud the Prophet(P.B.U.H.) positioned his archers there, commanding them not to move whatever happened. They left their position when they felt victory was achieved, eager to share in the booty. This allowed Khalid ibn al-Walid to take his cavalry round the hill and attack the Muslims from behind.
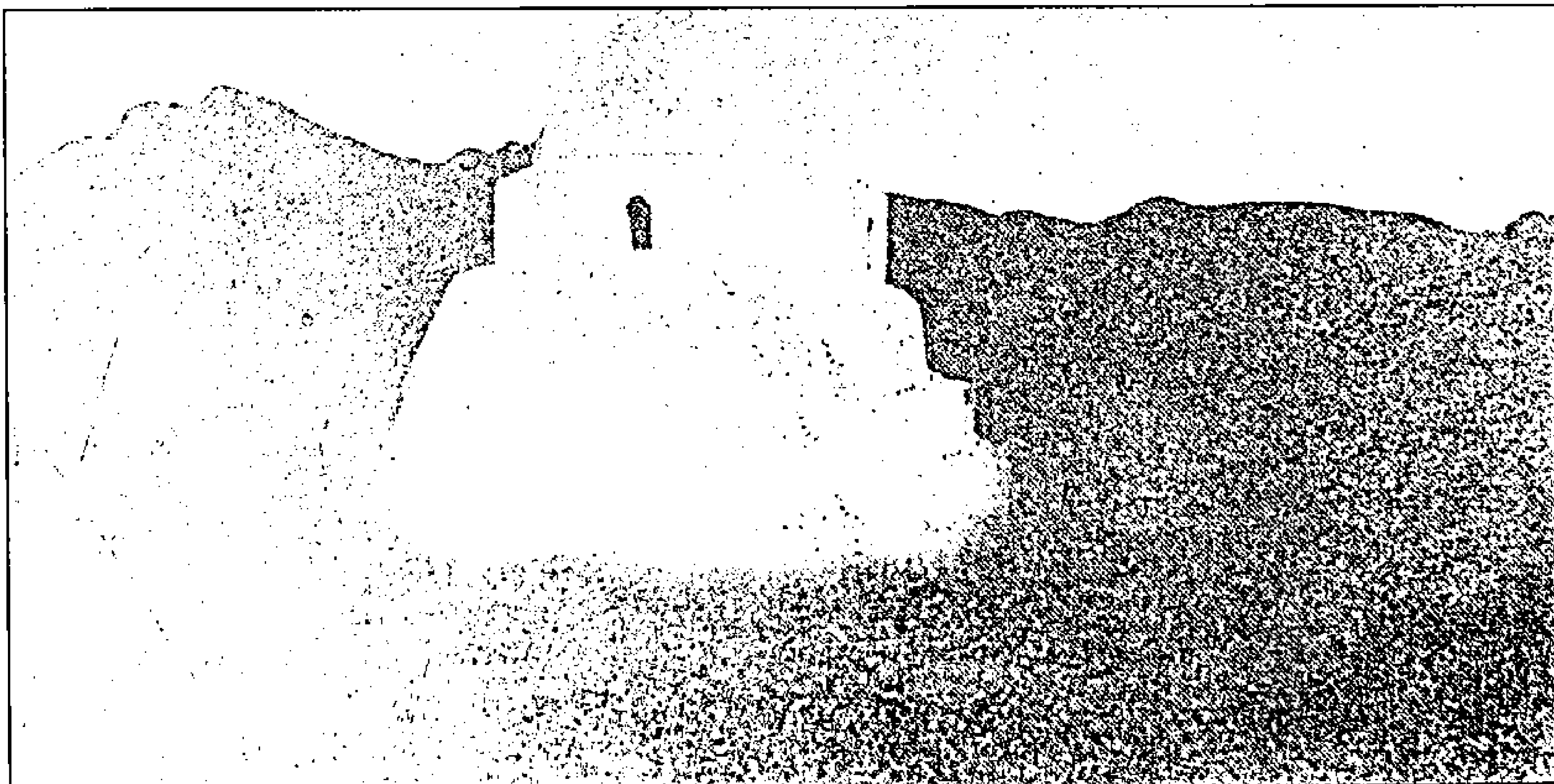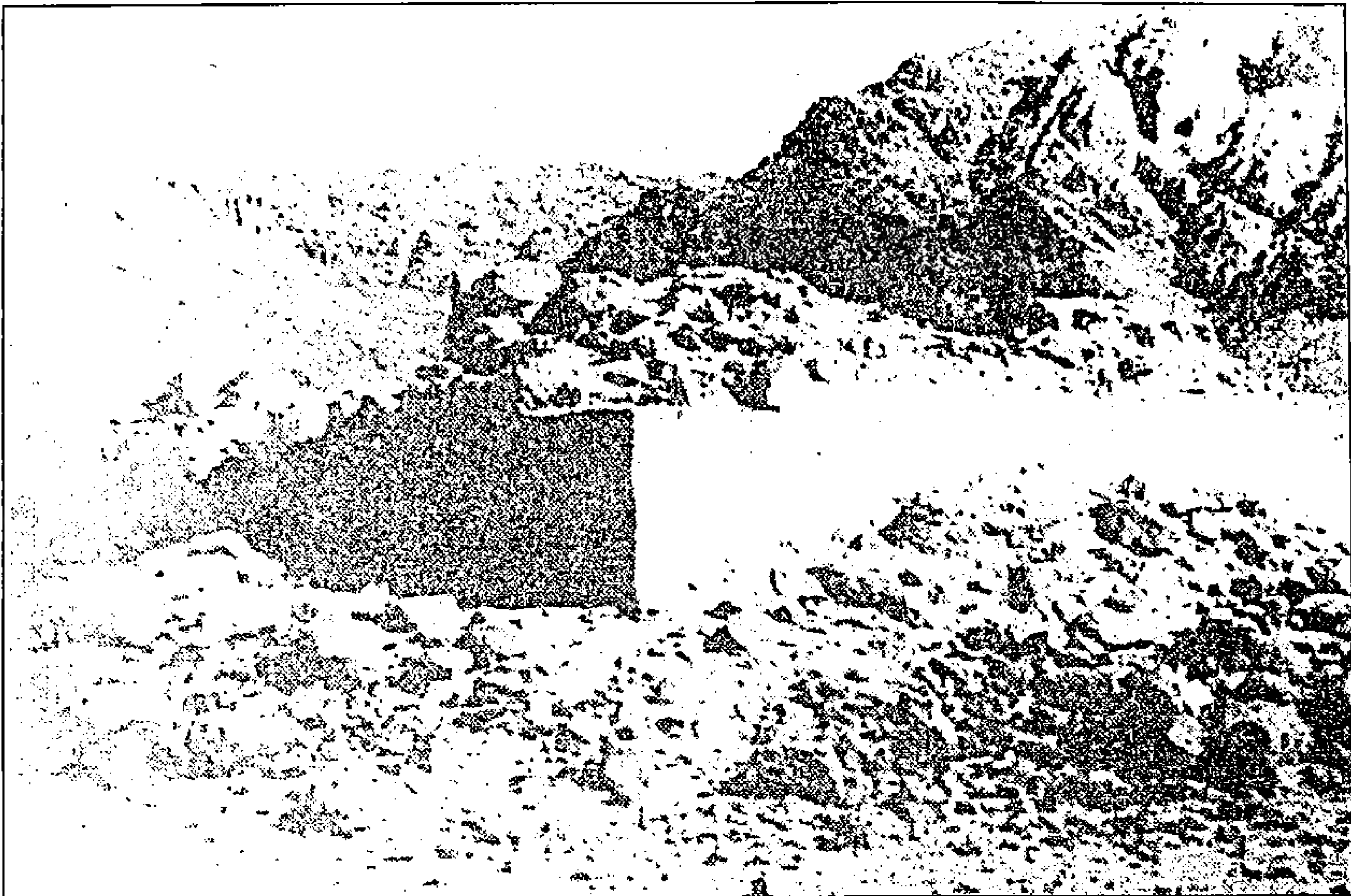
قبة الثنـايا: جاهد النبی صلی الله علیه و آلہ وسلم و جرح فی سبیل الاسلام ففی معرکة احد سقط فی حفرة من الحفر التی حفر ها عـدو الله ابـو عـامـر الراهب للمسلمین، فخدشت رکبتاه الشریفتان، فاسرع برفعه من الحفرة سیدنا علی و طلحة رضی الله تـعالیٰ عنهم، وشج عبد الله بن شهاب الزهری وجهه الشریف، ورماه عدوالله عتبة بن ابی وقاص (اخو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی الله تعالیٰ عنه!) بحجر فکسرت ثنیته، رباعیته الیمنی السفلی ، و شقت شفته السفلی، فدعا علیه النبی صلی الله علیه و آلہ وسلـم الـلّهم لا یحول علیه الحول حتی یموت کافرا، فسمعها سیدنا حاطب رضی الله تعالیٰ عنه فقتله فی نفس الیوم، و حمل رأسه لـلنبی صلی الله علیه و آلہ وسلّم فقال له رسول الله صلی الله علیه و آلہ وسلّم رضی الله عنک، رضی الله عنک، وقیل انه بعد ذلک لم یولد لعدوالله عتبة بن ابی وقاص ولد اوحفید الا و هواحتم ساقط الاسنان، و غرف ذلک فی نسله.

The "dome of the teeth": Marking the location of the hole dug by Allah's enemy, Abu Amir al-Rahib. The Prophet(P.B.U.H.) fell into it breaking one of his lower right incisors and Ali and Talha (R.A.T. Ajmaeen) promptly lifted him out.
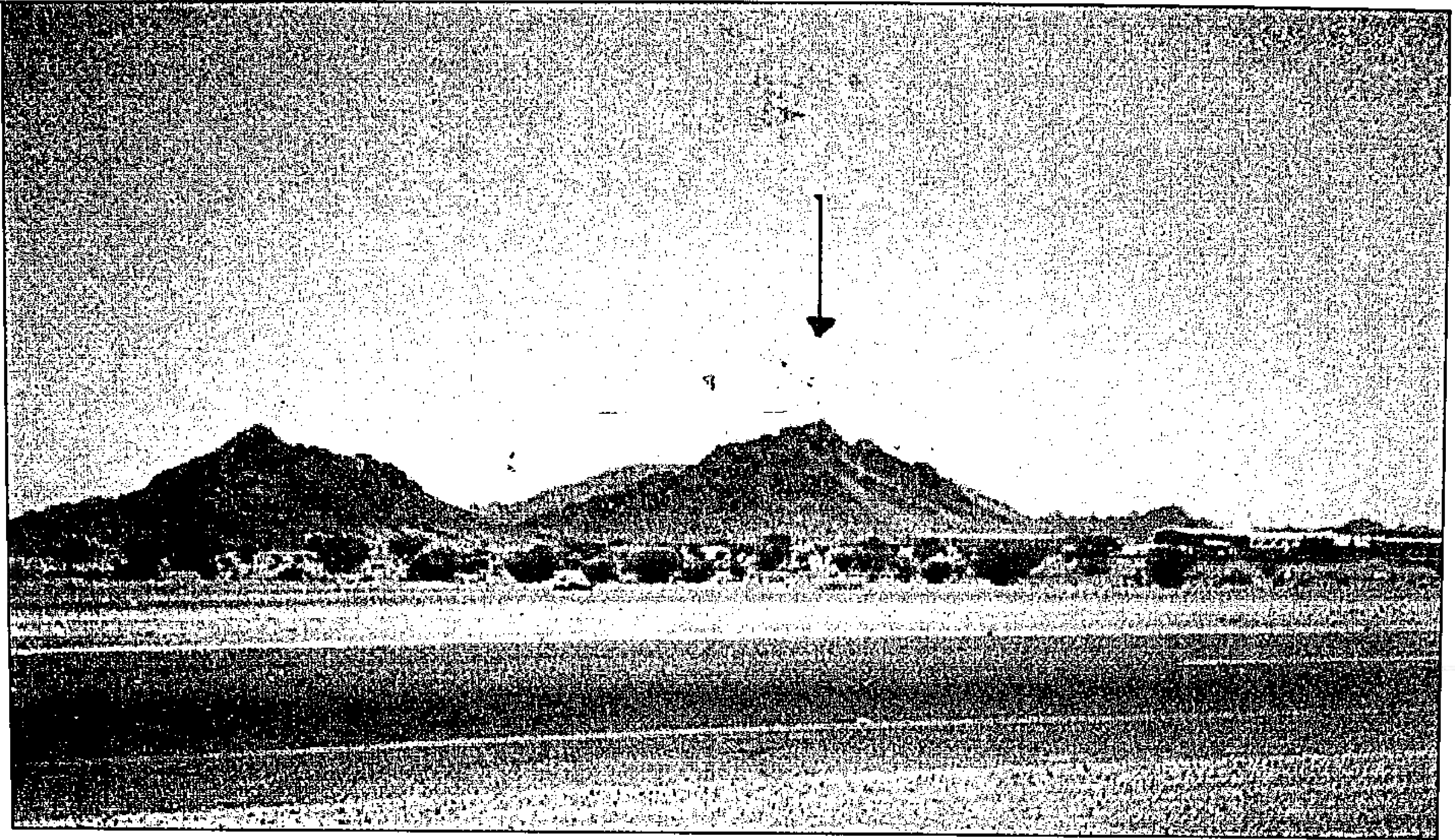
غزوة حمراء الاسد : فی الیوم التالی لمعرکة احد ورغم الهزیمة قاد النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم جیشاً یتعقب الکفار فصکر ثلاثة ایام هنا بسفح جبل حمراء الاسد فهرب الکفار

Hamra al-Asad. The Prophet(P.B.U.H.) camped there for three days, having taken his army on the second day of Uhud in pursuit of the retreating, polytheist army.
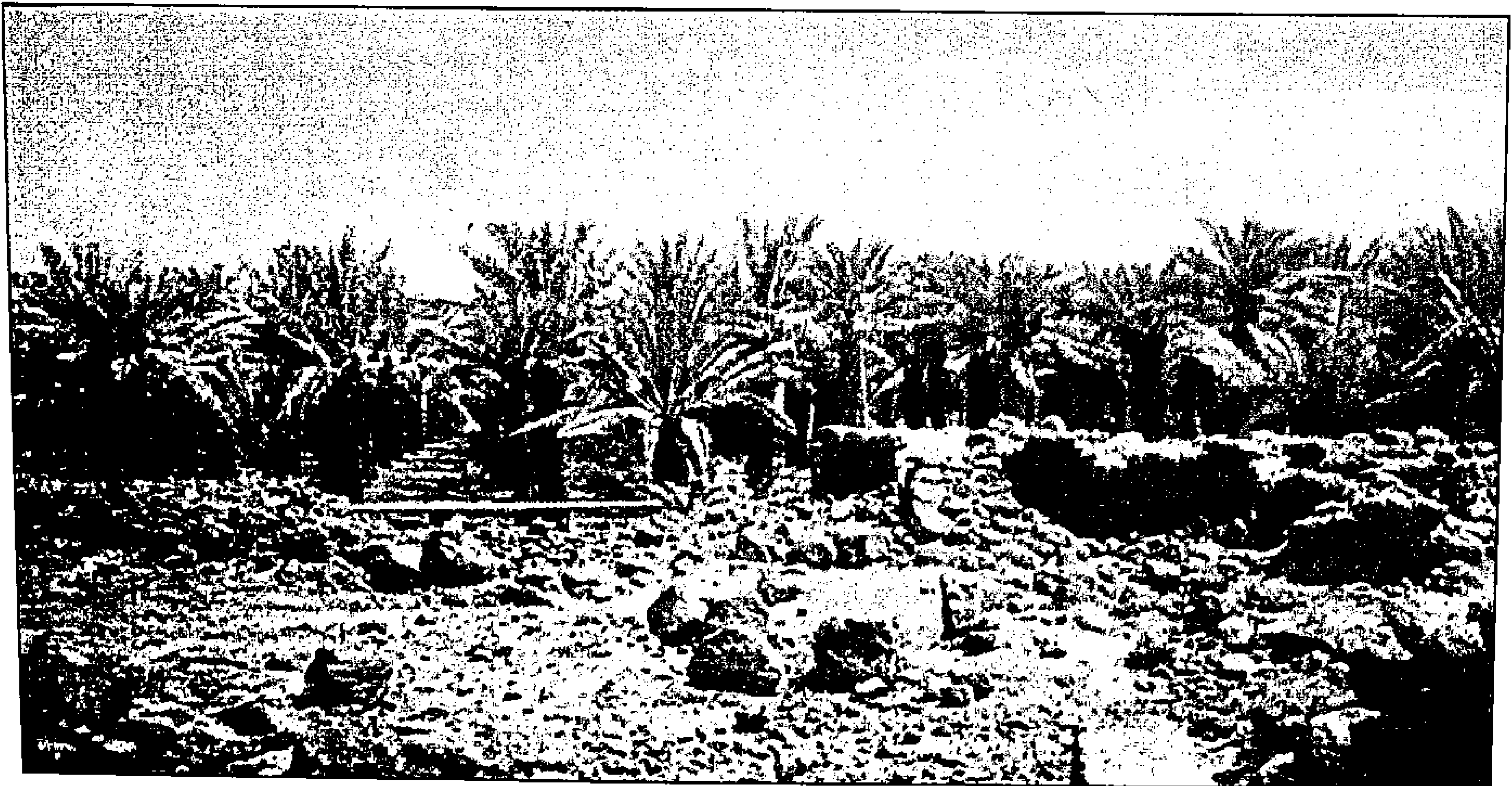
غزوة یهود بنی النضیر : بعد محاولتهم قتل النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم غدراً حاصرهم واخرجهم ولهم ماحملت ابلهم الاالسلاح و بالصورة بقایا حصونهم و نخیلهم التی احرقها النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم فنادوه: قدکنت تنهی عن الفساد فما بال قطع النخیل و تحریقها؟ ونزلت الایة فی ذلک مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (سورة الحشر آیت5)

The siege of Bani al-Nadir the Jewish tribe who attempted to murder the Prophet(P.B.U.H.), for which they were expelled from Madina. They were granted to take with them everything they could load on their camels except arms. The picture shows their fortifications and the palm trees which the Prophet (P.B.U.H.) ordered burnt, to compel them to surrender.
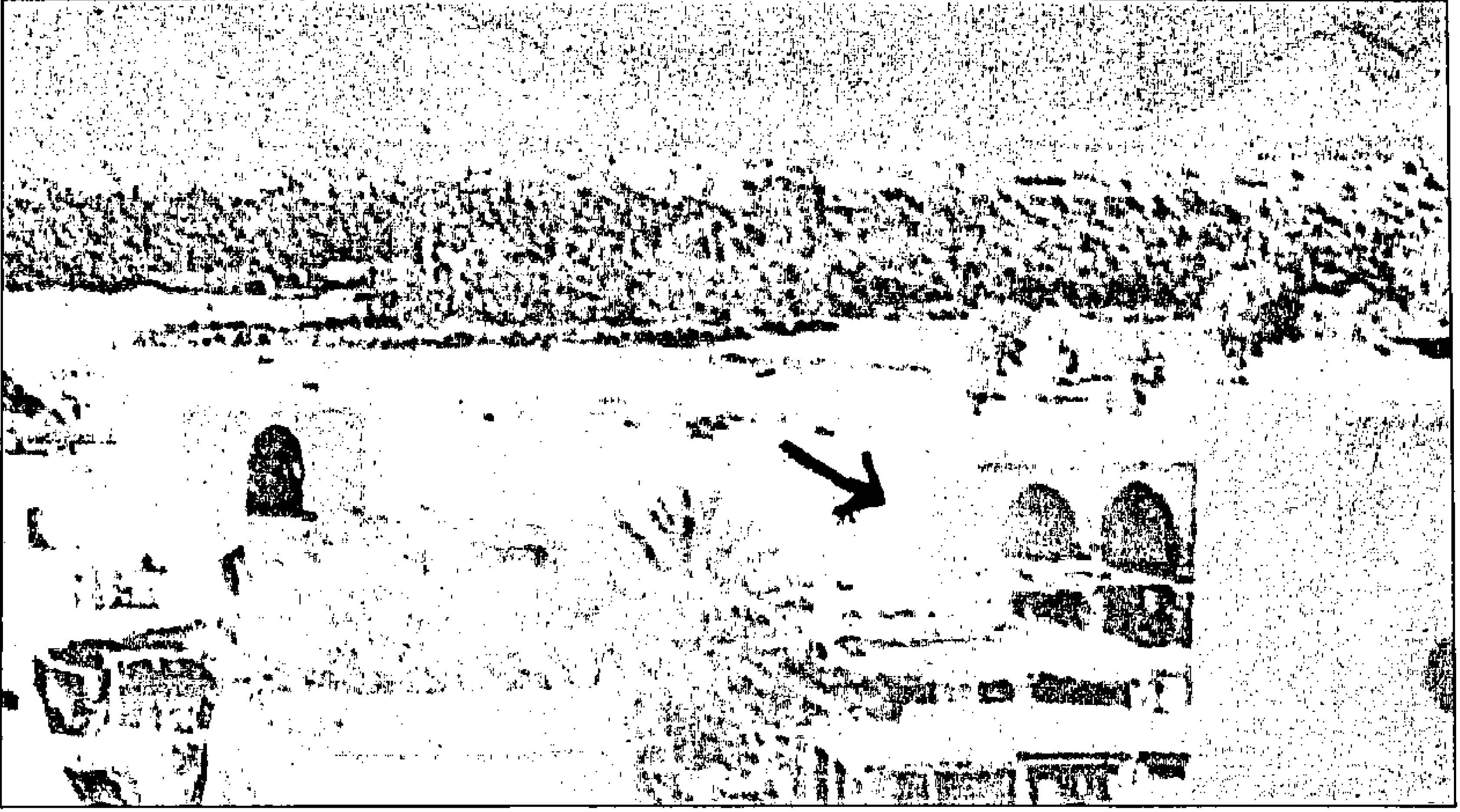
مسجد سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ : من المساجد السبعۃ او مساجد الخندق والموجودۃ فی مکان حفر الخندق فی معرکۃ الاحزاب (الخندق)

Masjid AbuBakr al-Siddiq (R.A.T.A.): One of the seven mosques erected along the trench.

مسجد سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ : من المساجد السبعۃ والتی قیل ان المسلمین صلوا بامامۃ ہولاء الصحابۃ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین فی ہذہ الاماکن اثناء حفر الخندق.

Masjid Umar ibn al-Khattab(R.A.T.A.): The second of the seven mosques.
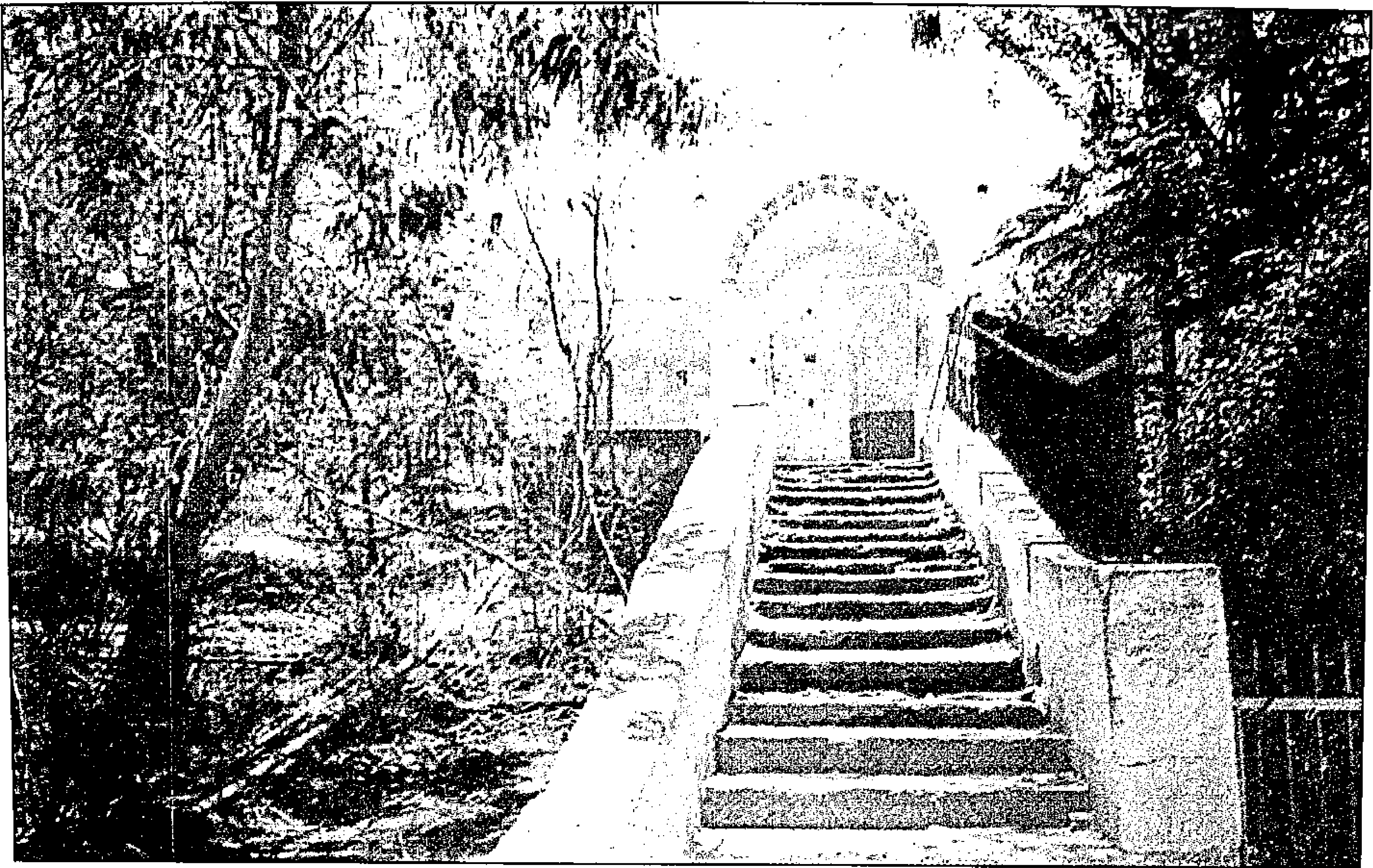
مسجد سیدنا علی بن ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ : من المساجد السبعة، وقد مر النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم علی المهاجرین والانصار وهم یحفرون الخندق فی غداة باردة، فلما رأی مابهم من الجوع والنصب قال: اللّٰهم ان العیش عیش الآخرة. فاغفر للانصار و المهاجرة، فقالوا له مجیبین : نحن الذین بایعوا محمدا....... علی الجهاد ما بقینا ابدا

Masjid Ali ibn Abi Talib(R.A.T.A): The third of the seven mosques.
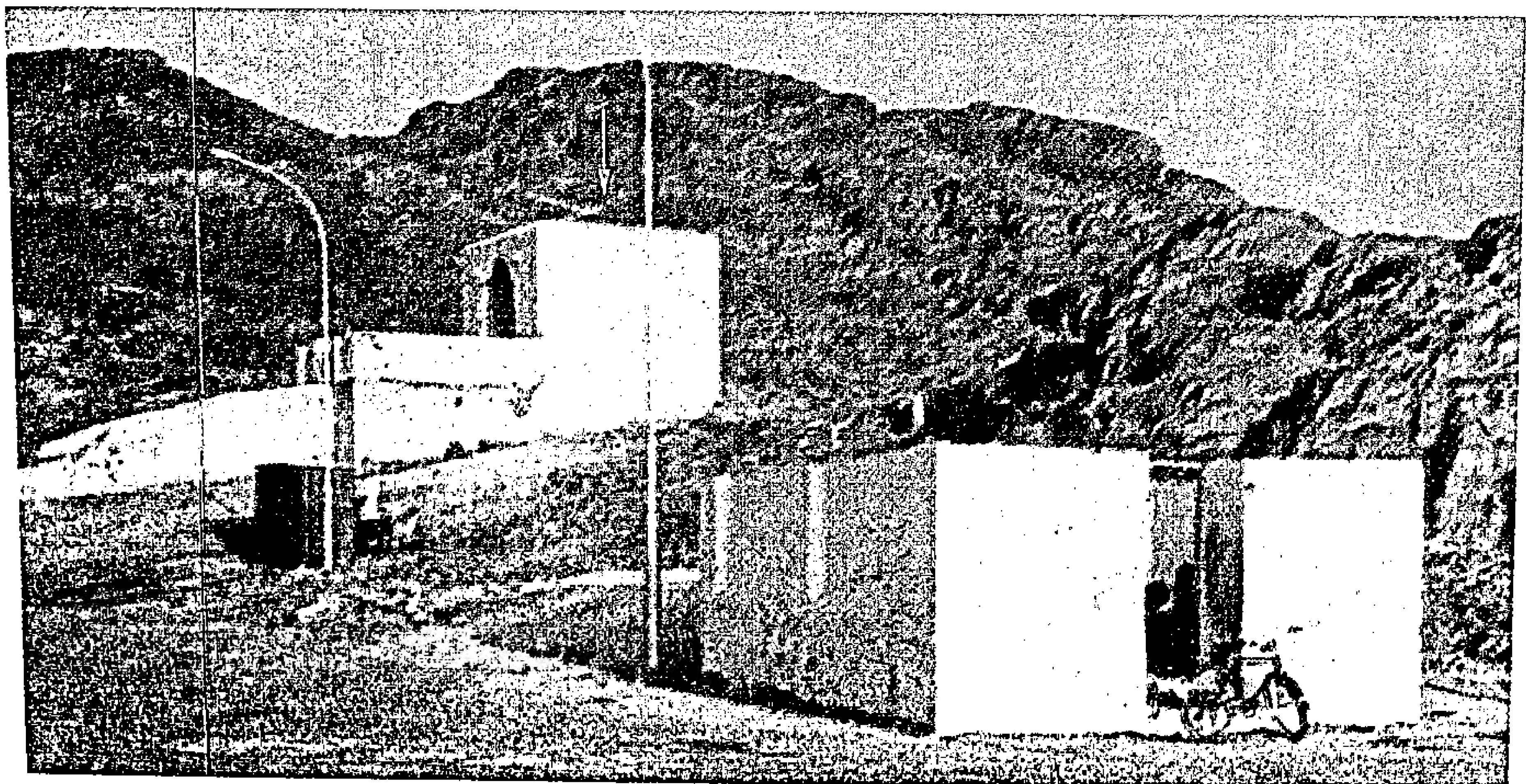
مسجد السیدة فاطمة الزهراء رضی اللہ تعالیٰ عنها: من المساجد السبعة ، وقد اشترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مع الصحابة فی حفر الخندق وکان ینقل اتراب و هویقول: واللہ لولا اللہ ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا...فأنزلن سکینة علینا - و ثبت الاقدام ان لاقینا ... والمشرکون بغوا علینا- اذا ارادو فتنة ابینا

Masjid (Mosque) of The Lady Fatima al Zahra(R.A.T.A): The sixth of the seven mosques.
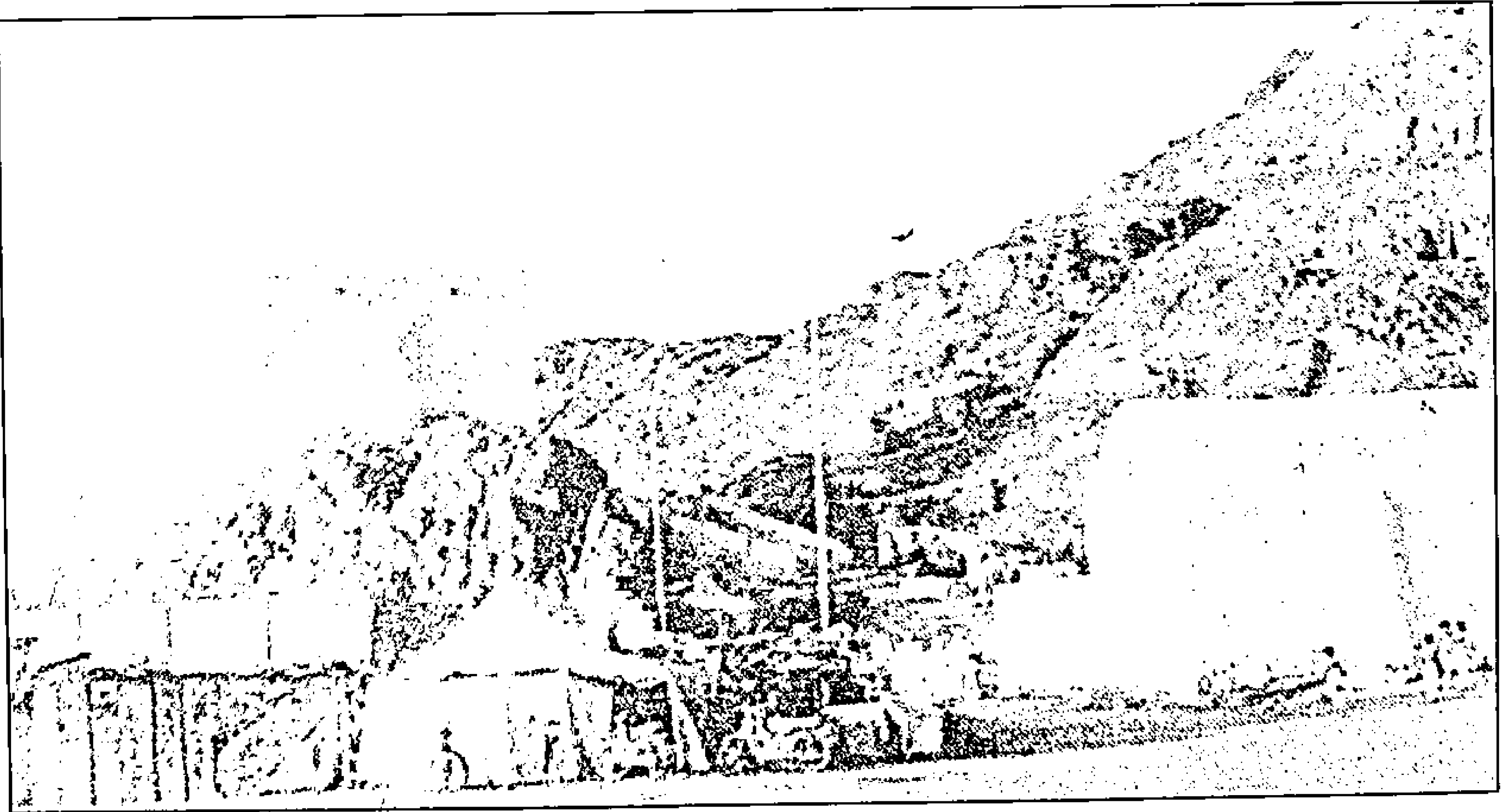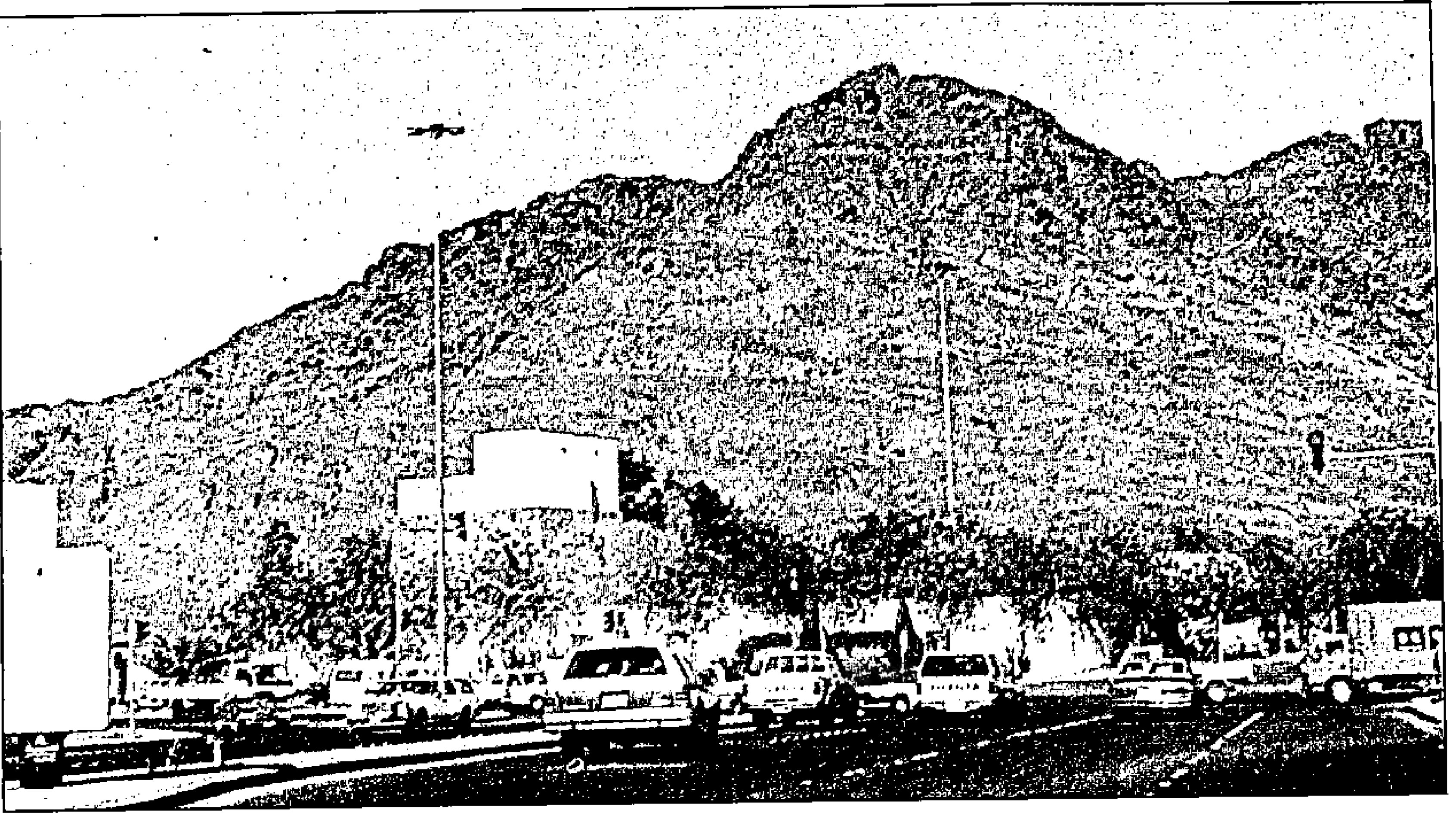
مسجد الفتح: ویسمی مسجد الاحزاب او المسجد الاعلی ، و قد أُقیم علی الصخرة النبی وقف علیها النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم ورفع یدیه الی الله عزوجل حتی رئیی بیاض ابطیه وسقط رداؤه علی ظهره فلم یرفعه ودعا طویلاً علی الکفار فی غزوة الخندق وکان من دعائه صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم "اللّٰهم منزل الکتاب سریع الحساب اهزم الاحزاب، اللّٰهم اهزمهم وزلزلهم "فاستجاب الله وبشره بالنصر فی المعرکة وبفتح مکة کذلک، عن سیدنا جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما قال: "ان النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم دعا فی مسجد الفتح علی الاحزاب ثلاثاً یوم الاثنین و یوم الثلاثاء ویوم الاربعاء فاستجیب له یوم الاربعاء بین الصلاتین فعرف البشر فی وجهه وهزم الله الاحزاب، ثم قال سیدنا جابر رضی الله تعالیٰ عنه فلم ینزل بی امرمهم غلیظ الا تو خیت تلک الساعة فادعو فیها فاعرف الاجابة.

Masjid al-Fath, the Mosque and rock of victory: This is the rock upon which the Prophet (PBUH) stood during the battle of the trench, praying for victory, and where he received Allah's promise of victory and the conquest of Macca(Makkah).
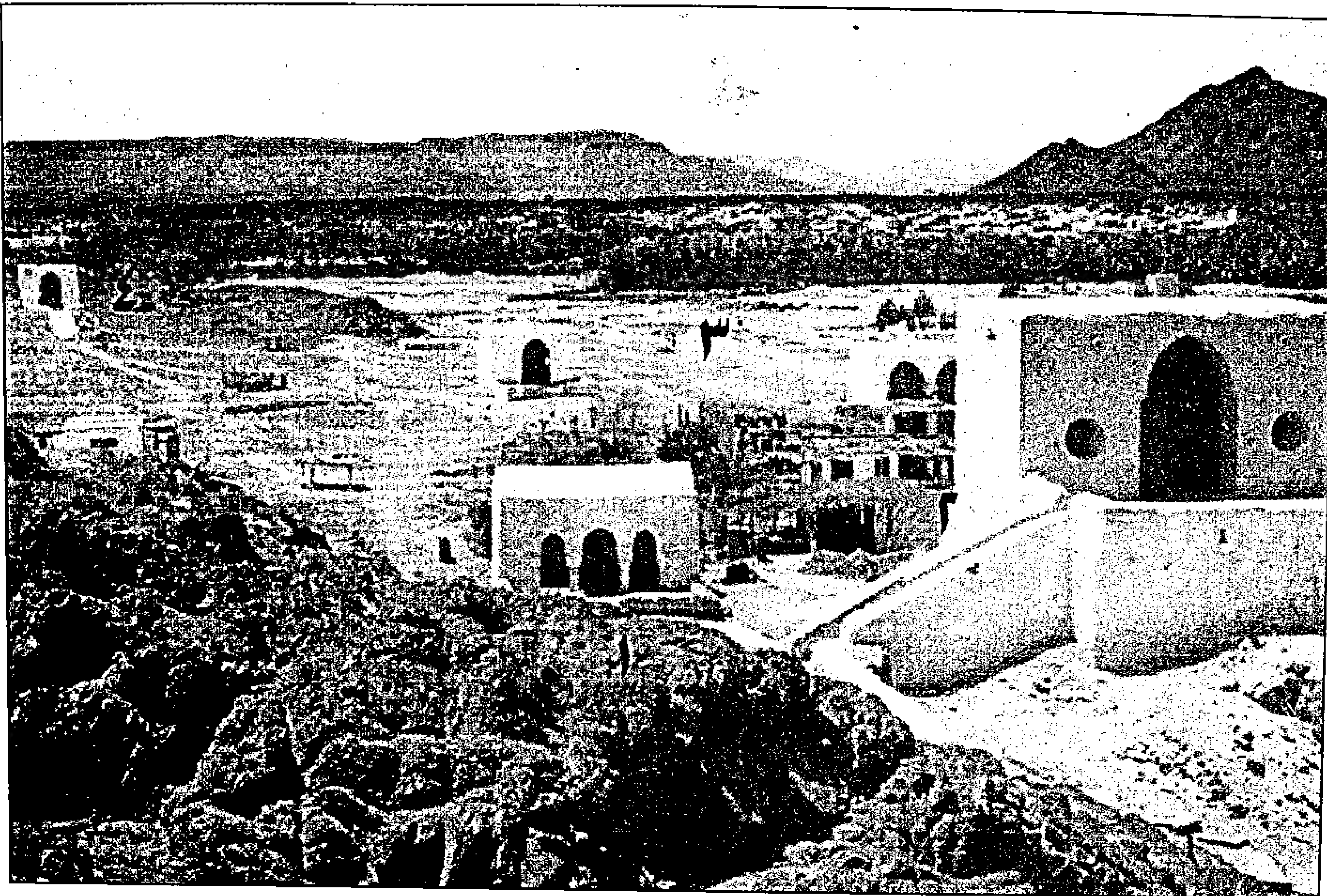
غـزوـة الـخندق: (١) جبل سلع (٢) صخرة الفتح مكان دعاء النبى صلى الله عليه وآله وسلّم (٣) مكان جزء من الخندق (٤) مكان خيام الصحابة

The Trench: (1) The mountain of Sal. (2) The rock of al-Fath where the Prophet(P.B.U.H.) prayed. (3)The approximate location of the trench. (4) The camps of the Companions.(R.A.T.A.)
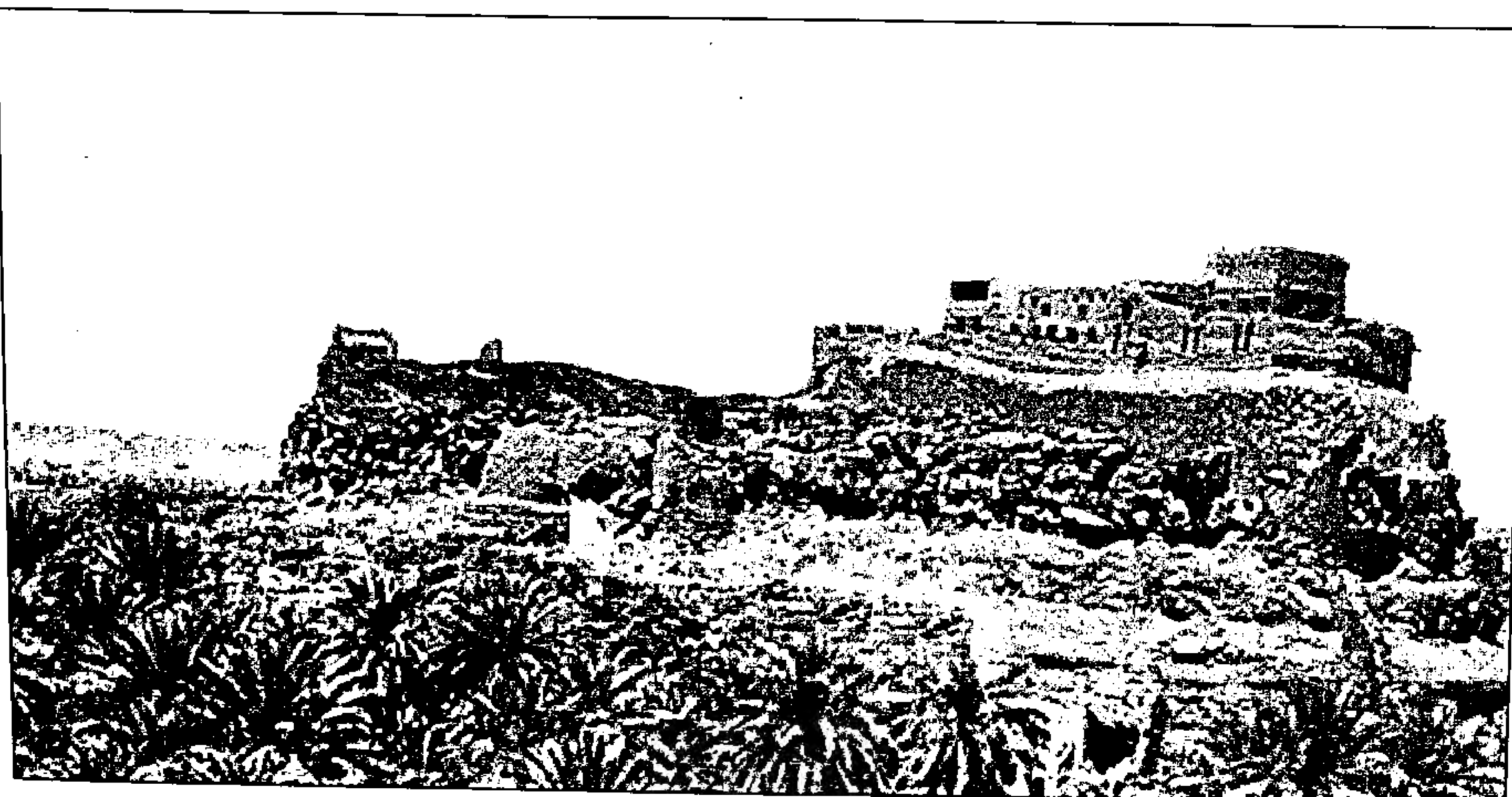
غـزوـة خيبر: حين وصلها النبى صلى الله عليه وآله وسلّم صبا حاً قال الله اكبر خربت خيبر، انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين و بالصورة احدى قلاع اليهود الحصينة بخيبر.

The Khaybar fortress: The one remaining Jewish fortress in Khaybar.

حدیبیہ

بیعت رضوان (ذی القعدہ 6ھ)

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾

"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اوران پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اوران کوایک قریبی فتح عطا فرمائی۔" (الفتح:18/48)

× حدیبیہ کا مقام
• میقات کی علامت
آغاز حرم کی علامت
حرم مکی کی حدود

(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب)
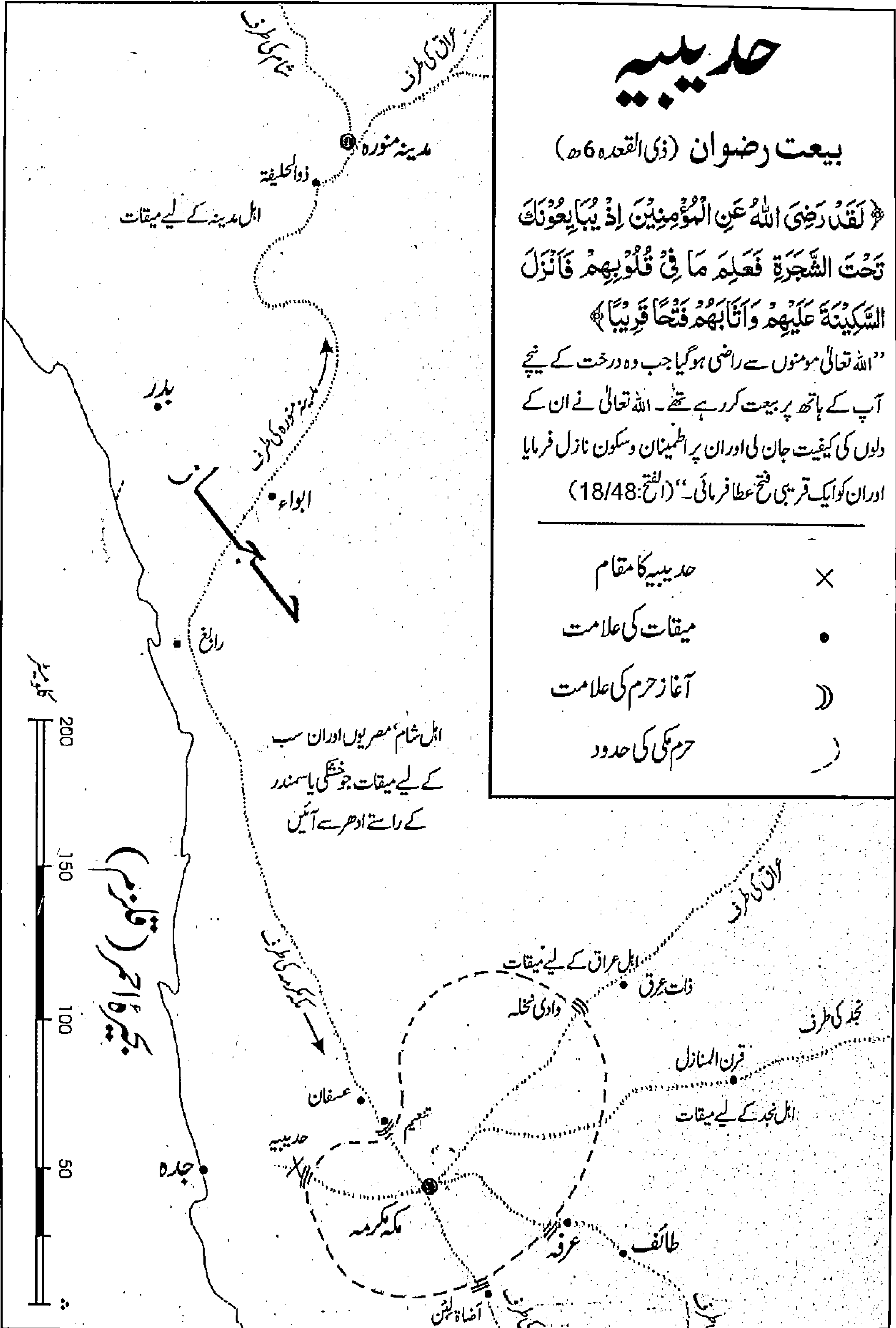
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوبات اقدس

وقت کے بادشاہوں اور امراء کے نام
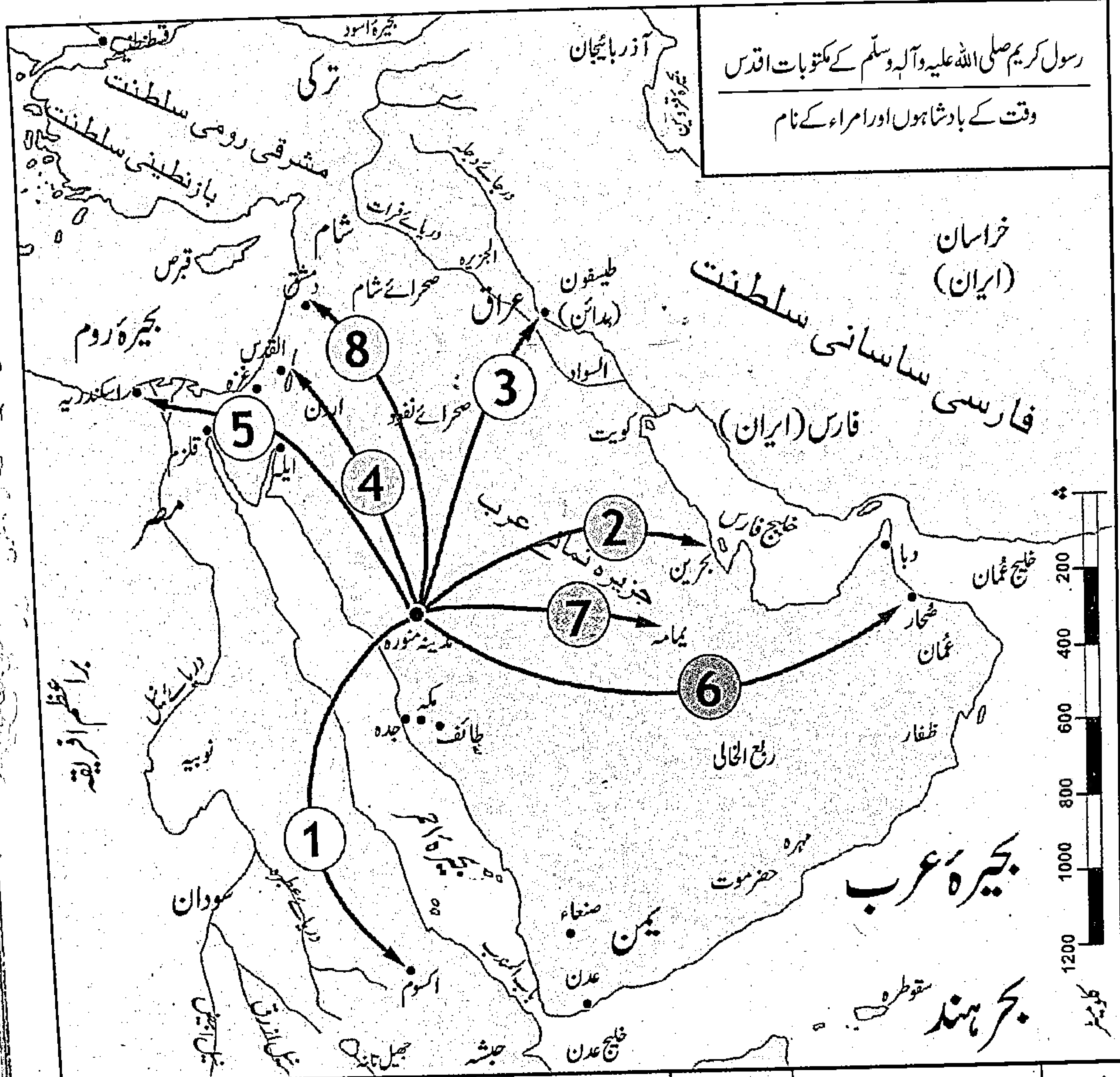
نمبر شمار	حامل مکتوب	ملک/شہر	مکتوب الیہ
1	عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	اکسوم (حبشہ)	نجاشی
2	علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ	بحرین	منذر بن ساوی
3	عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	طیسفون (مدائن)	کسرائے فارس خسرو پرویز
4	دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	القدس (یروشلم)	قیصر روم ہرقل
5	حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	اسکندریہ (مصر)	مقوقس
6	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	عُمان	جیفر وعبد پسران جلندی
7	سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ	یمامہ	ہوذہ بن علی
8	شجاع بن وہب اسدی	غوطہ (نواح دمشق)	حارث بن ابی شمر غسانی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مکتوب

منذر بن ساوی کے نام

(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتبہ دار السلام الریاض سعودی عرب)
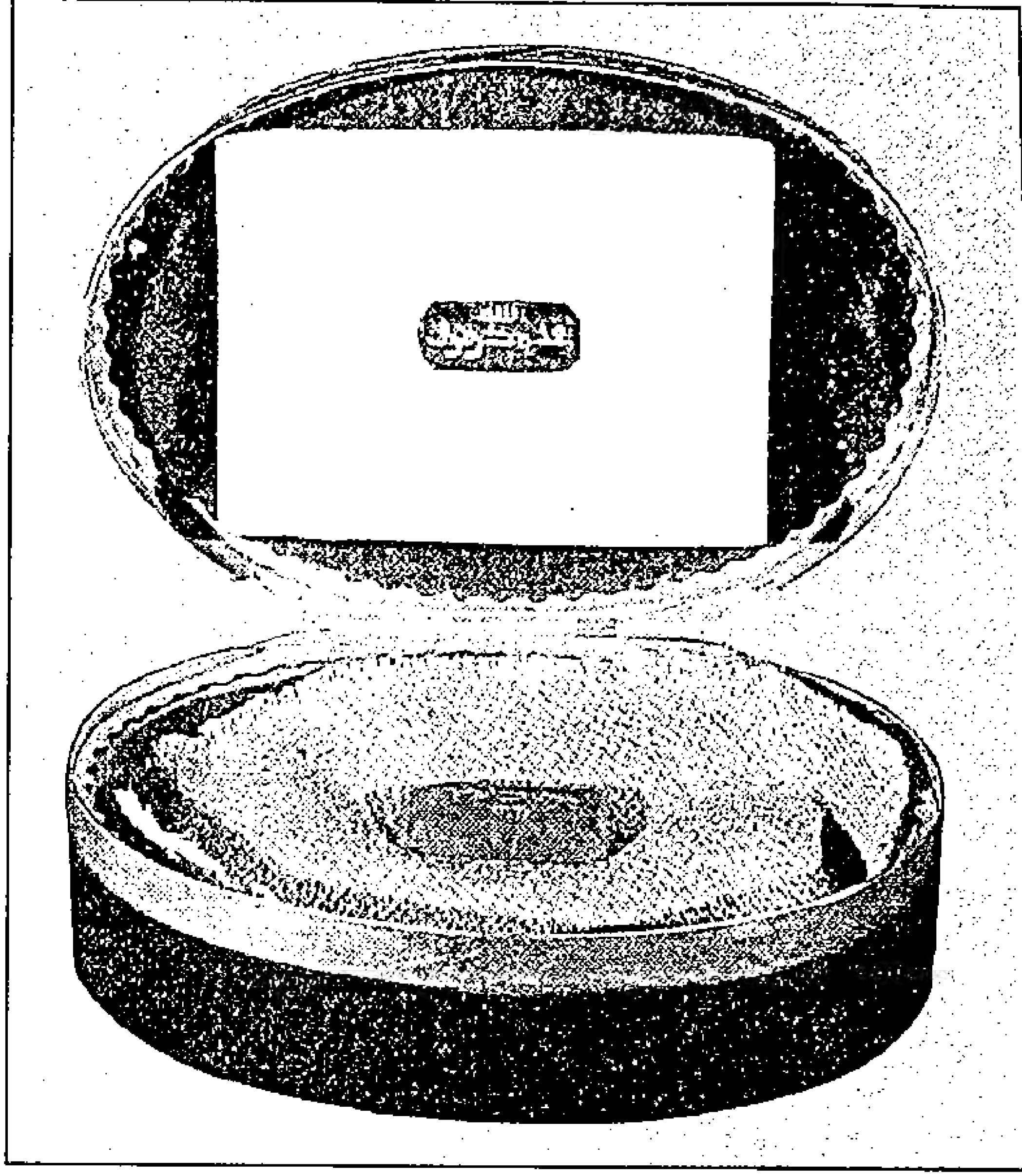
''مہر نبوی'' بیضوی سنگِ سلیمانی پر۔ انگوٹھی کے نگینہ کے برابر مہر نبوی پر محمد رسول اللہ کندہ ہے۔
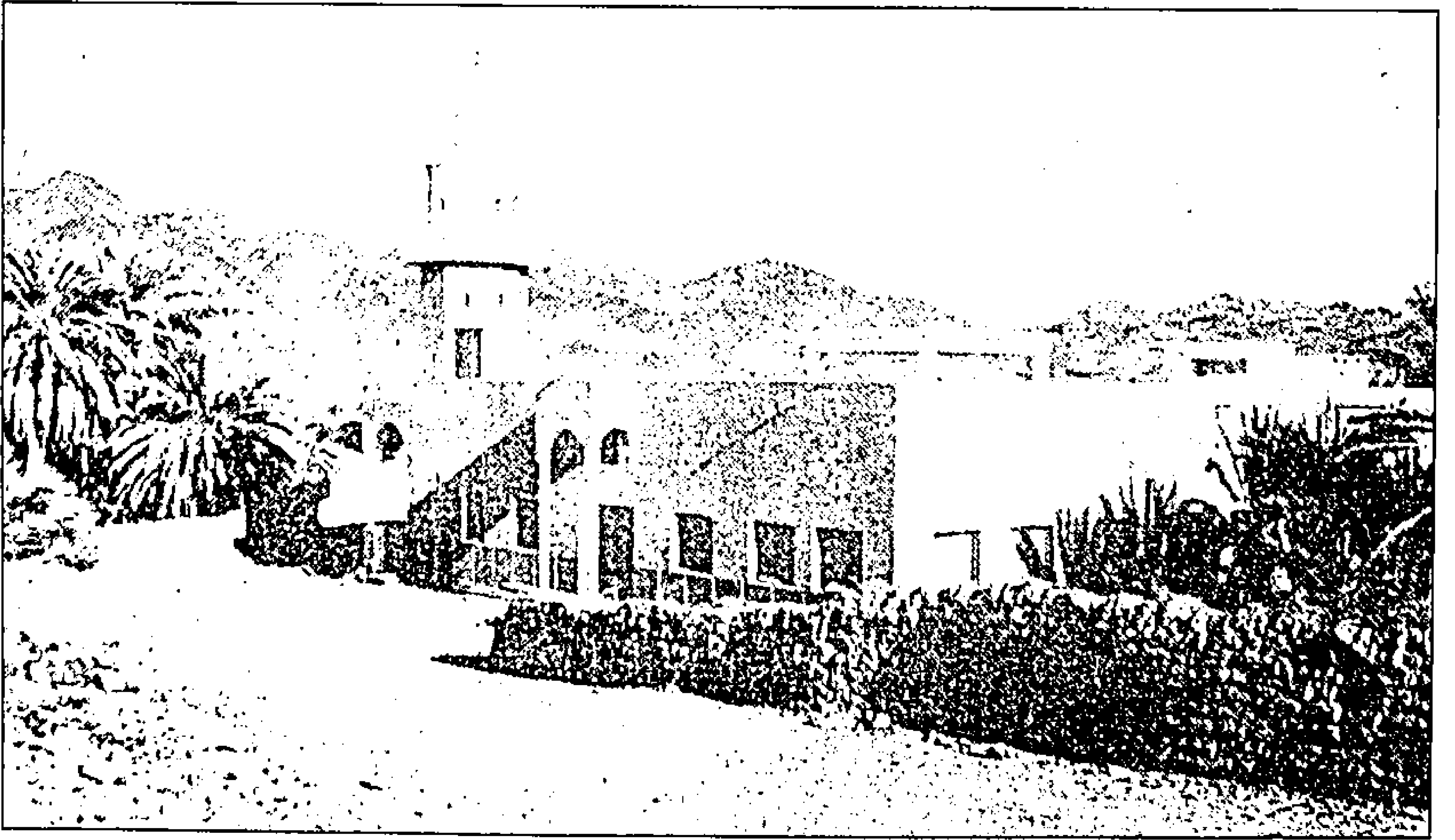
مسجد بدر
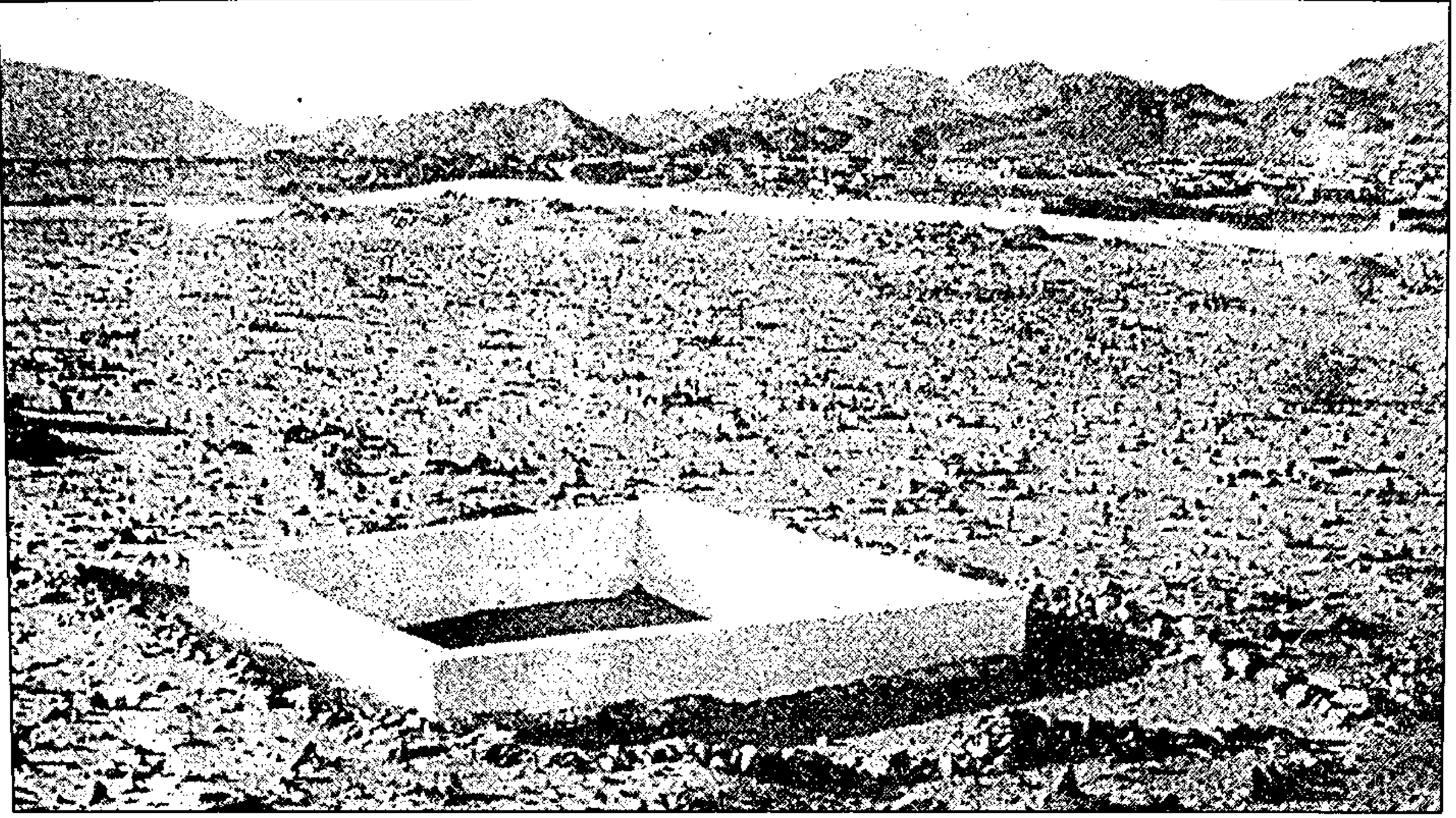
احاطہ شہدائے بدر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین
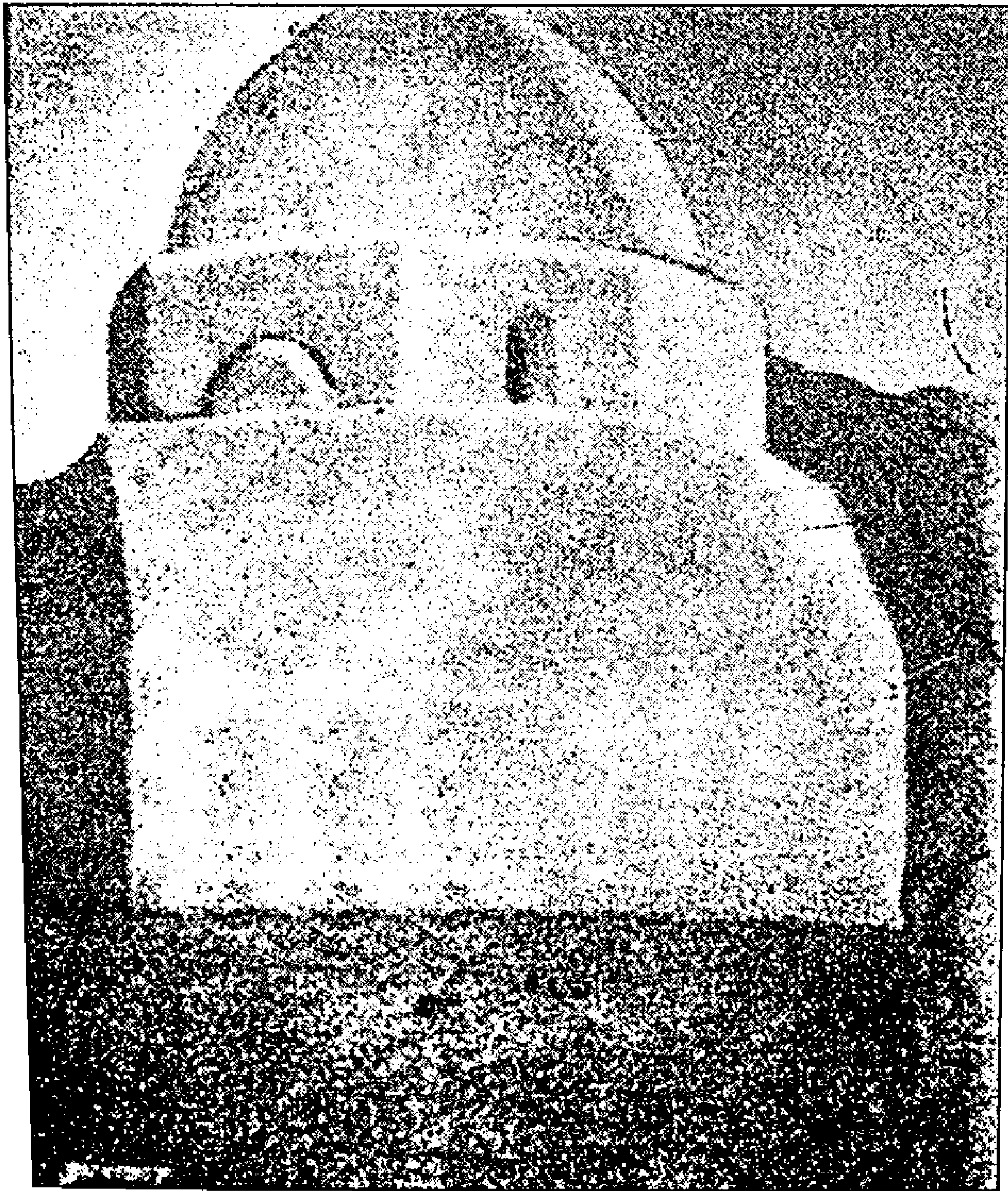
قبل انہدام۔ مسجد ثنایا واقع میدان اُحد (مدینہ منورہ)
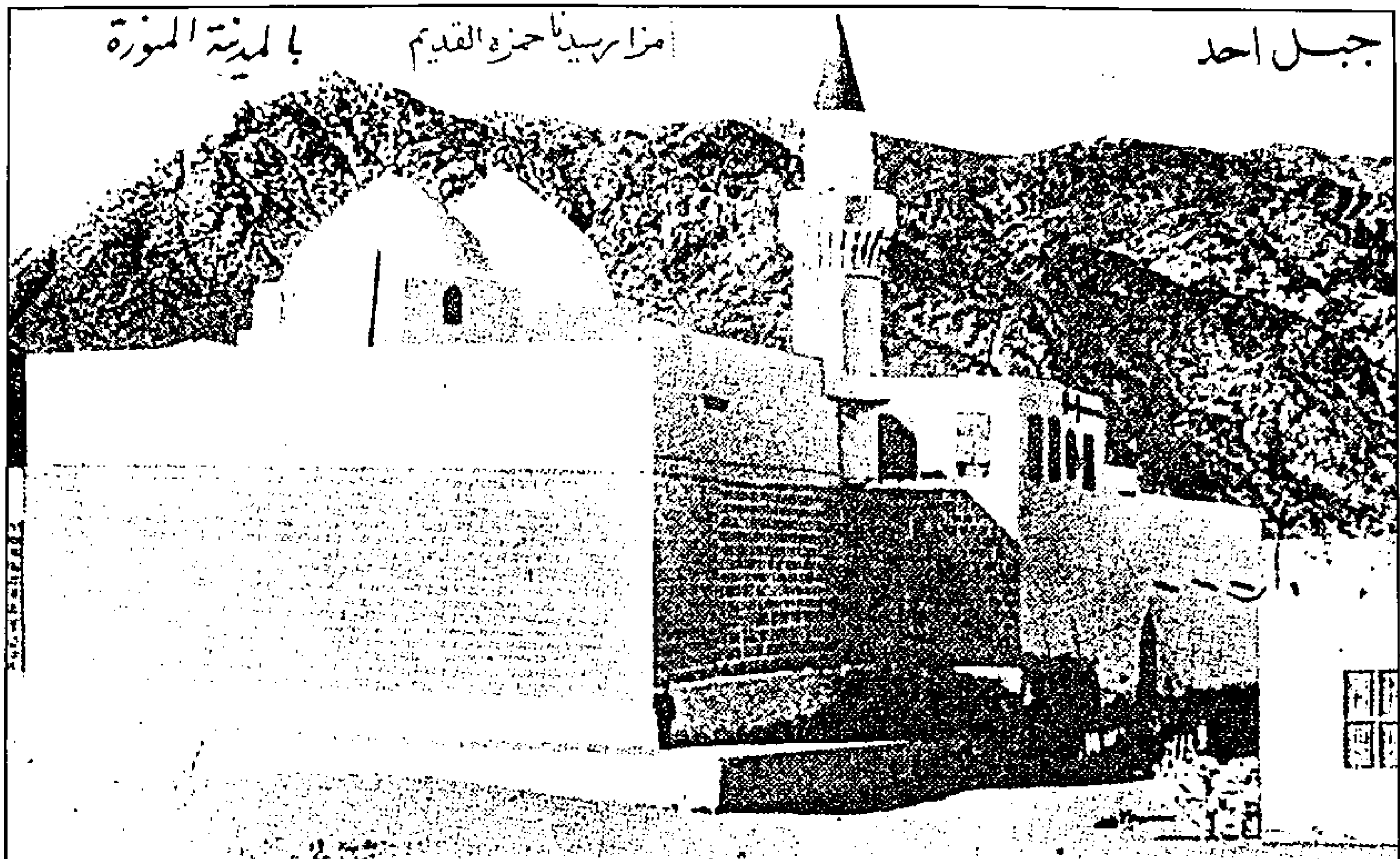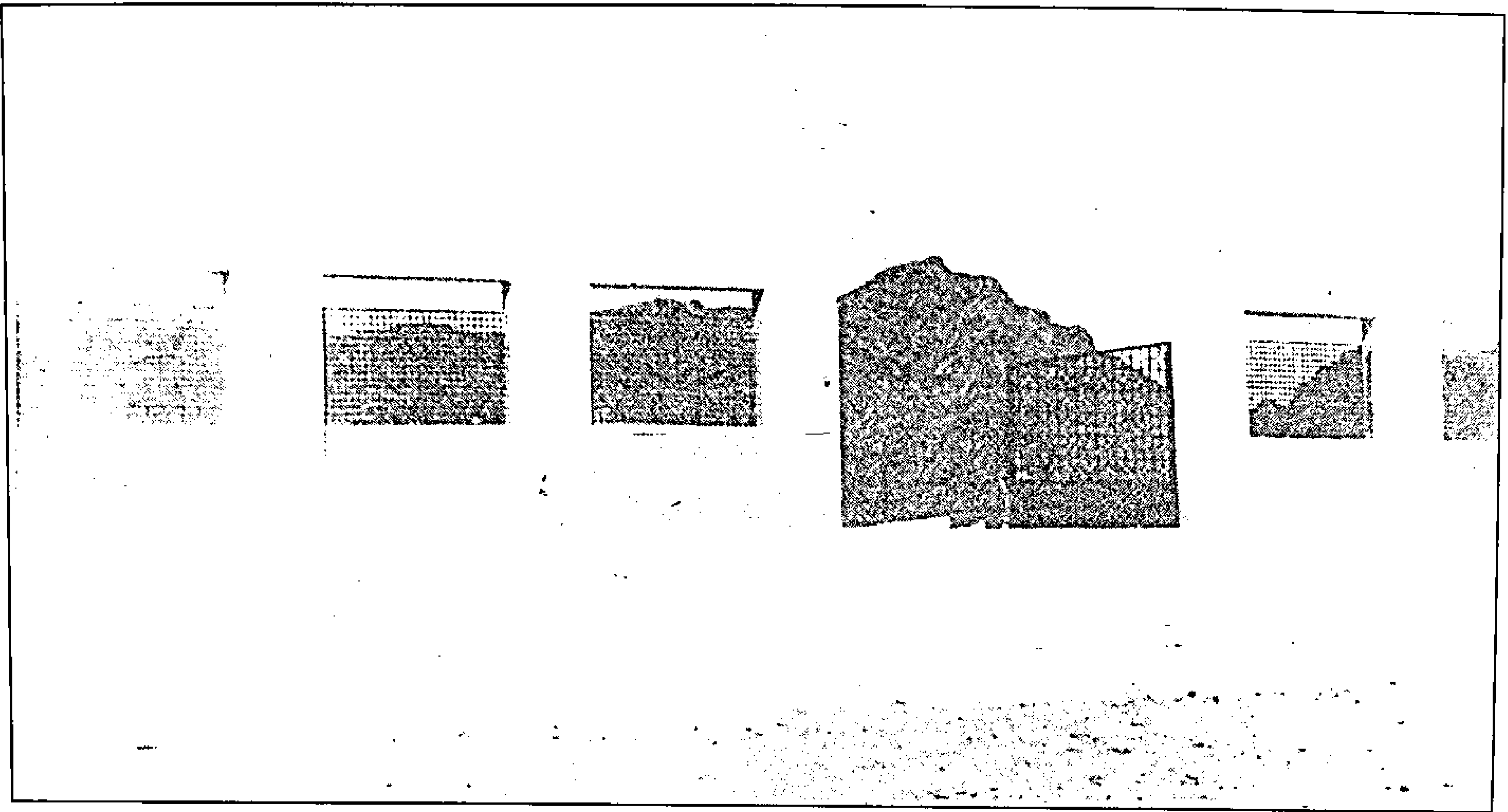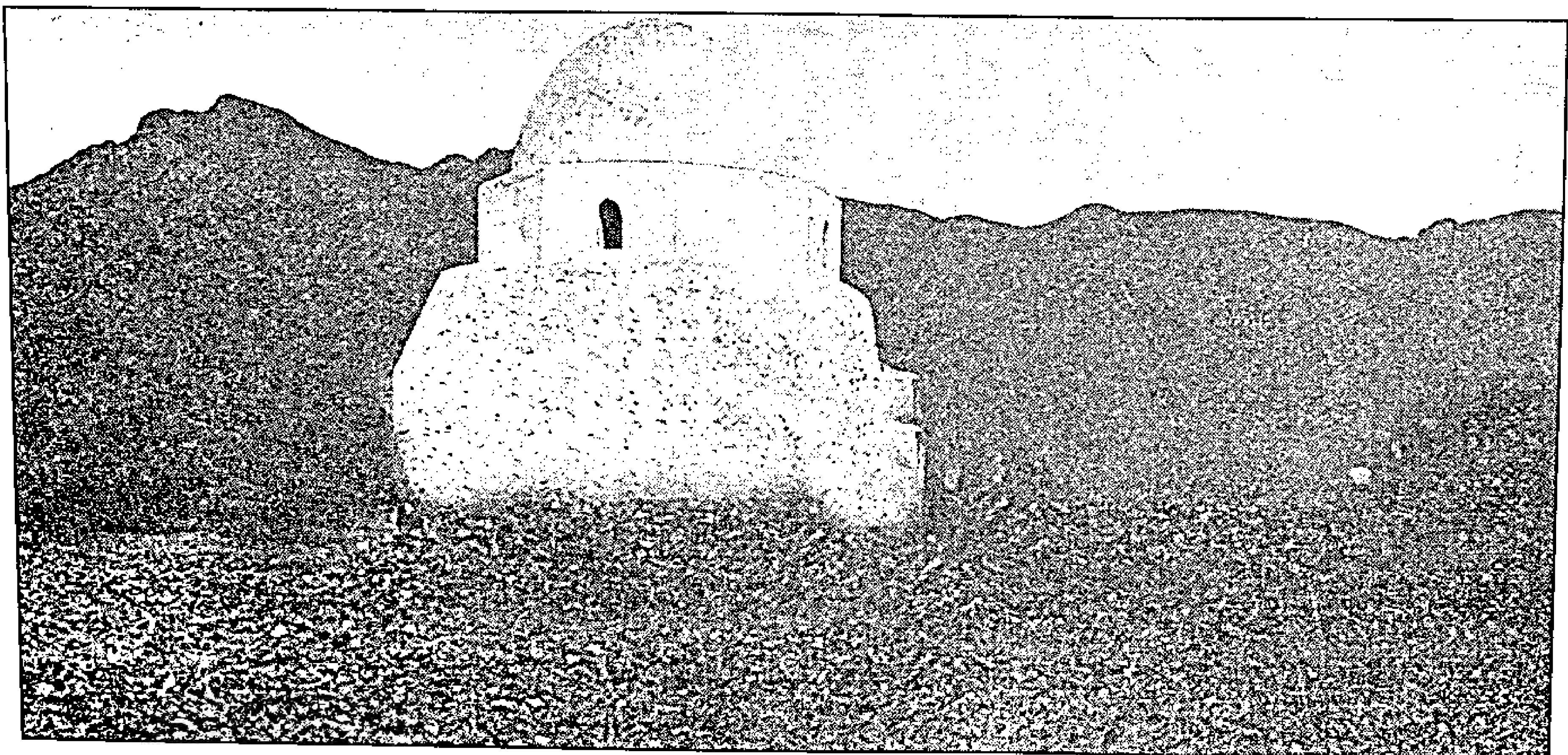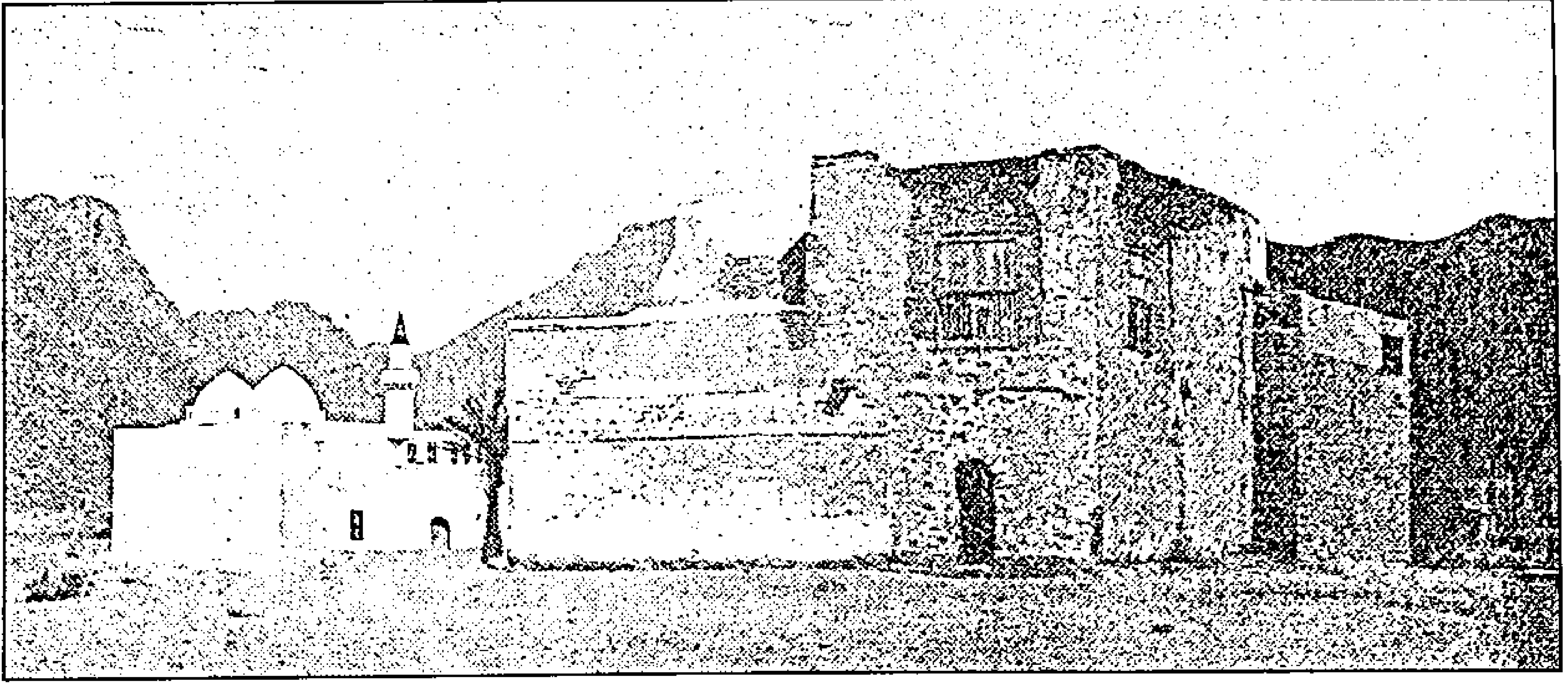
The Mosque and place of Martyrdom of Hamza(R.A.T.A.) the uncle of the Prophet Muhammad(P.B.U.H.), in Ohod at Medina.

جبل اُحداور مسجد ومشہداور مقبرہ سید الشہدا ءسیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

(مرۃ الحرمین۔قاہرہ۔مصر)
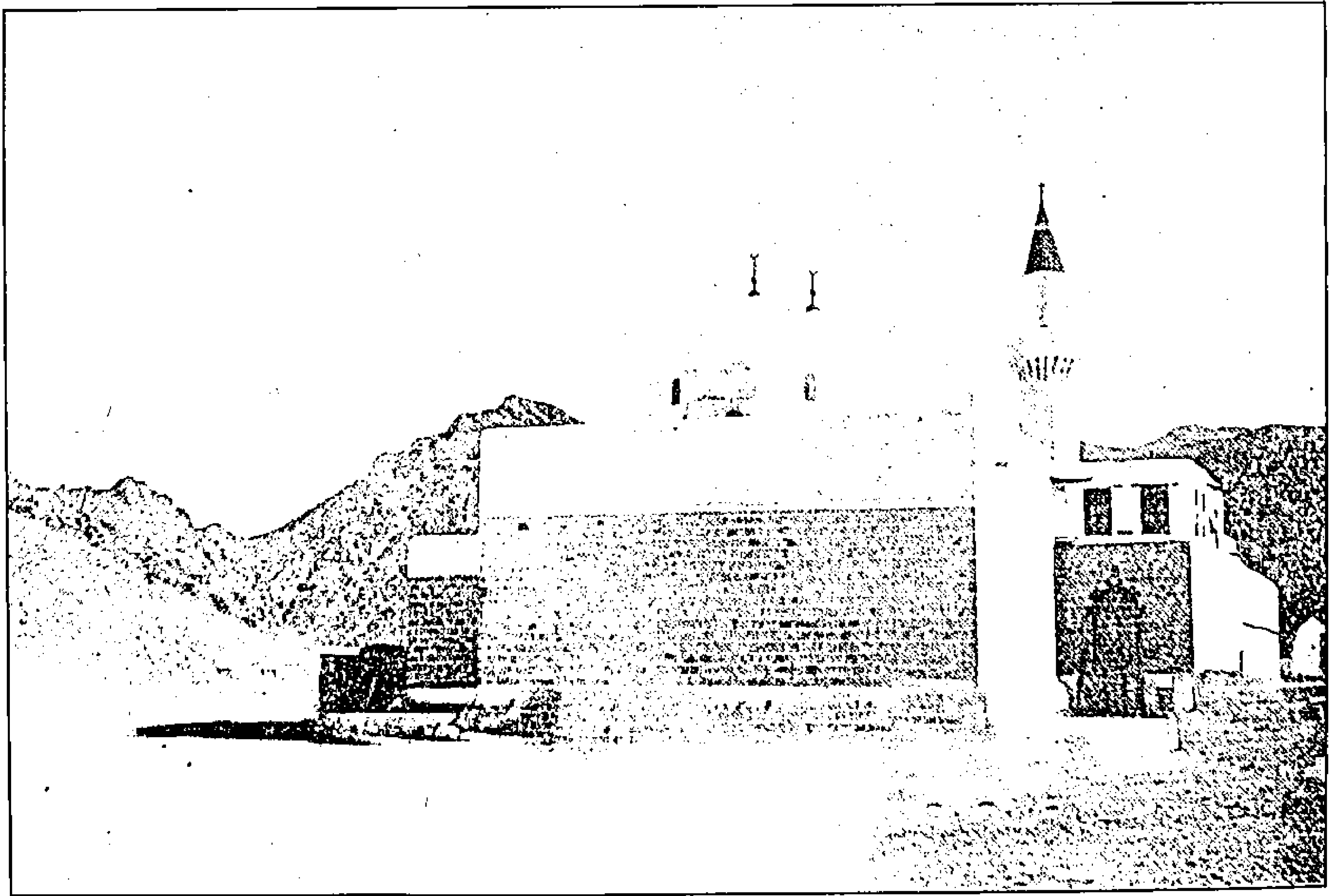
View of Mount Ohod with the mausoleum and Mosque of Hamza(R.A.T.A.)

جبل احد ومسجد اور مقبرہ سید الشہدا ءحضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
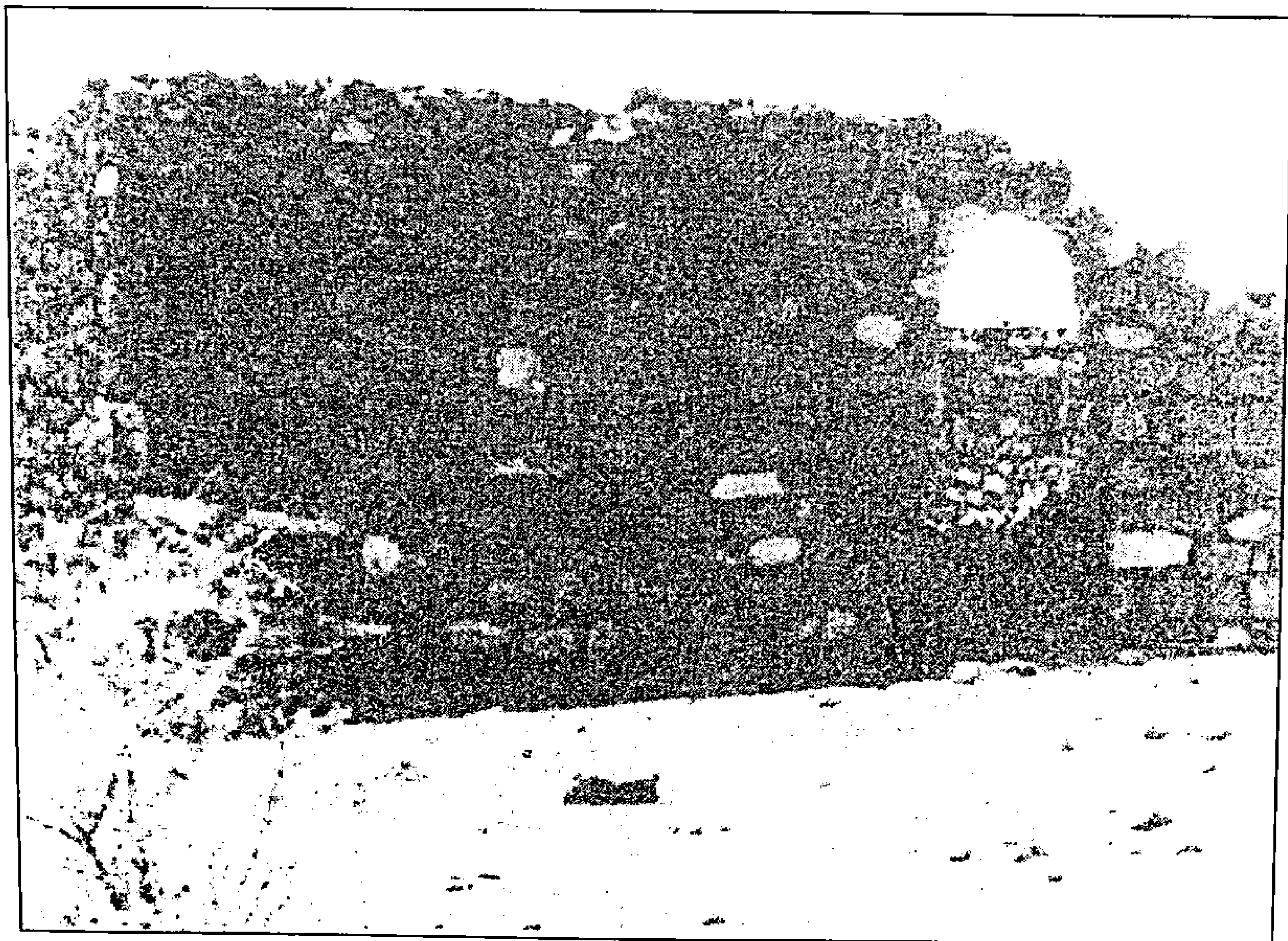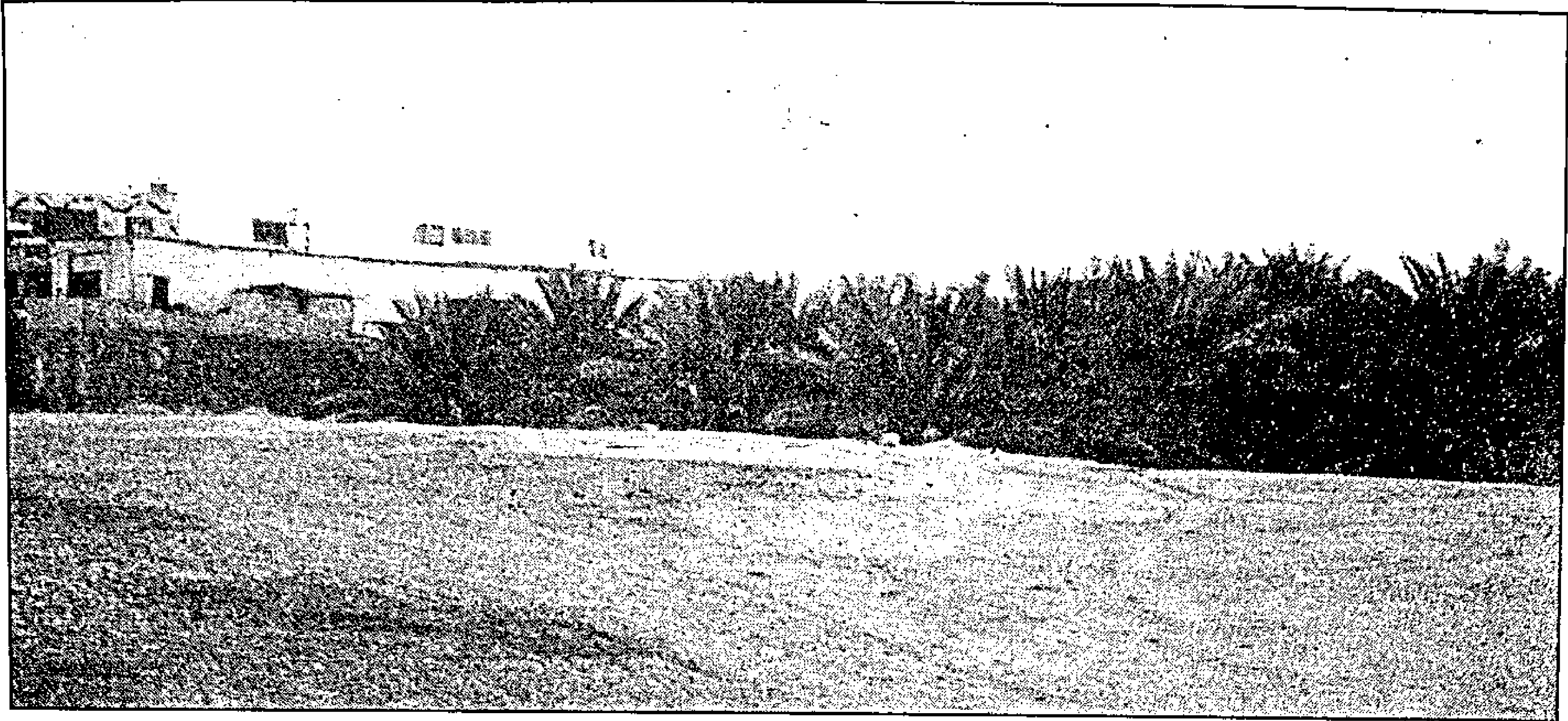
(مرۃ الحرمین۔قاہرہ مصر)

غزوة بنی قریظة: ومکان مسجد بنی قریظة حیث ضرب النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم قبته اثناء حصاره لیهود بنی قریظة بعد غدر هم بالمسلمین و مناصرتهم الکفار فی غزوة لخندق، وورد انه لما رجع النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم من الخندق ووضع السلاح و اغتسل اتاه جبریل علیه السلام فقال: قد وضعت السلاح والله ما وضعناه فاخرج الیهم، قال: فالی این؟ قال: ها هنا، و اشار اِلی بنی قریظة ، فخرج النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم الیهم، وورد یومها قول النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم ، لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظة فادرک بعضهم العصر فی الطریق، وقال بعضهم لا نصلی حتی نأتیها ، فقال البعض بل نصلی، ولم یعنف النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم واحدامنهم، ولما حاصرهم النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم استسلموا، فحکم سیدنا سعداً بن معاذ رضی الله تعالیٰ عنه فیهم، فحکم بقتل رجالهم و سبی نسائهم و تقسیم اموالهم، فقال النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلّم : لقد حکمت فیهم بحکم الله من فوق سبعة ارفعة (سموات)

The siege of Bani Qurayza:The Bani Qurayza mosque marking the location where the Prophet(P.B.U.H.) pitched his tent. The cause of the siege was that when the Muslims were besieged during the days of the Trench, the Bani Qurayza Jews broke their treaty with them and agreed to join the besieging army.
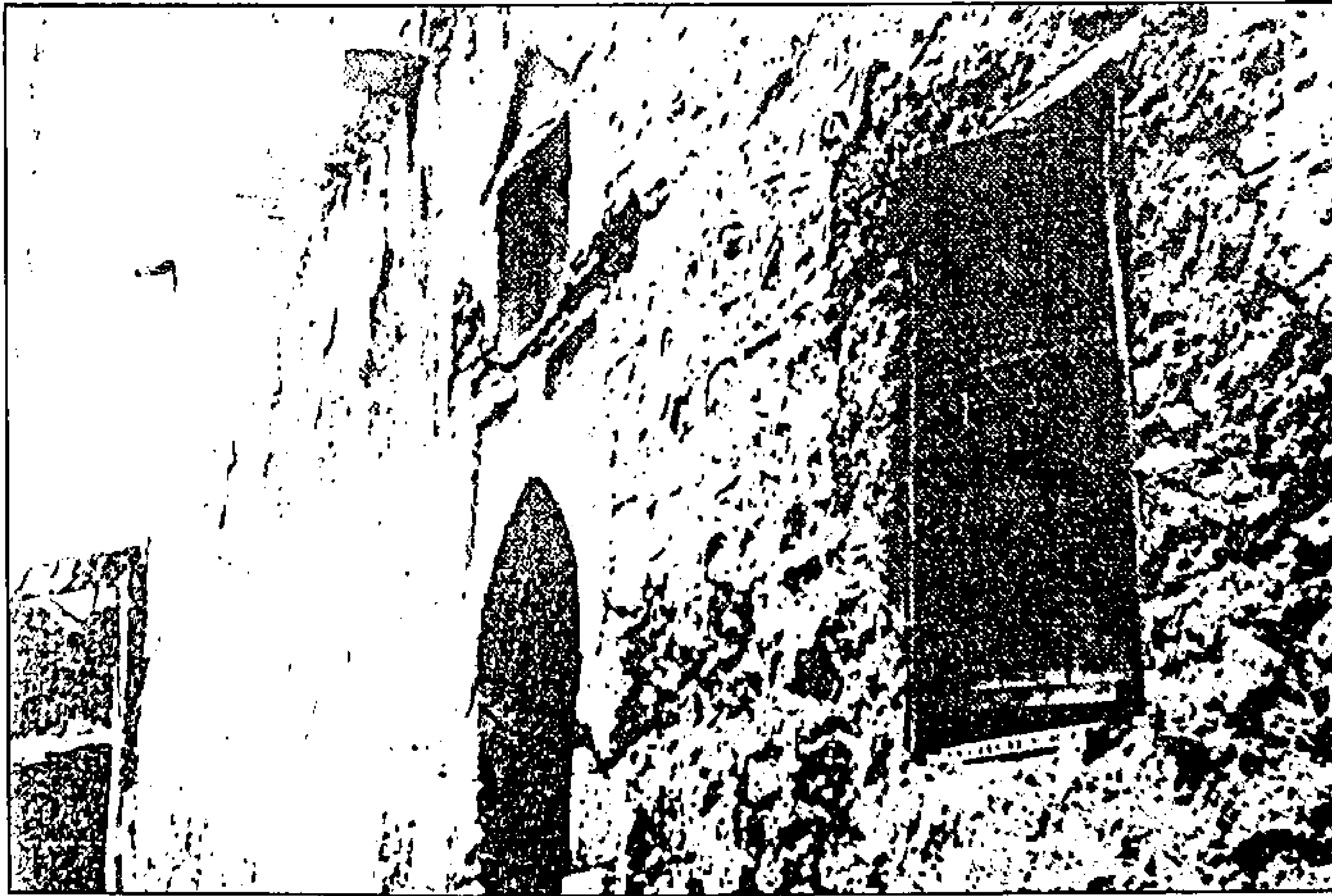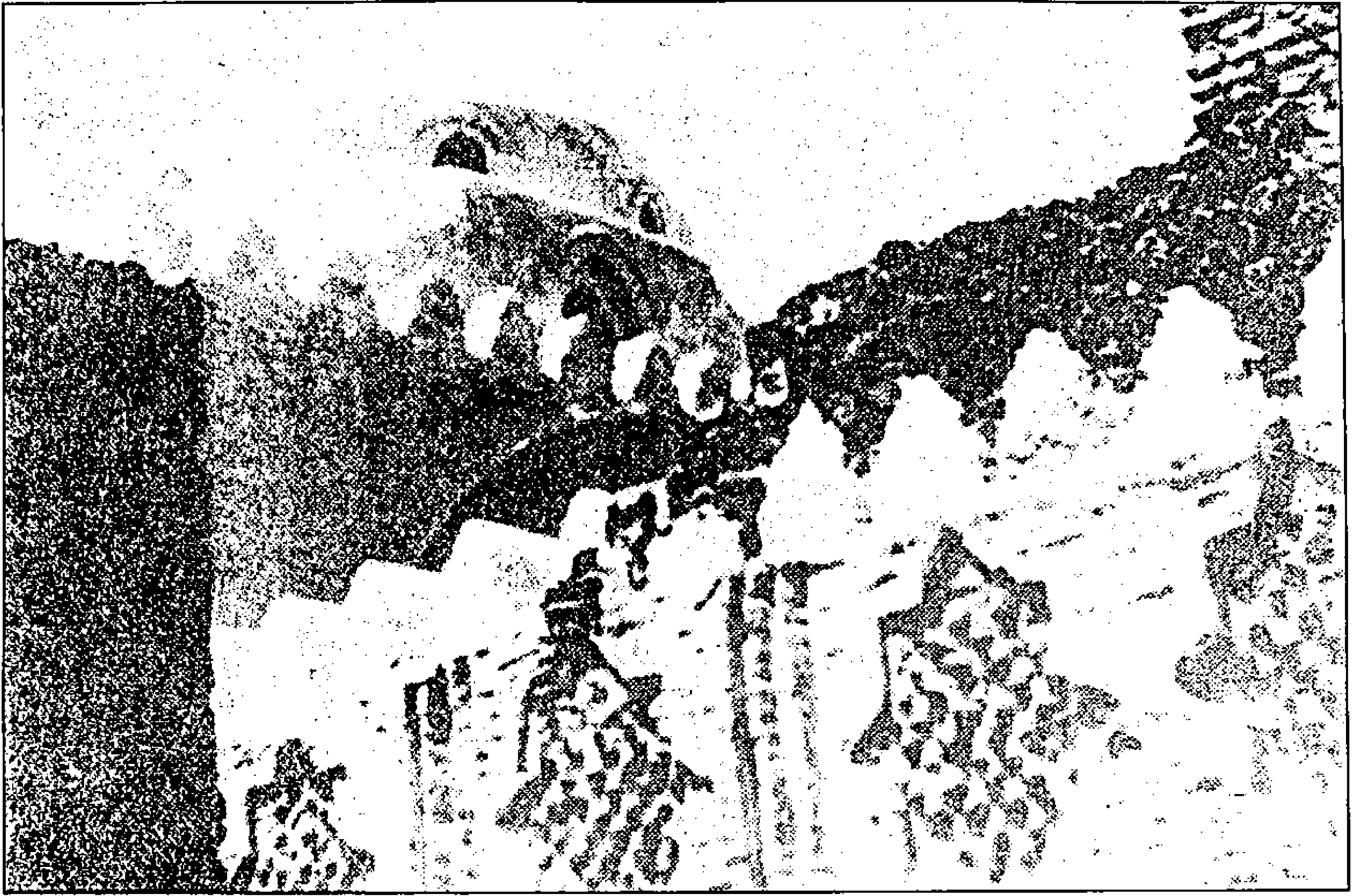
مسجد عرفات: بقباء و سمی بذلک لأن النبی صلی الله علیه وآله وسلّم کان فیه یوم عرفه فزویت له الأرض وأراه الله جل جلالهٗ الحجیج علی جبل عرفات و هو بالمدینة المنورة

Masjid Arafat in the Quba area: So named because once the Prophet (PBUH) stood there on the day of Arafat and Allah gave him the vision of the pilgrims on mount Arafat even as he stood in Madina.

مسجد عرفات: (وادی قباء)

ایک دفعہ یوم عرفات کے روز حضور علیہ السلام اس جگہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر جبل عرفات آشکارا فرما دیا جہاں آپ علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں ہوتے ہوئے حجاج کرام کو ملاحظہ فرمایا اس لئے اس کا نام ہی مسجد عرفات ہے۔

باب دار سیدنا خالد بن الولیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ : اشتکی خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکبر قواد الاسلام وسیف اللہ المسلول ضیق منزلہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فقال لہ "اتسع فی السماء"

The door of the house of Khalid ibn al-Walid(R.A.T.A.): It is said that when Khalid complained to the Prophet(P.B.U.H.) that his house was too narrow he was told: "Make room for yourself in the heavens."
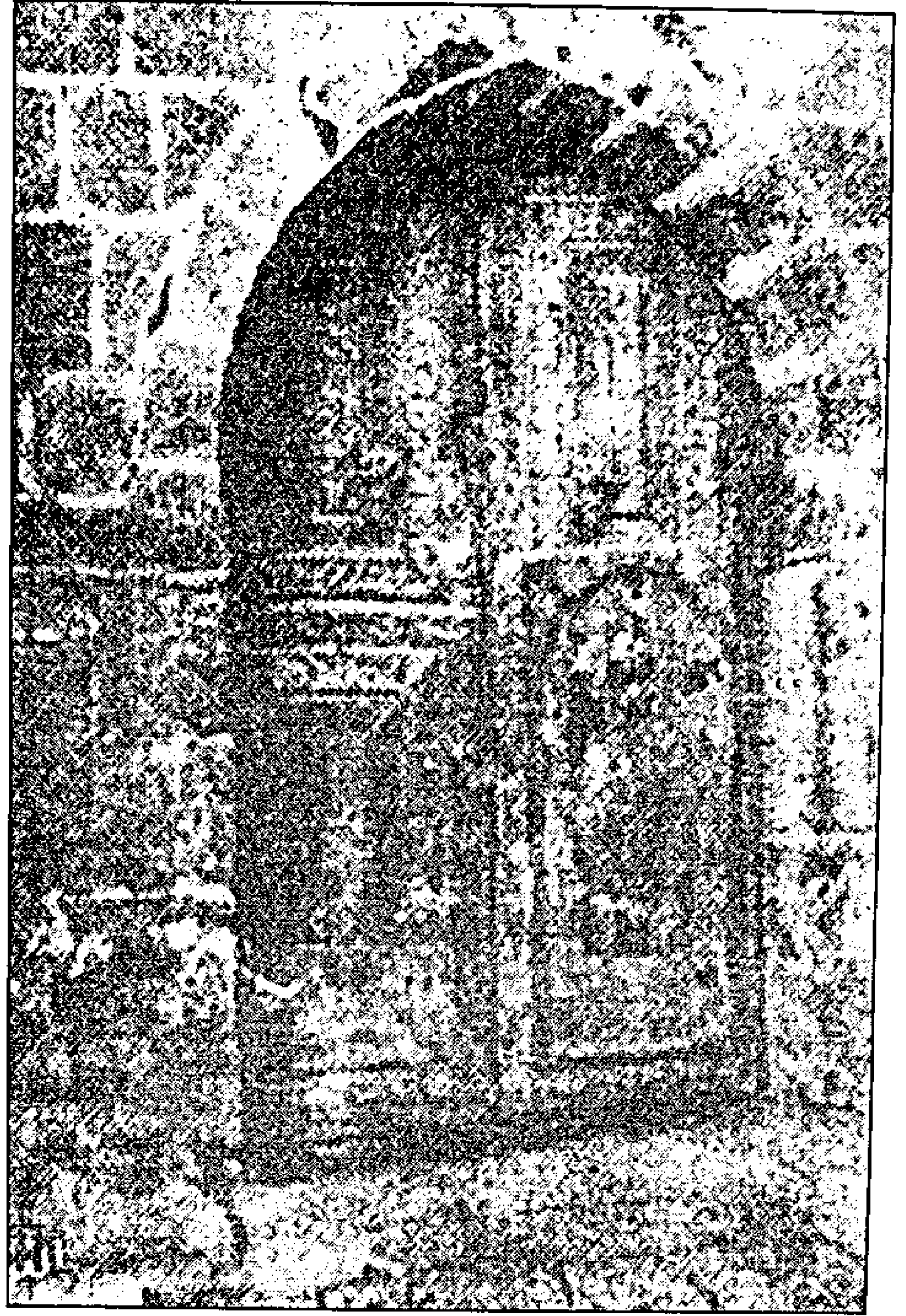
باب دار سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قطع لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم داراً مقابل باب جبریل والذی سمٰی باب النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لخروج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منہ إذا دخل بیت عثمان وھذہ الدار التی شھدت الفتنة لما کانوا بباب عثمان وارادواقتلہ، روی ابی عبد الرحمن السلمی رحمہ اللہ قال: لما حصر عثمان، و اشرف علیھم فوق دارہ، ثم قال ازکرکم باللہ ، ھل تعلمون ان حراء حین انتفض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم : اثبت حراء فلیس علیک الا نبی او صدیق او شھید ....ثم قال: ازکرکم باللہ ھل تعلمون ان بئر رومة لم یکن یشرب منھا احد الابثمن، فابتعتھا فجعلتھا للغنی و الفقیر و ابن السبیل؟ قالوا: اللّٰھم نعم.

The door of Usman (Uthman)(R.A.T.A.) ibn Affan's house: Opposite the Bab Gibril of the Prophet's (P.B.U.H.) mosque, also called Bab al Nabi (the Prophet's (P.B.U.H.) door since he (P.B.U.H.) frequently used it, when going to visit Uthman.(Usman R.A.T.A.)